آزادی نمبر

متاثرین وزیرستان کے ساتھ پیمانِ یک جہتی کی روح پرور کانفرنس... الطاف حسن قریشی کے قلم سے

اگست 2014ء

اُردو ڈائجسٹ

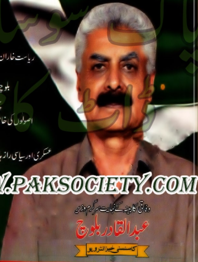

ریاست خاران کے عام گھرانے کا
ہونہار فرزند
بلوچستان سے بننے والا
پہلا لیفٹیننٹ جنرل
اصولوں کی خاطر استعفا دینے والا
پہلا گورنر
عسکری اور سیاسی رازہائے سربستہ کا امین

WWW.PAKSOCIETY.COM

وفاقی کابینہ کے نہایت سرگرم وزیر

عبدالقادر بلوچ

کا سنسنی خیز انٹرویو

نامور قانون دان، خالد اسحاق | تین مقدس درخت | پاکستان کے حکمران

ایک روشن چراغ تھا نہ رہا | انھیں نبی کریم ﷺ کی تکریم کا اعزاز ملا | امریکا کی کٹھ پتلی کیسے بنے؟ ہوشربا انکشافات

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کا قرآن

دعا مانگنے کے آداب

جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ جب دعا مانگیں تو چاہیے میرا حکم مانیں۔O

(سورۃ البقرہ: 186:2)

اس کو پکارو خالص اس کی بندگی کرتے ہوئے۔ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔O

(سورۃ مومن: 65:40)

اور تمھارے رب کا ارشاد ہے کہ تم مجھ سے دعا مانگو کہ میں تمھاری دعا قبول کروں۔O

(سورۃ مومن: 60:40)

رسول ﷺ کا فرمان

دعا پورے اعتماد سے مانگیں

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص جب دعا مانگے تو بڑے عزم و اعتماد سے اللہ تعالیٰ سے سوال کرے۔ یہ ہرگز نہ کہے: اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے دے دے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جسے کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے۔" (امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو کام کرتا ہے اپنی خوشی اور مرضی سے کرتا ہے اس لیے بندے کو یہ شرط لگانا کہ اگر تو چاہے تو ایسا کر دے مناسب نہیں۔ اس میں ایک طرح کی بے پروائی جھلکتی ہے۔ غلام کو چاہیے کہ اپنے آقا سے بہ اصرار اور گڑگڑا کر مانگے۔ اور اس حقیقت کا علم کہ دینا مناسب ہے یا نہ دینا اس کے لیے چھوڑ دے وہ بہتر جانتا ہے)۔"

(بخاری کتاب 80: باب: 21 مسلم کتاب الذکر۔ باب 3)

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

اردو ڈائجسٹ

اگست 2014ء
شوال 1435ھ
جلد نمبر 54 شمارہ نمبر 08

www.urdudigest.pk urdudigest.com

صدرِ مجلس: ڈاکٹر اعجاز حسن قریشی
مدیرِ اعلیٰ: الطاف حسن قریشی
ایگزیکٹو ایڈیٹر: طیب اعجاز قریشی
اسسٹنٹ ایڈیٹر: سید عاصم محمود
سب ایڈیٹر: غلام سجاد
مجلسِ تحریر: حافظ افروغ حسن، نوید اسلام صدیقی، سلمیٰ اعوان
مہتمم طباعت: فاروق اعجاز قریشی
انچارج کمپیوٹر سیکشن: افنان کامران قریشی
پروف خواں: خالد محی الدین، کلیم اللہ فاروقی
میوزر: اشرف سکندر

مارکیٹنگ

ڈائریکٹر: ذکی اعجاز قریشی 0300-8460093

اشتہارات

advertisement@urdu-digest.com
مینیجر ایڈورٹائزمنٹ: محمد سلیمان احمد 0300-4116792
لاہور: ندیم حامد گوجرانوالہ: احسان اللہ بٹ
کراچی: شازیہ قمر 0345-2558648

سالانہ خریداری 560 روپے کی بچت کے ساتھ

subscription@urdu-digest.com
خریداری کے لیے رابطہ
21/19 یکڑ سکیم، سمن آباد، لاہور فون +92-42-37589957
پاکستان 1560 کے بجائے 1000 روپے میں اردو ڈائجسٹ گھر بیٹھے حاصل کیجیے
بیرون ملک 160 امریکی ڈالر
اندرون و بیرون ملک کے خریدار اپنی رقم بذریعہ بینک ڈرافٹ درج ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ارسال کریں

URDU DIGEST Current A/C No. 600380
Bank of Punjab (Samanabad, Lahore.)
Branch Code No. 110

ادارتی آفس

اپنی تحریریں اس پتے پر بھیجیں
325, G-III جوہر ٹاؤن لاہور
فون نمبر +92-42-35290738 • فیکس +92-42-35290731
ای میل: editor@urdu-digest.com

قیمت 100 روپے

طابع و ناشر الطاف حسن قریشی نے جسارت پرنٹرز 24۔ سرکلر روڈ سے چھپوا کر سمن آباد لاہور سے شائع کیا

ایگزیکٹو ایڈیٹر نوٹ

قارئین کرام کو عید الفطر اور یوم آزادی کی خوشیاں مبارک!

ہم اس لحاظ سے خوش قسمت قوم ہیں کہ تمام مسائل کے باوجود "نعمتِ خداوندی" پاکستان کی آزاد ہواؤں میں سانس لے رہے ہیں۔ ہم اس بابرکت موقع پر اپنی افواج، پولیس اور سیکیورٹی اداروں کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں جو اپنی جانوں کی قربانیاں دے کر ملک کا دفاع کر رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان کی کامیابیوں کے لیے رب تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر دعائیں مانگی اور سربسجود ہوا جائے۔ اگست کے پورے ماہ آزادی کی تقریبات کے انعقاد کا حکومتی فیصلہ افواج، سیکیورٹی اداروں کے جوانوں اور قوم کے جوش و جذبے کو جگانے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ یقیناً زندہ قومیں اپنا یوم آزادی تمام اختلافات بھلا کر یکجا ہو کر اور پورے خلوص کے ساتھ مناتی ہیں۔ کہیں بھی تصنع اور بناوٹ کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ افواج، حکومت، سیاسی قائدین و نمائندگان اور شہدا کے لواحقین سب مل کر آزادی کے گیت گاتے اور چراغاں کرتے ہیں کہ آزادی سانجھی ہوتی ہے۔ اس وقت ایک طرف تو تقریباً دس لاکھ افراد وزیرستان میں جاری "آپریشن ضربِ عضب" کی وجہ سے بے گھر ہیں اور دوسری طرف رمضان کے بابرکت مہینے میں شدید گرمی میں گھنٹوں بجلی کی عدم دستیابی سے بلبلاتے عوام حکومت کی جانب دیکھ رہے ہیں۔ امید ہے حکومت آنے والے وقت میں ان کی سہولت کے لیے ہر ممکن اقدامات کرے گی۔

اب "آزادی نمبر" کی تحریریں پڑھیے جو ہمارے بزرگوں کی قربانیوں کی یاد تازہ اور ہم پر نعمتِ آزادی کی اہمیت اُجاگر کرتی ہیں۔

طیب اعجاز قریشی
tayyab.ejaz@urdu-digest.com

پڑھیے، پڑھائیے، سیکھیے اور لطف اٹھائیے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

فہرست

ایک منفرد تقریب

متاثرینِ وزیرستان سے پیمانِ یک جہتی کانفرنس

اہلِ لاہور نے دھڑکتے دلوں سے
مہاجرین کی عزیمت کی داستانیں سنیں

الطاف حسن قریشی

24

ریاست خاران کے عام گھرانے کا ہونہار فرزند
بلوچستان سے بننے والا پہلا لیفٹیننٹ جنرل
اصولوں کی خاطر استعفا دینے والا پہلا گورنر
عسکری اور سیاسی رازہائے سربستہ کے امین
وفاقی کابینہ کے نہایت سرگرم وزیر

عبدالقادر بلوچ

کا ہوشربا انٹرویو

کورا شوری

55

بین الاقوامی سیاست

پاکستان اور بدلتا عالمی منظر نامہ

قومی تناظر میں تیزی سے جنم لیتی بین الاقوامی دوررس
اور انقلابی تبدیلیوں کی معلومات افروز داستان

طیب اعجاز قریشی

50

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

فہرست

اسلامی زندگی کی کہکشاں

33 دیرینہ دوست کے نام
بدنصیب باپ کا لکھا ہوا چشم کشا خط

37 واشنگٹن سٹی میں پہلی اذان
دنیائے اسلام کی تازہ اور اچھوتی خبروں کا مشک بار تحفہ

41 اللہ کی رحمت
ایک خدارسیدہ شخص کی دل افروز کتھا

44 نبی کریم ﷺ کی تکریم کرنے والے درخت
ان مقدس درختوں کا ایمان افروز بیان جنھوں نے مقام نبوت ﷺ کو پہچان لیا۔

لاہور تباہی کے دہانے پر

بریگیڈیئر یعسوب علی ڈوگر

اُن گمبھیر مسائل کا تذکرہ جو بشکل آکٹوپس ہاغات کے شہر کو نگل رہے ہیں

185

امیر حمزہ بن مشتاق احمد

جعلی بیوی

ایک تیز و طرار تاجر کا قصہ، عجب ہاتھ
ڈرامائی انداز میں منہ کی کھانی پڑی

127

الطاف حسن قریشی کے قلم سے

15 کچھ اپنی زباں میں
آزادی کی اگلی منزل

17 ہم کہاں کھڑے ہیں
قومی سلامتی کا ایک نیا محور

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

فہرست

آزادی نمبر

65 وطن کی مٹی سے رشتہ ——— ڈاکٹر صفدر محمود
جذبہ حب الوطنی سے معمور تحریر

68 قربانی ——— صالحہ محبوب
جان ہتھیلی پر رکھ کر باطل قوتوں سے نبرد آزما ہونے والے
فوجی افسر کا قصہ دل افروز

72 نواب سراج الدولہ کے آخری ایام ——— [illegible]
غاصب انگریزوں نے اپنوں کی غداری اور
مکروفریب کی وجہ سے ہندوستان میں قدم جمائے

81 رام راج کا منصوبہ ——— [illegible]
بھارتی سرکار کی سوچی سمجھی سازش کا کچا چٹھا

85 ہندوستان سے آخری خط ——— انتظار حسین
ہندوانہ تہذیب میں تیزی سے جذب ہوتے مسلم طبقۂ
اشرافیہ کے ایک بزرگ کا الم ناک نامہ

91 آپ نے قائد کو کیسا پایا؟ ——— منظور حسین عباسی
دیانت و دلیری سے مجسم ہستی کے عظیم پہلو عیاں کرنے
والے بیش قیمت جواب

97 پاکستانی حکمران… امریکا کی کٹھ پتلی ——— قیوم نظامی
آزاد سے غلام مملکت بننے تک کی ہوشربا داستان

113 صبح کی روشنی ہے پاکستان ——— صبا اکبرآبادی
تحریک پاکستان سے وابستہ ممتاز شاعر کی شاعری سے انتخاب

129 کمال پور سے لاہور تک ——— چودھری فرزند علی
ایک معصوم بچے کا سفر خود آگہی

143 خالد اسحاق: آئین پاکستان کے خالقوں میں سے ایک
ابوالامتیاز ع س مسلم
انتہائی زیرک، سادہ مزاج اور دلیر قانون دان کا ذکر خیر

149 براس کے تین کنوئیں ——— عطاالحق قاسمی
شہدائے تحریک آزادی کی لازوال قربانیوں کے
امین بے جان بھارتی گواہ

152 بھارتی مسلمان اچھوت بن گئے ——— سید عاصم محمود
بھارت میں ہندوؤں نے مسلمانوں کو معاشرے
سے کاٹ کر رکھ دیا ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

فہرست

ورلڈ کپ کے یادگار لمحات

ابوصارم

فٹ بال کے عالمی
میلے میں جنم لینے والے
دلچسپ واقعات کا تذکرہ

181

ریچھنی کا حملہ

توہم پرست والدین کا المیہ
جنھوں نے چہیتے بیٹے کو اپنی جہالت کی بھینٹ چڑھا دیا

فرحان ولایت بٹ

214

بے خوف

شہر کراچی میں اندھی گولیوں
کے عجیب و غریب عذاب سے
جنم لینے والی دردناک کہانی

ام ایمان

121

موبائل کا وبال

دورِ جدید کی مفید ایجاد
جب مصنف کے لیے
جان کا عذاب بن گئی

محبوب عالم

190

رنگا رنگ تحریریں

124 ہزاروں خواہشیں ایسی ——— خواجہ مظہر صدیقی

ایک سفر جو انجان مسافروں کو زندگی گزارنے کا سبق دے گیا۔

155 آخری شعبدہ ——— ڈاکٹر سلیم اختر

ایک انوکھے فنکار کی حیرت ناک داستان

158 سینما کا عشق ——— پطرس بخاری

ایک فلمی عاشق کا کھٹ مٹھا ماجرا۔

187 سپریم کورٹ میں اردو کی فتح ——— سجاد قادر

جسٹس جواد ایس خواجہ نے قومی زبان میں مقدمے کی روداد تحریر کر
کے اپنے جذبہ حب الوطنی کا ثبوت دے ڈالا

213 کتاب، شیلم اور میں ——— نجم السحر

مطالعے سے دور بھاگنے والے خاوند کی چٹ پٹی آپ بیتی

مفید غذائیں

غذائی مغالطوں کا تیر بہدف توڑ

ڈاکٹر شائستہ خان

208

مستقل سلسلے

161 شاہ افغانستان کی واپسی
193 چناروں کی قطار
229 قصہ گوئی
231 تبصرہ کتب
235 چمن خیال
240 اسلامی کوئز

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

آزادی کی اگلی منزل

ہمیں آزادی حاصل کیے ۶۸ سال ہونے کو آئے ہیں اور وہ ملک جو لاکھوں انسانوں کی قربانی سے وجود میں آیا تھا، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قائم و دائم ہے۔ یہ الگ بات کہ ایک خونریز خانہ جنگی میں اس کا ایک بازو کٹ چکا ہے۔ آزادی جو توانائیوں کا سرچشمہ اور اُمنگوں کا بیش قیمت خزینہ ہے' وہ اپنے تحفظ اور استحکام کے لیے ایک ایسے نظام کا تقاضا کرتی ہے جو اس کے ثمرات عام لوگوں تک پہنچاتا رہے اور اُن کے دلوں میں نئی نئی منزلوں کی دریافت کا شعلہ فروزاں رکھ سکے۔ زندہ قوموں کی زندگی میں بڑے بڑے داخلی اور خارجی چیلنج بھی آتے ہیں اور بعض اوقات اُنھیں جنگ و جدل کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے' لیکن اُن کے ادارے' اُن کی سیاسی جماعتیں اور اُن کی قوت ارادی اور اُن کے اساسی مقاصد اُنھیں مسائل سے نبرد آزما کرنے میں کلیدی کردار ادا کرتے اور آگے بڑھنے کا حوصلہ دیتے ہیں۔ پاکستان جس کا حدود اربعہ بہت کٹا پھٹا تھا اور وہ بے سروسامانی کی حالت میں قائم ہوا تھا اور اس پر کروڑوں مہاجرین کا بار آن پڑا تھا' اس کے عوام نے غیر معمولی ایثار' جاں فشانی اور نظم و ضبط کا ثبوت دیا' بھارت سے لٹ پٹ کر آنے والے بھائیوں کو سینے سے لگایا اور چند ہی برسوں کے اندر ایک نئی دنیا تعمیر ہونے لگی۔ بلاشبہ یہ بیسویں صدی کا سب سے بڑا معجزہ تھا۔

دوسرا معجزہ اس وقت رونما ہوا جب پاکستان کے سائنس دانوں' انجینئروں اور ٹیکنالوجسٹوں نے اپنی غیر معمولی صلاحیتوں اور محدود ذرائع سے ایٹمی طاقت حاصل کر لی اور یوں اُن کا وطن بھارت کی جارحیت کے خوف سے بڑی حد تک محفوظ ہو گیا' مگر اس کے دوسرے پڑوسی ملک، افغانستان میں پیش آنے والے ہلاکت خیز واقعات نے اس کی قومی سلامتی کے لیے نت نئے چیلنج کھڑے کر دیے جو اس کی سیاسی' سماجی' عسکری اور مذہبی زندگی پر منفی طور پر اثر انداز ہوئے۔ دسمبر ۱۹۷۹ء میں روسی فوجیں افغانستان میں داخل ہوئیں تو عالمی اور علاقائی سطح پر یہ تاثر پیدا ہوا کہ سوویت

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

یونین گرم پانیوں تک پہنچنا چاہتا ہے کیونکہ اس کا سمندر سال میں آٹھ نو ماہ منجمد رہتا ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ افغانستان کے بعد پاکستان کی طرف پیش قدمی کرے گا۔ اس دفاعی تجزیے کے مطابق افغانستان ہی میں روس کو شکست دینا پاکستان کے لیے ناگزیر ٹھہرا اور اس نے مغربی دنیا کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا جو سوویت یونین کی جارحیت کے خلاف متحرک ہو گئی تھی۔ افغان جہاد کوئی دس برس تک جاری رہا۔ اس میں حصہ لینے کے لیے ازبکستان، تاجکستان، چیچنیا اور مغربی چین سے لوگ آتے اور فاٹا میں تربیت حاصل کرتے رہے۔ یہ لوگ جنھیں امریکہ ''مجاہدین'' کے لقب سے پکارتا تھا، سوویت یونین کی شکست کے بعد فاٹا ہی میں آباد ہو گئے جن کے مذہبی نظریات میں بڑی شدت پائی جاتی تھی۔ پاکستان پر سے روسی حملے کا خطرہ تو ٹل گیا، لیکن اس کے حصے میں کلاشنکوف کلچر اور مذہبی شدت پسند آ گئے جن سے فرقہ وارانہ تشدد کو بہت ہوا ملی۔

اکتوبر ۲۰۰۱ء میں امریکی اور نیٹو افواج نے افغانستان پر یلغار کی اور وہاں افغانوں پر مہلک ترین اسلحہ آزمایا۔ طالبان کی حکومت کا خاتمہ ہو جانے کے بعد وہ پسپا ہوتے گئے۔ اس فوج کشی میں پاکستان نے امریکہ اور اتحادی فوجوں کا ساتھ دیا۔ یہ خونریز جنگ تیرہ سال سے جاری ہے جس نے پاکستان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ مذہبی انتہا پسندی اور دہشت گردی نے پورا انظام زندگی تلپٹ کر کے رکھ دیا ہے۔ وہ ازبک اور تاجک جو افغان جہاد میں پیش پیش تھے، وہ اب ہماری آبادیوں، فوجی تنصیبات، ہماری عبادت گاہوں اور ہمارے ہوائی اڈوں اور ہمارے فوجی دستوں پر حملہ آور ہو رہے ہیں اور فرقہ وارانہ تشدد کی وبا پھیلتی جا رہی ہے۔ ان دہشت گردوں نے شمالی وزیرستان میں محفوظ ٹھکانے بنا لیے تھے اور اپنا کنٹرول اینڈ کمانڈ سسٹم قائم کر رکھا تھا۔ ان دنوں اُن کے خلاف ضرب عضب آپریشن جاری ہے اور بڑی بڑی کامیابیاں حاصل ہو رہی ہیں۔ ہماری فوج بڑی پامردی سے خطرات کے سامنے ڈٹی ہوئی ہے اور قدر آور خوبصورت جوان جام شہادت نوش کر رہے ہیں۔ دراصل فوجی آپریشن اس بڑی جدوجہد کا ایک حصہ ہے جو ہمیں آزادی کی اگلی منزل تک پہنچنے کے لیے طویل عرصے تک جاری رکھنا ہو گی۔ ہماری اگلی منزل اس ذہنیت کا خاتمہ ہے جو مذہبی تنگ نظری اور دہشت گردی کو جنم دیتی اور طاقت کے ذریعے ایک خاص طرز کی شریعت کا نفاذ چاہتی ہے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں تو ہم آئی ڈی پیز کے دل جیت کر سرخرو ہو سکتے ہیں، مگر ذہنیت کی تبدیلی کے لیے ہمارا پورا انظام تعلیم، تمام تر فلسفہ معیشت اور سیاسی جماعتوں میں وراثت کے طور طریق یکسر بدل دینا اور اسلام کے بنیادی تصورات کے مطابق معاشرہ تعمیر کرنا ہو گا۔ ہم سے آج روحِ آزادی یہی تقاضا کر رہی ہے۔

الطاف حسن قریشی

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

قومی سلامتی کا ایک نیا محور

یوم آزادی جوں جوں قریب آ رہا ہے نئے نئے خطرات منڈلا رہے ہیں۔ کیا کوئی سیاسی بھونچال آئے گا یا وزیرستان کی رزم گاہوں اور بنوں کے میدانوں میں قومی بقا کے قلعے تعمیر ہوں گے؟ پاکستان لہولہو ہے اور داخلی سلامتی کے تحفظ کا آج ایک معرکہ بپا ہے۔ سیاسی اور مذہبی قیادتوں کی بالغ نظری کا کڑا امتحاں ہے کہ آزادی کی حفاظت کے لیے کیا وہ نذرانہ پیش کرتے ہیں

الطاف حسن قریشی کے قلم سے

مسائل

قطار در قطار امڈے چلے آ رہے ہیں اور ہماری بیشتر سیاسی قیادتیں فطرت کے اشارے سمجھنے سے قاصر نظر آتی ہیں۔ یہ ہماری بدقسمتی کی انتہا ہے کہ ہم اپنے یوم آزادی پر کامل یک جہتی کا مظاہرہ کرنے میں ناکام دکھائی دیتے ہیں۔ شیخ الاسلام طاہرالقادری انقلاب برپا کرنے کی تاریخ چودہ اگست کے آس پاس دینے کا عزم رکھتے ہیں جبکہ ''سونامی'' کے خالق عمران خاں اسی روز دس لاکھ شیدائیوں کے جلو میں اسلام آباد کی طرف کوچ کریں گے اور غالباً گلے سڑے نظام کو جڑوں سے اکھاڑ دیے بغیر واپس آنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ حکومت نے بوکھلاہٹ میں اعلان کر دیا تھا کہ یوم آزادی کے موقع پر ایک مدت بعد اسلام آباد میں فوجی پریڈ ہو گی' یہ دن بڑی تزک و احتشام سے منایا جائے گا اور کسی کو تقریبات میں خلل ڈالنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ وزیراعظم کے بعض عقابی مشیروں نے عمران خاں کو گھر کے اندر مقید کرنے کی تجویز دی جو اخبارات میں شائع ہو گئی جس پر سیاسی حلقوں کی طرف سے شدید ردعمل آیا تو ارباب حکومت نے فوجی پریڈ کی تقریب منسوخ کر دی اور پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے چھ ہزار معززین جن میں عمران خاں بھی شامل ہوں گے مدعو کرنے اور یوم آزادی بڑے وقار کے ساتھ منانے کا فیصلہ کیا۔ یہ بھی اعلان ہوا کہ تحریک انصاف کو اسلام آباد تک مارچ کرنے کے لیے فری ہینڈ دیا جائے گا اور حکومت آزادی مارچ کرنے والے سیاسی کارکنوں کے قیام اور حفاظت کے انتظامات میں سہولتیں فراہم کرے گی۔

عوام حیرت سے ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں کہ جناب عمران خاں اور شیخ الاسلام طاہرالقادری یوم آزادی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کے آس پاس تماشا لگانے پر کیوں تلے ہوئے ہیں۔ کیا انھیں آزادی کی عظیم اور بے مثل نعمت کی سرے سے کوئی قدر نہیں اور کیا فلسطینیوں کی حرماں نصیبی اور زبوں حالی سے اُن کے دل لرز نہیں اٹھتے۔ یہ اور اس نوع کے دوسرے سوالات ذہنوں میں گردش کر رہے ہیں اور اُمنڈتے ہوئے خطرات زیرِ بحث آ رہے ہیں۔ سنجیدہ حلقے اربابِ اقتدار سے بھی یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ آج کے ماحول میں آزادی کی تقریبات منانے کے بجائے انہیں ''یومِ تشکر'' اور ''یومِ دعا'' منانے کی عوام سے اپیل کرنی چاہیے۔ آزادی کی نعمت سے سرفراز کرنے اور ہمیں اس کے تحفظ کی توفیق عطا فرمانے پر خدائے رحمن و رحیم کا شکر بجالانا چاہیے اور ''یومِ دُعا'' اُن جاں فروشوں کی سلامتی اور حفاظت کے لیے منانا چاہیے جو آٹھ ہزار فٹ کے بلند پہاڑوں پر گہری وادیوں اور جنگلوں میں دہشت گردوں سے برسرِ پیکار ہیں اور ارضِ مقدس کی خاطر جامِ شہادت نوش کر رہے ہیں۔ اس مسلمہ حقیقت کو بار بار دہرانے کی چنداں ضرورت نہیں کہ پاکستان ہمارا عزیز ترین سرمایہ اور ہماری زندگی کی شہ رگ ہے اور اس کے مستقبل سے پورے عالمِ اسلام اور عالمی امن کا مستقبل وابستہ ہے۔

☆☆

مساجد اور بڑے بڑے اجتماعات میں ''یومِ تشکر'' اور ''یومِ دعا'' کا اہتمام کرنے سے ایک طرف عوام کے اندر جوش و خروش پیدا ہوگا اور دوسری طرف قومی ترجیحات کا واضح تعین ہو جائے گا۔ یہ سلسلہ ہفتوں اور عشروں پر محیط ہونا چاہیے کہ اس کے ذریعے آزادی کی قدر و قیمت ذہنوں اور دلوں میں راسخ ہوتی جائے گی اور یہ عظیم احساس بھی جلوہ گر ہوگا کہ پاکستان کی سلامتی اور اس کا دفاع ہماری اوّلین ترجیح ہے۔ ملک میں دہشت گردی کے خاتمے سے امن قائم ہوگا' تو دیوقامت سیاسی' اقتصادی' سماجی اور علاقائی مسائل اور تنازعات حل کرنے پر توجہ دی جا سکے گی اور اصلاحات کا انقلابی عمل بھی شروع کیا جا سکے گا۔ اس وقت قومی قیادت کو اپنی تمام تر توجہ دہشت گردی کے خاتمے اور اس سے وابستہ امور پر مرکوز کر دینی چاہیے کہ یہ ایک صبر آزما اور طویل مرحلہ ثابت ہو سکتا ہے' کیونکہ اس کے مختلف مدارج ہیں اور ہر سطح کے اپنے تقاضے ہیں۔ دہشت گردوں کے خلاف جنگ فوج لڑے گی' مگر اسے مکمل کامیابی کے لیے عوام اور سول اداروں کا تعاون درکار ہوگا۔ سول سوسائٹی کو نظریاتی محاذ پر فعال ہونا اور دہشت گردوں پر اپنے علاقوں میں کڑی نگاہ رکھنا ہوگی۔ فوجی آپریشن کی کامیابی کے لیے تمام اداروں کی کارکردگی میں ایک مربوط ہم آہنگی نہایت ضروری ہے۔ میڈیا کا کردار غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے کہ وہ فوجی آپریشن کے بارے میں ذہنوں کے اندر شکوک و شبہات پیدا کرنے کے بجائے اس کی افادیت کا شعور گہرا کرنے کے ساتھ ساتھ قومی جذبے بیدار رکھ سکتا ہے۔ اس پورے عمل میں کلیدی نکتہ یہ ہے کہ فوجی آپریشن کے دوران ملک میں امن و امان قائم رہے اور سیاسی محاذ آرائی اور احتجاج کے نتیجے میں کسی قسم کے تناؤ کی صورت حال پیدا نہ ہونے پائے۔ اسی طرح عوامی سطح پر ہر اُس اقدام سے اجتناب کیا جائے جس سے مسلح افواج کی سرگرمیوں میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا ہونے کا امکان پایا جاتا ہو۔ مزید برآں نیشنل کاؤنٹر ٹیررازم اتھارٹی کو پوری طرح فعال بنانے کے لیے جنگی بنیادوں پر اقدامات کرنا ہوں گے جس کے لیے ۳۲ ارب روپے درکار ہیں جب کہ بجٹ میں صرف ۹۰ ملین روپے مختص کیے گئے ہیں۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

آپریشن ضربِ عضب کے بارے میں قومی اتفاقِ رائے تحریکِ طالبان پاکستان سے مذاکرات کی ناکامی کے نتیجے میں پیدا ہوا۔ اس سے قبل سوات میں بھی آپریشن آل پارٹیز کانفرنس کی تائید کے بعد شروع کیا گیا تھا۔ اس اعتبار سے یہ دونوں آپریشن ان فوجی آپریشنز سے بالکل مختلف ہیں جو مشرقی پاکستان اور بلوچستان میں کیے گئے تھے۔ اسی لیے فوج مالاکنڈ میں کامیاب رہی اور اب شمالی وزیرستان میں بھی دہشت گردوں کا گھیرا تنگ اور ان کے ٹھکانے تباہ کیے جا رہے ہیں۔ اس آپریشن میں اب تک ۵۰۰ کے لگ بھگ دہشت گرد مارے جا چکے ہیں جبکہ تیس کے قریب فوجی افسر اور جوان بھی شہید ہوئے۔ وہ پٹی جو میران شاہ، میر علی اور دتہ خیل پر مشتمل ہے، وہاں چپے چپے پر سخت مزاحمت کا سامنا ہے۔ یہ بہت دشوار گزار ٹیرین (Terrain) ہے اور دہشت گردوں نے یہاں بارودی سرنگیں بچھا رکھی ہیں۔ اسی پٹی میں خودکش جیکٹس تیار کرنے کے کارخانے بھی تھے اور نوجوانوں کو گوریلا تربیت دینے کے ٹھکانے بھی۔ دہشت گردوں نے اپنا کمانڈ اینڈ کنٹرول سسٹم بھی یہیں قائم کر رکھا تھا اور جدید ترین میڈیا مرکز بھی خفیہ طور پر سرگرم تھا۔ یہاں سے طالبان کے ترجمان اخبار نویسوں سے خفیہ رابطے رکھتے اور حملوں کی ذمے داریاں قبول کرتے تھے۔ یہ سارے خفیہ مراکز مسمار کر دیے گئے ہیں اور بڑی احتیاط اور غیرمعمولی مہارت سے علاقے ''کلیر'' کیے جا رہے ہیں۔ عسکریت پسندوں کی طاقت بڑی حد تک ٹوٹ چکی ہے، مگر گوریلا جنگ روایتی جنگ سے بڑی مختلف ہے کہ دو چار گوریلے فوج کی ایک پوری کمپنی کی پیش قدمی روک سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آٹھ دس ہزار گوریلوں کی سرکوبی کے لیے دو ڈویژن فوج ڈپلائے ہے اور معرکہ فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکا ہے۔ ممکن ہے کہ دو چار ہفتوں میں آپریشن ضربِ عضب اپنا پہلا اور دوسرا ہدف حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ پہلا ہدف شمالی وزیرستان کو دہشت گردوں سے صاف کرنا اور دوسرا ہدف اس پورے علاقے پر اپنا کنٹرول قائم رکھنا ہے۔ اس کے دو اہداف اور بھی ہیں جو علاقے کی ڈویلپمنٹ اور انھیں بالآخر سول انتظامیہ کی تحویل میں دینا ہے۔ ان کے حصول میں بڑا وقت لگ سکتا ہے اور اس میں بڑے مشکل مقام بھی آ سکتے ہیں۔

☆☆

کچھ حلقے چیں بہ جبیں ہیں کہ طالبان سے مذاکرات میں وقت بھی ضائع ہوا اور بڑے بڑے دہشت گرد فرار ہونے میں بھی کامیاب ہو گئے، مگر حالات کا یہ ایک سطحی تجزیہ ہے۔ دراصل مذاکراتی عمل کے ذریعے سیاسی اور عسکری قیادت امن کو ایک موقع دینے کے علاوہ یہ اندازہ بھی لگانا چاہتی تھی کہ شمالی وزیرستان میں جو دہشت گرد سرگرم ہیں کیا وہ ایک مرکزی قیادت کے تحت منظم ہیں یا اُن کے اندر مختلف گروہ پائے جاتے ہیں۔ مذاکرات کے دوران یہ معلوم ہوا کہ بیرونی باشندے طالبان پر حاوی ہو چکے ہیں اور دہشت گردی کے ذریعے پاکستان کی تنصیبات کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔ قبائلی عمائدین کے ساتھ بات چیت سے یہ بھی اندازہ ہوا کہ شمالی وزیرستان کی عظیم اکثریت دہشت گردوں کے ہاتھوں یرغمال بنی ہوئی ہے جو پاکستان سے گہری وابستگی رکھتی ہے۔ غالب گمان یہ ہے کہ ازبک اور تاجکوں کے تیور دیکھ کر طالبان کی قیادت اور نامور افراد وہاں سے منتقل ہو گئے اور حافظ گل بہادر اور حقانی نیٹ ورک بھی موقع کو غنیمت جان کر محفوظ مقام پر چلے گئے ہیں۔ یہی وہ طاقتور عناصر تھے جو پاکستان کے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

حلیف سمجھے جاتے تھے' چنانچہ جب آپریشن ضربِ عضب ۱۵ جون کو شروع ہوا تو فوج نے ۴۸ گھنٹوں میں علاقہ خالی کرنے کا الٹی میٹم دے دیا اور متنبہ کیا کہ جو لوگ رہ جائیں گے ان سے جنگ ہوگی۔ دو ہفتوں کے اندر آٹھ دس لاکھ مہاجرین خیبر پختونخواہ کے جنوبی اضلاع میں پہنچ گئے کہ وہ دہشت گردوں کے عذاب سے نجات پانا اور فوج کو فری ہینڈ دینا چاہتے تھے۔ آپریشن کے نتیجے میں دو بڑے مسائل پیدا ہوئے ہیں جو سیاسی' مذہبی قیادتوں اور سول سوسائٹی کی طرف سے ایک انتہائی مثبت کردار اور قومی وحدت کے ایک ایمان افروز اظہار کا تقاضا کرتے ہیں۔ اس وقت اہم ترین مسئلہ آپریشن کے متاثرین کی نہایت عمدہ دیکھ بھال کرنا اور اُن کے ساتھ پیمان وفا باندھنے کا ہے۔ محض باتیں بنانے اور بیانات دینے کے بجائے ہم اُن کے ساتھ حسن سلوک سے دہشت گردی کے خلاف جنگ یقینی طور پر جیتی جاسکتی ہے۔ دوسرا گھمبیر مسئلہ یہ ہے کہ دہشت گرد جو پاکستان کے مختلف علاقوں میں اپنی جڑیں رکھتے ہیں' وہ فوجی آپریشن کے ردعمل میں جوابی کارروائیاں کرسکتے ہیں جن کا آغاز بھی ہو چکا ہے۔ یہاں علمائے کرام' دانشوروں اور عوامی قیادتوں اور خاص طور پر پولیس کو ایک فیصلہ کن رول ادا کرنا ہوگا۔ یہ محاذ فوجی محاذ سے کہیں زیادہ وسیع' کٹھن اور صبر آزما ہے اور پارلیمنٹ میں نیکٹا (Necta) کے قیام کی جو منظوری دی ہے' اُس کے لیے جنگی بنیادوں پر فنڈز فراہم کر کے اسے پوری قوت کے ساتھ حرکت میں لانا چاہیے۔

شمالی وزیرستان سے لاکھوں افراد نقل مکانی کر کے بہت سرد علاقوں سے نہایت گرم علاقوں کی طرف آئے ہیں۔ ان میں وزیری' گرباز مسعود' اتمن زئی' داوڑ' خارسن وغیرہ شامل ہیں۔ ان کی اپنی قبائلی روایات اور رسم و رواج ہیں۔ انھوں نے بنوں' کرک' ڈیرہ اسماعیل خاں میں پناہ لی ہے۔ زیادہ تر اسکولوں اور مقامی لوگوں کے گھروں میں قیام پذیر ہیں۔ اُن کی تعداد کے بارے میں خاصا کنفیوژن پایا جاتا ہے۔ اقوام متحدہ کے ایک ادارے نے اُن کی تعداد دس لاکھ بتائی ہے' مگر نادرا کے حوالے سے ایک رپورٹ میں اُن کی تعداد ساڑھے پانچ لاکھ ظاہر کی ہے اور یہ اشارہ دیا ہے کہ لوگوں نے راشن اور نقد رقم حاصل کرنے کی خاطر کئی کئی بار نام درج کرا دیے ہیں۔ حکومت کی طرف سے پوری جانچ پڑتال کے بعد اس ضمن میں ایک باقاعدہ اعلان آنا چاہیے تاکہ عوام کو معلوم ہو کہ انہیں کس پیمانے پر امداد مہیا کرنی ہے۔ اب تک وفاقی حکومت نے مہاجرین کی امداد کے لیے ایک ارب روپے فراہم کیے ہیں' جبکہ کے پی کے حکومت نے ۳۵۰ ملین دیے ہیں۔ حکومت پنجاب نے بھی ہر خاندان کو سات ہزار روپے ادا کرنے کا اعلان کیا ہے' جبکہ پورے پنجاب سے کپڑے' خیمے اور جانوروں کے لیے چارے سے بھرے ٹرک روانہ کیے جا رہے ہیں۔ فلاحی تنظیمیں اپنے طور پر خدمت خلق میں لگی ہوئی ہیں۔ اقوام متحدہ کے ادارے اوچا کی رپورٹ کے مطابق آپریشن کے متاثرین کے لیے کم سے کم ۲۸ ارب روپے درکار ہیں۔ اتنی بڑی رقم فراہم کرنے کے لیے پورے ملک میں وسیع پیمانے پر امدادی مہم چلانا ہوگی۔

مالی وسائل کے علاوہ ڈاکٹروں' نرسوں کی بڑی تعداد میں ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ اُن کی دلجوئی کے لیے مردوں اور خواتین کو ان علاقوں میں جانا چاہیے۔ آج کل اسکولوں' کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تعطیلات ہیں اور طلبہ' طالبات اور اساتذہ بڑی تعداد میں خدمت گزاری اور دلجوئی کے لیے ان علاقوں میں جاسکتے اور کچھ روز قیام بھی کر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

سکتے ہیں۔ مہاجرین کی بہت بڑی تعداد اُردو نہیں بول سکتی، مگر محبت کی زبان تو ہر جگہ سمجھی جاتی ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ میل جول بڑھانے کے دوررس نتائج برآمد ہوں گے۔ سیاسی قائدین فرداً فرداً وہاں پہنچے ہیں۔ عمران خاں بھی گئے اور جاوید ہاشمی بھی پہنچے ہیں۔ سید خورشید شاہ نے بھی تفصیلی دورہ کر کے وزیراعظم کے ساتھ رابطہ کر کے اپنے مشاہدات سے آگاہ کیا اور مہاجرین کو سکیورٹی فراہم کرنے کا مشورہ دیا۔ جماعت اسلامی کے پروفیسر ابراہیم وہاں مستقل قیام کیے ہوئے ہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن بھی اسی علاقے سے تعلق رکھتے ہیں، مگر اتنی بڑی تعداد میں شمالی وزیرستان سے مہاجرین کا آنا اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ تمام سیاسی قائدین ایک ساتھ جنوبی اضلاع میں جائیں اور ان تین چار اضلاع کا دورہ کریں جہاں مہاجرین ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اس طرزِ عمل سے قومی وحدت کو فروغ ملے گا اور پوری دنیا کو یہ پیغام جائے گا کہ پاکستان کے عوام اپنے مہاجر بھائیوں کے صحیح معنوں میں غم گسار اور چارہ ساز ہیں۔

☆☆

مہاجرین کے ساتھ پیمان یک جہتی کی تحریک قومی وحدت کا ایک نیا محور بن سکتی ہے۔ تمام سیاسی، مذہبی جماعتیں اور سماجی تنظیمیں یک جا ہو کر میدانِ عمل میں نکلیں اور ''مہاجرین کے ساتھ پیمانِ وفا باندھو'' کی مہم چلائیں۔ اس مہم کو عوام تک پہنچانے میں پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا ایک انتہائی اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ اس قومی سرگرمی سے لوگوں کی توجہ اِدھر اُدھر بھٹکنے کے بجائے ایک مرکزی نقطے پر مرتکز ہو جائے گی اور سیاسی جماعتوں کے ورکر ایک بلند مقصد کی خاطر یک جاں ہو جائیں گے۔ یہی منظم طاقت آگے چل کر انتہا پسندوں کے جوابی حملوں کا سدباب کرنے میں بہت مددگار ثابت ہو گی۔ محلے محلے امن کمیٹیاں بنائی جا سکتی ہیں جو مشتبہ افراد کی نگرانی کریں گی اور متعلقہ اداروں تک اپنے تاثرات اور معلومات پہنچاتی رہیں گی۔ دہشت گردوں نے خیبر ایجنسی میں جمرود کے قریب موبائل پارٹی پر حملہ کر کے آٹھ اہلکار شہید کر دیے ہیں۔ اسی طرح رائے ونڈ کے قریب پنڈ ارائیاں میں دہشت گرد وزیراعظم ہاؤس کو نشانہ بنانے اور یوم حضرت علیؓ پر خون بہانے کا منصوبہ بنا چکے تھے۔ پولیس کے دو سو جوانوں نے بارہ گھنٹے مقابلہ کر کے ایک دہشت گرد مار ڈالا اور دوسرا گرفتار کر لیا۔ بتایا جاتا ہے کہ ان عسکریت پسندوں کے ساتھ انٹیلی جنس کا ایک شخص بھی ملوث تھا۔

اس لرزہ خیز واقعے نے جہاں پولیس کی ''بہادری'' کی دھاک بٹھا دی ہے اور شہید ہونے والے پولیس اہلکار کو حکومت پنجاب نے روایت سے ہٹ کر ورثا کے لیے ایک کروڑ روپے دینے کا اعلان کیا ہے، وہاں انٹیلی جنس نظام کی ہولناک خامی بھی بے نقاب ہو گئی ہے۔ یہ دہشت گرد دو ماہ سے مکان کرائے پر لے کر رہ رہے تھے اور اڑوس پڑوس اور ہماری ''قابلِ فخر'' خفیہ ایجنسیوں کو اس کی کچھ خبر نہ ہوئی۔ اس نازک اور خطرناک صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں اجتماعی طور پر سرگرم ہونا اور تمام بکھیڑوں سے نکل کر داخلی سلامتی کو یقینی بنانا ہو گا۔ دوسرے معاملات چند ماہ کے لیے موخر بھی کیے جا سکتے ہیں۔ حالات کے سرسری جائزے سے یہ بات اُبھر کر سامنے آ جاتی ہے کہ یہ وقت حکومت اور نظام کو تلپٹ کرنے اور ملک میں انتشار پھیلانے کے بجائے پوری یک جہتی اور قوت کے ساتھ دہشت گردوں کے قلعے مسمار کرنے اور ذہنوں میں اُن کے خلاف جنگ جیتنے کا ہے۔ وہ عناصر جو اس نازک مرحلے میں نت نئے ایشو اُبھار رہے ہیں اور کسی تیاری اور زمین ہموار کیے بغیر انقلاب لانا چاہتے ہیں، وہ قومی سلامتی سے کھیلنے

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

کے بھیانک جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں اور عوام اُن کا یہ جرم کبھی معاف نہیں کریں گے۔

☆☆

داخلی سلامتی میں بنیادی کردار پولیس اور سول خفیہ اداروں کا ہے۔ صوبوں میں اسپیشل برانچ مشتبہ لوگوں کی نگرانی کرتی اور حکومت کو خطرات کی پیشگی اطلاع بھی دیتی رہتی ہے۔ بدقسمتی سے پولیس پر سیاسی اثرات غالب آ گئے ہیں۔ سندھ کا حال ہمارے سامنے ہے کہ تین ماہ کے دوران تین آئی جی تبدیل کیے جا چکے ہیں اور جب وفاق نے اُس شخص کو آئی جی لگانے سے انکار کر دیا جس کی صوبے نے سفارش کی تھی، تو جناب آصف زرداری کا پیچ و تاب کھاتا ہوا بیان آ گیا کہ نواز شریف وزیراعظم رہیں، بادشاہ نہ بنیں۔ عام خیال یہ ہے کہ یہ تماشا اس لیے ہو رہا ہے کہ سندھ پولیس کے لیے آٹھ ارب کی گاڑیاں اور ساز و سامان خریدا جاتا ہے، چنانچہ سندھ حکومت ایک ایسا آئی جی لگانا چاہتی ہے جس کے ذریعے بھاری کمیشن کھایا جا سکے۔ پنجاب کی پولیس ایک زمانے میں پیشہ ورانہ مہارت کی شہرت رکھتی تھی، مگر سانحہ ماڈل ٹاؤن میں اس کی مہارت کے بجائے اس کی بربریت سامنے آئی ہے اور یہ ثابت ہو گیا ہے کہ آئی جی پولیس کو آزادی کے ساتھ کام کرنے کی اجازت نہیں اور نااہل اور جونیئر افسر ترقی پاتے رہے ہیں۔ وزیراعلیٰ شہباز شریف کو اپنا طریق کار بدلنا اور میرٹ کی حکمرانی کا اہتمام کرنا ہو گا۔ ہمیں ایک ماہ پہلے کوئٹہ جانے کا اتفاق ہوا تو یہ جان کر غایت درجہ مسرت ہوئی کہ وہاں پولیس ایک آئیڈیل فورس کے طور پر اُبھر رہی ہے۔ اس کے سربراہ کو اپنے منصبی فرائض کی ادائیگی اور اپنی ٹیم کے انتخاب میں کامل آزادی حاصل ہے۔ نواب غوث بخش باروزئی نگران وزیراعلیٰ مقرر ہوئے تو انھوں نے پولیس کو سیاسی اثرات سے محفوظ رکھنے کی روایت ڈالی جو وزیراعلیٰ ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ نے بھی برقرار رکھی ہے۔ وہاں فوج پولیس کو ٹریننگ دے کر عسکریت پسندوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار کر رہی ہے۔

مزید خوشی کی بات یہ ہے کہ خیبر پختونخوا صوبے میں حکومت نے آئی جی پر مکمل اعتماد کرنے کا ایک درخشاں باب رقم کیا ہے۔ جس نے پولیس کے اندر ایک نئی روح پھونک دی ہے۔ فاٹا میں جو واقعات رونما ہوتے ہیں، اُن کے براہ راست اثرات پشاور پر مرتب ہو رہے ہیں۔ اس صوبے میں بڑے بڑے بم دھماکے، خودکش حملے اور ٹارگٹ کلنگ کے ہولناک واقعات رونما ہوئے۔ اے این پی کے لیڈر شہید ہوئے اور مولانا فضل الرحمٰن قاتلانہ حملوں میں بال بال بچے ہیں۔ پاکستان کے مایہ ناز پولیس افسر جناب طارق کھوسہ نے انکشاف کیا ہے کہ کے پی کے کی پولیس نے حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیے ہیں۔ اُن کے مطابق دہشت گردی کے واقعات ایک سال کے دوران ۱۲ فیصد اور خودکش حملوں میں ۶۸ فی صد اور بم دھماکوں میں ۲۶ فی صد کمی آئی ہے۔ پولیس نے دہشت گردی کے ۶۲۶ مقدمات حل کیے ہیں اور وہ ۱۰۹ دہشت گردوں کو انسداد دہشت گردی کی عدالتوں سے سزا دلانے میں کامیاب رہی ہے۔ آئی جی صاحب نے پولیس کی صلاحیت پیشہ ورانہ مہارت میں اضافے کی خاطر پشاور میں اسکول آف انویسٹی گیشن اور ایبٹ آباد میں اسکول آف انٹیلی جنس قائم کیے ہیں۔ اس کے علاوہ کمانڈو ٹریننگ لازمی قرار دے دی گئی ہے۔ جناب طارق کھوسہ نے اُمید ظاہر کی ہے کہ شمالی وزیرستان میں کامیاب آپریشن کے بعد صوبے میں راکٹ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

حملے اور ٹارگٹ کلنگ کی وارداتیں کم ہو جائیں گی۔

☆☆

بے شک ہمارے تعلیمی، ہمارے اقتصادی اور معاشرتی اور ہمارے انتخابی نظام کے اندر بڑے بڑے سقم پائے جاتے ہیں اور ہمارا انتظامیہ ڈھانچہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکا ہے۔ مگر آج ۲۰۱۳ء کے انتخابات کا موضوع ایک ہیجانی کیفیت پیدا کر رہا ہے۔ بلاشبہ ۲۰۱۳ء کے انتخابی نتائج سے اس نظام کے اندر پائی جانے والی نہایت بنیادی خرابی کا پتہ چلتا ہے۔ مسلم لیگ نون نے ۱۴۸۷۴۱۰۱ ووٹ لے کر ۱۶۶ نشستیں حاصل کیں۔ یوں ایک نشست کے حصے میں اوسطاً ۸۹۶۰۰ ووٹ آئے جبکہ پاکستان تحریک انصاف نے دوسرے نمبر پر ووٹ حاصل کیے جو ۷۶۷۹۹۵۴ تھے اور اسے فقط ۳۵ نشستیں حاصل ہوئیں۔ اس کی ایک نشست کے حصے میں ۲۱۹۴۲۷ ووٹ آئے۔ پیپلز پارٹی نے اس کے مقابلے میں کم ووٹ حاصل کیے جو ۶۹۱۱۲۱۸ تھے مگر اسے ۴۵ نشستیں مل گئیں۔ اس اعتبار سے یہ ایک بے حد غیر منصفانہ انتخابی نظام ہے جسے بدلنے کی ضرورت ہے۔ عمران خاں کی احتجاجی مہم کے نتیجے میں پارلیمنٹ میں انتخابی اصلاحات کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی جا رہی ہے جسے ہم تحریک انصاف کی ایک بڑی کامیابی قرار دے سکتے ہیں۔ اب اسے اس کمیٹی میں بھرپور حصہ لے کر مطلوبہ اصلاحات کے لیے ایک جمہوری راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ میڈیا اور سول سوسائٹی عمران خاں کا ساتھ دیں گے اور پارلیمنٹ کو انتخابی ڈھانچہ یکسر تبدیل کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ اگرچہ طاقت ور عناصر آخری دم تک مزاحمت کریں گے۔

ہمارا خاں صاحب کے لیے مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ وہ چند ماہ مہاجرین کا دامن خوشیوں سے بھرنے کے لیے وقف کر دیں اور سیاسی تناؤ میں شدت لانے سے گریز فرمائیں کہ یہ تناؤ شمالی وزیرستان میں دہشت گردوں کے خلاف آپریشن متاثر کر سکتا ہے۔ سیاسی معاملات پر گفتگو کرنے کے لیے وزیراعظم نواز شریف انھیں کئی بار دعوت دے چکے ہیں اور سیاسی مفاہمت کو فروغ دینے کے لیے اُن کے گھر پر بھی جا چکے ہیں۔ درمیانی مدت کے انتخابات کی مہم قبل از وقت معلوم ہوتی ہے اور ہمارے گردوپیش کے حالات اس کی اجازت بھی نہیں دیتے۔ افغانستان میں اُبھرنے والا انتخابی تنازع ایک خطرناک موڑ اختیار کر سکتا ہے اور نیٹو افواج کا انخلا ہمارے لیے ایک بہت بڑے چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ شرق اوسط ایک بہت بڑی تبدیلی کے دھانے پر کھڑا ہے اور عالمی طاقت کا توازن مشرقی ایشیا کی طرف منتقل ہو رہا ہے۔ امریکہ، روس اور چین بڑی عالمی طاقتوں کی حیثیت سے سرد جنگ میں داخل ہو چکے ہیں۔ امریکہ معاشی اعتبار سے زوال پذیر ہے جبکہ بھارت کی نئی قیادت کو مہم جوئی سے روکنے کے لیے پاکستان کو چین سے اپنے رابطے مستحکم کرنا ہوں گے۔ پاکستان کے موجود حکمران ان تعلقات میں گرم جوشی پیدا کرنے کی راہ پر گامزن ہیں اور نمایاں کامیابیاں بھی حاصل کر رہے ہیں۔ چنانچہ عوامی طاقت کے ذریعے حکومت گرانے کی کوشش کرنا ایک منفی اقدام تصور کیا جائے گا جبکہ داخلی سلامتی کا اوّلین تقاضا سیاسی استحکام اور ایک مضبوط معیشت ہے۔ گورنر سٹیٹ بینک کی تازہ رپورٹ سے قدرے اطمینان ہوا ہے کہ دہشت گردی اور توانائی کے بحران کے باوجود بڑی صنعتوں کی کارکردگی حوصلہ افزا رہی ہے اور نجی سیکٹر میں سرگرمیاں ایک بہتر مستقبل کی نشاندہی کرتی ہیں۔

◆◆◆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

متاثرین وزیرستان سے پیمانِ یک جہتی کانفرنس

اہلِ لاہور نے دھڑکتے دلوں سے مہاجرین کی عزیمت کی داستانیں سنیں'

بنوں کے مکینوں کے ایثار اور اخوت کے ایمان افروز واقعات اپنے اندر جذب کیے اور

اُن کے دلوں کی گہرائیوں سے اپنے عظیم ہیروز کے لیے محبتوں کے چشمے پھوٹنے لگے

اُن روح پرور لمحات کی رُوداد الطاف حسن قریشی کے قلم سے

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

ضرب عضب ۱۵ جون سے شروع ہوا' فوج نے دہشت گردوں کے چاروں طرف گھیرا ڈال لیا اور

آپریشن سول آبادی کو اپنے علاقوں سے ۴۸ گھنٹوں کے اندر اندر نکل جانے کا اشارہ دیا۔ ایک ایک دن میں ایک ایک لاکھ لوگ اپنے گھر بار چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے اور انخلا کرنے والوں کا ایک تانتا سا بندھ گیا۔ اقوامِ متحدہ کے ایک ادارے کی رپورٹ کے مطابق دس لاکھ مہاجرین بنوں' کرک' ڈیرہ اسماعیل خان' بھکر اور فتح جنگ کے اضلاع میں آچکے ہیں۔ پختون بھائیوں نے اُن کا بڑی گرمجوشی سے خیر مقدم کیا ہے اور اس امر کا زبردست ثبوت دیا کہ پاکستانی معاشرے میں اخوت اور یگانگت کے جواں جذبے موجزن ہیں۔ اخبارات میں اس نوع کی خبریں بھی آتی رہیں کہ ہمارے محسن ان گنت مشکلات سے دوچار ہیں اور حکومت کے مختلف اداروں کے مابین مثالی تعاون کے فقدان کے باعث مسائل ٹھیک طور پر حل نہیں ہو پا رہے جبکہ دہشت گردی کے خلاف جنگ لاکھوں بے گھر انسانوں کے ذریعے ہی جیتی جا سکتی ہے۔ اس احساس کے ساتھ کہ شمالی وزیرستان میں پاکستان کی بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے اور اس کی آخری کامیابی میں آئی ڈی پیز کا بہت کلیدی کردار ہوگا' ماہنامہ ''اردو ڈائجسٹ'' اور ''روشن پیکجز'' نے ''متاثرین وزیرستان کے ساتھ پیمان یک جہتی کانفرنس'' کا اہتمام کیا جس میں وزیر سیفران لیفٹیننٹ جنرل (ر) عبدالقادر بلوچ کو شرکت کی دعوت دی گئی۔ اُن کے ساتھ اُن فلاحی تنظیموں کے سربراہان بھی مدعو کیے گئے جو مہاجرین کے دکھ بانٹنے اور اُنہیں زیادہ سے زیادہ سہولتیں فراہم کرنے کے لیے دن رات کام کر رہی ہیں۔ اس تقریب میں دانش ور' کالم نگار' دفاعی امور کے ماہرین' اطلاعِ عامہ کے نمائندے اور بزنس کمیونٹی کی ممتاز شخصیتیں اور نامور خواتین بھی شریک ہوئیں۔ تقریب میں جہاں بہت سے مخیر حضرات نے آئی ڈی پیز کی امداد کی وہاں اردو ڈائجسٹ اور روشن پیکجز نے اپنے ملازمین کی ایک دن کی تنخواہ اور ادارے کی طرف سے آئی ڈی پیز کی امداد کے لیے تین لاکھ کا چیک دیا۔

جناب الطاف حسن قریشی

تلاوتِ قرآن مجید کے بعد اردو ڈائجسٹ کے مدیر اعلیٰ نے خواتین و حضرات کو خوش آمدید کہتے ہوئے کہا کہ ہم سب سے پہلے نو لاکھ سے زائد اُن عظیم بھائیوں' بہنوں اور بزرگوں کو سلام پیش کرنا چاہتے ہیں جنہوں نے پاکستان کی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

سلامتی کے تحفظ کی خاطر اپنے گھر بار چھوڑ کر سرد علاقوں سے انتہائی گرم علاقوں کی طرف ہجرت کی ہے اور سخت مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں۔ وہ ہمارے عظیم تر محسن اور ہمارے ناقابلِ فراموش ہیرو ہیں۔ ہم انہیں لاہور سے یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ ہم اُن کی بیش قیمت قربانیوں کی قدر کرتے ہیں' اُن کے ساتھ پیمانِ وفا میں بندھے ہوئے ہیں اور اُن کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں اور خوشیاں فراہم کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔ اِس کانفرنس کا دوسرا مقصد اُن عظیم خاندانوں کو سلامِ عقیدت پیش کرنا ہے جنہوں نے انصارِ مدینہ کا کردار ادا کرتے ہوئے اپنے مہاجر بھائیوں کو سینے سے لگایا اور اُنہیں اپنے گھروں میں مہمانوں کی طرح ٹھہرایا۔ اِس تقریب کا تیسرا مقصد اِس امر کا اندازہ لگانا ہے کہ شمالی وزیرستان کے متاثرین کو اِس وقت اور آنے والے وقتوں میں کن کن چیزوں کی ضرورت ہوگی اور وہ کس طرح بہتر طور پر فراہم کی جا سکتی ہیں۔ چوتھا مقصد یہ کہ ہم اُن مہاجرین کے لیے ایک خوبصورت دنیا تعمیر کرنا چاہتے ہیں تاکہ اِس خطے سے دہشت گردی اور غربت و افلاس کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو جائے۔ یہ کام جواں جذبوں ہی سے تکمیل پا سکے گا جس کے لیے گھر گھر اور کوچے کوچے ایک عوامی تحریک اُٹھانا ہوگی۔ اِس کے علاوہ یہ نکتہ بھی زیرِ بحث لانا ہوگا کہ حکومت کے اداروں کے مابین تعاون میں کیونکر بہتری لائی جا سکتی ہے اور انسانی رشتوں میں گرمجوشی کا فطری اظہار کس طرح ممکن ہے۔ ہم اِس وقت اپنی زندگی کے نازک ترین مرحلے سے گزر رہے ہیں اور ہماری ذرا سی کوتاہی یا غفلت قومی وحدت کو پارہ پارہ بھی کر سکتی ہے۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ وفاقی حکومت کے علاوہ پنجاب حکومت آئی ڈی پیز کی دیکھ بھال میں غیر معمولی سرگرمی دکھا رہی ہے اور وزیرِاعلیٰ شہباز شریف اپنے تعلیمی اداروں اور مخیر حضرات کو متحرک کر رہے ہیں۔

جناب ڈاکٹر آصف محمود جاہ

کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کرنے کے بعد مقابلے کے امتحان میں بیٹھ گئے اور کسٹم سروس میں آ گئے۔ آج کل کلکٹر کسٹمز ہیں اور ۱۹۹۸ء سے ایک فلاحی تنظیم' کسٹم ہیلتھ کیئر سوسائٹی چلا رہے ہیں۔ اُنہوں نے عظیم المرتبت مہاجرین کے چشم دید واقعات بیان کرتے ہوئے کہا:

حکومت اور طالبان کے مابین مذاکرات میں تعطل پیدا ہو جانے کے بعد ہمیں اندازہ ہو گیا تھا کہ اب آپریشن ہونے والا ہے' چنانچہ ہم نے ایک ہیلتھ یونٹ بنوں کے نواح میں یکم جون ہی کو قائم کر دیا تھا۔ اِس یونٹ نے متاثرین کو پولیو قطرے پلانے میں بڑی سرگرمی سے کام کیا ہے۔ ہمارے کلینکس میں ۲۵ ہزار کے لگ بھگ لوگ علاج کروا چکے اور یہ سلسلہ بدستور جاری ہے۔ اُن مریضوں کی باتوں سے اندازہ ہوا کہ وہ پاکستان کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ وہ دہشت گردی کا ناسور ختم کرنے میں جلد کامیاب ہو جائے گا۔ میں اپنی کلینک میں بیٹھا مریضوں کا معائنہ کر رہا تھا کہ چند قبائلی ہمارے سروں پر آن کھڑے ہوئے اور قدرے سخت لہجے میں باتیں کرنے لگے۔ ہمارے چوکیدار نے پوچھا' تمہارا مسئلہ کیا ہے؟ اُنہوں نے بتایا کہ ہماری پانی کی مشین کام نہیں کر رہی اور ہم بوند بوند کو ترس گئے ہیں۔ میں نے ایک آدمی کو اُن کے ساتھ بھیج دیا۔ اُس نے واپس آ کر بتایا کہ مشین کی مرمت کے لیے پندرہ ہزار روپے درکار ہیں۔ میں نے اُسی وقت پندرہ ہزار دے دیے اور جب اُن کی مشین کام

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

کرنے لگی' تو وہ خوشی سے رقص کرنے اور پاکستان زندہ باد کے نعرے لگانے لگے۔

صحت عامہ کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ ہماری تنظیم نے سو کے لگ بھگ سولر پنکھے فراہم کیے ہیں' جبکہ اُنھیں یہ ہزاروں کی تعداد میں درکار ہیں۔ ہم تین ہزار کے لگ بھگ بچوں اور عورتوں کو کپڑے اور جوتے فراہم کر چکے ہیں۔ ایک انتہائی توجہ طلب مسئلہ یہ بھی ہے کہ پچاس فی صد کے لگ بھگ خواتین حاملہ ہیں' اُن کی ڈلیوری کے لیے گائناکالوجسٹ خواتین کی اشد ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں پورے ملک سے نرسوں اور ڈاکٹروں کو ٹیم کی صورت میں آنا اور خدمت کے ذریعے محبت اور یگانگت کا گہرا نقش قائم کرنا چاہیے۔ اس وقت عید میلہ منعقد کرنے کی تیاریاں جاری ہیں اور ہم بڑی تعداد میں اپنے مہاجر بھائیوں کے ساتھ عید منائیں گے اور اُنھیں تحائف دیں گے۔

میں جناب عبدالقادر بلوچ سے درخواست کروں گا کہ بنوں میں درجہ حرارت اڑتالیس پچاس کے لگ بھگ ہے' اس لیے اس پورے علاقے کو بجلی کی لوڈشیڈنگ سے مستثنیٰ قرار دیا جائے اور نقد رقوم ادا کرنے کے سسٹم کو تیز رفتار بنایا جائے' جس کی سست روی سے مہاجرین کی پریشانیوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ میں اہل بنوں کے جذبۂ اخوت کو سلام عقیدت پیش کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جب اُنھیں معلوم ہوا کہ شمالی وزیرستان سے لوگ نقل مکانی کر کے آ رہے ہیں' تو وہ اپنی گاڑیاں لے کر پہنچ گئے اور اُنھیں اپنے ساتھ لے کر آئے اور اُن کے لیے اپنے کمرے' حجرے اور دالان خالی کر دیے۔ اخوت کی ایسی مثال پوری دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق دنیا میں پانچ کروڑ سے زائد پناہ گزین ہیں' مگر کسی ملک میں اُنھیں اپنے گھروں میں نہیں ٹھہرایا جاتا۔ یہ شرف صرف پاکستان کے پٹھان بھائیوں کو حاصل ہوا ہے۔

جناب ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن

الخدمت فاؤنڈیشن کے صدر آئی سرجن ہیں اور دنیا بھر میں آئی ڈی پیز کے معاملات پر گہری نگاہ رکھتے ہیں۔ اُنھوں نے شمالی وزیرستان کے متاثرین کے جملہ حالات بیان کیے اور نازک معاملات پر توجہ دلاتے ہوئے کہا:

نیشنل ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی (این ڈی ایم اے) کے اعداد و شمار کے مطابق ۹۰۷۷۴ خاندان آ چکے ہیں اور مہاجرین کی کل تعداد ۹۹۲۷۶۳ بنتی ہے۔ اُن میں ۴۵۲۲۵۰ بچے اور ۲۸۳۲۱۲ خواتین ہیں۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہمیں کس قدر احتیاط' منصوبہ بندی اور جاں فشانی سے کام کرنا ہو گا۔ پوری قوم اس کارِ خیر میں شامل ہو گی' تب ہی یہ مشکل مرحلہ سر کیا جا سکے گا۔ وفاقی حکومت' فوج' صوبائی حکومتیں اور فلاحی تنظیمیں ایک انتہائی نازک صورت حال سے نبرد آزما ہیں۔ مگر زمینی حقائق یہ ہیں کہ موسم ناقابل برداشت ہے' سائبان نہ ہونے کے برابر' صحت سے متعلق مریضوں تک رسائی محدود' خوراک کی مستقل ضمانت ناپید اور مختلف بیماریوں کے پھیل جانے کے زیادہ امکانات۔ این ڈی ایم اے نے جو تازہ ترین اعداد و شمار فراہم کیے ہیں' اُن کے مطابق صرف تیس فی صد خاندانوں کو حکومت کی طرف سے نقد رقوم ادا کی جا سکی ہیں اور غذا کے علاوہ ضروری اشیا مثلاً برتن اور کپڑے وغیرہ صرف ۳۶ فی صد لوگوں تک پہنچی ہیں۔ ان دونوں مدوں میں بڑے پیمانے پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ رجسٹریشن میں تاخیر اس لیے ہو رہی ہے کہ نادرا کے پاس مطلوبہ افرادی قوت موجود نہیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

الخدمت فاؤنڈیشن جو ڈھائی ہزار رضا کاروں پر مشتمل ہے' وہ آئی ڈی پیز کو ٹرانسپورٹ' صحت' خوراک اور سائبان کی سہولتیں فراہم کرنے کی سرتوڑ کوششیں کر رہی ہے۔ اُس نے تیس ہزار خاندانوں کو رجسٹرڈ کیا ہے۔ دس ریلیف کیمپ قائم کیے ہیں اور اُس کی پچیس ایمبولینسیں فیلڈ میں ہیں۔ تین فیلڈ ہسپتال بھی کام کر رہے ہیں۔ یہ فاؤنڈیشن دس ہزار خاندانوں کو فوڈ پیکٹس فراہم کر چکی ہے اور اُس نے پندرہ ہزار خاندانوں کو محفوظ مقامات تک پہنچانے کے لیے ٹرانسپورٹ کی سہولتیں مہیا کی ہیں۔ اِس کے علاوہ ایک لاکھ ستر ہزار مہاجرین کو پینے کا صاف پانی مہیا کیا گیا ہے' بچوں اور خواتین کے لیے نئے کپڑے بڑی تعداد میں تیار کیے جا رہے ہیں اور ہمارا پروگرام اپنے بے گھر بھائیوں کے ساتھ عید منانے اور اُن میں زیادہ سے زیادہ خوشیاں بانٹنے کا ہے۔ ہم صحافیوں کو اِس تقریب میں شامل ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آئی ڈی پیز کے نگران وزیر جناب عبدالقادر بلوچ بہت سرگرم ہیں اور مسائل حل کرنے میں زبردست دلچسپی لے رہے ہیں۔ میں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ ہمارے احتجاج پر بنوں میں لوڈشیڈنگ اب صرف پانچ گھنٹے کی رہ گئی ہے اور اُسے بھی فوری طور پر ختم کرنا اِس لیے ضروری ہے کہ یہ مہاجرین سرد علاقوں سے آئے ہیں اور اُن کے بچے گرمی سے بلبلا اُٹھتے ہیں۔ واٹر کولر اور پنکھے بڑی تعداد میں پہنچانا ان کی تکالیف میں کمی لانے کا باعث بنے گا۔

مہاجرین کی آمد کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہو سکتا ہے کہ پاکستان پولیو کی بیماری سے محفوظ ہو جائے گا کیونکہ اب تک پولیو کے جتنے بھی کیس سامنے آئے ہیں' اُن میں سے ۹۵ فی صد کا تعلق شمالی وزیرستان سے تھا۔

جناب ڈاکٹر امجد ثاقب

''الاخوت'' اُن کا بہت بڑا شاہکار ہے۔ اُنہوں نے متاثرین کے حوالے سے اپنے مشاہدات اور تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا:

مجھے بنوں میں ایک شخص ملا جس نے کہا کہ ہماری وہ عورتیں جن کا چہرہ سورج کی روشنی اور چاند کی چاندنی نے کبھی نہیں دیکھا تھا' وہ آج برہنہ سر راشن تلاش کر رہی ہیں۔ اُس کے اِس فقرے میں بہت گہرا کرب تھا اور میں لرز اُٹھا تھا۔ ہمیں راشن فراہم کرنے سے بہت آگے بھی سوچنا ہوگا اور بچوں اور بچیوں کے لیے ہنگامی اسکول قائم کرنا ہوں گے تاکہ اُن کا تعلیم اور کتاب سے تعلق قائم رہے اور انہیں کوئی بندوق کی طرف نہ لے جا سکے۔ میں آپ سے اپنی ایک خاموش کاوش کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں۔ الاخوت پچاس ہزار روپے تک قرض حسنہ لوگوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے لیے فراہم کرتی ہے جو ۹۸ فی صد ہمیں واپس ادا کر دیے جاتے ہیں۔ اب تک تین لاکھ افراد ہماری اِس بلاسود قرضوں کی اسکیم سے استفادہ کر چکے ہیں۔ اُنہوں نے اپنے محدود وسائل میں سے بیس روپے مہاجرین کو دینے کا فیصلہ کیا ہے اور آئندہ ایک دو ہفتوں میں اِس طرح ساٹھ لاکھ روپے جمع ہو جائیں گے۔ ہم اگر عام آدمی تک بالخصوص اور طالب علموں میں تحریک پیدا کر سکیں' تو مہاجرین کی آبادکاری اور تعمیرِ نو کے لیے بہت سارے وسائل جمع کیے جا سکتے ہیں۔

ڈاکٹر امجد ثاقب کی تقریر سے متاثر ہو کر دو طلبہ عرشیان اور ابراہیم نے اپنی پاکٹ منی جو دس دس ہزار روپے پر مشتمل تھی' مہمانِ خصوصی کی خدمت میں پیش کی جس سے حاضرین میں بڑا جوش و خروش دیکھنے میں آیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

جناب عبدالقادر بلوچ

سیفران کے نگران وزیر نے اپنی ولولہ انگیز تقریر میں جذبوں کو گرمایا بھی اور بڑے بڑے حقائق سے پردہ بھی ہٹایا اور بڑے مؤثر انداز میں شمالی وزیرستان کے متاثرین کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ وہ کہہ رہے تھے:

اُنہوں نے ہمیں دن کا آرام اور شب کو پُرسکون نیند مہیا کرنے کے لیے اپنا سکون اور آرام ہم پر قربان کیا ہے اور سخت مصیبتیں جھیلی ہیں۔ ہم اُن کی قربانیوں کی جتنی قدر کریں گے' اتنا ہی ہمارا مستقبل محفوظ ہو گا اور ہم دہشت گردی کے خلاف جدوجہد میں ان شاءاللہ پوری طرح کامیاب رہیں گے۔ ہمارے لیے آپریشن ضربِ عضب ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں سے زیادہ کٹھن اور غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے' اس لیے پوری قوم کو اپنی مسلح افواج کی پشت پر کھڑا رہنا اور کامل یک سوئی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ بلاشبہ بنوں اور اُس کے ملحقہ علاقوں میں این جی اوز قابلِ قدر کام کر رہی ہیں' مگر فوج نے سب سے پہلے ایک مہینے کا راشن فراہم کیا اور میری درخواست پر آرمی چیف نے ایک پورا انجینئرنگ ڈویژن متاثرین کی دیکھ بھال' اُن کی واپسی اور بحالی کے لیے متعین کر دیا ہے۔ نقد رقوم اگر حکومت کے بنائے ہوئے طریق کار کے مطابق تقسیم کی جائیں' تو وہ بہتر ہو گا کہ وہ نظام شفاف بھی ہے اور اس کے ذریعے دور دراز علاقوں میں پھیلے ہوئے خاندان بھی مستفید ہو سکیں گے۔ ہم رجسٹرڈ اُنہی لوگوں کو کر رہے ہیں جو پولیو کے قطرے پیتے ہیں۔ اس کے علاوہ نادرا آنے والے مہاجرین کے جملہ کوائف جمع کر رہی ہے جو آئندہ کی منصوبہ بندی میں اہم کردار ادا کریں گے۔ خیبر پختونخواہ کے سرکاری حکام کے ساتھ ہمارا تعاون مثالی ہے اور حکومت پنجاب متاثرین کو امداد پہنچانے میں بڑی فیاضی سے کام لے رہی ہے جس کے خوشگوار اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ مجھے پوری اُمید ہے کہ ہم بے مثال قومی جذبوں کے ذریعے چیلنجز کا بڑی پامردی سے مقابلہ بھی کریں گے اور اس خطے کو ایک شاندار مستقبل سے ہمکنار کر کے دم لیں گے۔ مجھے اس کانفرنس نے بے حد متاثر کیا ہے اور یہاں سے اخوت' یک جہتی اور ہم آہنگی کا جو پیغام دیا جا رہا ہے' اس سے قومی سلامتی کا ایک نیا محور وجود میں آ رہا ہے۔

بلوچستان کی فضا میں پرورش پانے والے جناب عبدالقادر بلوچ کی گفتگو میں حقیقت پسندی بھی تھی اور انسانیت کے لیے ایک درد بھی۔ اُنہوں نے اعتراف کیا کہ مسائل بہت بڑے ہیں اور اُن کو حل کرنے کے لیے گہری بصیرت کی ضرورت ہے۔ قائدانہ کردار ادا کرتے ہوئے وزیراعظم خود بنوں گئے اور حالات کا جائزہ لینے کے بعد اعلان کیا کہ مہاجرین کے قیام کو خوشگوار بنانے کے لیے ہم زیادہ سے زیادہ وسائل فراہم کریں گے۔ اسی طرح وزیراعلیٰ پنجاب جناب شہباز شریف بنوں پہنچے اور اُنہوں نے ہر خاندان کو سات ہزار روپے ماہانہ دینے کا اعلان کیا۔ بہت اچھا ہوتا' اگر جناب عمران خاں بھی تعاون کا ہاتھ بڑھاتے اور "پوائنٹ سکورنگ" سے اجتناب کرتے کہ یہ وقت مہاجرین کے معاملے میں سیاست بازی کرنے کا نہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کے دل جیتنے کے لیے ساری قوتوں کو مجتمع کیا جائے۔

حاضرین نے اُن کے اس خیال کی تالیاں بجا کر تائید کی کہ فوج پاکستان کی بقا کی جنگ لڑ رہی ہے۔ افسروں اور جوانوں کی قربانیاں پیش کر رہی ہے' اس لیے قوم کو پوری ثابت قدمی سے اُس کی حمایت جاری رکھنی چاہیے۔ اُن کی پُرعزم تقریر نے کانفرنس میں ایک زبردست جذباتی ارتعاش پیدا کر دیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

جناب سہیل لاشاری

لاہور چیمبر کے صدر نے انکشاف کیا کہ ہم پہلی قسط کے طور پر ایک کروڑ روپے اگلے مہینے وزیراعلیٰ پنجاب کو پیش کر دیں گے' کیونکہ متاثرین کا مسئلہ کم ازکم ایک سال پر محیط ہوگا اور اصل مرحلہ آبادکاری کے وقت آئے گا جس میں ہمیں قبائلی روایات کا بے حد احترام کرنا اور ایسا ماحول پیدا کرنا ہوگا جس میں باہمی اعتماد فروغ پاتا رہے۔ آج عام طور پر یہ کہا جا رہا ہے کہ دس لاکھ مہاجرین کا مسئلہ جس قدر گمبھیر ہے' اسی قدر عوام کے اندر جوش و خروش نہیں پایا جاتا۔ دراصل آسمانی آفات کے موقع پر انسانی جذبے پوری قوت سے بیدار ہوتے ہیں جبکہ مہاجرین کا مسئلہ انسانوں کا اپنا پیدا کردہ ہے اور عوام تک اصل حقائق بھی پوری طرح نہیں پہنچے ہیں اور سیاسی قیادتیں متحد نظر نہیں آتیں' البتہ وزیراعلیٰ پنجاب جناب شہباز شریف بہت متحرک ہیں۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ بزنس کمیونٹی اپنے مہاجر بھائیوں کی مدد میں پورا پورا تعاون کرے گی اور فاٹا کو ایک مثالی خطہ بنانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھے گی۔ ہمیں پاکستان کے مستقبل کو محفوظ اور تابناک بنانا اور معیشت کو مستحکم بنانا ہے۔ میرے خیال میں یہاں سے اشیا بھیجنے کے بجائے متاثرین میں نقد رقوم تقسیم کرنا زیادہ مناسب رہے گا تاکہ وہاں کی مقامی معیشت بھی پھلے پھولے اور مارکیٹ میں رونق نظر آئے۔

محترمہ بشریٰ رحمٰن

پاکستان کی معروف ناول نگار اور بلا کی خوش گفتار دانش ور نے کہا:
ہمیں شمالی وزیرستان نے نقل مکانی کرنے والوں کی راہوں میں آنکھیں بچھا دینی چاہئیں کہ انہوں نے پاکستان کو محفوظ بنانے کے لیے قابلِ قدر قربانیاں دی ہیں اور سختیاں جھیلی اور جھیل رہے ہیں۔ ہماری قوم کے اندر سچے جذبوں کی کمی نہیں' ہم نے زلزلے اور سیلاب کے دنوں میں اسے ناقابلِ فراموش قربانیاں دیتے ہوئے دیکھا ہے' مگر ہمارے ہاں سامان تقسیم کرنے والے دیانت دار اور فرض شناس ثابت نہیں ہوئے' اس لیے وزیرستان کے متاثرین تک وافر سہولتیں پہنچانے کا ایک قابلِ اعتماد نظام ہونا چاہیے۔ ہم فوج کے ساتھ ہیں کہ وہ ہمارے وطن کو محفوظ اور باوقار بنانے کے لیے جانوں کا نذرانہ پیش کر رہی ہے۔ ہمیں کامل یقین ہے کہ فوج اور عوام کی قربانیاں رائگاں نہیں جائیں گی اور پاکستان دہشت گردی کے عذاب سے نجات حاصل کر لے گا اور اس کا جغرافیائی محل وقوع اسے عالمی برادری میں اور اس خطے میں ایک قابلِ اعتبار مقام عطا کرے گا۔ اصل بات یہ ہے کہ ہمیں اپنے قبائلی بھائیوں کے لیے ایک نہایت خوبصورت دنیا تعمیر کرنا ہوگی اور انہیں قومی دھارے میں لانا ہوگا۔

جناب اوریا مقبول جان

ممتاز محقق اور کالم نگار نے شمالی وزیرستان کے متاثرین کے حوالے سے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ہمیں تاریخ بتاتی ہے کہ جو قومیں اپنے مہاجرین کی حفاظت نہیں کر سکتیں' ان کے حصے میں ذلت و رسوائی آتی ہے۔ میں نے صبرا اور شاتیلا میں فلسطینیوں کی حالتِ زار دیکھی ہے اور آج پاکستان کو شمالی وزیرستان کے لاکھوں بے خانماں لوگوں کا مسئلہ درپیش ہے۔ ہمیں ان کے کرب کو عام کرنا اور اسے عوام کے اندر اُتارنا ہوگا۔ ہمیں گلی گلی اور کوچے

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

کوچے جا کر انسانی ضمیر کو آواز دینا اور اقتدار کے پجاریوں کو سرنگوں کرنا ہوگا کہ وہی ہماری تہذیبی پس ماندگی اور غریبوں کی زبوں حالی کے ذمے دار ہیں۔

جناب امجد اسلام امجد

اُنہوں نے اپنی بڑی ہی مختصر نظم پڑھی جس میں اُمید اور محبت کا دریا بہہ رہا تھا:

محبت ایسا دریا ہے
کہ بارش روٹھ بھی جائے
تو پانی کم نہیں ہوتا

جناب ارشاد احمد عارف

صاحبِ فکر اور صاحبِ اسلوب کالم نگار نے کہا:

شمالی وزیرستان کے مہاجرین نے بھی ایک تاریخ رقم کی ہے اور اہلِ بنوں نے بھی ہجرتِ مدینہ کی یاد تازہ کر دی ہے۔ اب ہمیں بھی یک جہتی، ہم آہنگی اور ایثار کا ایک درخشندہ باب رقم کرنا ہوگا۔ آج کی اِس کانفرنس نے ہمارے جذبے بیدار کر دیے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایک ہوک سی اُٹھی ہے۔ ہمیں آئی ڈی پیز کے مسئلے کو بڑی اہمیت دینا ہوگی کہ اُن کے ساتھ ہمارا مستقبل وابستہ ہے۔ ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ آپریشن ضربِ عضب جلد سے جلد اختتام پذیر ہو اور آئی ڈی پیز دو چار مہینوں میں اپنے گھروں تک لوٹ جائیں اور تعمیر و ترقی کا عمل تیزی سے شروع ہو سکے۔ ہمیں فاٹا کو ایک خوبصورت خطہ بنانا ہوگا۔

جناب ایس ایم ظفر

پاکستان کے عظیم دانش ور اور بین الاقوامی شہرت کے حامل قانون دان اور سیاسی لیڈر نے اپنے صدارتی خطبے میں کہا:

میں حکومت کے اِس اقدام کی تعریف کرتا ہوں کہ اُس نے جناب عبدالقادر بلوچ کو آئی ڈی پیز کی ذمے داریاں سونپی ہیں۔ اُن کا تعلق ایک ایسے صوبے سے ہے جہاں انسانی محرومیوں کے ایک سے زائد الیے وجود میں آ چکے ہیں۔ ہم دہشت گردی کی جنگ میں آئی ڈی پیز کے ذریعے سرخرو ہو سکتے ہیں اور اُن کے دل جیتنے کے لیے ہمیں مخلصانہ اور دیرپا کوششیں کرنا ہوں گی۔ ہمارے سیاست دان آئی ڈی پیز پر سیاست بازی کرنے کے بجائے یک جہتی اور بالغ نظری کا ثبوت دیں۔ آئی ڈی پیز کے لیے بیرونی امداد لینا ہمارا حق ہے کیونکہ اِس سلسلے میں ایک سے زیادہ بین الاقوامی کنونشن موجود ہیں جن کے مطابق اقوامِ متحدہ کے ارکان ممالک امداد فراہم کرنے کے پابند ہیں۔ یہ جدوجہد بڑی صبر آزما اور طویل ہے اور ہمیں لمبے عرصے تک اپنے جذبے بیدار اور اپنے حوصلے بلند رکھنا ہوں گے۔ اِسی طرح مہاجرین کی خبرگیری میں توازن اور تسلسل ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ شروع میں ہم وافر سہولتیں فراہم کر دیں اور بعد ازاں اِس بہاؤ میں کمی آ جائے۔ اِس طرح اُنہیں اچھے دن بھول جائیں گے اور تنگی ترشی یاد رہے گی جو آگے چل کر مسائل پیدا کرے گی۔ اُردو ڈائجسٹ اور روشن پکچر نے اِس کانفرنس کا انعقاد کر کے بہت بڑی قومی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

خدمت انجام دی ہے اور مجھے اُمید ہے کہ چراغ سے چراغ روشن ہوں گے۔ ہماری اِس کاوش سے فوج کے حوصلے بھی بلند ہوں گے اور سول ادارے بھی صحیح راستے پر کام کرنے کا اپنے اندر ایک داعیہ محسوس کریں گے۔

☆☆

آخر میں عزیزم طیب اعجاز نے اُردو ڈائجسٹ اور روشن پیکجز کی طرف سے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ نوجوانوں کے مقبول شاعر عزیزم وصی شاہ نے میزبانی کے فرائض انجام دیے اور سب نے مل کر روزہ افطار کیا۔ تین سو کے لگ بھگ سوچنے سمجھنے والے حاضرین میں اِس امر پر اتفاق پایا جاتا تھا کہ پوری قوم کو اپنی تمام تر توانائیاں اور صلاحیتیں مہاجرین کی جھولیاں اچھی یادوں سے بھر دینے کے لیے وقف کر دینی چاہئیں اور قومی قیادت کو ایک ساتھ متاثرہ علاقوں کا دورہ کرنے اور قوم کے اندر ایک نئی روح پھونکنے کا اہتمام کرنا ہوگا کہ اس سے سیاسی بھونچال بیٹھ جائیں گے اور انتشار کے بگولے دم توڑ دیں گے۔

رؤف طاہر کے کالم سے اقتباس

شمالی وزیرستان کے بے گھر ہونے والے افراد کی تعداد 10 لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے۔ گزشتہ روز اردو ڈائجسٹ کے زیرِ اہتمام کانفرنس، اہلِ لاہور اور اہلِ پنجاب کی طرف سے اپنے ان بھائیوں کے لیے پیانِ یکجہتی کا بھرپور اظہار تھا۔ (اس کی تفصیل جناب الطاف حسن قریشی کے کالم میں آ چکی)۔ ایک بہت اہم بات جو جنرل (ر) عبدالقادر بلوچ نے کہی وہ یہ تھی کہ اس جنگ کے حوالے سے قوم میں وہ فوکس نظر نہیں آتا جس کا ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں میں مظاہرہ ہوا تھا حالانکہ یہ جنگ، ان جنگوں سے کم اہم نہیں۔ اس میں پاک فوج اور سیکیورٹی اداروں کے ہزارہا افراد شہید ہو چکے جن میں ایک تھری سٹار اور ٹو سٹار جنرل بھی شامل ہیں۔ یہ فوکس سیاسی لیڈرشپ اور میڈیا پیدا کرتا ہے۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ ہماری تمام تر توجہ کا مرکز یہ جنگ اور (آئی ڈی پیز سمیت) اس جنگ سے پیدا ہونے والے مسائل ہوتے، ہمارے ٹاک شوز، ہمارے کالموں، ہمارے اداریوں، ہماری مجالس، ہماری ملاقاتوں، ہمارے ڈرائنگ رومز اور تھڑا گپ شپ کا موضوع ہوتے۔

ارشاد احمد عارف کے کالم سے اقتباس

”بنوں کے عوام نے انصارِ مدینہ کی یاد تازہ کر دی۔ شمالی وزیرستان کے مہاجروں کو اپنے گھروں میں یوں بسایا جیسے یہ ان کے قریبی رشتہ دار اور دیرینہ تعلق دار ہوں۔ حتیٰ کہ ایک خاندان نے مشران کے کہنے پر ایسے خاندان کو اپنے گھر میں ٹھہرنے کی دعوت دی اور لا بسایا جو اس کا دیرینہ دشمن اور مخالف ہے اور عرصہ دراز سے آمادہ پیکار۔“ وفاقی وزیر سیفران عبدالقادر بلوچ نے بنوں کے عوام کا ذکر انصارِ مدینہ کے طور پر کیا تو ہال تالیوں سے گونج اٹھا، ہر زبان میں مرحبا نکلا۔ وفاقی وزیر عبدالقادر بلوچ نے اپنی تقریر میں نقل مکانی کے لیے کم وقت دینے کے حکومتی فیصلے کا دفاع کیا اور ”بتایا کہ آپریشن ضربِ عضب کی حساسیت و نزاکت، دہشت گردوں پر اچانک کاری ضرب لگانے اور انھیں فرار کا موقع نہ دینے کے لیے یہ فیصلہ ہوا، نقل مکانی کرنے والوں کی تعداد سرکاری اعداد و شمار کے مطابق دس لاکھ ہے مگر (بقیہ صفحہ 49)

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

جنرل ضیاالدین بٹ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

میاں عمران مسعود

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

سید عاصم محمود

عابد تاج

یان طیب

محسن فارانی

ڈاکٹر امجد ثاقب

ڈاکٹر حفیظ الرحمن

سجاد میر

وصی شاہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

محمد احمد — میر فراز احمد — محمد عابد

سعادت ایاز قریشی — امجد اسلام امجد

اعجاز قریشی — قاسم اعجاز قریشی — ارشاد عارف

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

دیرینہ دوست کے نام!

پچھتاوے و ندامت کے آنسوؤں سے تر بدنصیب باپ کا لکھا ہوا ایک چشم کشا خط

سائرہ صلاح الدین

از

عبید حیدر

میرے دیرینہ دوست!

چونکہ میں جانتا ہوں تم ہمیشہ کی طرح عیش میں ہو گے، اس لیے تمھاری خیریت دریافت نہیں کروں گا۔ رہی میری خیریت تو اس سے تم کبھی بے خبر رہے ہی نہیں۔ ہاں! تم ہمیشہ سے یاروں کے یار تھے۔ ہر دم دوستی پر آمادہ!

یوں تو ہم بچپن سے دوست رہے ہیں لیکن وقت کے ساتھ اس دوستی میں اتنی شدت آ جائے گی، میں جانتا نہ تھا۔ زندگی کے چالیس سال گزارنے کے بعد اچانک میں تم سے قطع تعلق کا فیصلہ کر لوں گا، یہ بھی میرے وہم و گمان میں نہ تھا۔ ایسا کیسے ہو سکتا تھا!

ہم نے سارا بچپن گرمی کی دوپہروں میں گلیوں میں ساتھ کھیلتے گزارا۔ جب ہم بڑی بی کے باورچی خانے سے آلو کے پراٹھے چراتے جو اس نے اپنے اکلوتے پوتے کے لیے سنبھال کر رکھے ہوتے تھے، تو وہ کیسا واویلا مچاتی۔ بچپن کی ساری شرارتیں اور مہمات ہم نے مل کر انجام دیں لیکن تم سدا کے چالاک تھے۔ ہمیشہ چھلاوے کی طرح غائب ہو جاتے اور میں پکڑا جاتا۔

اور وہ شاہد یاد ہے، کیسا بدھو ہوتا تھا۔ میں، علی، ساجد اور تم! ہم سب مدرسے کے باہر ہر دوسرے تیسرے روز اپنے بستے یہ کہہ کر اس کے حوالے کرتے کہ وہ ان کا خیال رکھے۔ ہم بھنے چنے لے کے ابھی آئے، پھر مل کے کھائیں گے۔ وہ بچارا بھی شاید چنوں کے لالچ میں بھری دھوپ

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

بستوں کی چوکیداری کرنے لگتا۔ جب ہم چوکڑیاں بھرتے گھر پہنچ جاتے تب اسے ہوش آتا۔ وہ سارے بستے گھسیٹتا ہوا نہ صرف گھر پہنچتا بلکہ ہم سب کو فرداً فرداً دروازے پہ بستہ دے کر جاتا۔

میں آج تک سمجھ نہیں پایا کہ کیا وہ واقعی ایسا ہی بے وقوف تھا یا بنتا تھا؟ آخر اتنی سیدھی سی بات اس کی سمجھ میں کیوں نہ آتی تھی؟ کیا وہ چنوں کے چند دانوں کے لالچ ہی میں بھری دھوپ میں کھڑا رہتا تھا؟ نہیں! مجھے ایسا نہیں لگتا۔ وہ کچھ اور تھا...... کچھ اور جو اسے دھوپ میں کھڑا رکھتا۔ پتا نہیں کیا؟

تمھارا کیا خیال ہے؟ تم یقیناً جانتے ہو۔ لیکن بتاؤ گے نہیں، میں جانتا ہوں اور بستہ دیتے وقت وہ عجیب ملامت بھری نظروں سے مجھے دیکھتا، تو میرا دل ڈوب جاتا۔ جیسے کہہ رہا ہو ”مجھے تم سے یہ امید نہ تھی۔“ حالانکہ اسے ہم سے یہی امید ہونی چاہیے تھی۔ لیکن وہ واقعی احمق نہ تھا، احمق تو ہم تھے لیکن تب مجھے اس بات کی سمجھ نہ تھی۔

اما کو تم سے سخت چڑ تھی۔ ان کا خیال تھا کہ ان کا بیٹا تمھاری وجہ سے دن بدن آوارہ ہوتا جا رہا ہے اور وہ یقیناً ٹھیک سوچتے تھے۔ دادی کو تو تم سے اللہ واسطے کا بیر تھا۔ ہاں! اللہ واسطے کا بیر۔ مگر میں کیا کرتا، تم تھے ہی اتنے نٹ کھٹ، شوخ، زندگی سے بھرپور۔ تمھارے بنا زندگی بالکل بے رنگ لگتی۔ تب گھر کی فضا میں بلاوجہ گھٹن محسوس ہوتی۔ ہر دم نظریں دروازے پر لگی رہتیں۔ دل چاہتا، دروازہ توڑ کے اس گھٹن زدہ فضا سے باہر نکل جاؤں۔ اڑ کر تمھارے پاس آ پہنچوں۔ پھر سازشیں ہوں، ایڈونچر اور تھرل ہو۔

تب ہم کیسے ایک دوسرے پر جان چھڑکتے تھے۔ میں تمھیں اور تم مجھے خوش رکھنے کے لیے کیا کچھ نہ کرتے۔ ایک دوسرے کی خواہش پوری کرنا جیسے ہمارا نصب العین بن گیا تھا۔ بلکہ تمھاری محبت کے سامنے اپنی اکثر ہیچ نظر آتی۔ تم تو میری ہر خواہش پوری کرنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دیتے۔ میری ہر خواہش پوری کرنے کے لیے بے چین رہتے۔ ہم نفس کی تمنا پورا کرنے کے لیے منصوبے بناتے اور اسے پورا کر کے ہی دم لیتے...... جائز یا ناجائز۔ ہاں! اور یہی وہ بات تھی جو میں نے کبھی سوچی ہی نہیں۔

کالج میں بھی ہم نے کوئی شوق اور رنگینی ہاتھ سے نہ جانے دی اور پھر ہاسٹل میں تو جیسے کھلی چھوٹ مل گئی۔ اُف! جب میں پہلی مرتبہ تمھارے ساتھ سینما دیکھنے گیا تو میرا دل بلیوں اچھل رہا تھا۔ لگتا تھا ابھی پسلیاں توڑ کر باہر آ جائے گا۔ جب ہیرو ہیروئن کے قریب آتا مجھے بلاوجہ ٹھنڈے پسینے آنے لگتے۔ لیکن سینما کے ہفتہ وار باقاعدہ چکر نے میرا ڈر کافی حد تک کم کر دیا۔ اب میں آرام سے فلم دیکھ سکتا تھا۔ نہ دل پسلیاں توڑنے کی کوشش کرتا، نہ دھڑکن بے ترتیب ہوتی۔

میں ان دنوں کس قدر خوش رہنے لگا تھا۔ اب میں جھینپو سا دیہاتی لڑکا نہیں رہا تھا۔ میرا خیال تھا کہ میری شخصیت دن بدن نکھرتی جا رہی ہے۔ اب میں کسی بھی لڑکی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر آسانی سے بات کر سکتا تھا، بالکل شہری لڑکوں کی طرح! یا ان فلمی ہیروؤں کی طرح جو ہیروئن سے بات کرتے وقت ذرا نہ گھبراتے اور بڑی بے باکی سے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنی محبت کا یقین دلاتے۔ لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ میری آنکھیں بے باک نہیں بے حیا ہو گئی ہیں۔ ان میں شرم نہیں رہی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

تھی۔ پہلے مجھے جو ہر راہ چلتی لڑکی بہن لگتی تھی، اپنی محبوبہ لگنے لگی۔ لیکن تب یہ سمجھ نہ تھی۔

کچھ دن قبل ہی میں نے قرآن میں "خطوات الشیطٰن" کی تفسیر "شیطان کے قدم" پڑھا۔ تفسیر میں لکھا تھا کہ چھوٹے چھوٹے گناہ جنھیں تم گناہ نہیں سمجھتے، انھیں خطوات الشیطٰن کہتے ہیں یعنی شیطان کے قدم! واقعی! جانے کب، کیسے بچپن کی چھوٹی چھوٹی شرارتیں، ماں باپ کو ستانا، چھوٹے موٹے فیشن، چند ایک فلمیں، سگریٹ سے شراب اور شراب سے نامحرم عورت تک کا سفر طے کرتی گئیں اور مجھے پتا ہی نہ چلا۔ اور جب پتا چلا، سب ختم ہو چکا تھا۔ میں راکھ کے ایک ڈھیر کے سوا کچھ نہ رہا تھا۔ نہ علم، نہ ہنر، نہ ایمان، نہ حیا، میرے ہاتھ خالی تھے، بالکل خالی۔

مجھے یہ سمجھنے میں چالیس سال لگ گئے کہ تم میرے دوست نہیں دشمن تھے۔ حالانکہ یہ سامنے کی بات تھی۔ دادی کہتے کہتے مرگئی "وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔" ابا کی زبان ڈانٹتے اور نصیحتیں کرتے کرتے اکڑ گئی، ان کی لاٹھی بھی بے اثر ثابت ہوئی۔ لیکن میں وہاں ہوتا تو پلٹتا؟ میں تو کسی الف لیلوی دنیا میں بس رہا تھا۔ جہاں جوش تھا، خوشیاں تھیں، دوسرے کی خوشیاں اپنے کھاتے میں ڈالنے کا حق تھا۔ ہر بات اور ہر خواہش جائز تھی۔ کوئی حرام حلال کا منتا نہ تھا۔ ہر شے جس کی تمنا ہوتی، چھیننے کا حق تھا۔ ساری دنیا اپنی دسترس میں تھی۔

ہوش تو تب آیا جب میری بیٹی کا جسم دن بدن برہنہ ہوتا گیا۔ پہلے اس کے کپڑے تنگ ہوئے، میں نے دھیان نہ دیا۔ پھر اس کی آستینیں غائب ہوئیں، مجھے پتا نہ چلا۔ آنکھیں اس قدر عادی جو تھیں۔ پھر میرا بیٹا نشے میں دھت عین فجر کے وقت آنے لگا۔ پہلے وہ دیر سے آتا۔ میں نے دھیان نہ دیا۔ آخر یہی تو دن تھے زندگی سے لطف اندوز ہونے کے! پھر وہ شراب پینے لگا۔ میں نے نظر انداز کیا۔ یہ امرا کی محض ایک علامت ہی تو تھی۔ لیکن جب دھیان دیا تو سب ختم ہو چکا تھا۔

وہ خطوات الشیطٰن کی مکمل تفسیر بن کر میرے سامنے آ گئے۔ وہ "میرے" بچے تھے۔ وہ ایسے نہ ہوتے تو کیسے نکلتے؟ وہ جو کرتے، سو کم تھا۔ میں انھیں کیا کہتا؟ کیسے کہتا؟ کس منہ سے کہتا؟ یہ میرا اپنا بویا ہوا بیج تھا اور اسے میں نے ہی کاٹنا ہے۔ اس ببول کے درخت کا ایک ایک کانٹا مجھے اپنے ہاتھ سے چننا ہے، چاہے میرے ہاتھ کتنے ہی لہولہان ہو جائیں۔

زندگی کس قدر عجیب ہے یا یوں کہنا چاہیے کہ ہم عجوبہ ہیں۔ ہمارا دل بھی کس قدر عجیب ہے! کب کیا مانگ بیٹھے، کب کس کا ساتھ چھوڑ دے، کب کس گلی کا کتا بنے، کب کس در کا گدا بن جائے۔ کچھ پتا نہیں چلتا۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ سب پتا چلتا ہے۔ کون سی گلی دلدل کی طرف جاتی ہے اور کون سا راستہ منزل تک جاتا ہے، ہمیں علم ہوتا ہے۔ مگر یہ دل، نہیں! دل نہیں مجھے نفس کہنا چاہیے۔ نفس امارہ! ہاں وہی نفس امارہ جو صرف برائی کی خواہش کرتا ہے جس کی خواہشات لامحدود اور بے لگام ہیں۔ جسے ہم دونوں نے مل کر پوجا۔ دل سے اپنا معبود تسلیم کیا۔ اور ساری زندگی پر محیط ایک ایسا طویل سجدہ اسے کیا کہ اب چاہنے کے باوجود نہ سر اٹھایا جاتا ہے نہ کمر ہی سیدھی ہونے پر آمادہ ہے۔ لیکن میں یہ سب تمھیں کیوں بتا رہا ہوں؟ تم تو سب جانتے ہو۔

تم میرے ساتھ جتنا کھیلنا چاہتے تھے تم نے جی بھر کے کھیلا اور میں تمھارے ہاتھ کا کھلونا بنا رہا۔ کس کی

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

مرضی سے؟ اپنی مرضی سے۔ میں نہیں جانتا، اپنی تکلیف اور فریاد لے کے کس کے پاس جاؤں؟ میں اپنا لہو کس کے ہاتھ پہ ڈھونڈوں اور اپنے لاشے کا بوجھ کس کے کاندھے پہ پھینکوں؟ میں اپنا مجرم آپ ہوں اور قاتل بھی! میں نے خدا کے واضح کردہ دو راستوں میں سے غلط راستہ خود چنا جو رنگین مگر تباہی کا تھا۔ کیا آج میں خدا سے سوال کر سکتا ہوں کہ میرے ساتھ جو ہو رہا ہے کیوں ہوا؟ کیا میں تم سے..... اپنے بدترین دشمن سے یہ سوال کر سکتا ہوں؟ کیا زندگی کے ایسے موڑ پر ہمیں سوال کرنے کا اختیار ہے؟ یقیناً نہیں۔

جو بھی ہے، اب میں یہ بھیانک کھیل، تمھیں، اپنے بچوں کی زندگی سے نہیں کھیلنے دوں گا۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ اس عزم کے لیے نہایت حقیر ہوں۔ اسی لیے کہوں گا کہ اگر اللہ نے چاہا تو!

میں جانتا ہوں میں یہ کام تنہا نہیں کر سکتا۔ مجھے اس قادرِ مطلق کی مدد لینی ہو گی جو ساری طاقت رکھتا ہے۔ جس کی ساری خدائی ہے اور جو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے..... تم پر بھی۔ میں اس سے مدد لوں گا اور اس غفور الرحیم سے مغفرت طلب کروں گا۔ ہر چند کہ میرے گناہ سمندر کے جھاگ برابر ہیں مگر میں اس سے اعانت کی استدعا ضرور کروں گا۔

آج سے ہمارے راستے الگ ہیں۔ ہر چند کہ تم قبر تک میرا ساتھ نہ چھوڑو گے کہ روزِ ازل تم اس کی مہلت لے چکے۔ مگر میں بھی اسی ذات سے تمھارے خلاف مدد مانگتا رہوں گا جس نے تمھیں مہلت دی، ہمیں توبہ کی توفیق بخشی اور یقیناً وہ پلٹنے والوں کا ساتھ دیتا ہے۔

دیرینہ دوست، ابلیس ملعون کو ملے۔ ◆◆◆

غزل

پھر رُخ بدل رہی ہے ہوا' حوصلہ رکھو
تبدیل ہو رہی ہے فضا' حوصلہ رکھو
آندھی کا زور ٹوٹنا تو ہو چکا شروع
پھر جل اُٹھے گا بجھتا دیا' حوصلہ رکھو
اِک دَر کے بند ہونے پہ سو دَر کھلیں گے پھر
پھر آ رہی ہے کوئی صدا' حوصلہ رکھو
سنتے نہیں کسی کی رحمی خدا تو کیا
سنتا ہے سب کی عرضی خدا' حوصلہ رکھو
گمراہیوں کے دور بھی آتے ہیں راہ میں
آئے گا رہ پہ راہنما' حوصلہ رکھو
کچھ حادثے حیات کا حصہ ہیں لازمی
کیسا ہی سانحہ ہو سدا' حوصلہ رکھو
کچھ احتیاطیں اور ضروری ہے کچھ علاج
پاؤ گے ہر مرض سے شفا' حوصلہ رکھو
آئے گی زندگی میں قیامت بھی بار بار
ہر روز ہو گا حشر بپا' حوصلہ رکھو
ظالم کی رسی کرنا ہے کچھ دیر کو دراز
ورنہ خدا ہے سب کا خدا' حوصلہ رکھو
دم توڑنے کو ہیں یہ پرانی سیاستیں
وہ آ رہا ہے دَور نیا' حوصلہ رکھو
روحی زیادہ ہوتے ہو بے چین کس لیے
خود ہی گلے ملے گی قضا' حوصلہ رکھو

(روحی کنجاہی' لاہور)

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

ویٹیکن سٹی میں پہلی اذان

دنیائے اسلام کی تازہ اور اچھوتی خبروں کا مشک بار تحفہ

فاروق حسنات

کچھ عرصہ قبل کیتھولک عیسائیوں کے پوپ فرانسس نے اسرائیل اور فلسطین کا دورہ کیا تھا۔ وہیں انھوں نے فلسطینی صدر، محمود عباس اور اسرائیلی صدر شمعون پیریز کو ویٹیکن سٹی آنے کی دعوت دی۔ مدعا یہ تھا کہ وہ علاقے میں قیام امن کی خاطر دعائیہ تقریب میں شرکت کر سکیں۔

چناں چہ ۹ جون کو پوپ فرانس شمعون پیریز اور محمود عباس ویٹیکن سٹی میں منعقد ہونے والی دعائیہ تقریب میں شریک ہوئے۔

اس تقریب کی خاص بات یہ ہے کہ ویٹیکن سٹی کی تاریخ میں پہلی مرتبہ وہاں کی فضاؤں میں اذان کی صدا گونجی۔ نیز قرآنی آیات بھی پڑھی گئیں۔ دراصل محمود عباس اور شمعون پیریز دونوں اپنی مذہبی دعاؤں کی وساطت سے خطے میں امن و محبت کے طلب گار ہوئے۔

حقیقت یہ ہے کہ فلسطین میں اسرائیلی حکومت کی ہٹ دھرمی اور ظلم کے باعث امن عنقا ہے۔ جیسے ہی وہ راہ راست پر آئی، فلسطین خود بخود خطۂ امن بن جائے گا۔ بہرحال امن کی خواہش ہی نے کیتھولک عیسائیوں کے گڑھ، ویٹیکن سٹی میں صدائے اذان بلند کرا دی۔ امید ہے کہ یہ مبارک موقع فلسطینیوں کے لیے خوش خبری لائے گا۔ حماس اور الفتح کے مابین معاہدہ دوستی ہو ہی چکا۔ اب فلسطینیوں کی متحد قوت اسرائیل کو شکست دے سکتی ہے۔

ملاوی میں اشاعت اسلام

جنوب مشرقی افریقہ میں واقع ملک ملاوی میں ایک کروڑ ساٹھ لاکھ لوگ آباد ہیں۔ ان میں سے تقریباً

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

۳۵ فیصد مسلمان بقیہ عیسائی ہیں۔ ملاوی ایک غریب ملک ہے اور یہاں طویل عرصہ آمریت کا دور دورہ رہا۔ تاہم ۱۹۹۳ء میں جمہوریت متعارف ہوئی، تو یہ تبدیلی مسلمانوں کے لیے مبارک ثابت ہوئی۔

سولھویں صدی میں عرب اور صومالی مسلمان تاجر اسلام کا پیغام لے کر ملاوی پہنچے۔ ان کی تبلیغ سے کئی مقامی باشندے مسلمان ہو گئے۔ لیکن جب برطانیہ نے اسے نو آبادی بنالیا، تو سرکاری سرپرستی میں پادری وسیع پیمانے پر عیسائیت پھیلانے میں کامیاب رہے۔

ملاوی مسلمان

تاہم اب جمہوریت کے باعث ملاوی میں اسلام بہ سرعت پھیل رہا ہے۔ اس ضمن میں مملکت کے مشہور عالم دین ڈاکٹر عمران شریف بتاتے ہیں: ''۱۹۹۳ء سے قبل آمریت کے باعث مسلمان مختلف پابندیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ لیکن جمہوریت آئی، تو ہمیں موقع ملا کہ ملک میں مدارس، طبی مراکز اور اسکول قائم کر سکیں۔ چناں چہ اب مسلمانوں کا معاشی و معاشرتی درجہ پہلے سے کہیں زیادہ بلند ہے۔''

ازروئے جمہوریت اب عیسائی ہوں یا مسلمان، سب شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں۔ تاہم جمہوریت پہنچنے سے معاشرے میں کچھ خرابیوں نے بھی جنم لیا۔ مثلاً خواتین کی محفلوں کا رواج ہو گیا۔ بہرحال مسلمان گھرانوں کی بہو بیٹیاں اپنا پردہ اور وقار برقرار رکھے ہوئے ہیں۔

البتہ جمہوری حکومتیں آنے سے مسلمانانِ ملاوی کو یہ سنہرا موقع بھی ملا کہ وہ سیاست میں حصہ لے سکیں۔ چناں چہ اب وہ ایک سیاسی جماعت، مسلم فورم فار ڈیموکریسی اینڈ ڈویلپمنٹ کے جھنڈے تلے جمع ہو رہے ہیں۔ مدعا یہ ہے کہ متحد ہو کر مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت ہو سکے۔

مذکورہ بالا اسلامی جماعت کے سربراہ شیخ حاجی جعفری کوانگا ہیں۔ وہ بتاتے ہیں: ''ملاوی میں بعض انتہا پسند عیسائی تنظیموں کی سعی ہے کہ اسلام اور دہشت گردی کو لازم و ملزوم قرار دیا جائے۔ ہم بھرپور طریقے سے ان کی کوششوں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔''

مشکلات کے باوجود یہ خبر خوش آئند ہے کہ ملاوی میں اسلام کی اشاعت تیزی سے جاری ہے۔ آج سے بیس سال قبل باشندگان ملاوی میں ۲۵ فیصد لوگ مسلمان تھے۔ اب ان کی تعداد ۳۵ فیصد تک جا پہنچی ہے۔ اگر بڑھوتری کی یہی رفتار رہی، تو امید ہے اگلے چار پانچ عشروں میں ملاوی مسلم اکثریت کا حامل ملک بن جائے گا۔

مذہبی لوگ مخیر ہوتے ہیں

پچھلے ماہ مشہور برطانوی خبررساں ایجنسی بی بی سی نے برطانیہ میں ایک انوکھا سروے کرایا۔ سروے میں چار ہزار مرد و زن سے پوچھا گیا کہ وہ ہر مہینے کتنی رقم فلاحی و خیراتی سرگرمیوں پر خرچ کرتے ہیں۔ آخر میں یہ دریافت کیا گیا کہ وہ کس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔

سروے کے مطابق ایک ہزار مرد و زن نے خود کو لامذہب قرار دیا..... اور انکشاف ہوا کہ وہی فلاحی

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

سرگرمیوں پر سب سے کم رقم خرچ کرتے ہیں۔ دوسری طرف مذہب پر ایمان رکھنے والے مخیر اور انسان دوست پائے گئے۔

اس سروے میں عیسائی، یہودی، مسلمان، ہندو اور سکھ غرض سبھی مذاہب سے تعلق رکھنے والے شریک ہوئے۔ ماہرین کا کہنا ہے، مذہب انسان کو خیر کے کام کرنے پر ابھارتا، نیکیوں کی طرف بلاتا اور اجر دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ اسی لیے مذہبی لوگ فلاح و بہبود کی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

سروے کے نتائج سے یہ پتا نہیں چلتا کہ کون سا مذہبی گروہ فلاحی کام سب سے زیادہ کرتا ہے۔ تاہم پچھلے سال برطانیہ کی ایک ویب سائٹ، فار چیریٹیز جسٹ گیونگ (For charities- Just Giving) کے سروے سے انکشاف ہوا تھا کہ انگلستان میں سب سے زیادہ مسلمان فلاحی و سماجی سرگرمیوں میں حصہ لیتے اور رقم خرچ کرتے ہیں۔

عثمانی خلیفہ کی آئرشوں کو امداد

یہ ۱۸۴۵ء کی بات ہے، آئرلینڈ شدید قحط کا نشانہ بن گیا۔ یہ قحط پھر اگلے چار برس تک جاری رہا۔ اس دوران دس لاکھ آئرش بھوک کے باعث دم توڑ گئے۔ جب کہ دس تا پندرہ لاکھ آئرش امریکا، کینیڈا اور فرانس جا بسے۔ ظاہر ہے جب ایک جگہ کھانے کو کچھ نہ ملے، تو انسان وہاں سے ہجرت کرنے پہ مجبور ہو جاتا ہے۔

اس زمانے میں سلطان عبدالمجید ترک عثمانی سلطنت کے حکمران تھے۔ آپ خدا ترس، عوام دوست اور رحم دل بادشاہ کی حیثیت سے تاریخ میں مشہور ہوئے۔ جب انھیں آئرشوں کی حالت زار کا علم ہوا، تو شاہ نے ان کی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

سلطان عبدالمجید نے ملکہ وکٹوریہ سے رابطہ کیا اور انھیں بتایا کہ وہ آئرش عوام کی امداد کے واسطے "۱۰ ہزار پونڈ" عطیہ کرنا چاہتے ہیں۔ آج کے زمانے کی رو سے یہ رقم تقریباً نصف ارب روپے بنتی ہے۔

لیکن ملکہ وکٹوریہ نے یہ رقم لینے سے انکار کر دیا..... کیونکہ اس نے آئرش عوام کی مدد کے لیے صرف ۲ ہزار پونڈ بھجوائے تھے۔ سو وہ چاہتی تھی کہ سلطان ترکی اس سے کم رقم عطیہ کریں۔

چناں چہ سلطان عبدالمجید نے ایک ہزار پونڈ بھجوا دیے۔ مگر انھوں نے خفیہ طور پر ایک انوکھا کام بھی کر دکھایا۔ انھوں نے ملکہ وکٹوریہ کو مطلع کیے بغیر تین بحری جہاز آئرلینڈ بھجوا دیے۔ یہ جہاز گندم اور مکئی سے بھرے ہوئے تھے۔

خوراک سے لدے یہ جہاز ۱۰ تا ۱۴ مئی ۱۸۴۷ء کو آئرش بندرگاہ، دروغیدا (Drogheda) پہنچے۔ وہاں مقیم بھوک سے تڑپتے آئرش یہ غذائی تحفہ پا کر قدرتاً بہت خوش ہوئے۔ اس غیبی امداد سے ان کے جینے کا سامان پیدا ہو گیا۔

ایک مسلم حکمران کی طرف سے عیسائی ملک کو تحفہ خوراک دینا رحم دلی کی تاریخ کا روشن باب ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ واقعہ نمایاں کیا جائے تاکہ انتہا پسند عیسائی رہنما جان سکیں، ماضی میں مسلمان

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

حکمران بڑے رواداراور دکھی انسانیت کے ہمدرد تھے۔

۲۰۱۲ء میں آخر بلدیہ دروغیدا نے سلطان عبدالمجید کی امداد کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ویسٹ کورٹ ہوٹل میں ایک یادگاری تختی نصب کردی۔ ڈیڑھ صدی قبل یہ ہوٹل "سٹی ہال" تھا۔ ترک ملاحوں نے وہیں قیام وطعام کیا تھا۔

جاپانی یونیورسٹیوں میں حلال کھانا

یہ خبر خوش آئند ہے کہ پچھلے چار برس کے دوران ٹوکیو یونیورسٹی سمیت کئی جاپانی یونیورسٹیوں نے اپنے ہوسٹلوں اور کیفے ٹیریا میں حلال کھانا متعارف کرادیا ہے۔ چناں چہ جاپانی یونیورسٹیوں میں مقیم ہزارہا مسلمان طلبہ و طالبات اب بلا کھٹکے من پسند حلال کھانا کھا سکتے ہیں۔

دراصل جاپانی حکومت چاہتی ہے کہ ۲۰۲۰ء تک مقامی یونیورسٹی میں تین لاکھ غیر ملکی طلبہ و طالبات زیر تعلیم ہوں۔ اس وقت ان کی تعداد تقریباً ڈیڑھ لاکھ ہے۔ چونکہ بہت سے طالبان علم، مسلم ممالک مثلاً ملائشیا، انڈونیشیا، مشرق وسطی وغیرہ سے آتے ہیں، لہٰذا ان کی سہولت کی خاطر یونیورسٹیوں میں حلال کھانے متعارف کرادیے گئے۔

یاد رہے، جاپان میں اسلام بسرعت پھیل رہا ہے، حالانکہ وہ وہاں صرف ایک سو سال قبل ہی پہنچا۔ فی الوقت ملک میں سوا لاکھ مسلمان آباد ہیں۔ ان میں اکثریت جاپانی مسلمانوں کی ہے۔ جاپانی زبان میں قرآن پاک کے عمدہ ترجمے بھی ہو چکے۔ حقیقتاً انہی تراجم قرآن پاک کے ذریعے جاپان میں اشاعت اسلام بڑھ چڑھ کر ہوئی۔

برطانوی بلدیاتی انتخابات اور مسلمان

ماہ مئی میں برطانیہ میں بلدیاتی انتخابات منعقد ہوئے۔ ان میں برطانوی مسلمانوں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ یوں ثابت ہوگیا کہ برطانیہ کی سیاست میں مسلمان رفتہ رفتہ سیاسی قوت بن کر ابھر رہے ہیں۔ وہ وقت دور نہیں جب سیاسی و حکومتی معاملات میں مسلمانوں کی رائے کو بھی اہمیت دی جائے گی۔

برطانوی بلدیاتی انتخابات میں "۸۹۷" مسلمان امیدوار شریک ہوئے۔ ان میں سے "۳۵۴" لیبر پارٹی کے پلیٹ فارم سے کھڑے ہوئے۔ اس امر سے احساس ہوتا ہے کہ برطانوی مسلمانوں میں لیبر پارٹی سب سے زیادہ مقبول ہے۔ اس کے بعد ۲۳۶ امیدواروں نے کنزرویٹو پارٹی کی طرف سے انتخاب لڑا۔

برطانیہ کی تیسری سیاسی پارٹی، لبرل ڈیموکریٹس نے بھی "۱۲۳" مسلم امیدوار کھڑے کیے۔ ۲۴ مسلمانوں نے گرین پارٹی کی طرف سے الیکشن میں حصہ لیا۔ ۴۰ مسلمان بہ حیثیت آزاد امیدوار کھڑے ہوئے۔ حد یہ ہے کہ بظاہر مسلمانوں کی مخالف جماعت، یو کے انڈی پینڈنس پارٹی نے بھی مسلم امیدواروں کو ووٹ دیا۔

بلدیاتی انتخابات "۱۶۱" کونسلوں میں منعقد ہوئے۔ ان میں سے "۱۰۰" کونسلوں میں مسلمان امیدواروں نے بھی انتخاب لڑا۔ ان کونسلوں میں سے "۲۲" فیصد لندن "۷ فیصد" یارک شائر (بریڈفورڈ)، ہل، لیڈز، روتھرہیم، شیفیلڈ، ویک فیلڈ اور ۵.۳ فیصد ویسٹ مڈلینڈز، برمنگھم، کوونٹری، ڈیوڈلی میں واقع ہیں۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ ۸۹۷ مسلم امیدواروں میں ۱۹۴ خواتین بھی شامل تھیں۔ اب تک کی اطلاعات کے مطابق مسلمان امیدواروں کی اکثریت الیکشن میں کامیاب ہو چکی۔ امید ہے کہ وہ اپنی مسلم کمیونٹی کی حالت بہتر بنانے کے لیے سرگرم عمل ہوں گے۔ ◆◆◆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

مغرور انسانوں کا آخری سہارا

اللہ کی رحمت

توکل پر یقین رکھنے اور نیکی کی ترغیب دینے والے ایک خدا رسیدہ شخص کی دل افروز کتھا

حبیب اشرف صبوحی

ہمارے گھر کے نزدیک ہی ایک مسجد واقع تھی۔ وہاں ہم سب بھائی نماز پڑھنے جاتے۔ قرآن شریف بھی مولوی صاحب سے پڑھتے۔ مسجد کی کوئی لگی بندھی آمدن نہیں تھی۔ مولوی صاحب کو گھروں سے دونوں وقت کھانا آجاتا۔ وہ بچوں کو قرآن تعلیم دیتے تو اتنی رقم مل جاتی کہ روزمرہ کا خرچ چل جائے۔ رمضان شریف میں ختم قرآن کے موقع پر تمام محلے سے چندہ اکٹھا ہوتا۔ یوں بھی مولوی صاحب کی اچھی خاصی مدد ہو جاتی۔ سستا زمانہ تھا، گزر بسر آسانی سے ہو جاتی۔

مسجد میں ایک نمازی باقاعدگی سے آتے۔ ان کا نام پیراں دتا تھا۔ میں ان کی شخصیت اور خدمات کو کبھی نہیں بھول سکتا۔ ان کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی کہ مسجد میں سب سے پہلے آئیں، اذان دیں، تکبیر کہیں اور باجماعت نماز ادا کریں۔ چاہے بارش ہو، آندھی یا طوفان آئے، ان کے معمولات میں کبھی فرق نہ آتا۔ وہ صبح فجر کے وقت سب سے پہلے اذان دیتے۔ پھر تمام گلیوں میں آواز لگاتے پھرتے کہ اے ایمان والو! نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ نماز ادا کر لیں۔

بعض گھروں کے دروازوں پر دستک بھی دیتے۔ اکثر لوگ نیکی کی دعوت پہ لبیک کہتے اور مسجد کا رخ کرتے۔ بعض دنیادار خواب خرگوش کے مزے لیتے

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

رہتے۔ نماز مغرب سے پہلے وہ مسجد کے صحن کی صفائی کرتے اور صفیں بچھاتے۔ ہفتے میں ایک روز پوری مسجد اچھی طرح پانی سے دھوتے۔ دروازے اور کھڑکیاں خوب صاف کرتے۔ وہ یہ سب کام بغیر کسی لالچ اور معاوضے کے انجام دیتے۔

وہ مولوی صاحب کے کھانے وغیرہ کا بھی انتظام کرتے تھے۔ کسی دن کہیں سے کھانا نہ آتا، تو اپنے گھر سے لا دیتے۔ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی، شاید اسی لیے ان کی زندگی کا مقصد مسجد کی خدمت کرنا اور لوگوں کو نیکی کی طرف بلانا بن گیا۔ وہ زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے۔ کسی سرکاری دفتر میں بطور کلرک ایمانداری سے ڈیوٹی انجام دینے کے بعد سبکدوش ہوئے تھے۔

وہ آرام و سکون سے زندگی گزار رہے تھے۔ نہ انھیں دولت کی ہوس اور نہ ہی بہتر مستقبل کی فکر، وہ اللہ پر توکل رکھتے۔ ہر جگہ نیکی کی ترغیب دیتے اور دعوت حق پہنچاتے تھے۔ دینی معاملات اور مسائل میں کبھی نہ الجھتے۔

کچھ دنوں سے لوگوں نے دیکھا کہ پیراں دتا نماز پڑھنے نہیں آ رہے۔ مسجد کے نمازی ان کی غیر حاضری محسوس کرتے ہوئے گھر پہنچے۔ معلوم ہوا کہ وہ سخت بیمار ہیں' حتیٰ کہ چارپائی سے بھی نہیں اٹھ سکتے۔ چند دن بعد ہم چند نمازی ان کے گھر تیمارداری کرنے پہنچے۔ ہمیں دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے۔ ہم نے ان کی خیر و عافیت دریافت کی اور کہا کہ ہمارے لائق کوئی خدمت ہو تو بتایے۔

انھوں نے کہا "میرا بھتیجا گھر کے نزدیک ہی رہتا ہے۔ وہ میری خبر گیری کر رہا ہے اور بہت خیال رکھتا ہے۔ آپ سب لوگوں سے بس یہی درخواست ہے کہ دعا کریں، میرا خاتمہ بالخیر ہو جائے اور باقی منزلیں آسان ہو جائیں۔"

یہ سن کر میں نے کہا "بھائی پیراں دتا! آپ کیوں فکر کرتے ہیں؟ آپ نے زندگی بہت اچھی گزاری۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد پورے ادا کیے۔ آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی جس کے لیے آپ ناجائز طریقے سے دولت کماتے۔ کوئی جائداد نہیں بنائی۔ حق حلال کی کمائی کھائی ہے۔ نماز روزے کی پابندی کی فکر تو میرے جیسے دنیادار کو ہونی چاہیے۔ ہم خدا جانے دن میں کتنی بار دنیاداری کے لیے جھوٹ سچ بولتے ہیں۔"

پیراں دتا نے کہا "میں محض عبادت ہی نہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی نگاہ کرم کی وجہ سے بھی جنت میں جانا چاہتا ہوں۔" اس کے بعد انھوں نے ایک حکایت سنائی کہ ایک آدمی وفات پا گیا جس کے اعمال میں بظاہر کوئی گناہ شامل نہ تھا۔ فرشتوں نے اس سے پوچھا کہ تم اپنے اعمال کی بنا پر جنت میں جانا چاہتے ہو یا اللہ کی رحمت کی بنا پر؟

آدمی کو اپنے اعمال پر بڑا گھمنڈ تھا۔ اس نے فرشتوں سے کہا کہ جب میرے عمل ٹھیک رہے ہیں تو میں صرف انہی کی بنا پر جنت میں جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ شیخی پسند نہ آئی۔ حکم ہوا کہ اس پر دوزخ کی کھڑکی کھول دی جائے۔ جب اسے سخت تپش پہنچی، تو کہنے لگا، مجھے بچاؤ اور پانی پلاؤ۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

فرشتوں نے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ اس شخص نے کہا، مجھ سے ساری زندگی کے اعمال لے لو اور خدا کے لیے ایک کٹورا پانی کا پلا دو۔

چناں چہ اس کے اعمال لے کر پانی دے دیا گیا۔ پانی پی کر اسے سکون ہوا۔ لیکن جلد ہی تپش کے باعث اسے پھر پیاس لگی، تو پھر چیخنے چلانے لگا کہ اس عذاب سے بچاؤ۔ فرشتوں نے پھر پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ اس آدمی نے کہا، میرے پاس وہی اعمال ہیں، ان کے علاوہ کچھ نہیں۔ فرشتوں نے کہا کہ جن اعمال پر تمھیں اتنا غرور اور گھمنڈ تھا، ان کی حیثیت پانی کے ایک کٹورے جتنی تھی۔

وہ آدمی بڑا گڑگڑایا اور عرض کی "یا اللہ میں غلطی پر تھا۔ میں تیری رحمت کا بھی طلبگار ہوں۔ میں تجھ سے معافی کا خواستگار ہوں۔" آخر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آیا اور اسے بخش دیا گیا۔

واپسی پہ میں سوچتا رہا کہ پیراں دتا کم پڑھے لکھے انسان ہیں لیکن ان کی سوچ کتنی بلند اور اعلیٰ ہے۔ اس واقعے کے چند روز بعد مجھے ایک کام سے کراچی جانا پڑا۔ چند دن بعد واپس آیا تو پتا چلا کہ پچھلے جمعہ کے بعد ان کا جنازہ ہوا جس میں بے شمار لوگ شریک ہوئے۔ تدفین کے وقت ابر رحمت چھا گیا اور ہلکی ہلکی پھوار پڑنے لگی۔ یہ ان کے جنتی ہونے کی گواہی تھی۔ سچ ہے کہ انسان کو نیکیوں کا صلہ مرنے کے بعد یقیناً ملتا ہے، مگر عاجز بندے کو تب بھی رحمتِ الٰہی کا طلب گار ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رب کائنات کی رحمت اور کرم سے نوازے۔ (آمین) ◆◆◆

چوک پراگ داس کا حادثہ

امرتسر چوک پراگ دس دربار صاحب اور بابا اٹل کے قریب تھوڑے فاصلے پر واقع ہے جس کے گرد زیادہ سکھ اور اس سے کم ہندو آباد تھے۔ اس کی ایک دو گلیوں میں چار پانچ سو مسلمان آباد تھے مگر فسادات کی خبر سن کر بہت سے لوگ چلے گئے اور ستر اسی نفوس وہیں رہ گئے۔ ان پر چند کانگرسی اور احراری لیڈروں کا اثر تھا۔ جنھوں نے یقین دلایا کہ وہ ہرگز نہ جائیں' ان کا بال بیکا نہ ہوگا۔ سکھ لیڈروں نے بھی اُن کے امن و حفاظت کی ذمہ داری لی اور عہد واثق کیا کہ اُن کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔

شام کو انھیں کہا گیا کہ حملے کا خطرہ ہے' مرد اور عورتیں علیحدہ علیحدہ مکانوں میں چلے جائیں۔ وہ مجبور تھے انھوں نے ایسا ہی کیا مگر جس وقت انھیں شبہ ہوا انھوں نے اندر سے کنڈیاں لگالیں۔ سکھ آئے اور کنڈیاں لگی دیکھ کر مکانوں کے اوپر چڑھ گئے۔ چھتیں پھاڑ کر نیچے اترے اور قتل عام شروع کر دیا۔ بعض عوتوں کو کھونٹیوں سے لٹکا کر ان کے پیٹ چاک کیے۔ بعض کے نیچے آگ جلا دی گئی۔ بچوں کو اُن کی ماؤں کے سامنے قتل کر کے اُن کے جھولی میں ڈالا۔ پھر اُن پر ہاتھ صاف کیا اور طرح طرح کے مظالم سے اُن کی جانیں لیں۔

(فرخ امرتسری)

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

رب کی طرف سے سر تا پا روشن دلیل

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم کرنے والے درخت

ان مقدس درختوں کا ایمان افروز بیان جنھوں نے مقام نبوت کو پہچان لیا

ڈاکٹر محمد نوید ازہر

حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس جامع المعجزات ہے۔ انبیائے سابقین کو فرداً فرداً جو معجزے عطا کیے گئے، وہ سب آپ ﷺ کے وجودِ مبارک میں جمع ہوئے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کا بال بال معجزہ قرار پایا۔ ارشادِ ربانی ہے: "لوگو! بلاشبہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک سر تا پا روشن دلیل آئی۔" (۴:۱۷۴)

آپ کے معجزات میں سے کئی جمادات، نباتات اور حیوانات سے متعلق ہیں۔ کنکریاں آپ ﷺ کے ہاتھ میں تسبیح کرتیں۔ شجر و حجر آپ ﷺ پر سلام بھیجتے اور سجدہ کرتے۔ ہرنیاں آپ ﷺ کو ضامن تسلیم کرتیں، اونٹ آپ سے افسانۂ غم بیان کرتے۔ کتب احادیث و سیرت میں ایسے متعدد خوش نصیب درختوں کا ذکر بھی ملتا ہے جنھوں نے حضور اکرم ﷺ کی تعظیم و تکریم

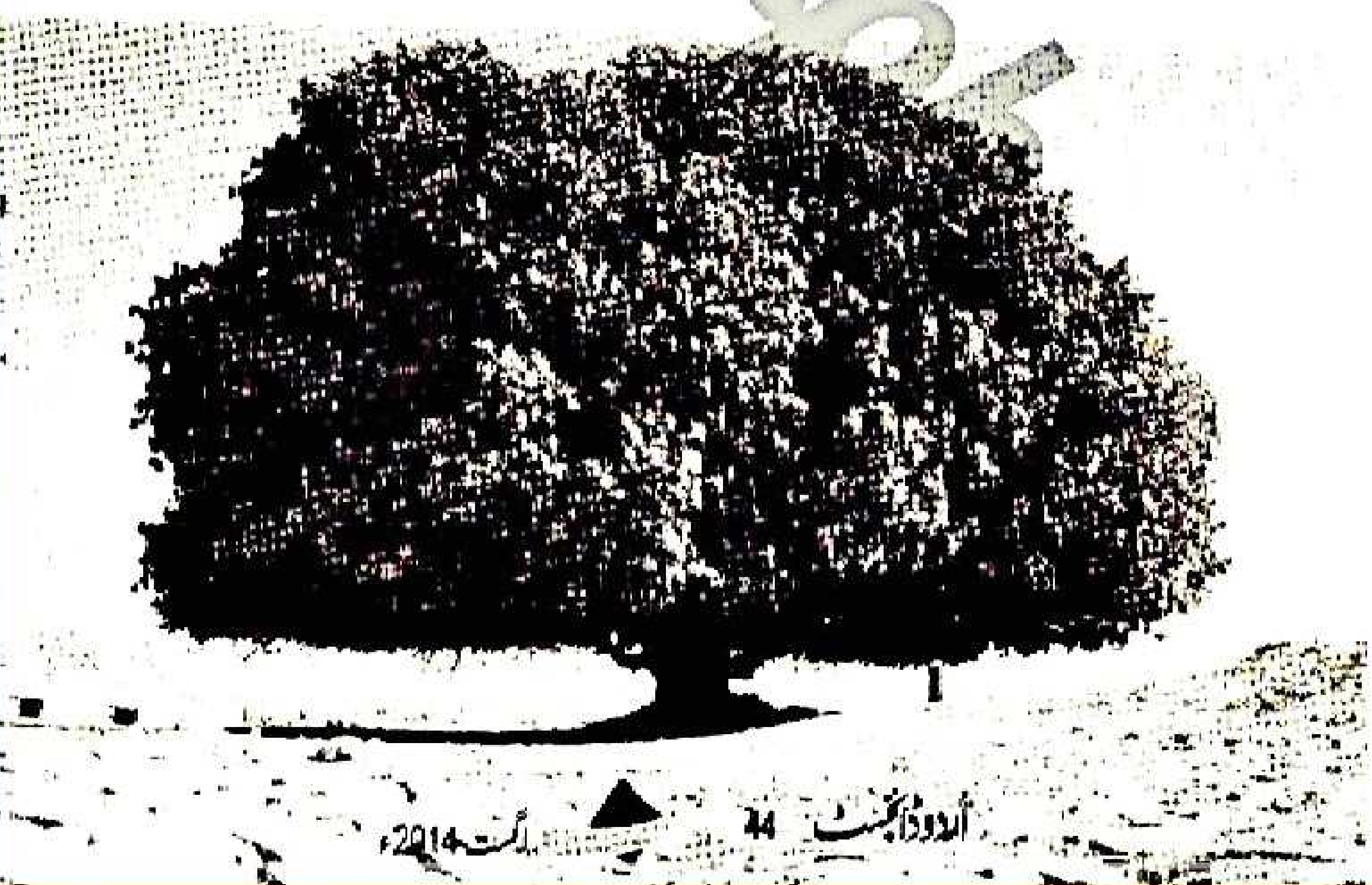

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

کی اور مقام نبوت کو پہچانا۔ کئی درخت آپ ؐ کی پکار پر زمین کو چیرتے ہوئے دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور اقرار نبوت ﷺ کی سعادت حاصل کی۔ امام ابوحنیفہؒ نے اپنے نعتیہ قصیدہ میں اس معجزے کا ذکر یوں کیا ہے:

ترجمہ: اور جب آپ ﷺ نے درختوں کو بلایا تو وہ فرمان بردار بن کر، دوڑتے ہوئے، آپ ﷺ کے حکم پر لبیک کہتے، آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے۔

یہی مضمون امام شرف الدین بوصیریؒ نے قصیدہ بردہ شریف میں یوں بیان کیا ہے:

ترجمہ: ان کی پکار پر اشجار، بغیر قدموں کے، اپنی پنڈلیوں پر چلتے ہوئے، ان کی طرف چل پڑے۔

ان درختوں میں سے سب سے خوش نصیب درخت "حنانہ" ہے، جس کا ذکر بخاری شریف میں اجمالاً اور دیگر کئی کتب احادیث میں تفصیلاً مذکور ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے لیے ایک صحابی نے لکڑی کا منبر بنا کر مسجد نبوی ﷺ میں رکھ دیا۔ آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے اس پر رونق افروز ہوئے تو خشک درخت کا بنا ہوا وہ ستون، جس سے ٹیک لگا کر آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے تھے، بلک بلک کر رونے لگا۔

اس کے نالہ وشیون میں اتنا درد تھا کہ مجلس میں موجود تمام صحابہ کرامؓ آبدیدہ ہوگئے۔ آنحضرت ﷺ نے جب ستون کی بے قراری ملاحظہ فرمائی تو خطبہ موخر فرما کر اس ستون کے پاس آئے اور اسے سینے سے لپٹا لیا۔ پھر صحابہ کرامؓ سے فرمایا "یہ میری جدائی میں گریہ کناں ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر میں اسے سینے سے لپٹا کر دلاسا نہ دیتا تو یہ قیامت تک اسی طرح میری جدائی کے غم میں روتا رہتا۔"

حضور اکرم ﷺ نے پھر لکڑی کے اس تنے سے پوچھا "کیا تو پسند کرتا ہے کہ میں تجھے واپس اسی باغ میں اگا دوں جہاں سے تجھے کاٹا گیا ہے۔ وہاں تجھے ہرا بھرا کر دیا جائے۔ یہاں تک کہ قیامت تک مشرق ومغرب سے آنے والے اللہ کے دوست حجاج کرام تیرا پھل کھائیں؟"

اس نے عرض کیا: "اے پیکرِ رحمتؐ میں تو آپ ﷺ کی لمحاتی جدائی برداشت نہ کر سکا، قیامت تک کی تنہائی کیسے برداشت کروں گا؟"

آپ ﷺ نے پوچھا "کیا تو یہ چاہتا ہے کہ میں تجھے جنت میں سرسبز وشاداب درخت بنا کر اگا دوں اور تو جنت کی بہاروں کے مزے لوٹے؟"

ستون حنانہ نے یہ انعام قبول کر لیا۔ چناں چہ اسے منبر اقدس کے قریب زمین میں دفن کر دیا گیا۔ تدفین کے بعد حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "اس نے دارفنا پر دار بقا کو ترجیح دی ہے۔" (بخاری شریف، کتاب الجمعہ، سنن دارمی)۔ اس درخت کی یادگار کے طور پر اسی مقام پر ایک ستون استوانہ حنانہ کے نام سے مسجد نبویؐ میں آج بھی موجود ہے۔

منقول ہے کہ جب حضرت حسن بصریؒ یہ حدیث بیان کرتے تو رو پڑتے اور فرماتے "اے اللہ کے بندو! لکڑی ہجر رسول ﷺ میں روتی اور آپ ﷺ کے دیدار کا اشتیاق رکھتی ہے۔ انسان تو اس سے زیادہ حق رکھتا ہے کہ فراق رسول ﷺ میں بے قرار رہے۔"

ادب رسول ﷺ بجا لانے والا ایک ایسا ہی درخت طائف کے مقام پر تھا۔ شفاء شریف میں آیا ہے کہ غزوۂ طائف میں حضور اکرم ﷺ غنودگی کی حالت میں تھوڑا سا چلے۔ سامنے ایک بیری کا درخت تھا۔ قریب تھا کہ آپ ﷺ کا سر اقدس اس درخت سے ٹکرا

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

جاتا۔ اچانک وہ پھٹ کر دو ٹکڑے ہوا اور حضور ﷺ کو راستہ دے دیا۔ قاضی عیاض مالکیؒ نے نوزک کے حوالے سے لکھا ہے، وہ سعادت مند درخت (۱۰۸۳ء، ۱۴۳۵ء) آج بھی دو تنوں پر اسی جگہ موجود ہے۔ اس کے شرف صحابیت کی وجہ سے وہ جگہ لوگوں میں مشہور ہے اور قابل تعظیم بھی۔ (شفا شریف، ج اول، باب چہارم)

ایسا ہی ایک خوش بخت اور سعادت مند درخت اردن میں موجود ہے۔ اسے بھی تعظیم رسول ﷺ کے طفیل بقائے دوام حاصل ہو گئی۔ یہ درخت حجاز سے دمشق جانے والی قدیم تجارتی شاہراہ پر استادہ خیر القرون کی یادیں تازہ کر رہا ہے۔ حیرت کی بات یہ کہ پوری شاہراہ پر اس درخت کے علاوہ ایک پودا بھی پنپ نہیں سکا۔ لیکن اس صحابی درخت کو آب و ہوا کی شدت اور موسموں کے تغیر و تبدل سے کوئی خطرہ نہیں۔ اس درخت کا ذکر ترمذی شریف میں ابواب المناقب میں موجود ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی عمر مبارک بارہ برس تھی جب جناب ابوطالب نے روسائے قریش کے ہمراہ تجارت کی غرض سے سفر شام کا عزم کیا۔ حضور ﷺ نے ساتھ چلنے کی خواہش ظاہر کی۔ چناں آپ ﷺ کو بھی ساتھ لے لیا گیا۔ مورخین کے نزدیک یہ سفر ۵۸۶ء میں ہوا۔ جب یہ قافلہ بیت المقدس کے شمال میں نزد دمشق واقع مقام بصریٰ پہنچا، تو ایک گھنے درخت کے قریب جناب ابوطالب سواری سے نیچے اترے۔ باقی اہل قافلہ نے بھی آرام کی غرض سے سواریوں کو کھلا چھوڑ دیا۔ اس زمانے میں یہ علاقہ رومی سلطنت کے زیر انتظام تھا۔ وہاں ایک گرجا میں ایک راہب رہتا تھا۔

راہب کا لقب بحیرا (Bahira) یعنی پارسا اور نام جرجیس (Georges) یا سرجیس تھا۔ بحیرا اناجیل اربعہ کا بہت بڑا عالم اور کتاب مقدس کا درس دیا کرتا تھا۔ اسی باعث علاقے میں قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا جاتا۔ اس کے گرد تحصیل علم کرنے والے عیسائی علما کا ہجوم رہتا۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے بھی قبل از اسلام اسی سے علم حاصل کیا تھا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مدارج النبوۃ، جلد دوم میں لکھا ہے کہ بحیرا کے اس صومعہ میں مقیم ہونے کی وجہ اس کی یہ تحقیق تھی کہ ادھر سے نبی آخر الزماں ﷺ کا گزر ہوگا۔ چناں چہ وہ حجاز سے آنے والے ہر قافلے کو اپنی کھڑکی سے دیکھتا رہتا۔ مگر اسے وہ ہستی نظر نہ آتی جس کے لیے وہ سراپا انتظار تھا۔

بحیرا بلا کا تارک الدنیا اور گوشہ نشین بزرگ تھا۔ کبھی گرجا سے باہر آیا تھا اور نہ ہی کبھی قافلے والوں سے ملاقات کرتا۔ لیکن اس مرتبہ وہ خلاف دستور قافلے پر نظریں جمائے گرجا کے دروازے پر کھڑا تھا۔ جب قافلے نے درخت کے نیچے پڑاؤ ڈالا تو وہ اہل مکہ کے قریب پہنچا اور حضور اکرم ﷺ کا دست اقدس تھام کر لوگوں سے مخاطب ہو کر با آواز بلند کہنے لگا:

"یہ سرکار دو عالم ﷺ ہیں۔ یہ رب العالمین کے رسول ﷺ ہیں۔ اللہ انھیں رحمۃ للعالمین ﷺ بنا کر مبعوث فرمائے گا۔" (ترمذی)

اہل قافلہ بحیرا کا یہ عمل دیکھ کر حیرت و استعجاب میں ڈوب گئے۔ روسائے قریش میں سے ایک نے پوچھا:

"اے بزرگ محترم! آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟"

اس نے جواب دیا: "جب بھی لوگ گھاٹی سے اتر کر آ رہے تھے تو میں نے دیکھا کہ تمام درخت اور پتھر آپ ﷺ کے سامنے سجدہ کر رہے ہیں۔ یہ خصوصیت

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

صرف انبیائے کرام کو حاصل ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں میں آپ ﷺ کو مہر نبوت سے بھی پہچان سکتا ہوں۔"

بحیرا پھر صومعہ میں واپس چلا گیا تاکہ اہل قافلہ کے لیے ضیافت کا اہتمام کر سکے۔ جب وہ کھانا لے کر اہل قافلہ کے پاس پہنچا تو حضور اکرم ﷺ اونٹ چرانے تشریف لے گئے تھے۔ اس نے آپ ﷺ کے بارے میں پوچھا۔ چناں چہ آپ ﷺ کو بلایا گیا۔ آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو ایک بدلی آپ ﷺ کے سر اقدس پر سایہ کناں تھی۔ جب گرجا کے قریب پہنچے تو اہل قافلہ درخت کے سائے میں بیٹھے تھے۔

آپ ﷺ نے ازراہِ ادب سب سے پیچھے بیٹھنا گوارا کیا، جہاں دھوپ تھی اور درخت کا سایہ ختم ہو جاتا تھا۔ فوراً درخت نے جھک کر آپ ﷺ کے سر اقدس پر سایہ کر دیا۔ البدایہ والنہایہ اور سیرت ابن ہشام کے مطابق درخت کی شاخیں بے تابانہ آپ ﷺ کے سر اقدس پر جھک گئیں۔ یہ دیکھ کر راہب بے ساختہ پکار اٹھا "دیکھو درخت کا سایہ ان کی طرف جھک گیا ہے۔"

امام بیہقی نے اس واقعہ کو قدرے اختلاف کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ان کے مطابق بحیرا نے اہل قریش کو صومعہ کے اندر کھانے پر مدعو کیا۔ تمام اہل قافلہ چلے گئے جب کہ حضور ﷺ نوعمری کے باعث اسی درخت کے نیچے تشریف فرما رہے۔ جب بحیرا کو حضور ﷺ قافلے میں نظر نہ آئے، تو اس نے آپ ﷺ کے بارے میں پوچھا۔ چناں چہ ایک قریشی یہ کہتے ہوئے اٹھا کہ لات و عزیٰ کی قسم! ہمارے لیے لائق شرم ہے کہ ہم تو کھانا کھا لیں اور عبداللہ بن عبدالمطلب کا فرزند رہ جائے۔ وہ پھر حضور ﷺ کو آغوش میں اٹھا لایا۔

ابونعیم نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ گرجا میں داخل ہوئے تو وہ نور نبوت سے چمک اٹھا۔ یہ دیکھ کر بحیرا کہنے لگا: "یہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، جنھیں اللہ عرب میں مبعوث فرمائے گا۔" بحیرا آپ ﷺ کو بغور دیکھتا اور اپنی کتب میں مذکور علامات نبوت کی شناخت کرتا رہا۔ جب قافلے والے کھانے سے فارغ ہو کر چلے گئے، تو وہ حضور ﷺ کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور چند سوال و جواب کیے۔ بحیرا نے کہا: "بچے! میں تمھیں لات و عزیٰ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھے میرے سوالوں کے جواب دو۔" اس نے لات و عزیٰ کا واسطہ اس لیے دیا کیونکہ وہ اہل قافلہ کو ان کی قسمیں کھاتے ہوئے سن چکا تھا۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "آپ لات و عزیٰ کا نام لے کر مجھ سے کچھ نہ پوچھیں کیونکہ مجھے ان سے جتنی نفرت ہے اتنی کسی اور سے نہیں۔"

بحیرا نے اللہ کا واسطہ دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:
"اب جو مرضی ہے پوچھو۔"

بحیرا نے پوچھا کہ کیا آپ ﷺ کی نیند پوری نہیں ہوتی؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

آپ ﷺ نے فرمایا: ''میری آنکھیں سو جاتی ہیں مگر دل نہیں سوتا۔''

پھر آپؐ کے احوال اور دیگر امور کے بارے میں استفسار کیا۔ حضور ﷺ نے اسے آگاہ فرمایا۔ تمام جوابات بحیرا کی معلومات کے مطابق تھے۔ پھر اس نے آپ ﷺ کی پشت مبارک کی طرف دیکھا تو شانوں کے درمیان سیب سے مشابہ مہر نبوت دکھائی دی۔ تمام علامات کی تصدیق کرنے کے بعد بحیرا نے جناب ابوطالب کے پاس آ کر پوچھا: ''اس بچے سے آپ کا کیا رشتہ ہے؟''

انھوں نے جواب دیا: ''میرا بیٹا ہے۔''

بحیرا نے کہا: ''یہ آپ کا بیٹا نہیں ہو سکتا۔ میرے علم کے مطابق بچے کے والد کو زندہ نہیں ہونا چاہیے۔''

بحیرا نے کہا: ''آپ کی بات بالکل درست ہے۔ آپ کے بھتیجے کی بڑی شان ہو گی۔ اس کا چہرہ نبی کا چہرہ آنکھ نبی کی آنکھ ہے۔''

اب بحیرا نے فرط جذبات سے مغلوب ہو کر باآواز بلند قسمیں کھا کھا کر لوگوں سے کہا کہ آپ ﷺ کو اپنے ساتھ روم لے کر نہ جاؤ۔ رومی جب آپ ﷺ کو دیکھیں گے تو علامات نبوت اور معجزات کی مدد سے پہچان کر آپ ﷺ کی جان کے درپے ہوں گے۔ ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ دور ایک غبار اڑتا ہوا نظر آیا۔ غور سے دیکھا تو روم کی جانب سے سات آدمی چلے آ رہے تھے۔ بحیرا نے ان کا استقبال کیا اور آنے کا سبب پوچھا۔ انھوں نے جواب دیا: ''ہم اس لیے آئے کہ نبی آخرالزماں ﷺ اس مہینے سفر پر نکلنے والے ہیں۔ ہمارے آدمی ہر راستے پر پھیل گئے ہیں۔ ہمیں خبر ملی کہ وہ اس راستے سے آ رہے ہیں لہٰذا ہم نے ادھر کا رخ کر لیا۔''

بحیرا نے ان سے کہا: ''یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ جس معاملے کو تکمیل تک پہنچانا چاہے کیا کوئی آدمی اس میں رکاوٹ بن سکتا ہے؟''

انھوں نے انکار میں جواب دیا تو اس نے انھیں سمجھایا کہ تمھیں چاہیے، نبی ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر لو اور آپؐ کے ساتھی بن جاؤ۔ چناں چہ وہ واپس چلے گئے۔ جناب ابوطالب حضور اکرم ﷺ کو لے کر مکہ مکرمہ پلٹ آئے یا کسی کے ہمراہ واپس بھیج دیا۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

قافلہ اس مقام سے روانہ ہو گیا لیکن یہ ایمان افروز درخت آج بھی تر و تازہ ہے۔ موجودہ جغرافیائی حدود کے مطابق یہ درخت مشرقی اردن میں، صفوئی کے مقام پر، وادی سرہان کے قریب واقع ہے۔ حکومت اردن نے اس کے قریب حجاز سے شام کو جانے والی تجارتی شاہراہ کے آثار بھی تلاش کر لیے ہیں۔ اس کی اہم نشانی یہ ہے کہ یہ سیکڑوں مربع کلومیٹر میں تنہا اُگا ہوا درخت ہے۔

انٹرنیٹ پر اس صحابی درخت کی تفصیل ملاحظہ کرنے کے لیے ''The Blessed Tree'' اور ''The only living Sahabi Tree'' کے عنوانات سے تحقیق کی جا سکتی ہے۔

کتب سیرت میں سے سیرۃ حلبیہ، الخصائص الکبریٰ، المواہب اللدنیہ اور مدارج النبوۃ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ یہ امر غور طلب ہے کہ اگر ایک درخت کو حُب رسول ﷺ کی بدولت حیات دائمی نصیب ہو سکتی ہے تو اس دل پر موت کیسے وارد ہو سکتی ہے جو محبت رسول ﷺ کا گنجینہ بن جائے؟ ●●●

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

مجھے یہ مبالغہ آمیز لگتی ہے۔" میں نے موقع غنیمت جان کر عرض کیا کہ آپریشن سے قبل آبادی اور ہجرت کا اندازہ درست نہ لگانا اور اسلام آباد، لاہور یا کسی دوسرے شہر میں تعداد کے مطابق خیمے، پنکھے، واٹر کولر، بستر، چولھے، راشن کا بندوبست نہ کرنا بھی سرپرائز پالیسی کا حصہ تھا یا نااہل غفلت اور بے تدبیری کا شاہکار؟ جناب الطاف حسن قریشی نے آئی ڈی پیز کے مسائل و مصائب سے آگہی کے لیے "پائنا" اور روشن پیکجز کے تعاون سے اس خوبصورت تقریب کا اہتمام کیا تھا اور طیب اعجاز قریشی، کامران قریشی اور سعادت اعجاز قریشی نے شہر بھر کے صاحب ثروت اہل خیر کے علاوہ دانشوروں، اخبار نویسوں اور سماجی خدمت میں مصروف راہنما اکٹھے کر لیے۔ الخدمت فاؤنڈیشن کے ڈاکٹر حفیظ خان اور کسٹم ہیلتھ کیئر سوسائٹی کے ڈاکٹر آصف محمود جاہ نے بنوں میں مہاجرین کی حالت زار بیان کی اور اپنے تجربات شیئر کیے۔ ڈاکٹر حفیظ خان نے گلوگیر لہجے میں بتایا کہ ایسے باپردہ خاندان جن کی ماؤں، بہو، بیٹیوں کے چہرے اور سر کے بال کبھی سورج کی کرنوں نے دیکھے نہ چاندنی کی روشنی نے' وہ کھلے آسمان تلے پڑے ہیں۔ سر پر چھت نہ پردے کا کوئی انتظام۔ ایک باپ کا دکھ بیان کیا جو طویل سفر، بھوک، پیاس اور گرمی کے سبب نڈھال اور نیم مردہ دو بچوں کو یہ کہہ کر میرے سپرد کر گیا کہ اگر بچ جائیں تو آپ کے ہوئے۔ جاں بر نہ ہوں تو کفن دفن کا انتظام کر لیجیے گا۔ میں اپنی بیوی اور بیٹیوں کے لیے کوئی آسرا تلاش کروں جو میری ذمہ داری ہیں اور تاحال جینے کی امید سے سرشار۔

سجاد میر کے کالم سے اقتباس

ابھی کل ہی ایک تقریب تھی جو اردو ڈائجسٹ نے روشن پیکجز کے تعاون سے منعقد کی تھی۔ الطاف حسن قریشی ایسے مواقع پر ہمیشہ آگے بڑھتے ہیں۔ اس بار بھی انھوں نے یہ محفل جمائی۔ جنرل عبدالقادر بلوچ کہ وفاقی حکومت کی طرف سے فوکل پرسن ہیں، خاص طور پر آئے تھے تاکہ اہل لاہور کو بتا سکیں کہ ان کے بھائی کن مشکلات سے گزر رہے ہیں اور حکومت ان کے لیے کیا کر رہی ہے۔ یہاں ڈاکٹر امجد ثاقب نے ایک بڑی چونکا دینے والی بات کی جس کا میں تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔ انھیں وہاں موجود ایک شخص نے کہا کہ ہماری وہ عورتیں جن کا چہرہ کبھی سورج کی روشنی اور چاند کی چاندنی نے بھی نہیں دیکھا تھا، آج ننگے سروں راشن تلاش کر رہی ہیں۔ دو تین دن بڑے مشکل تھے، مگر وہاں کی آبادی نے کمال مواخات کا مظاہرہ کیا۔ ہجرت مدینہ کے مناظر یاد آ گئے، جب مدینے کے انصار نے اپنے دروازے اپنے مہاجر بھائیوں کے لیے کھول دیے تھے۔ اخوت و مواخات کا یہ جذبہ آج بھی ہمارے اندر زندہ ہے۔ یہاں کے عمائدین نے مل کر فیصلہ کیا کہ ہر شخص اپنے گھر کے ایک آدھ کمرے میں سمٹ جائے اور آنے والوں کے لیے جگہ خالی کر دے۔ ایسا بھی ہوا کہ آنے والا جس گھر میں اترا، اس سے اور اس کے خاندان سے اس کا جھگڑا چلا آ رہا تھا۔ قبائلی معاشرے میں اس طرح کا مطلب سمجھا جا سکتا ہے، مگر آج وہ مہمان اور میزبان کے طور پر رہ رہے ہیں۔ یہاں الخدمت کے پروفیسر حفیظ الرحمٰن اور کسٹمز والوں کی تنظیم کے سراپا خلوص ڈاکٹر آصف محمود جاہ نے بھی وہاں کے حالات سنائے۔ بہر حال اس وقت حالات کنٹرول میں ہیں۔ وفاقی حکومت نے انھیں ۱۲ ہزار فی کنبہ، پنجاب حکومت نے ۷ ہزار اور خیبر پختونخواہ حکومت نے کرایے کی مد میں ۳ ہزار ادا کیے ہیں۔ اب انھیں عید پیکیج کے طور پر بھی وفاق بیس، بیس ہزار دے رہا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

پاکستان اور بدلتا عالمی منظر نامہ

طیب اعجاز قریشی

قومی تناظر میں تیزی سے جنم لیتی بین الاقوامی دوررس اور انقلابی تبدیلیوں کی معلومات افروز داستان

بھارت کے نئے وزیراعظم نریندر مودی کٹر ہندو لیڈر کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ تاہم انھوں نے حکومت سنبھالتے ہی ثابت کر دیا کہ وہ اپنے ملک کو ترقی و خوشحالی کی راہ پر ڈالنے کا عزم رکھتے ہیں۔ اپنے دیس کو عالمی طاقت بنانے کے لیے ان کے پاس وژن ہے اور قابل عمل منصوبہ بھی! اس منصوبے کی کچھ جھلکیاں حالیہ بھارتی بجٹ میں سامنے آئیں جو درج ذیل ہیں:

☆ ۷۰۶۰ کروڑ روپے خرچ کر کے ۱۰۰ سمارٹ شہر بنائے جائیں گے۔

☆ ریئل اسٹیٹ انوسٹمنٹ ٹرسٹ اور انفراسٹرکچر انوسٹمنٹ ٹرسٹ جیسے اداروں کے ذریعے ملکی اور غیرملکی سرمایہ کاروں کو رقم لگانے کی ترغیب دی جائے گی۔ زیر تکمیل منصوبے جو عدم سرمایہ کاری کی وجہ سے بند ہو چکے، کی بحالی کے لیے اب ایک عام آدمی بھی ریئل اسٹیٹ کے منصوبوں میں سرمایہ کاری کر سکے گا۔ عمارت

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

تیار ہونے کے بعد کرائے پر چڑھا دی جائے گی۔ کرایہ کی آمدنی سے سرمایہ کاروں کو منافع تقسیم کرنا ہوگا۔

☆ ۱۰۰۰ کروڑ روپوں کے ذریعہ آب پاشی کا نظام بہتر بنایا جائے گا۔

☆ ۱۲ نئے میڈیکل کالجز کا قیام اور ۳۱ ڈرگ ٹیسٹنگ لیبارٹریز کو جدید بنانے کا فیصلہ۔

☆ بھارت کے تمام گرلز اسکولوں میں بیت الخلا کا قیام اور پینے کے صاف پانی کی سہولت کے لیے بالترتیب ۲۸۶۳۵ کروڑ اور ۳۹۶۶ کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔

☆ اساتذہ کی تربیت کے لیے ۵۰۰ کروڑ روپے خرچ کیے جائیں گے

☆ ورچوئل کلاس روم یعنی آن لائن تعلیم کے لیے ۱۰۰ کروڑ روپے خرچ کیے جائیں گے۔

☆ اعلیٰ تعلیم کے لیے ۵۰۰ کروڑ روپے بجٹ میں رکھے گئے ہیں۔

☆ کسانوں کو بروقت معلومات پہنچانے، نئی تکنیک، پانی بچانے کے طریقوں اور نامیاتی فارمنگ سے روشناس کرانے کی خاطر کسان ٹی وی کے لیے ۱۰۰ کروڑ روپے مختص کیے گئے ہیں۔

☆ عوام خصوصاً نوجوان افراد کو گھر خریدنے کے لیے سستے قرضے دیے جائیں گے جس کے لیے ۴۰۰۰ کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔

☆ مسلمانوں کے مدرسوں کو جدید بنانے کے لیے ۱۰۰ کروڑ رکھے ہیں۔

☆ ۱۰۰ کروڑ روپے سے دو نئے تحقیقی انسٹی ٹیوٹ بنائے جائیں گے۔ مزید ایگریکلچر اور ہارٹی کلچر یونیورسٹیوں کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔ زمین کا معائنہ کرنے کے لیے موبائل لیبارٹریز قائم کی جائیں گی جن پر ۱۰۰ کروڑ روپے خرچ کیے جائیں گے۔ زراعت کی ترقی کا ہدف کم از کم چالیس فیصد رکھا گیا ہے۔

وزیراعظم مودی نے برسراقتدار آتے ہی دفاعی بجٹ میں بھی اضافہ کر دیا۔ نیز نجی کمپنیوں کو اسلحہ بنانے کی اجازت دے ڈالی۔ اب ٹاٹا گروپ، ریلائنس انڈسٹری، مہاندرہ گروپ جیسے بھارتی ملٹی نیشنل ادارے غیر ملکی اسلحہ ساز کمپنیوں کے اشتراک سے نئے اسلحہ ساز کارخانے قائم کریں گے۔

بھارتی سرکاری اسلحہ ساز کارخانے ٹینک، چھوٹی توپیں، لڑاکا طیارے اور میزائل بنا رہے ہیں۔ اب بھارتی نجی شعبہ غیر ملکی اداروں کے اشتراک سے جنگی بحری جہاز، ٹرانسپورٹ طیارے اور بڑی توپیں بھی تیار کرے گا۔ یوں جدید ترین عسکری ٹیکنالوجی بھارتیوں کو حاصل ہو سکے گی۔

نریندر مودی کا وژن یہ ہے کہ اگلے دس برس میں بھارتی افواج کو جدید ترین اسلحے سے لیس کر دیا جائے۔ اس ضمن میں انھوں نے "۲۳۸ ارب ڈالر" کی خطیر رقم مختص کر دی ہے۔ یوں اگلے دس سال میں بھارت ایک بڑی عسکری طاقت بن کر نمودار ہوگا اور کم از کم ایشیائی سطح پر اس کا دائرہ اثر بڑھ جائے گا۔

اقتدار سنبھالتے ہی مودی بین الاقوامی سطح پر بھی سرگرم ہو گئے۔ وہ برازیل میں منعقدہ برکس (BRICS) کی سربراہ کانفرنس میں شریک ہوئے۔ چین، روس، برازیل، بھارت اور جنوبی افریقہ اس اہم عالمی تنظیم کے ارکان ہیں جو عالمی سطح پر امریکی چودھراہٹ ختم کرنے کے لیے وجود میں آئی۔ وہاں انھیں کانفرنس کا صدر بنا کر مودی کی ذہانت و متحرک

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

شخصیت تسلیم کی گئی۔

برکس کانفرنس میں دو اہم فیصلے سامنے آئے۔ اول ۱۰۰ ارب ڈالر سے ایک ریزرو فنڈ قائم کیا گیا جو آئی ایم ایف کے طرز پر کام کرے گا۔ یہ فنڈ آئی ایم ایف اور عالمی بینک کے ہتھ کنڈوں اور سازشوں سے محفوظ رہنے کی خاطر بنایا گیا۔ دوسرے ۱۵۰ ارب ڈالر کے سرمائے سے ترقیاتی بینک کھولنے کی بھی تجویز ہے۔ یہ دونوں مالیاتی ادارے ارکان برکس کے علاوہ دیگر ممالک کو بھی بطور قرض سرمایہ فراہم کریں گے۔

برکس ممالک کے اقدامات سے عیاں ہے کہ وہ رفتہ رفتہ عالمی سطح پر امریکی حاکمیت کو چیلنج کر رہے ہیں۔ گو انھوں نے فی الوقت براہ راست لڑائی مول نہیں لی، تاہم روس اور امریکا بعض معاملات میں آمنے سامنے آچکے۔

۱۷ جولائی کو جب مشرقی یوکرائن میں ملائیشیا کا مسافر بردار طیارہ پُراسرار میزائل سے تباہ ہوا، تو امریکی میڈیا فوراً یہ راگ الاپنے لگا کہ یہ روس نواز باغیوں نے چھوڑا ہے۔ نیز صدر پیوٹن کو بھی زبردست تنقید کا نشانہ بنایا گیا کہ انھی نے یوکرائنی باغیوں کو میزائل فراہم کیے۔ جب کہ روس کا کہنا ہے کہ یہ میزائل یوکرائنی فوج نے داغا ہے۔

بہرحال ملائیشین طیارے کی تباہی کے تنازع نے روس، امریکا تعلقات کو مزید الجھا دیا جو شام، عراق اور یوکرائن کی وجہ سے پہلے ہی خاصے خراب ہو چکے۔ امریکیوں کو منہ توڑ جواب دینے کے لیے روس بھی اب آہستہ آہستہ سابقہ سوویت یونین کے زیر اثر ممالک سے تعلقات بڑھا رہا ہے۔ حال ہی میں اس نے کیوبا میں طویل عرصے سے بند اپنا فوجی اڈہ کھول دیا ہے۔ نیز وہ لاطینی امریکا میں ان ممالک سے دوستی کی پینگیں جھولنے میں مصروف ہے جو امریکی حکومت کو آمر و جابر سمجھتے ہیں۔

بعض ماہرین کا دعویٰ ہے کہ امریکا ملائیشیائی طیارے کے حادثے کو "حادثہ نائن الیون" کی طرح استعمال کرے گا۔ یعنی اپنے حواریوں کو جمع کر کے روس پر چڑھ دوڑے گا۔ یوں نئی سرد جنگ کا آغاز متوقع ہے۔

☆

بھارتی بجٹ سے عیاں ہے کہ یہ عوام دوست اور واضح مقاصد رکھنے والا پروگرام ہے۔ مودی حکومت کے دیگر اقدامات سے بھی آشکارا ہوا کہ وہ عوامی بھلائی کے کام کرنا چاہتی ہے۔ مثال کے طور پر بھارتی سپریم کورٹ یہ فیصلہ دے چکا کہ حکومت بجلی کی قیمت میں رد و بدل کرنے کا اختیار نہیں رکھتی۔

پچھلے دنوں دہلی میں بجلی مہیا کرنے والی نجی کمپنی نے قیمت میں اضافہ کر دیا۔ مودی حکومت نے فوراً بجلی پر لگا سرچارج ختم کر ڈالا۔ یوں بجلی کی سابقہ قیمت بحال رہی۔ اس اقدام کا مقصد یہی تھا کہ قیمت میں اضافے سے عوام پر مالی بوجھ نہ پڑے۔

مودی حکومت کی نئی پالیسی کے مطابق اب کم یونٹ استعمال کرنے والے گھریلو صارفین کو ۶ روپے فی یونٹ والی بجلی ایک روپیہ بیس پیسے میں مل سکے گی۔ یوں دہلی کے لاکھوں خاندان مالی بچت سے مستفید ہوں گے۔

ایک حکومت عوام دوست اقدامات کے ذریعے ہی مقبولیت حاصل کرتی اور ساتھ ساتھ اپنا اعتماد بڑھاتی ہے۔ اگر وزیراعظم مودی اور ان کے وزرا اسی تندہی اور ذہانت سے اہم قومی اور عالمی فیصلے کرتے رہے، تو وہ بھارت کو اہم معاشی و عسکری قوت بنا سکتے ہیں۔

دوسری طرف پہلے ایک سال پاکستانی حکومت کی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

کارکردگی بالکل متاثر کن نہیں رہی۔ اب شعبہ بجلی ہی کو لیجیے۔ نواز شریف حکومت نے ۱۳ ماہ قبل آتے ہی بجلی کی کمپنیوں کو ۵۰۰ ارب روپے کی بھاری رقم ادا کی تھی۔ مقصد لوڈشیڈنگ پر قابو پانا تھا۔

لوڈشیڈنگ میں کچھ کمی تو آئی، لیکن اس نے اب بھی کروڑوں پاکستانیوں کو عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ مزید براں تقسیم کار کمپنیوں سے وابستہ گردشی قرضہ دوبارہ ۴۰۰ ارب روپے تک پہنچ چکا۔ نیز بجلی کی قیمتوں میں وقفے وقفے سے اضافہ جاری ہے۔

نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ وزیر بجلی نے عوام سے اپیل کہ بارش کے لیے دعائیں مانگیں۔ اب حکومتی ٹیم کی یہ نئی منطق سامنے آئی ہے کہ ملک میں بجلی کی تقسیم کا نظام یعنی گرڈ، ٹرانسفارمر، تاریں، کھمبے وغیرہ اس قابل ہی نہیں کہ مطلوبہ بجلی کا بار یا لوڈ برداشت کر سکے۔ لہٰذا کسی طرح مطلوبہ بجلی تیار ہو بھی جائے، تو اسے صارفین تک نہیں پہنچایا جا سکتا۔ یہ منطق دیکھ کر تو لگتا ہے، افسر شاہی کمائی کا نیا کھاتہ کھولنا چاہتی ہے۔

میاں شہباز شریف اور اسحاق ڈار بجلی کے نئے منصوبے بنانے کی خاطر مختلف ممالک کا دورہ کر چکے۔ وہ نوید سناتے ہیں کہ آنے والے برسوں میں لوڈشیڈنگ ختم ہو جائے گی۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ یہ منصوبے کئی برس بعد مکمل ہوں گے۔ مگر ان کی تشہیر پر کروڑوں روپے خرچ کیے جا رہے ہیں۔ یہ عمل عوام کے زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ وزیراعظم اور وزیراعلیٰ صاحبان گنتی کے چند من پسند بیوروکریٹس، دوستوں اور رشتے دار وزرا کے درمیان گھر چکے۔ کابینہ کی اکثریت تھکے ماندے، بوڑھے، فلسفہ بگھارنے کے شوقین اور گروپ بندی کرنے کے چیمپئن وزرا پر مشتمل ہے جو گزشتہ ایک برس میں موثر کارکردگی نہیں دکھا سکے۔

ایک گمبھیر مسئلہ یہ ہے کہ حکومت عوام سے کٹ چکی اور اس کا معاشی و سیاسی ایجنڈا سراب ثابت ہوا۔ محض بڑے منصوبے بنانے، لیپ ٹاپ تقسیم کرنے اور سڑکیں و پل بنانے سے ملک میں خوشحالی نہیں آسکتی۔ یہ ہدف حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ تمام بڑے مسائل بیک وقت حل کرنے کی کوششیں کی جائیں۔

فٹ بال ورلڈکپ کے فائنل میں مقررہ مدت تک جرمنی اور ارجنٹائن کا میچ برابر تھا۔ زائد وقت میں جرمن کوچ، لوے نے فیصلہ کیا کہ مشہور مگر بوڑھے و تھکے کھلاڑی، میرو سلاف کلوز کی جگہ نوجوان و تازہ دم کھلاڑی، ماریو گوٹسے کو میدان میں بھیجا جائے۔

کوچ نے ماریو کو گراؤنڈ میں بھیجنے سے قبل کہا ”نوجوان! ایسا زبردست کھیل دکھاؤ کہ گول کر کے مشہور ترین فٹ بالر میسی سے بھی بڑے کھلاڑی بن جاؤ۔“ ماریو بڑے جوش و جذبے سے کھیلا اور گول کر کے جرمنی کو عالمی چیمپئن بنا دیا۔

وزیراعظم نواز شریف کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی ٹیم میں موجود تھکے ہارے وزرا و مشیروں کو خدا حافظ کہہ دیں اور ان کی جگہ پرجوش، ذہین اور محنتی نوجوان ٹیم میں لائیں۔ وزیراعظم پھر ان کی شراکت سے اہداف مقرر کریں اور اپنی جماعت کو فعال بنائیں۔ مسلم لیگ ن میں ایسے نوجوانوں کی شمولیت ضروری ہے جو حکومت کے اچھے کاموں کی تشہیر موثر انداز میں کر سکیں۔

حکومت وقت عمران خان اور ڈاکٹر طاہر القادری کو اپنے لیے خطرہ سمجھتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ غیر معیاری کارکردگی ہی اس کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

SCANNED BY DIGESTPK

مزید برآں آس پڑوس کے ممالک اور دنیا میں تیزی سے جو تبدیلیاں جنم لے رہی ہیں، ان پر بھی نظر رکھنا نہایت اہم ہے۔

لگتا ہے کہ چینی حکومت کے مانند نریندر مودی بھی پڑوسیوں سے غیر ضروری طور پر الجھے بغیر اگلے دس برس میں بھارت کو بڑی عسکری و معاشی طاقت بنانا چاہتے ہیں۔ زبردست عوامی پذیرائی نے انھیں یہ موقع عطا کیا ہے کہ بھارت میں حزب اختلاف نیم مردہ ہو چکی۔

اُدھر افغانستان میں امریکا ہر قیمت پر اپنی پٹھو حکومت لانا چاہتا ہے۔ امریکا نواز اشرف غنی اس کے پسندیدہ امیدوار ہیں۔ اسی لیے امریکی وزیر خارجہ جان کیری افغانستان آئے اور ووٹوں کی گنتی کا مسئلہ سلجھایا۔ گو بھارت نواز معاصر امیدوار، عبداللہ عبداللہ اب بھی صدر بننے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ سو دہ گاہے بگاہے نیا مسئلہ کھڑا کر دیتے ہیں۔

ایران بظاہر امریکا سے مفاہمت کر چکا، مگر اندرون خانہ وہ اپنا ایٹمی منصوبہ کامیابی سے مکمل کر رہا ہے۔ فی الوقت ایرانیوں کو یہ فکر کھائے جا رہی ہے کہ عراق کی شکست و ریخت سے پڑوس میں بہ شکل کردستان نئی ریاست نہ بن جائے۔ تب امریکی اس نئی ریاست میں دخول کر کے ایرانیوں کے لیے مستقل دردسر بن سکتے ہیں۔

کچھ عرصہ قبل مصر میں امریکی پٹھو، جنرل السیسی کی آشیرباد سے اسرائیل اسلام پسند جماعت، حماس پر چڑھ دوڑا۔ جنرل السیسی ظلم و جبر سے اخوان المسلمون کا وقتی طور پر خاتمہ کر چکا۔ پھر حماس کی باری آئی جس کے رہنما بنیادی طور پر اخوانی ہی ہیں۔

یہ مصری حکومت کی کھلی حمایت ہی کا نتیجہ ہے کہ اسرائیلی حکومت درندوں کی طرح غزہ کے فلسطینیوں پر حملہ آور ہوئی۔ اس نے معصوم بچوں اور عورتوں کو بھی نہ بخشا اور ان کا بے دریغ قتل عام کیا۔ حسب روایت اسلامی ممالک زبانی کلامی احتجاج کرنے کے سوا کچھ نہ کر سکے۔

تادم تحریر اسرائیلی حملوں کی زد میں آ کر ۵۹۰ فلسطینی شہید جب کہ ۳۲۰۰ سے زائد زخمی ہو چکے۔ شہدا میں ''۷۰ فیصد'' شہری ہیں۔ جب کہ ان میں بڑی تعداد بچوں اور خواتین کی بھی ہے۔

اس خوفناک انسانی المیے پر مغرب سے نبرد آزما عالمی قوتیں روس اور چین بھی خاموش رہیں۔ چونکہ ان کا اہل غزہ سے کوئی مفاد وابستہ نہیں، اس لیے انھوں نے اسرائیلی ظلم کے خلاف سلامتی کونسل میں کوئی قرارداد پیش نہ کی۔ یقیناً دونوں عالمی طاقتوں نے طاقتور یہودی لابی کو ناراض کرنا مناسب نہیں سمجھا جو مغرب میں میڈیا سے معیشت تک چھائی ہوئی ہے۔

اُدھر برما اور سری لنکا میں نہتے و مقہور مسلمان انتہا پسند بدھیوں کا نشانہ بن رہے ہیں۔ یہ انتہا پسند بدھی مسلمانوں کو ملکی معیشت پر بوجھ اور کیڑے مکوڑے سمجھتے ہیں۔ ان دونوں ممالک میں روزانہ مسلمان شہید ہوتے ہیں۔ ان کے گھر بار جلا دیے جاتے ہیں۔ مگر کوئی اسلامی ملک بے بس برمی و سری لنکن مسلمانوں کی ٹھوس مدد کرنے نہیں پہنچا۔

غرض عالمی طاقتوں کی سازشوں، اپنوں کی غداری اور اپنی غلطیوں کے باعث عالم اسلام میں مالی و صومالیہ سے لے کر لیبیا و عراق اور ترکستان (سنکیانگ) تک جگہ جگہ آگ لگی ہوئی ہے۔ کہیں غاصب و اغیار مسلمانوں کو شہید کر رہے ہیں، تو کہیں اپنے ہی آپس میں دست و گریباں ہیں۔ قرآن و سنت سے ناتا توڑ کر اندھا دھند مغربی تہذیب اپنا لینے کا نتیجہ بد تو نکلنا ہی تھا۔

◆◆◆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

انٹرویو

ریاست خاران کے عام گھرانے کا ہونہار فرزند
بلوچستان سے بننے والا پہلا لیفٹیننٹ جنرل
اصولوں کی خاطر استعفا دینے والا پہلا گورنر
عسکری و سیاسی رازہائے سربستہ کا امین

وفاقی کابینہ کے نہایت سرگرم وزیر

عبدالقادر بلوچ

کا سنسنی خیز انٹرویو

شریکِ گفتگو: الطاف حسن قریشی،
طیب اعجاز قریشی، اصغر عبداللہ
تحریر: سید عاصم محمود

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

یہ ۱۲ جولائی کی بات ہے کہ جناب طیب اعجاز قریشی نے مطلع کیا، وفاقی وزیر قبائلی علاقہ جات و فاٹا لیفٹیننٹ جنرل (ر) عبدالقادر بلوچ سے ملاقات طے ہو گئی ہے۔ نیٹ اور ساتھیوں سے ان کے متعلق معلومات حاصل کر لیجیے۔

دنیائے انٹرنیٹ کی وسیع و عریض دنیا میں جنرل صاحب کے بارے میں چند ہی باتیں معلوم ہو سکیں۔ حیرت ہوئی کیونکہ آج نیٹ پر ہر وفاقی وزیر کے متعلق اچھی خاصی بری بھلی معلومات مل جاتی ہیں۔ تبھی احساس ہوا کہ شاید جنرل (ر) عبدالقادر بلوچ شہرت و خودنمائی سے بے نیاز شخصیت ہیں۔ بہرحال دستیاب نکات ہمارے ممدوح کی اہمیت ضرور اجاگر کر گئے۔

پچھلے دس برس سے قبائلی علاقہ جات اور فاٹا جنگ و جدل کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ چناں چہ وزیراعظم نواز شریف نے یقیناً دانا و بینا اور تجربے کار شخصیت ہی کو وہاں کے پیچیدہ معاملات سونپنے تھے۔ وزیراعظم کی نگاہ جنرل (ر) عبدالقادر بلوچ پر پڑی۔ چناں چہ آپ کو وزارت قبائلی علاقہ جات و فاٹا (منسٹر آف سٹیٹس اینڈ فرنٹیر ایجنسیز) سونپ دی گئی۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ بانی پاکستان، قائداعظم محمد علی جناح کی ذاتی دلچسپی سے اس وزارت کا قیام عمل میں آیا تھا۔ یہ ''سیفران'' کے مختصر لفظ سے جانی جاتی ہے۔

۱۵ جون کو پاک افواج نے دہشت گردوں کے خلاف آپریشن ضرب عضب کا آغاز کیا، تو شمالی وزیرستان سے متاثرین کی بڑی تعداد مضافاتی شہروں، بنوں، کرک، لکی مروت وغیرہ پہنچنے لگی۔ ان متاثرین کو سنبھالنے کی ذمے داری بھی سیفران کے نازک کاندھوں پر آ پڑی۔ چناں چہ وزارت کی اہمیت دوچند ہو گئی۔

اوائل میں روزانہ ایک لاکھ متاثرین مضافاتی شہروں میں پہنچنے لگے۔ انسانوں کی اتنی بڑی تعداد کو جائے رہائش و خوراک وغیرہ مہیا کرنا بچوں کا کھیل نہیں تھا۔ اسی لیے ابتدا پاک فوج اور سیفران، دونوں کو متاثرین کے لیے امدادی سرگرمیاں انجام دیتے ہوئے بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ وقت کم تھا اور مقابلہ سخت، اس لیے غلطیاں بھی ہوئیں اور سیفران کو تنقید کا نشانہ بننا پڑا۔

تاہم جنرل (ر) عبدالقادر بلوچ کی قیادت میں سیفران کے عملے نے جانفشانی سے کام کیا اور وہ شب و روز مصروف رہے۔ نتیجتاً متاثرین شمالی وزیرستان کی مشکلات کسی حد تک کم ہوئیں اور پریشان کن زندگی میں ٹھہراؤ سا آ گیا۔

۱۶ جولائی بروز بدھ صبح تقریباً دس بجے جنرل (ر) عبدالقادر بلوچ بغرض ملاقات دفتر اردو ڈائجسٹ پہنچے، تو حالات کسی حد تک حکومت وقت کے قابو میں آ چکے تھے۔ اسی دن ایک حیران کن واقعہ یہ رونما ہوا کہ کئی روز شدید گرمی ہونے کے بعد دفعتہً ٹھنڈی ہوا چلنے لگی اور موسم خوش گوار ہو گیا۔ محسوس ہوا، کسی بھلے مانس کی آمد ہے اور جلد جنرل صاحب آ پہنچے۔

جناب الطاف حسن قریشی کی قیادت میں ہم نے ان کا استقبال کیا۔ جنرل (ر) عبدالقادر بلوچ وجیہہ و خوبصورت ہستی ہیں۔ بعدازاں ان کی باتوں اور رویے سے عیاں ہوا کہ آپ منکسر المزاج و سادگی پسند، خوش وضع و خوش اطوار شخص ہیں۔

جنرل (ر) عبدالقادر بلوچ کو یہ اعزاز حاصل ہے

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

کہ آپ لیفٹیننٹ جنرل کے عہدے تک پہنچنے والے پہلے بلوچ ہیں۔ آپ پہاڑوں، صحراؤں اور بیابانوں کے دیس، بلوچستان میں پیدا ہوئے..... وہ بلوچستان جس کے مکین، غیور بلوچوں نے تحریک آزادیٔ پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ میر یوسف عزیز مگسی سے لے کر نواب محمد جوگیزئی اور قاضی محمد عیسیٰ تک بلوچ راہنماؤں کی جوشیلی سرگرمیاں اس امر کا ثبوت ہیں۔ آج بھی محبِ وطن بلوچ پاکستان کی خاطر جان ہتھیلی پر لیے پھرتے ہیں۔

جلد ہی انٹرویو کا مرحلہ آن پہنچا۔ جنرل صاحب سے جو تلخ و شیریں باتیں ہوئیں، وہ قارئین کی نذر ہیں۔

☆

سوال: آپ سب سے پہلے خاندانی پس منظر اور تعلیم و تربیت کے متعلق کچھ بتائیے؟

جواب: آزادیٔ پاکستان کے وقت بلوچستان تین ریاستوں..... قلات، خاران اور لسبیلہ پر مشتمل تھا۔ میں ۱۹ اپریل ۱۹۴۵ء کو خاران میں پیدا ہوا۔ میرے والد میر رحیم داد خان کا تعلق زہری قبیلے سے تھا۔ بیسویں صدی کے وسط تک خاران پس ماندہ علاقہ رہا۔ حتیٰ کہ ہمارے علاقے میں پہلا پرائمری اسکول ۱۹۵۲ء میں قائم ہوا۔ میرے والدین ناخواندہ تھے، مگر اس زمانے کی روایت کے مطابق فارسی روانی سے بولتے۔ سبھی والدین کے مانند ان کی بھی تمنا تھی کہ میں لکھ پڑھ کر "صاحب" بن جاؤں۔

چناں چہ ۱۹۵۶ء میں مجھے اسکول میں داخل کرا دیا گیا۔ میرے بڑے بھائی نواب شاہ میں مقیم تھے۔ جلد ہی ان کے پاس چلا گیا۔ وہاں بھائی کے زیرسایہ تعلیم جاری رہی۔ ۱۹۵۹ء میں واپس خاران آیا اور وہیں سے ۱۹۶۲ء میں میٹرک کیا۔

اس زمانے میں میٹرک پاس کو اچھا خاصا تعلیم یافتہ سمجھا جاتا تھا۔ تاہم میں نے اس پر اکتفا نہیں کیا اور اپنا تعلیمی سفر جاری رکھا۔ چناں چہ کوئٹہ پہنچا اور وہاں سرکاری کالج میں تعلیم پانے لگا۔ اس زمانے میں وہ بلوچستان کا واحد سرکاری کالج تھا۔ بعدازاں لورالائی، خضدار اور مستونگ میں بھی کالج کھل گئے۔ چونکہ خضدار میرے آبائی علاقے سے قریب تھا، سو میں وہاں چلا آیا۔ خضدار کالج سے انٹر کیا۔ بعدازاں کوئٹہ کالج سے گریجوایشن کی ڈگری لی۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ اس وقت بلوچستان میں تمام امتحانات لاہور بورڈ کے تحت ہوتے تھے۔ سو میں نے بھی لاہور بورڈ سے میٹرک و انٹر پاس کیا۔ پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کی ڈگری لی۔

۱۹۶۶ء میں کراچی یونیورسٹی چلا گیا۔ وہیں ایک دن فوج میں بھرتی کا اشتہار نظر سے گزرا۔ خیال آیا کہ فوج میں جانا چاہیے۔ انٹرویو دیا، تو مجھے منتخب کر لیا گیا۔

میرا تعلق ایک متوسط خاندان سے تھا۔ تعلیمی اخراجات کسی نہ کسی طرح پورے ہو رہے تھے۔ مگر میرے پاس اتنی رقم نہیں تھی کہ کیڈٹ کالج جانے کے لیے سفر اختیار کر سکوں۔ سوچتا رہا کہ کس سے مدد مانگی جائے؟

میرے ساتھ بعض بلوچ لڑکے بھی زیرتعلیم تھے۔ میں نے انھیں بتایا کہ فوج والوں نے مجھے منتخب کر لیا ہے۔ میں کیڈٹ کالج چلا جاؤں یا نہیں؟ وہ کہنے لگے، ارے یہ تو خوشی کی بات ہے۔ تم ضرور جاؤ۔ تب انھیں بتایا کہ بھائیو! میرے پاس کرائے کی رقم نہیں۔ انھوں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

نے بھائی چارے کا عظیم مظاہرہ کرتے ہوئے آپس میں رقم جمع کی اور مجھے تھما دی۔ یوں میں اپنے نئے تعلیمی مستقر پہنچا اور میری زندگی کے نئے سفر کا آغاز ہوا۔

یہ ۱۹۶۷ء کی بات ہے۔ الحمدللہ میں نے خوب محنت کی اور تعلیم و تربیت کے مدارج طے کرتا رہا۔ جب میں کیڈٹ کالج پہنچا تو مجھے پتلون تک پہننا نہیں آتی تھی۔ دیگر شہری طور طریقوں سے بھی ناواقف تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے کرم سے رفتہ رفتہ میں نے سبھی مشکلات پر قابو پالیا۔ تربیت پا کر مجھے بلوچ رجمنٹ میں کمیشن ملا۔

میری زندگی کا سنہرا دور تب شروع ہوا جب میں بریگیڈیئر بنا۔ مجھے آزاد کشمیر میں ایک بریگیڈ کی کمان سونپی گئی۔ تب وہاں امن و امان کی صورت حال بڑی مخدوش تھی۔ تقریباً روزانہ فائرنگ ہوتی۔ کبھی بھارتی فوج ہمارے جوانوں کو شہید کرتے، کبھی ہم انھیں مار ڈالتے۔ آزاد کشمیر میں میرا تجربہ مدنظر رکھتے ہوئے ہی بعدازاں مجھے لیفٹیننٹ جنرل بنا کر ۱۲ ڈویژن کی کمانڈ دی گئی۔ یہ ڈویژن طویل عرصے سے آزاد کشمیر کے دفاع پر متعین ہے۔ دفاع وطن کی خاطر خدمات انجام دینے پر ۱۹۹۵ء میں ستارۂ بسالت پایا۔ یہ نان آپریشنل شعبے میں سب سے بڑا فوجی اعزاز ہے۔

جب ۱۹۹۸ء میں پرویز مشرف چیف آف آرمی اسٹاف مقرر ہوئے، تو مری میں ان سے ملاقات ہوئی۔ اس زمانے میں کراچی کے حالات بڑے خراب تھے۔ روزانہ ۲۰ سے ۲۵ افراد قتل ہو جاتے۔ امن و امان کی صورت حال بہت مخدوش تھی۔ جب کراچی کی صورت پر گفتگو ہوئی، تو انھیں بتایا کہ میں شہر قائد کے ناگفتہ بہ حالات سے شناسائی رکھتا اور انھیں قاعدے میں لا سکتا ہوں۔ یہ جان کر مجھے سندھ رینجرز کا ڈائریکٹر جنرل بنا دیا گیا۔ میں ۲۰۰۱ء تک اس عہدے پر فائز رہا۔ الحمدللہ! اس دوران کراچی کے حالات بہت بہتر ہو گئے اور قتل و غارت میں خاطر خواہ کمی آئی۔

اکتوبر ۲۰۰۱ء میں مجھے لیفٹیننٹ جنرل کے عہدے پر ترقی ملی اور میں XII کور کمانڈر بن کر کوئٹہ پہنچ گیا۔ ۲۰۰۳ء میں جنرل پرویز مشرف اور اکبر بگٹی کے مابین اختلافات کا آغاز ہوا۔ جنرل صاحب تنازع طے کرانے کے سلسلے میں میری مدد چاہتے تھے۔ سو میں نے قبل از وقت ریٹائرمنٹ لی اور فروری ۲۰۰۳ء میں گورنر بلوچستان بن گیا۔

لیکن جلد ہی اکبر بگٹی کے معاملے پر جنرل پرویز مشرف سے میرا اختلاف ہو گیا۔ وہ طاقت کے بل پر اپنی بات منوانا چاہتے تھے۔ جب کہ میں بذریعہ گفت و شنید مسئلہ حل کرانے کے حق میں تھا۔ تب تک اکبر بگٹی میرے ساتھ رابطے میں آچکے تھے۔

میں اب بھی سمجھتا ہوں کہ بات چیت کا راستہ ہی درست تھا۔ یہ صحیح ہے کہ اکبر بگٹی مغرور اور انا پرست انسان تھے۔ مگر وہ محب الوطن پاکستانی تھے۔ انھوں نے سرعام پاکستان کے خلاف کبھی ایک لفظ نہیں کہا، بس وہ اپنے ڈھنگ سے زندگی گزارتے تھے۔

میں نے جنرل مشرف کو بتایا تھا، یہ ۸۰ سالہ بوڑھا آدمی ہے۔ جلد چل بسے گا۔ اگر اس کے خلاف طاقت استعمال ہوئی اور یہ لڑتے ہوئے مارا گیا، تو امر ہو جائے گا۔ تب مصیبت کھڑی ہو سکتی ہے اور ایسا ہی ہوا۔

۲۰۰۶ء سے قبل آزادی بلوچستان کی باتیں صرف ڈرائنگ روم تک محدود تھیں۔ لیکن اکبر بگٹی کی موت کے بعد آزادی کے لیے جلسے جلوس نکلنے لگے اور

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

تقریریں ہونے لگیں۔ حتیٰ کہ بعض علاقوں میں پرچم لہرانا جرم قرار پایا۔ اکبر بگٹی صرف یہ چاہتے تھے کہ مقامی وسائل پر صوبائی حکومت کا کنٹرول ہونا چاہیے۔ اور میں بھی اس مطالبے سے اتفاق کرتا ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ وسائل صوبائی حکومت کے کنٹرول میں نہ ہونے کی وجہ سے بلوچستان پس ماندہ رہ گیا۔ تاہم پچھلے دو تین برس سے وہاں زور شور کے ساتھ ترقیاتی منصوبے جاری ہیں۔ انھیں کامیابی سے مکمل کرانے کے لیے ہماری حکومت بھرپور توجہ دے رہی ہے۔

ایک مسئلہ یہ ہے کہ قومی اسمبلی میں بلوچستان سے صرف ۱۶ ارکان پہنچتے ہیں۔ چناں چہ وہ توانا آواز سے صوبے کے مسائل پر گفتگو نہیں کر پاتے۔ نمائندگی کم ہونے کی وجہ سے بھی بلوچستان کو نظر انداز کیا گیا۔

سوال: عام خیال یہ ہے کہ بلوچستان میں فوج کو ناپسند کیا جاتا ہے۔ سو اس خاص ماحول میں آپ کا فوج کی طرف رجحان کیسے ہوا؟

جواب: جب میں بھرتی ہوا، تو بلوچستان میں فوج سے متعلق منفی تاثر موجود نہیں تھا۔ تب صرف ۱۹۵۸ء میں ایک دفعہ بلوچوں پر لشکر کشی ہوئی تھی۔ ویسے بھی میرا فوج میں جانا ایک اتفاق تھا۔ میرے والد ۱۹۶۲ء میں وفات پا چکے تھے۔ لہٰذا تنگ آئی، تو فوج میں انٹرویو دے آیا۔ میری والدہ اور بھائیوں کو تین ماہ بعد پتا چلا کہ میں فوج میں بھرتی ہو چکا۔

سوال: آپ فوج میں رہے، پھر سیاست کی طرف چلے آئے۔ ان دونوں شعبوں میں زندگی گزارتے ہوئے آپ نے کیا فرق محسوس کیا؟

جواب: میں سچ بولوں گا، شاید کچھ لوگ ناراض ہو جائیں۔ فوج میں فوجی سے کچھ پوچھا جائے، تو جھوٹ بولنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر سیاست میں جھوٹ کا بہت چلن ہے۔ بہرحال مجھ پر اللہ کا کرم ہے، میں نے سیاسی زندگی میں کبھی غلط بیانی نہیں کی۔

سوال: مگر حکومت تو سیاست دان ہی کرتے ہیں اور انھی کو کرنی چاہیے، نہ کہ معاملات فوج کے سپرد کر دیے جائیں۔ چناں چہ سیاست کو جھوٹ اور منافقت سے کیسے چھٹکارا دلایا جائے؟

جواب: اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ عوام حکمرانوں پر نظر رکھیں اور وہ کوئی غلط کام کریں، تو ان کا فوراً احتساب کیا جائے۔ لیکن عوام یہ ذمے داری اسی وقت انجام دے سکتے ہیں جب ملک میں جمہوریت مضبوط ہو۔

اگر پاکستان میں مسلسل انتخابات ہوتے رہتے، تو آج یہاں بھی جمہوریت مستحکم ہوتی۔ انتخابات کے ذریعے ہی سیاست سے گندے انڈے نکل جاتے اور اہل، دیانت دار اور محب وطن سیاست دان سامنے آتے۔ بدقسمتی سے ملک میں وقتاً فوقتاً مارشل لا لگتے رہے، جنھوں نے سیاسی و معاشرتی نظام تباہ کر دیا۔ یوں فوج کا وقار بھی بری طرح متاثر ہوا۔

اگر اب تک تیرہ چودہ الیکشن ہو جاتے، تو ہم جیسے چھوٹے موٹے لوگ آج سیاست کے بادشاہ نہ ہوتے۔ تب سیاست دان ہر بار جھوٹ نہ بول پاتے اور تب خلوص و سچائی سے کام کرتے یا منظر عام سے ہٹ جاتے۔ اگر آپ ایک فیکٹری لگائیں، تو اُسے اپنے پیروں پر کھڑا ہونے میں تین چار سال لگ جاتے ہیں۔ حکومت سازی پانچ سال کا عرصہ ہے جسے ہر سیاسی جماعت کو مکمل کرنا چاہیے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

اب پاکستان کی بقا اسی صورت میں ممکن ہے کہ جمہوریت جیسی بھی ہو، اسے چلنے دیا جائے۔ متواتر انتخابات ہونے سے عوام خود بخود ان امیدواروں کو ووٹ دیں گے جو کچھ کر دکھانے کی صلاحیت اور جذبہ رکھتے ہوں۔ انتخابات کے عملِ تطہیر سے سیاسی جماعتیں بھی مضبوط ہوں گی اور رشوت و ذاتی مفادات ترجیح پس منظر میں چلے جائیں گے۔

سوال: جمہوریت تبھی مضبوط ہو گی جب عوام باشعور ہو جائیں۔ فی الوقت ان کی اکثریت تو ناخواندہ ہے۔

جواب: یقیناً بہت سے پاکستانی ناخواندہ ہیں۔ مگر پچھلے ایک عشرے کے دوران پاکستان میں زبردست تبدیلی آئی ہے۔ وہ یہ کہ اب میڈیا آزاد ہے۔ اب وہ وزرا سے لے کر سیاست دانوں اور سرکاری افسروں تک، سبھی پہ نظر رکھتا ہے۔ خاص و عام کے سامنے حکومتی کارکردگی لاتا ہے۔ آزاد میڈیا کے باعث عوام کو خود بخود آگہی اور شعور مل رہا ہے۔

سوال: جنرل (ر) پرویز مشرف آپ کو سیاست میں لائے۔ تاہم اب آپ مسلم لیگ ن میں شامل ہیں۔ اس انتخاب کے پیچھے کوئی مصلحت کارفرما تھی؟

جواب: یہ درست ہے کہ جنرل (ر) مشرف نے مجھے گورنر بلوچستان مقرر کیا۔ یہ ایک طرح سے ان کی عنایت تھی۔ یوں میں میدان سیاست میں بھی چلا آیا۔ لیکن مملکت شخصیات سے بالاتر چیز ہے۔ اسی لیے جب میرا ان سے اختلاف ہوا، تو میں نے مملکت کے مفاد ہی کو مقدم رکھا۔

جنرل مشرف طاقت کے ذریعے مسائل حل کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اس سے جو نتیجہ نکلا، وہ آپ کے سامنے ہے۔ قبائلی علاقہ جات سے لے کر بلوچستان تک فوجی آپریشنوں پر اربوں روپے خرچ ہو چکے، مگر کوئی مسئلہ حل نہیں ہوا۔ اگر گفت و شنید سے مسائل سلجھائے جاتے، تو بہت پہلے حل نکل آتا۔

مسلم لیگ ن میں آنے کی ایک اہم وجہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب وطن عزیز کے تمام مسائل حل کرنے کی صلاحیت و قدرت رکھتا ہے۔ قومی اسمبلی میں سب سے زیادہ نمائندگی بھی اسی صوبے کی ہے۔ لہٰذا میں نے یہ سوچ کر مسلم لیگ ن میں شمولیت اختیار کی کہ میاں نواز شریف کے تعاون سے مسئلہ بلوچستان سلجھا سکوں۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ جنرل راحیل شریف کی تعیناتی آپ کے مشورے سے ہوئی؟

جواب: جنرل راحیل نے میرے ساتھ کام کیا ہے۔ میں ان کے متعلق اچھی رائے رکھتا ہوں۔ مگر چیف آف جنرل اسٹاف کے انتخاب سے میرا کوئی تعلق نہیں۔

سوال: آپ کراچی میں ڈی جی رینجرز رہے ہیں۔ آپ کے خیال میں کراچی کی صورت حال کو درست کرنا کس طرح ممکن ہے؟

جواب: کراچی اور دیگر شہروں میں پچھلے دو عشروں سے ایک بڑی غلط ریت چل پڑی ہے۔ وہ یہ کہ سیاسی جماعتوں نے اپنے مسلح دھڑے بنا لیے۔ ان دھڑوں میں جرائم پیشہ لوگ بھی شامل ہوئے۔ رفتہ رفتہ انہی کے ذریعے سیاست بھی کی جانے لگی۔ پھر گولی کی زبان بولی گئی، تو معاملات سلجھنے کے بجائے الجھتے چلے گئے۔

میں سمجھتا ہوں کہ کراچی کے حالات اسی وقت بہتر ہوں گے جب تمام سیاسی جماعتیں اپنے مسلح ونگ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ختم کر دیں اور جو بھی اختلاف ہیں، وہ گفت و شنید سے حل کیے جائیں۔ کراچی ماضی کے مانند پرامن و خوشحال شہر بن جائے گا۔

کراچی پاکستانی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی جیسی حیثیت رکھتا ہے۔ وہاں امن ہونے سے پاکستانی معیشت خودبخود ترقی کرے گی۔ اسی لیے میاں نواز شریف بھرپور کوشش کر رہے ہیں کہ وہاں سے دہشت گردی کا خاتمہ کر دیں۔

سوال: آپریشن ضرب عضب شروع ہوا، تو ضروری تھا کہ تمام قومی سیاسی جماعتیں حکومت کے شانہ بشانہ کھڑی ہو جائیں۔ لیکن ایسا نہیں ہو سکا۔ وجوہ کیا ہیں؟

جواب: بدقسمتی سے کوئی سیاسی جماعت اچھے کام کرنے لگے، تو دیگر پارٹیاں اس کی ٹانگ کھینچنے لگتی ہیں۔ انھیں خوف ہوتا ہے کہ اگر اس جماعت نے وسیع پیمانے پر ترقیاتی کام کرائے، ملک کو ترقی و خوشحالی کی راہ پر ڈال دیا، تو پانچ سال بعد اسی کو ووٹ ملیں گے۔ مسلم لیگ ن کے معاملے میں بھی یہی ماجرا پیش آیا۔

ماہ مئی سے یہ خبریں آنے لگی تھیں کہ قومی معیشت "ٹیک آف" کر چکی مگر بعض سیاست دانوں نے ہنگامہ مچا دیا...... عمران خاں نعرہ دھاندلی بلند کرنے لگے، تو ڈاکٹر طاہرالقادری انقلاب کے نعرے لگاتے آ پہنچے۔

حالانکہ ہمارا ملک حالت جنگ میں تھا...... ایک جنگ جو ایک لحاظ سے پچھلی تمام جنگوں سے بڑی اور سنگین ہے۔ وجہ یہ کہ یہ نامعلوم دشمن کے خلاف لڑی جا رہی ہے۔ یہ دشمن رہن سہن اور بول چال میں ہم سے ملتا جلتا ہے۔ پھر وہ کبھی قبائلی علاقوں میں ہوتا، کبھی سرحد پار پہنچ جاتا ہے۔ اسلام آباد، لاہور اور کراچی میں بھی اس کے اڈے واقع ہیں۔ سو ہمیں ہر جگہ اس سے لڑنا ہے۔

اس نازک موقع پر ہونا یہ چاہیے تھا کہ عمران خاں یا ڈاکٹر صاحب کو کچھ شکایات ہیں، تو وہ آپریشن کے خاتمے تک صبر کرتے۔ مگر انھوں نے اتنا واویلا مچایا کہ ملک میں پھیلی بدامنی اور بے چینی میں مزید اضافہ ہو گیا۔

خاں صاحب کی شاید سوچ یہ ہے کہ وہ پاکستان کے

> میں دوستوں سے اُدھار رقم لے کر کیڈٹ کالج پہنچا اور یوں عسکری تعلیمی سفر کا آغاز ہوا۔
>
> جب میں کیڈٹ کالج پہنچا، تو مجھے پتلون تک باندھنا نہیں آتی تھی۔ دیگر شہری طور طریقوں سے بھی ناواقف تھا۔
>
> میں نے ۱۹۹۵ء میں ستارہ بسالت پایا۔ یہ نان آپریشنل شعبے میں سب سے بڑا فوجی اعزاز ہے۔
>
> اکبر بگٹی کے معاملے پر میرا جنرل مشرف سے اختلاف ہوا۔ وہ طاقت کا استعمال چاہتے تھے، میں گفت و شنید کا حامی تھا۔
>
> اکبر بگٹی مغرور اور انا پسند انسان تھے، مگر انھوں نے کبھی سرعام پاکستان کے خلاف ایک لفظ نہیں کہا۔ وہ محب الوطن پاکستانی تھے۔
>
> فوج میں کوئی جوان یا افسر جھوٹ بولنے کا سوچ بھی نہیں سکتا، مگر سیاست میں دروغ گوئی کا خاصا چلن ہے۔
>
> میں مسلم لیگ ن میں اس لیے شامل ہوا کہ یہی سیاسی جماعت مسئلہ بلوچستان حل کرانے کی اہلیت و طاقت رکھتی ہے۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

اکلوتے لیڈر رہیں۔ مگر وہ اس بابت ایک لفظ منہ سے نہیں نکالتے کہ بلوچستان، خیبر پختون خواہ اور سندھ میں کیونکر الیکشن ہوئے۔ وہ بس پنجاب کی چار نشستوں کو لے کر بیٹھ گئے۔ فرض کریں ان کے مطالبے پر اسمبلیاں توڑ دی جائیں، تو بلوچستان، سندھ اور خیبر پختونخواہ کے لوگوں کا کیا قصور ہے کہ ان سے پانچ سال حکومت کرنے کا حق چھین لیا جائے؟

شکایات دور کرنے کی خاطر پاکستان میں قانونی طریق کار موجود ہے۔ خاں صاحب کو چاہیے کہ عوامی سطح پر دنگا فساد کرنے کے بجائے وہ الیکشن کمیشن سے رجوع کریں۔ وہاں شکایت دور نہ ہو، تو الیکشن ٹربیونل جائیں۔ وہاں حسب دل خواہ فیصلہ نہ ملے، تو سپریم کورٹ چلے جائیں۔ لیکن سڑکوں پر احتجاج تو کوئی طریقہ نہ ہوا۔

یہ بھی دیکھیے کہ حکومت کے خلاف وہ لوگ شور مچا رہے ہیں جنھیں الیکشن میں عوام مسترد کر چکے۔ مثال کے طور پہ چودھری برادران کو لیجیے۔ انھوں نے جنرل (ر) مشرف اور پھر پی پی پی حکومت کے ساتھ طویل وقت حکومت میں گزارا مگر پچھلے الیکشن میں انھیں صرف دو نشستیں ہی مل سکیں۔

سوال: ۱۹۷۷ء میں پی این اے کی بھی قومی اسمبلی میں نشستیں نہیں تھیں، مگر وہ بھٹو حکومت پہ حاوی ہو گئی۔ آپ کے خیال میں نواز شریف حکومت کو بھی حزب اختلاف کی تحریک سے خطرہ درپیش ہے؟

جواب: بھٹو صاحب نے تو فراڈ الیکشن کرائے تھے اسی لیے کسی نے قبول نہیں کیے۔ لیکن ۲۰۱۳ء کے الیکشن تمام سیاسی جماعتوں نے تسلیم کیے۔ اب ایک سال بعد ہاسی کڑھی میں ابال آ گیا۔ مگر حکومت جلسے جلوسوں سے نہیں اپنے برے کرتوتوں کی وجہ سے گرا کرتی ہے۔ اسی لیے خاں صاحب اور ڈاکٹر صاحب کے جلسے حکومت کا بال بیکا نہیں کر سکے اور نہ کر سکیں گے۔

پیری مریدی کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کے گرد چند لاکھ مرد و زن جمع ہیں۔ اسی زعم میں وہ کہنے لگے کہ میں جو چاہوں، کروں گا۔ لیکن کیا ہم پاکستانی عوام کو قیدی بنا کر ان کے حوالے کر دیں؟ اگر یہ ریت پڑ گئی تو دوسرے ہمہ رنگ مطالبات لیے سامنے آ جائیں گے۔

سوال: بھارت میں انا ہزارے نے بھی بہت بڑے جلسے جلوس نکالے تھے، مگر کانگریس حکومت ختم نہ ہو سکی۔ پاکستان میں محسوس ہوتا ہے کہ حزب اختلاف کے لانگ مارچ سے ابتری ضرور پھیلے گی؟

جواب: انا ہزارے، کیجروال وغیرہ اپنی حکومت کے اسکینڈلوں کی وجہ سے عوام میں آئے اور انھیں احتجاج پر ابھارا۔ میں یہ بات فخر سے کہتا ہوں کہ ہماری حکومت کو آئے ۱۳ ماہ گزر چکے، لیکن کوئی مالی یا اخلاقی اسکینڈل سامنے نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں راہ راست پر رکھے۔

سوال: چند ماہ حکومت اور فوج کے مابین سرد مہری رہی۔ اس وجہ سے بھی حزب اختلاف کی احتجاجی مہم زور شور سے چل پڑی۔

جواب: فوج اور حکومت کے مابین کوئی اختلاف نہیں تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ فوج اور حکومت ایک ہی اکائی کے دو رخ ہیں۔ فوجی جوان و افسر حکومت کے ملازم ہیں۔ جب کہیں امن و امان کا مسئلہ درپیش ہو، تو حکومت اسے حل کرنے کی خاطر فوج سے بھی مدد لے سکتی ہے اور لیتی ہے۔

دراصل جنرل (ر) پرویز مشرف نے کچھ عسکری و سول شخصیات کو قانون کے دائرے سے ہٹ کر فوائد

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

پہنچائے تھے۔ انھی شخصیات نے یہ کوششیں شروع کیں کہ جنرل مشرف کو عدالت سے سزا نہ ہو۔ خواجہ آصف اور سعد رفیق ان کے سامنے آ گئے۔ انھوں نے بالکل درست بات کہی کہ جو سرکاری ملازم غلط کام کرے' آئین کے مطابق اس پر مقدمہ چلنا چاہیے۔

بدقسمتی سے ہمارا میڈیا خواجہ آصف کے وہ سات آٹھ سالہ پرانے بیان اچھالنے لگا جو فوج کے خلاف تھے۔ اس وقت مسلم لیگ ن فوج کے زیرعتاب تھی اور یہ درحقیقت خواجہ صاحب کی دلیری تھی کہ انھوں نے ایسی باتیں کہیں۔ مگر میڈیا نے انھیں یوں پیش کیا جیسے وہ آج کی رائے ہے۔

یوں میڈیا نے حکومت اور فوج کے درمیان تصادم کی سی کیفیت پیدا کر دی۔ حتیٰ کہ جنرل راحیل کو یہ بیان دینا پڑا کہ وہ اپنے ادارے کے وقار کو تحفظ دینا جانتے ہیں۔ اسی دوران جیو والا واقعہ سامنے آ گیا۔

میں یہ بات سمجھنے سے قاصر ہوں کہ جیو نے آٹھ گھنٹے تک آئی ایس آئی کے خلاف مہم کیوں چلائی۔ اس مہم کی وجہ سے بھی میڈیا ہی نے یہ تاثر ابھارا کہ ایک طرف فوج ہے اور دوسری طرف حکومت اور جیو...... حالانکہ یہ تاثر بالکل غلط تھا۔ میں پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ آرمی چیف اور وزیراعظم کے مابین مکمل طور پہ ہم آہنگی تھی۔

خود پروردہ جرنیل

جنرل (ر) عبدالقادر بلوچ ایک خود پروردہ (سیلف میڈ) شخصیت ہیں۔ ہمت و محنت سے فوج میں پہنچے اور وہاں بھی سلسلہ تعلیم جاری رکھا۔ علم کی چاہ تے پہلے ایم اے سیاسیات پھر ایل ایل بی کروایا۔ بعدازاں عسکری ضرورت مدنظر رکھ کر جوائنٹ وار سٹڈیز (Jiont war studies) اور وار سٹڈیز میں ایم ایس سی کیے۔ مطالعہ اور پہاڑوں پہ چڑھنا (Hiking) دل پسند مشغلے ہیں۔

سوال: لیکن حکومت کے بعض اقدامات کی وجہ سے بھی یہ تاثر ملا کہ وہ جیو سے ہمدردی رکھتی ہے۔

جواب: انسان فرشتہ نہیں' اس سے غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں۔ دراصل جب وزیراعظم حامد میر کی عیادت کرنے گئے' تو یہ غیرمعمولی واقعہ بن گیا۔ حالانکہ آٹھ گھنٹے تک آئی ایس آئی کے خلاف مہم نہ چلتی' تو یہ معمول کی بات ہوتی...... وزیراعظم محض ذاتی تعلقات کی بنا پر ملنے گئے تھے۔ مگر آٹھ گھنٹے والی مہم نے الجھاؤ پیدا کر دیا۔

سوال: سانحہ ماڈل ٹاؤن سے بھی عیاں ہوا کہ معاملات پوری طرح حکومت کے کنٹرول میں نہیں۔ اس سانحے سے تو یہی تاثر ملا۔

جواب: واقعہ ماڈل ٹاؤن یقیناً بہت افسوس ناک تھا۔ دراصل جب اعتماد حد سے زیادہ بڑھ جائے' تو ایسے حادثات جنم لیتے ہیں۔ بہرحال سبھی لوگوں کو اس حادثے سے دکھ پہنچا اور انھوں نے سبق بھی حاصل کیا۔

سوال: ہمارے دانشور یہ بھی اشارہ کرتے ہیں کہ حکومت افسر شاہی پر بہت زیادہ بھروسا کر رہی ہے اور اس کا عوام سے رابطہ ٹوٹ چکا۔ عوام مہنگائی' لوڈشیڈنگ اور بیروزگاری کے باعث بلبلا رہے ہیں' مگر حکومت کے وزرا' مشیر اور عہدیدار اپنی زندگی میں مست نظر آتے ہیں۔ وہ عوام کے پاس جا کر انھیں یہ احساس نہیں دلاتے کہ مصیبت کی اس گھڑی ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

جواب: بات یہ ہے کہ جب بھی نئی حکومت آئے' تو عوام اس سے از حد توقعات وابستہ کر لیتے ہیں۔ اور جب حکومت نتائج نہ دے سکے' تو عوام مایوسی کا نشانہ بن جاتے ہیں۔ بہرحال ہماری حکومت کی بھرپور سعی ہے کہ عوام کی مشکلات اور مسائل حل کیے جائیں۔

سوال: حکومت میں خاصی بدانتظامی نظر آتی ہے۔ یہی دیکھیے کہ وہ کئی سرکاری اداروں اور محکموں کے سربراہ تک مقرر نہیں کر سکی۔

جواب: دراصل ہم ہر ادارے میں صاف ستھرے کردار کے افسر متعین کرنا چاہتے ہیں۔ اسی لیے افسر منتخب کرنے میں دیر ہو گئی۔ تاہم جلد فرض شناس و ایماندار لوگ سرکاری ادارے سنبھال لیں گے۔

سوال: لیکن حکومت نے جن شخصیات کو سرکاری اداروں کا سربراہ بنایا' عدالتوں نے انھیں برطرف کر دیا۔ ایسے چار پانچ واقعات ہو چکے۔ مثلاً پی ٹی وی' پی سی بی اور اوگرا کے سربراہ ہٹا دیے گئے۔ یوں ایک دفعہ کوئی سربراہ برطرف ہو جائے' تو اس کی اخلاقی قوت کو ضعف پہنچتا ہے۔

جواب: مگر یہ بھی دیکھیے کہ جو عدالت جس سرکاری افسر کو برطرف کرے' دوسری عدالت اُسے بحال کر دیتی ہے۔

سوال: مگر حکومت بھی رات کو ایک دو بجے مخالف افسروں کو فارغ کر دیتی ہے۔ نادرا کے طارق ملک کو اسی تلخ صورت حال سے گزرنا پڑا۔ ایک مہذب ملک میں ایسا تو نہیں ہوتا۔

جواب: ہم نے طارق صاحب کو بہت پہلے فارغ کر دیا تھا۔ بہرحال میں اس امر سے اتفاق کرتا ہوں کہ افسروں کو گھر بھجوانے کا معقول و باعزت طریقہ کار ہونا چاہیے۔

سوال: عمران خان کا کہنا تھا کہ وہ ۱۴ اگست کو لانگ مارچ کرتے ڈی چوک (اسلام آباد) پہنچیں گے۔ لیکن حکومت نے اُسی جگہ یوم آزادی کی تقریب رکھ لی۔ اس فیصلے میں کیا حکمت پوشیدہ ہے؟

جواب: پاکستان میں یوم آزادی ہمیشہ شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔ یہ جنرل (ر) مشرف تھے کہ انھوں نے اسلام آباد میں بہ موقع یوم آزادی پریڈ پہ پابندی لگا دی۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ دوبارہ یوم آزادی شایانِ طریقے سے منایا جائے۔ اس فیصلے کا کسی سیاسی جماعت کے جلسے سے تعلق جوڑنا صحیح نہیں۔ دنیا میں سبھی باعزت قومیں تزک و احتشام سے اپنا یوم آزادی مناتی ہیں۔

سوال: تصادم کی تیاری تو نہیں ہو رہی؟

جواب: ہماری حکومت کسی سے تصادم نہیں چاہتی۔ بلکہ وہ افہام و تفہیم سے معاملات سلجھانے کی سعی کرتی ہے۔

سوال: یوم آزادی کے موقع پر نوجوانانِ پاکستان کے نام کوئی پیغام؟

جواب: میرا یہی پیغام ہے کہ جمہوریت کی حفاظت کیجیے اور اُسے مضبوط سے مضبوط تر بنائیے۔ پاکستان میں آمریت کے بجائے جمہوریت کو پھلنا پھولنا چاہیے۔ خدانخواستہ اگر اب مارشل لا آیا اور جمہوریت کی گاڑی پٹڑی سے اتری' تو حالات بہت حساس و خراب ہو جائیں گے۔

جب بھی مارشل لا لگے' خاص طور پر سندھ اور بلوچستان میں لوگ بے چین ہو جاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اب سب کچھ جرنیلوں کے ہاتھ میں آ گیا اور انھیں سرکاری ملازمت نہیں ملے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ صرف جمہوریت کے ذریعے ہی پاکستان کی بقا، ترقی و خوشحالی ممکن ہے۔

◆◆◆

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

چشم کشا

قائد کی تصویر ہٹا دو

ایک فرض شناس پولیس افسر کا سیاسی حکومت سے انوکھا مطالبہ

ذوالفقار احمد چیمہ (آئی جی موٹروے پولیس)

قانون کی ڈگری لینے کے بعد میں نے مقابلے کا امتحان پاس کیا اور پولیس میں اے ایس پی بن گیا۔ خیال تھا کہ مقابلے کا امتحان آخری ہوگا۔ وردی پہنی تو معلوم ہوا کہ اب ہر روز ایک نئے امتحان کا سامنا ہے..... ایک سے ایک مشکل۔ پہلے روز دفتر داخل ہوا تو کرسی کے عین اوپر قائدؒ کا پورٹریٹ لگا تھا۔ سلیوٹ کر کے بابا کی آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کی تو محسوس ہوا یاد دہانی کرا رہے ہیں کہ

"ہم لائے ہیں طوفان سے کشتی نکال کر
اس ملک کو رکھنا میرے بچے سنبھال کر"

ذہن کی اسکرین پر قائد کی پوری زندگی اور جدوجہد کی فلم چلنے لگی۔ نہایت اعلیٰ ذوق رکھنے والا بمبئی کا امیر ترین وکیل..... مسلمانوں کے حقوق کا پرچم تھامے نکلا تو باقی سب کچھ بھول گیا۔ پھر ایک ہی دھن تھی اور ایک ہی مقصد..... مسلمانوں کو علیحدہ شناخت، پہچان اور تشخص دلانا اور ان کے حقوق کا تحفظ کرنا۔ اسی مقصد کی تکمیل کے لیے اس نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ صحت، خاندان، زندگی..... اپنے ٹی بی زدہ نحیف جسم کے ساتھ وہ طاقتور ترین قوتوں سے لڑا اور ان سے دنیا کی سب سے بڑی نعمت..... آزادی چھین کر مسلمانوں کی جھولی میں ڈال دی۔

یوں ہمیں غلامی جیسی بدترین ذلت سے بچا لیا۔ نیا ملک بنا کر دیا اور پھر جاتے جاتے بھی کچھ لے کر نہیں گیا بلکہ اپنا سب کچھ اپنی قوم کو دے گیا..... خون کا ایک ایک قطرہ نچوڑ چکا تو اپنی جائدادیں بھی اسی ملک کے مختلف تعلیمی اداروں کے نام کر گیا۔

کہتے ہیں، قائد جاتے ہوئے یہ عظیم میراث، یہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

وطنِ عزیز پاکستان نئی نسل کے سپرد کر کے کہہ گئے تھے "اب اس کی حفاظت تمہارے ذمے ہے۔ لہٰذا اپنے فرائض ایمانداری سے ادا کریں اور قانون کی حکمرانی کا پرچم ہمیشہ بلند رکھیں۔" مجھے یوں لگا قائدؒ مجھ سے حلف لیتے ہوئے پوچھ رہے ہیں کہ تحفظ وطن کا فریضہ ادا کرو گے؟ میں نے پھر سلیوٹ کیا میرے منہ سے بے اختیار نکلا "ہاں بابا! کروں گا۔" (Yes! I will do it)

دو مہینے ہی بیتے تھے کہ میرے علاقے میں ملک کے بہت بڑے اور انتہائی بااثر گدی نشین نے ایک جرم کا ارتکاب کر ڈالا۔ قانون کے مطابق کارروائی ہونی چاہیے تھی۔ میرے سینئر افسر گدی نشین پیر صاحب کے عقیدت مند تھے' اس لیے تھانے والے کسی کارروائی سے گریزاں رہے۔ مقامی رکن اسمبلی کا تعلق بھی اسی خاندان سے تھا۔ کہنے لگا "جو کام پانچ سو سال میں نہ ہوا" اُسے انجام دے کر آپ غلط روایت نہ ڈالیں۔"

دفتر آ کر بابا کی طرف دیکھا تو مسئلے کا حل واضح نظر آ گیا "قانون کی حکمرانی....." تھانے خود جانا پڑا، شاید پہلی بار گدی گھرانے کے اہم ترین فرد کے خلاف پرچہ درج ہوا اور قانون کے مطابق کارروائی ہوئی۔

اس کے بعد دوران ملازمت تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ اگلی منزل بھلوال تھی۔ قتل کے ایک اہم کیس کی تفتیش میں خود کر رہا تھا۔ دفتر بیٹھا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی، دوسری طرف ملک کے وزیر داخلہ تھے۔ اس قتل کے دو ملزموں کو چھڑوانا چاہتے تھے۔ فون سننے کے بعد پھر بابا کی طرف دیکھا تو ساری ہدایات نظروں کے سامنے آ گئیں "ہر قیمت پر انصاف۔"

بااثر وزیر ایک جونیئر اے ایس پی سے دھمکی آمیز لہجے میں ملزموں کو چھوڑنے پر اصرار کرتے رہے' مگر نوجوان پولیس افسر کو اللہ نے ہمت دی اور اس نے دباؤ کی پروا نہ کرتے ہوئے انصاف کے تقاضے پورے کر ڈالے۔

پولیس افسر کے عہدے اور پڑاؤ بدلتے رہے۔ اب وہ بہت بڑے شہر میں تعینات تھا اور کندھوں پر ستاروں کی جگہ چاند نے لے لی۔ حکومتی مخالفین میں سے ایک شخص بڑا منہ پھٹ تھا' حکمران اس سے بہت زیادہ تنگ تھے مگر وہ اپنے حلقے میں مقبول تھا۔ انتخاب سے ایک روز پہلے کسی خاص جگہ اہم ترین میٹنگ ہوئی جس میں ہدایات دے دی گئیں کہ چاہے ڈنڈے اٹھانے پڑیں مگر اسے کسی صورت نہیں جیتنا چاہیے۔

پولنگ کے روز پولیس افسر نے راؤنڈ لگا کر دیکھا تو اس کے کیمپ ووٹروں سے بھرے ہوئے تھے اور حکومتی امیدوار کی حالت پتلی تھی۔ وائرلیس پر اطلاع ملی کہ ایک بہت بڑے انتظامی افسر نے پولنگ روک دینے کا حکم دیا ہے۔ میٹنگ میں ملنے والی ہدایات پر عمل شروع ہو گیا تھا۔

پولیس کمانڈر کرسی سے اٹھا تو بابا پر نظر پڑی۔ غور سے دیکھا تو واضح راہنمائی مل گئی "ہر قیمت پر غیر جانبداری" وہ فوراً اس حلقے میں پہنچا' تو دیکھا کہ پولنگ بڑے پرامن طریقے سے ہو رہی تھی۔ ڈی ایس پی اور مجسٹریٹ پولنگ بند کرانے لگے تو پولیس کمانڈر نے یہ کہہ کر روک دیا" اس سے حالات

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

خراب ہوں گے۔ ہمارا فرض امن و امان بحال رکھنا ہے خراب کرنا نہیں۔"

اسی وقت پولیس افسر کو اس کے آپریٹر نے فون پکڑا دیا۔ وہی بڑے انتظامی افسر لائن پر تھے۔ کہنے لگے "آپ جانتے ہیں..... صاحب کی واضح ہدایات موجود ہیں۔"

پولیس کمانڈر نے کہا "میرے پاس ان سے "بڑے صاحب" کی ہدایات ہیں کہ ہر قیمت پر غیر جانبدار رہنا ہے۔

چونک کر پوچھنے لگے "کس کی؟"

"جس کے طفیل انہیں حکمرانی اور آپ کو اور مجھے افسریاں ملی ہیں...... پاکستان کے بانی محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کی"۔ فون بند ہو گیا۔

اب کندھے پر چاند کے ساتھ دو ستارے بھی لگ چکے تھے۔ وہ ایک بڑے ضلع میں پولیس کا سربراہ تھا۔ کچھ بااثر لوگ متنازع زمینوں اور پلاٹوں پر قبضہ کرنے کے ماہر تھے۔ انھوں نے ایک ایسے مکان پر بھی قبضہ کر لیا جو غریب بیوہ کا تھا۔ اخبار میں خبر پڑھ کر پولیس افسر دفتر میں داخل ہوا تو وہ باباؒ سے نظریں ملانے کی ہمت نہ کر سکا۔ اسے ڈر سا لگنے لگا۔ یوں لگتا تھا جیسے قائدؒ غصے میں کہہ رہے ہوں "تم کیسے محافظ ہو؟ میرے ملک میں ایک غریب بیوہ کو تحفظ نہیں دے سکتے تو تمھیں وردی پہننے کا کوئی حق نہیں۔ جاؤ کوئی اور نوکری کر لو۔"

اس نے انسپکٹر اور ڈی ایس پی کو ہدایت دی کہ بیوہ کو ہر ممکن مدد دی جائے۔ مگر وہ بے بس نکلے کہ قابض افراد اس وزیر کے بندے تھے جو افسروں کی تقرری و تبادلے میں کلیدی کردار ادا کرتا تھا۔ پولیس افسر ساری رات نہ سو سکا۔ اسے ایسے لگا کہ باباؒ لعن طعن کر رہے ہیں۔ علی الصباح وہ موقع پر خود پہنچا۔ قبضہ گروپ کا تالا توڑ مکان بیوہ کے حوالے کیا۔ قبضہ کرنے والے بدمعاشوں کو گرفتار کر کے حوالات میں ڈال دیا۔ یہ سب کچھ کرنے کے بعد وہ دفتر پہنچا۔ اس نے سلیوٹ کیا تو باباؒ اسے بہت خوش نظر آئے۔

ذمے داریاں اور کندھوں کے بیج بڑھ گئے۔ اب وہ ایک ڈویژن میں پولیس کا سربراہ تھا۔

ایک جابر ڈکٹیٹر نے چھٹی، ساتویں صدی والے احکام جاری کر کے عدالت عظمیٰ کے جج صاحبان کو گرفتار کر لیا۔ گرفتاریوں کے احکام سن کر وہ بوجھل دل سے کوہاٹ کے ڈی آئی جی آفس داخل ہوا تو پھر باباؒ سے سامنا ہوا۔ باباؒ آج بہت مغموم نظر آ رہے تھے۔ ان کا مغموم چہرہ دیکھ کر پولیس افسر کی آنکھیں نم اور دل دکھی ہو گیا۔

کچھ دیر بعد اس نے جھکا سر اوپر اٹھایا تو سامنے قائدؒ کے واضح احکامات نگر کی طرح چلتے نظر آئے۔ صرف قانونی (lawful) احکامات پر عمل درآمد کیا جائے۔ اسے راہنمائی مل گئی تھی: "صرف قانونی احکامات پر عملدرآمد"! ڈویژن کے ضلعی پولیس سربراہ ہدایات لینے دفتر آئے تو انہیں بتا دیا گیا کہ قانون کی حکمرانی قائم ہو گی۔ کسی بے گناہ کو گرفتار نہ کیا جائے اور کسی غیر قانونی حکم پر عمل درآمد نہیں ہو گا۔ مشرف کے کہنے کے باوجود کوہاٹ ڈویژن میں کوئی وکیل، صحافی یا

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

سیاسی کارکن گرفتار نہ ہوا۔ وہ کسی اور کی نہیں بانی پاکستان کی ہدایات کے باعث گرفتار نہیں ہوئے۔

پڑاؤ پھر تبدیل ہو گیا۔ اگلی منزل ملک کا سب سے بڑا صوبہ اور اس کا سب سے بڑا ڈویژن بنا۔ جلد ہی امتحان بھی بڑا آن پڑا۔ ضمنی انتخاب کا معرکہ درپیش تھا۔ دونوں بڑی پارٹیاں خم ٹھونک کر میدان میں آ گئیں۔ صوبے کی حکمران جماعت کے سب سے طاقتور وزیر نے آ کر ڈیرہ جما لیا' وہ ہر قیمت پر الیکشن جیتنا چاہتے تھے۔ ان کا کہنا تھا "الیکشن ہارنا ہمیں وارہ نہیں کھاتا۔ اس سے حکومت کی ہوا اکھڑ جائے گی۔"

پولیس افسر کا کہنا تھا "آپ غیر قانونی کریں گے تو حکومت کی ساکھ ختم ہو جائے گی۔ اس سے حکومت کا زیادہ نقصان ہو گا" اُدھر سے پولیس کے استعمال پہ اصرار اِدھر سے انکار رہا۔ اصرار میں اضافہ ہوا تو پولیس افسر نے صاف صاف الفاظ میں بتا دیا "مجھے یہاں سے تبدیل کرا دیں۔ اگر میں رہا تو آپ کی خواہشات نہیں اُس کی ہدایات پر عمل ہو گا جس نے ملک بنایا' جس کے طفیل آپ وزیر ہیں اور میں ڈی آئی جی' لہٰذا میں قائدؒ کے حکم پر عمل کرنے کا پابند ہوں۔ اس کی ہدایات کے مطابق پولیس غیر جانبدار رہے گی۔"

پولیس کمانڈر نے الیکشن کے نتائج تبدیل نہ ہونے دیے تو وہ خود تبدیل کر دیا گیا۔ وہ بہت خوش تھا کہ قائدؒ کے سامنے شرمسار نہیں سرخرو ہوا ہے۔

اگرچہ کچھ سیاسی راہنماؤں کا یہی ایجنڈا ہے کہ صرف انتخابی مہم میں قائداعظمؒ کا نام استعمال کریں اور الیکشن جیتنے کے بعد ان کے وژن کی دھجیاں اُڑا دیں۔ ارکانِ اسمبلی اپنی مرضی کے افسر لگوائیں جو ذاتی ملازموں کی طرح ان کے کام کریں تو پھر ایک اور کام بھی کر ڈالیں...... ایک انتظامی حکم کے تحت دفاتر سے قائدؒ کی تصاویر ہٹوا دیں تاکہ باضمیر سرکاری افسروں کو بابائؒ کا سامنا کرتے وقت شرمساری کا احساس نہ ہو۔ ◆◆◆

شرانگیز ماسٹر تارا سنگھ

مہاتما گاندھی' پنڈت نہرو اور سردار پٹیل نے پنجاب میں اکالی لیڈر ماسٹر تارا سنگھ کو دانستہ بیباکی کھلا رکھا تھا جس کے اثر سے وہ طرح طرح کی دل خراش بولیاں بولتا اور ایک زاغ کہن سال یا بوڑھا کرگس ہو کر شاہین ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ اس نے کئی مواقع پر یہ بھجن دہانہ بڑھا کی تھی:

"اگر مسلمانوں کو اُن کے مطلوبہ حقوق دیے گئے تو خون کی ندیاں بہا دی جائیں گی۔"

"وہ نہ صرف مشرقی پنجاب' بلکہ سارے پنجاب سے مسلمانوں کو نکال دے گا۔"

"سکھ پنجاب کے مالک ہیں۔ انگریزوں نے پنجاب سکھوں سے لیا تھا۔"

"سکھ عنقریب خون کی ہولی کھیلیں گے۔"

چناں چہ ۳/مارچ ۱۹۴۷ء کو اس نے اسمبلی ہال (لاہور) کے باہر نکلتے ہوئے فتنہ پردازی کا آغاز کر دیا اور ایک شر انگیز تقریر کی۔ ممکن تھا کہ اسی موقع پر مسلمانوں اور ہندو سکھوں میں تصادم ہو جاتا مگر خان افتخار حسین صدر مسلم لیگ پنجاب کے تدبر سے معاملہ ٹل گیا۔

(وہ امرتسر تھا سے اقتباس)

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

PREQUALIFICATION NOTICE
5th PROVINCIAL BUILDINGS DIVISION, LAHORE

Applications are invited for prequalification of contractors who have been registered in PEC in the relevant categories and renewed for the year 2014-15 in Communication & Works Department having good repute and experience of executing works of similar nature in the public sector for participating in the tenders of the following works:-

SR. NO	NAME OF WORK	APPROXIMATE COST	CATEGORY
1.	Balance work Construction of Additional Assembly Building Lahore (at Risk & Cost of M/s Husnain Cotex (Pvt) Ltd)	Rs. 95.040 Million	C-3

The interested firms are required to submit the following information / documents (in duplicate with chain mark in his booklets) to the Executive Engineer 5th Provincial Buildings Division, Lahore to reach him by 11/08/2014 during office hours.

1. Name / full address & partnership deed of the contractors / firms with power of Attorney in favour of person authorized.
2. Year of establishment supported by certificate from the registrar of the firms.
3. Name & particulars of specialist firms to be associated.
4. List of cases pending in Arbitration / litigation if any.
5. Certificate of Registration from Pakistan Engineering Council Islamabad in the relevant category (duly attested by 1st class officer).
6. Copy of enlistment / renewal for the year 2014-15 with C&W Department.
7. List of complete permanent Business Management, Finance Management and Engineering / Technical Staff with their complete Bio-data and proof of stay with the firm.
8. List of equipment with its No. make / model condition and location alongwith the proof of ownership.
9. Detail of similar projects completed by the contractor / giving location, approximate cost time taken for completion duly supported with a certificate from the client department.
10. List of similar projects handled during the last three years giving their location, approximate cost, time allowed / taken duly supported with a certificate from client department.
11. Performance certificate from the Executive Engineer / Client under whom the works have been executed during last three years.
12. Detail of works in hand indicating name of Client Department, consultants, scope of works, Authentic proof of their financial position such as Bank statement of the pervious one year.
13. Authentic proof of their financial position such as Bank statement of the previous one year.
14. Total assets work capital and liabilities duly certified.
15. Income Tax Registration Certificate.
16. Any further particulars, the firms wish to furnish.

The pre-qualification application shall be evaluated on the basis of PPRA / Planning & Development Department criteria for pre-qualification. The other related information required in this regard should also be provided.

Any further information / details in this connection may be had from the Executive Engineer 5th Provincial Building Division, Lahore on any working day. Only pre-qualified firms will be invited to participate in tendering. The competent authority reserves the right to accept / reject the prequalification as per PPRA Rules.

Executive Engineer,
5th Provincial Building Division
LAHORE

IPL-9522

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

PUNJAB HIGHWAY DEPARTMENT.
PRE-QUALIFICATION NOTICE.

Applications for Pre-qualification of contractor for the work mentioned below are invited from the Contractors / firms of repute having sufficient relevant experience of such work and duly enlisted / renewed for the year 2014-2015 with C&W Department Punjab for road works.

S.#.	Name of Schemes	Cost in Million
1.	ADP No.1513 Dualization of Samundri Rajana Toba Tek Singh road from (45.00 KM to 94.00 KM) Length 49.00 KM.	
i)	Group No. I KM No. 45.00 to 51.75 KM Length = 6.75 KM. District Faisalabad.	Rs. 392.00 Million
ii)	Group-II KM No 51.75 to 58.50 Length = 6.75 KM. District Faisalabad.	Rs. 395.00 Million.
iii)	Group-III KM No. 58.50 to 65.25 Length = 6.75 KM. District Faisalabad	Rs 393.00 Million.
iv)	Group-IV KM No. 65.25 to 72.00 Length = 6.75 KM District Faisalabad	Rs. 394.00 Million.
v)	Group – V KM No. 72.00 to 78.79 Length = 6.79 KM District Faisalabad	Rs. 392.00 Million.
vi)	Group – VI KM No. 78.79 to 83.79 Length= 5.00 KM District T.T.Singh.	Rs. 380.00 Million.
vii)	Group – VII KM No. 83.79 to 89.00 Length = 5.21 KM District T.T.Singh	Rs. 395.00 Million
viii)	Group-VIII KM No. 89.00 to 94.00 Length= 5.00 KM. District T.T.Singh	Rs. 380.00 Million.
2	ADP No. 1504 Widening /Improvement of Faisalabad Samundri road Saleemi Jhall Chak No. 522/GB to Chak No. 271/RB, Bungalow Length= 9.40 KM.	Rs. 121.769 Million
3	ADP No. 1505 Widening / Improvement of road from Chak No. 259/RB Ghorsir to Chak No. 272/RB Pull Kana Length= 13.30 KM District Faisalabad	Rs. 162.135 Million.
4.	ADP No 1506 Widening/ Improvement Satiana road to 253/RB Dijkot more, Length = 20.20 KM, District Faisalabad.	Rs. 248.451 Million.
5.	ADP No 2534 (Allocation for priority programs) Widening / Improvement of road from Chak No.277/GB to 318/GB, Length=20.60 KM, District Faisalabad.	Rs 263.215 Million.
6.	Widening / improvement of road from Pirkot Khaliana to chak to Rajana to Khan de Kot to Gumiana length = 45.00 KM ADP No. 1508	
i)	Group – I KM No. 1 to 22.50 length = 22.50 KM	Rs. 273.600 Million
ii)	Group – II KM No. 22.50 to 45 length = 22.50 KM.	Rs. 273.600 Million.
7	Improvement of road from Pir-Mahal Darkhana road to Shorkot Cant Toba road via Chak No. 321/GB, 323/GB, 324/Gb, 325/GB, 326/GB District T.T.Singh length = 19.70 KM ADP No. 1510	Rs. 310.00 Million.
8	Dualization of intercity in Pir-Mahal City length = 2.87 KM ADP No. 1511	Rs. 220.00 Million.
9	Construction of road Chak No. 312/JB, 313/JB & 314/JB Tehsil Gojra to Toba road length = 6.75 KM ADP No. 1512	Rs. 62.310 Million.
10	Repair / rehabilitation of Chiniot – Jhanara road Chiniot (remaining length) length = 5.95 KM ADP No. 1654	Rs. 62.107 Million.

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

The following documents should be submitted with the application.

1. Name of firm alongwith Postal Address and telephone number.
2. Partnership deed of the firm.
3. Power of attorney in favour of the firm who will deal regarding the year wise matter of the work.
4. (i). Name of Technical Supervisory Staff alongwith their qualification / experience and proof for their stay with the firm.
   (ii). Permanent Staff, Business Management Staff, Finance Management Staff.
5. Details of Machinery such as shuttering P.T.R Tandem Roller, Vibratory road Roller, water lorries, Tar Boiler, Grader and carpeting plant complete in all respect giving their model, make, condition and location. They should also give proof of possession of such machinery.

(i) Year of establish of firm.
(ii) No. of Project of similar nature (cost of project equal or more than the cost of project).
(iii) Financial outlay amount of similar /specialized.

7. Registration / Clearance from Income Tax Department.
8. Detail of Court cases if any / arbitration cases etc.
9. Enlistment / Renewal of C&W Department for the year 2014-2015.
10. License from Pakistan Engineering Council, Islamabad for the year 2014.
11. Details of financial soundness.
12. Owner Ship documents of asphalt plant alongwith allied machinery should also be provided, without which the Firm shall not be considered for pre-qualification.
13. The contractors / firms who have sufficient experience in the similar works alongwith Bridge construction shall only be illegible in this case.
14. The Firms capable to complete the work within six month should only apply for pre-qualification.
15. The application should reach in the office of the undersigned upto ~~[illegible]~~ 11-8-2014 within office hours. Incomplete application will not be considered / entertained.
16. The Chief Engineer, (South Zone) Punjab Highway Department, Lahore (Competent Authority) reserves the rights to reject any application under PPRA rules.

IPL-9520

Superintending Engineer,
Provincial Highway Circle,
Faisalabad.

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

کتاب سے بہتر دوست کہاں!!! جمہوری سے بہتر کتابیں کہاں!!!

”ترکی ہی ترکی“

تاریخ، تہذیب، ثقافت، سیاحت اور سیاست

ترکی پر ایک منفرد اور شاندار کتاب

مصنف: فرخ سہیل گوئندی

قیمت 400 روپے

کتاب	مصنف	قیمت	کتاب	مصنف	قیمت
اتاترک ۔ نئی قوم اور جمہوریہ کا ظہور	[illegible]	2500	سقوط حیدرآباد اور قیام پاکستان	[illegible]	600
پاکستان ایٹمی طاقت کیسے بنا؟	[illegible]	500	ٹیپو سلطان ۔ مزاحمت اور حریت کی داستان	[illegible]	200
اسلام کا معاشی نظام اور تحریک پاکستان	[illegible]	125	استنبول (تاریخی و روحانی شہر)	[illegible]	450
غیر مقدس جنگیں (Unholy Wars)	[illegible]	400	قانون دان اقبال	[illegible]	600
بلوچستان ۔ آزادی سے صوبائی بے اختیاری تک	[illegible]	500	حیات قائد اعظم	[illegible]	400
پاکستان سے بنگلہ دیش ۔ ان کی جدوجہد	[illegible]	500	آئینے کے روبرو (مشرقی پاکستان کے آخری ایام)	[illegible]	500
پاکستان کا مستقبل	[illegible]	200	میر مرتضیٰ و ذوالفقار علی بھٹو ۔ سیاست و شہادت	[illegible]	500
ورلڈ آرڈر کی حقیقت	[illegible]	450	جو میں نے دیکھا [illegible]	[illegible]	425
سرکش ریاستیں	[illegible]	450	ناموس (ناول)	[illegible]	580
ریاستی دہشت گردی	[illegible]	450	سرخ میرا نام (ناول)	[illegible]	780
اسرائیل میں یہودی بنیاد پرستی	[illegible]	250	شہر اطمینان	[illegible]	650
عالمی بیکاروں کی دہشت گردی ۔ سرمائے کے آقا	[illegible]	190	جنگل میں جنگل (ناول)	[illegible]	400
اسلام کا معاشی نظام اور تحریک پاکستان	[illegible]	125	ایک ترک خاندان (ناول)	[illegible]	400
لاہور ۔ تاریخ و تعمیر	[illegible]	200	کنیز ۔ عثمانی سلطان کی حقیقی داستان عشق (ناول)	[illegible]	300
کامی کازی ڈائری ۔ جاپانی خودکش طلباء کے تاثرات	[illegible]	450	یار ترکی	[illegible]	350
سلیمان عالیشان ۔ تاریخ سلطنت عثمانیہ	[illegible]	550	سمرقند (معروف لبنانی ادیب کا تاریخی ناول)	[illegible]	425
تاریخ سلطنت مغلیہ ۔ ظہیر الدین بابر	[illegible]	385	بوسہ گل (معروف ترک ادیبہ کا عالمی شہرت یافتہ ناول)	[illegible]	480
صلیبی جنگوں کی تاریخ ۔ صلاح الدین ایوبی	[illegible]	500	انجانا بہاراں (مایہ ناز ترک ادیبہ کا ناول)	[illegible]	450
تاریخ سلطنت منگولیا ۔ چنگیز خان	[illegible]	250	قطرہ گل ۔ آخر میرا قصور کیا؟ (ناول)	[illegible]	250

Free Delivery ایک فون کال پر گھر بیٹھے کتاب خریدیے

جمہوری پبلیکیشنز، 2۔ ایوانِ تجارت روڈ، لاہور 042-36314140

www.jumhooripublications.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

جذبہ حب الوطنی سے مہکتی تحریر

وطن کی مٹی سے رشتہ

ایک پاکستانی سات سمندر پار چلا جائے، مگر اپنے دیس سے اس کا تعلق کبھی کمزور نہیں پڑنے پاتا

ڈاکٹر صفدر محمود

یوں تو انسان زندگی بھر زمین کے سینے پر سفر کرتا اور پھر اسی کی گود میں ابدی نیند سو جاتا ہے۔ لیکن انسان کا زمین سے ایک اور رشتہ بھی ہے جو ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ اس رشتے کا احساس پہلی بار مجھے ایک غیر ملکی سفر کے دوران ہوا۔

اس سفر کے دوران انگلستان کے علاوہ چند ایک اور ممالک میں بھی جانے کا اتفاق ہوا جہاں کئی ہم وطنوں سے ملاقاتیں رہیں۔ لطف کی بات یہ، اپنے ملک میں ہمیں اس امر کا اتنا احساس نہیں ہوتا کہ ہمارا ایک شدید جذباتی اور ابدی رشتہ اپنے ملک کی زمین سے بھی ہے۔ یہ ایسا لطیف جذباتی رشتہ ہے کہ غیر ممالک میں کئی دہائیاں گزارنے کے باوجود اپنے ملک سے ذرہ بھر کمزور نہیں ہوتا۔ ہم چونکہ پاکستان سے عموماً باہر نہیں جاتے، اسی لیے شاید ہمیں اس تعلق کی گہرائی کا پوری طرح ادراک اور اندازہ نہیں ہوتا۔

سرزمین وطن سے رشتے کا اندازہ مجھے اس وقت ہوا جب قیام لندن کے دوران میرے پاکستانی میزبان نے ایک روز مجھ سے کہا ''آج میں آپ کو ایک پرانے دوست سے ملانے لے جا رہا ہوں۔'' ان صاحب کو میں نے گزشتہ بیس برسوں سے نہیں دیکھا تھا۔ اس حوالے سے خوش ہوا کہ ایک ہمدم دیرینہ سے ملاقات ہو رہی ہے۔ ایک گھنٹے کا ر سفر کے

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

بعد جب ہم اس دوست کے گھر پہنچے، گھنٹی بجائی تو دروازہ ایک نوجوان نے کھولا۔ وہ ہمارے دوست کا بیٹا تھا۔ ابھی ہم ڈرائنگ روم میں جا کر بیٹھے ہی تھے کہ اندرون خانہ سے ایک عورت کے رونے اور بین کرنے کی آوازیں سنائی دیں جنھوں نے مجھے پریشان کر دیا۔

میں عجیب مخمصے میں مبتلا تھا کہ یاالٰہی یہ کیا ماجرا ہے؟ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس گھر میں ابھی ابھی کسی عزیز کی وفات کی خبر موصول ہوئی ہے یا پھر اس بے چاری عورت کو بری طرح مارا پیٹا گیا ہے۔

ابھی میں اسی ادھیڑ بن میں الجھا ہوا تھا کہ ہمارا پرانا دوست مسکراتے ہوئے کھلے چہرے کے ساتھ ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ گلے ملنے کے بعد سب سے پہلے اس نے ہم سے معذرت چاہی اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہا ”بھائی معاف کیجیے گا، آپ کو اندر سے میری بیوی کی رونے اور آہ و زاری کی آوازیں سنائی دے رہی ہوں گی۔“

میں نے فوراً پوچھا ”خیر تو ہے نا؟ کہیں بھابی بیمار تو نہیں؟“

دوست نے بہت اداس اور پریشان لہجے میں جواب دیا ”بیمار تو نہیں البتہ انھیں کبھی کبھی دورے پڑتے ہیں جن کے دوران یہ حالت ہو جاتی ہے۔ کئی ڈاکٹروں سے مل کر ان کا معائنہ کرا چکا۔ ڈاکٹروں کی متفقہ رائے ہے کہ یہ دورے وطن سے دوری اور اداسی کی وجہ سے پڑتے ہیں۔ علاج یہ ہے کہ انھیں واپس بھجوا دیا جائے۔ میں یہاں مزدوری کرتا ہوں اور دو سال سے پہلے انھیں واپس بھجوانا ”افورڈ“ نہیں کر سکتا۔ میری بیوی کو ابھی پاکستان سے آئے بمشکل ایک سال کا عرصہ گزرا ہے۔ یہ میکے پانچ ماہ رہ کر آئی ہے اور وہاں بالکل تندرست اور نارمل رہی ہے۔“

ہمدم دیرینہ کی بات سن کر جہاں میری تشویش کم ہوئی، وہاں مجھے یہ احساس بھی شدت سے ہوا کہ انسان کا اپنے ملک، شہر، گھر، محلے اور گلیوں سے بھی عجیب سا جذباتی رشتہ ہوتا ہے۔ وہ کبھی کمزور نہیں پڑتا اور جسمانی دوری کے باوجود قائم و دائم رہتا ہے۔ پیرس، فرینکفرٹ اور لندن جیسے خوبصورت شہروں میں رہنے کے باوجود اور یورپ میں طویل عرصہ گزارنے کے بعد بھی پاکستانی اپنے ملک اور شہر کا ذکر کرتے ہوئے آبدیدہ ہو جاتے ہیں۔ بعض حضرات تو سرد آہیں بھر کر پنجاب کے ماہیے گانے لگتے ہیں۔ ان خوبصورت، صاف ستھرے شہروں کا جادو ان حضرات کے ذہنوں سے اپنے ملک اور محلے کی یادیں مٹا نہیں سکا۔

وہ ملک جہاں مچھروں، مکھیوں کی بہتات ہے اور وہ شہر جن کی گلیاں بدبو سے ”متعفن“ رہتی ہیں۔ ان تمام حضرات کی حالت اس خاتون کی سی تھی جس کا ذکر میں ایک دوست کے حوالے سے کر چکا۔ بس فرق یہ تھا کہ وہ کمزور عورت وطن، شہر اور میکے کی محبت میں حواس کھو بیٹھتی تھی اور بلند آواز سے بین کرنے شروع کر دیتی۔ جب کہ یہ حضرات مضبوط اعصاب رکھتے تھے، اس لیے باطنی درد کو ظاہر نہ ہونے دیتے۔ البتہ میں نے جب بھی ان کے اندر جھانکنے کی کوشش کی تو ان کے باطن میں اداسی کے سمندر تلاطم خیز پائے۔

بزرگ کہتے ہیں کہ وطن نصف ایمان ہوتا ہے، اس لیے کہ پورا ایمان تو بہرحال مذہب سے وابستہ ہے۔ مسلمان ملت کے تصور پر یقین رکھتا ہے اور وطن کو بت

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

بنا کر نہیں پوچھتا۔ دنیائے اسلام کے کسی حصے میں بھی آفت آئے، ہر مسلمان کا جسم درد سے دکھنے لگتا ہے۔ شاید اسی جذبے سے مغرب خوفزدہ ہے اور اسے دنیائے اسلام میں مذہب کی اٹھتی لہر سے خوف آتا ہے۔ ہمارے اکثر دانشور اس حقیقت کو مذاق کا نشانہ بناتے اور مولوی کا خواب سمجھتے ہیں۔ لیکن مجھ پر یہ حقیقت اس وقت منکشف ہوئی جب میں نے ایک ممتاز امریکی دانشور کی تحریریں پڑھیں۔

بہرحال اس موضوع پر پھر کبھی بات ہوگی۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ملت کے ساتھ ساتھ اور دنیائے اسلام سے بڑھ کر ہمارا رشتہ اپنی زمین سے کہیں زیادہ مضبوط، نازک، قلبی اور جذباتی ہے جس کا بہتر اندازہ ملک سے باہر جا کر ہوتا ہے۔ ایک پاکستانی واقف کار کی کار میں بیٹھا تو اس نے کار چلاتے ہی پنجابی گانوں کی کیسٹ لگالی۔ جب اس کی کار لندن کی سڑکوں پر دوڑ رہی تھی تو مجھے یہ عجیب احساس ہوا کہ کار کے اندر پاکستان ہے اور باہر انگلستان!

کار کی پچھلی نشست پر بیٹھے دوست نے سرد آہ بھری اور کہا "مجھے لندن آئے تیس برس بیت چکے۔ لیکن میں اب بھی رات کو اپنے شہر اور آبائی گھر کے خواب دیکھتا اور سونے سے پہلے پاکستانی گانے سنتا ہوں۔"

شام چائے پر چند پاکستانی دوست اکٹھے ہوئے تو ایک صاحب نے دلچسپ بات کی۔ وطن کا ذکر چھیڑا تو کہنے لگے "ہم اپنی مٹی سے دور جا کر عالم برزخ میں رہتے ہیں۔ تب وطن کی یاد ستاتی ہے اور مٹی کی محبت بے چین رکھتی ہے۔ لیکن جب وطن واپس لوٹیں تو وہاں بھی جی نہیں لگتا۔ وہاں کے مصائب سے گھبرا کر پھر دیار غیر کا رخ کرتے ہیں۔ اپنایا مگر وہاں بھی پوری زندگی گزارنے کے باوجود ہمیں نہ جانا جاتا ہے اور نہ ہی ہم کو اول درجے کے شہری کا مقام حاصل ہوتا ہے۔"

انسان کا مٹی سے عجیب رشتہ ہے۔ وہ ہواؤں میں پرواز، خلاؤں میں سیر یا سمندروں کو فتح کرے یا ستاروں پر کمندیں ڈالے لیکن اسے صحیح چین اور سکون اسی وقت ملتا ہے جب اپنی زمین پر قدم رکھے۔ انسان زمین کے سینے پر محلات تعمیر کرتا، اس پر جنگیں لڑتا اور خون کی ندیاں بہاتا ہے۔ پھر مٹی کا بنا ہوا انسان دھرتی کی گود میں ابدی نیند سو کر مٹی میں مل جاتا ہے۔ لیکن مرتے وقت بھی اس کی ایک ہی خواہش ہوتی ہے اور وہ یہ کہ ابدی نیند سونے کے لیے وطن کی مٹی نصیب ہو بلاشبہ انسان کا اپنے وطن کی خاک سے عجیب رشتہ ہے جس پر غور کیا جائے تو سوچ کے دروازے کھلتے اور نئے نئے حقائق منکشف ہوتے چلے جاتے ہیں۔

◆◆●

پنڈتوں کی حکومت

۱۵/اگست ۱۹۴۷ء کو دہلی سے کراچی روانہ ہونے سے پہلے قائداعظم نے جو پریس کانفرنس بلائی' اس میں ہندو صحافی مخالفانہ انداز سے سوال وجواب کر رہے تھے۔ ایک نے پوچھا: "پاکستان کیا مذہبی ریاست ہوگی؟"

قائداعظم نے جوابی سوال کیا: "مذہبی ریاست کا کیا مطلب؟ بغیر سوچے سوال نہیں کرنا چاہیے۔"

اس پر ایک تیز صحافی نے اپنے خیال میں تیر مارا "اس کا مطلب ہے ملاؤں کی حکومت۔"

قائداعظم نے برجستہ جواب دیا "پنڈتوں کی حکومت کے بارے میں کیا خیال ہے؟" (اشارہ پنڈت نہرو کی طرف تھا) اور کمرا قہقہوں سے گونج اٹھا۔ (حیات قائداعظم سے اقتباس)

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

دفاع وطن

قربانی

جان ہتھیلی پر رکھ کے باطل قوتوں سے نبرد آزما ہونے والے فوجی افسر کا قصہ دل افروز

صائمہ محبوب

"ٹھک ٹھک۔"

دروازہ آہستگی سے بجایا گیا۔ ماریہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ وہ جو چند گھنٹوں قبل نکاح اور پھر ہنگامی رخصتی کے مراحل طے کر کے اس انوکھے کمرے میں لائی گئی تھی، سمجھ ہی نہیں پائی کہ دستک کا کیا جواب دے۔

"ٹھک ٹھک ٹھک۔"

اب تو خاصے جارحانہ انداز میں دروازہ بجایا گیا۔ ماریہ نے جلدی سے "جی" کہا اور فوراً دروازہ کھل گیا۔ نئے نویلے دلہا میاں بھی دلہن کے مانند خاصے بوکھلائے ہوئے تھے۔ کمرا کو ایمرجنسی میں صاف کر کے نویلی دلہن کے شایان شان بنایا گیا تھا۔ صفائی کی داستان کے نیچے سے جھانکتے کپڑے، جوتے اور افراتفری کی کہانی الماریوں کے ادھ کھلے پٹ بیان کر رہے تھے۔ وہاں کپڑوں کے گولے اور کتابوں کے ڈھیر ٹھونسنے کی ناکام کوششیں انجام پائی تھیں۔ مگر

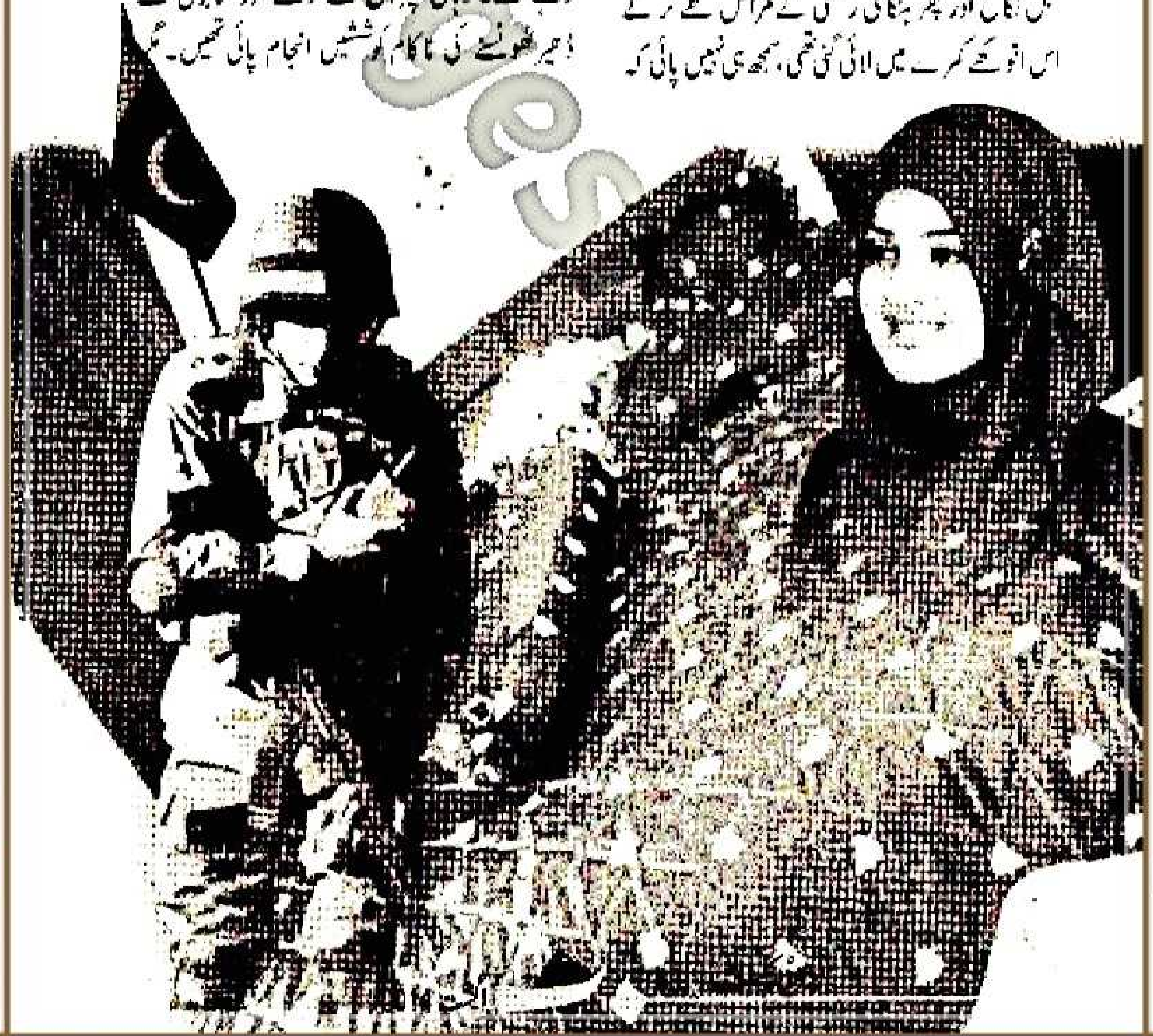

www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

موصوف کیپٹن عبدالواسع بذاتِ خود سب سے زیادہ بدحواس دکھائی دیے۔

"اچھی خاتون ہیں آپ! ایک تو آتے ہی کمرے پر قبضہ کرلیا۔ اوپر سے اندر آنے کی اجازت بھی نہیں دے رہیں...... وہ جھنجلا کر بولے اور ساتھ ہی غلطی سے یا عادتاً الماری کا پٹ کھول بیٹھے۔ جانے کون کون سا سامان ان کے اوپر آن گرا اور کمرے کی ہنگامی صفائی کا پول بھی کھل گیا۔ ماریہ اور عبدالواسع کمرے کی حالت دیکھ کر جو ہنسنا شروع ہوئے، تو ہنستے ہی چلے گئے۔ گزشتہ چار گھنٹوں کی ساری ٹینشن اس ایک قہقہے نے ختم کردی۔

ماریہ اور عبدالواسع کا رشتہ کافی عرصے سے طے تھا۔ اب فوج میں کیپٹن کے عہدے پر تعینات عبدالواسع ایک ہفتے کی چھٹی پر گھر آئے تو صرف نکاح کے ارادے سے تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ رخصتی ماریہ کے تین ماہ بعد ختم ہونے والی ہاؤس جاب کے بعد رکھی گئی تھی۔ نکاح کی تقریب خاصی دھوم دھام سے انجام پائی۔ مگر نکاح کے بعد جانے کیسے اور کس کی شرارت سے دلھا کے ابا بغیر بہو کے گھر واپسی سے انکاری ہو گئے۔

ریٹائرڈ بریگیڈیر صاحب کے اصرار کو نظر انداز کرنا کسی طور ممکن نہ تھا۔ سو واپسی پر دلھن سسر کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر دلھا کے گھر آگئیں۔ سب ہی سسرالی اس ہنگامی رخصتی سے خوش تھے، مگر کیپٹن صاحب کے لیے یہ قطعی غیر متوقع تھی۔ نکاح کی تیاریوں اور بارات کی روانگی کی جلدی میں ان کا کمرا میدان جنگ کا نقشہ پیش کر رہا تھا۔

یہ کمرا ان کا تنہا بھی نہیں، دو عدد چھوٹے بھائی ساتھ رہتے تھے۔ دونوں چھوٹے بھائیوں نے کمال پھرتی سے کمرا سمیٹا تھا، جس میں زیادہ زور اپنا بستر اور چیزیں وہاں سے اٹھانے میں لگایا۔ وہ تو بھلا ہو امی جان کا جنھوں نے عبدالرافع سے گدا اور تکیہ چھین کر کمرے میں بستر بچھا دیا۔ اب کیپٹن صاحب اس حادثاتی رخصتی کے بعد کمرے میں داخلے کی اجازت مانگ رہے تھے اور ماریہ دلھن بنی ہنوز صدمے کی سی کیفیت میں تھی۔ ابا نے کچھ اس پھرتی سے اسے دولھا کے ہمراہ روانہ کیا تھا کہ امی اور بہنوں سے بھی چلتے چلتے ہی ملاقات ہو سکی۔

"ماریہ! دراصل میں اس اچانک رخصتی کے لیے تیار نہ تھا۔ اسی لیے تمھارے لیے کوئی تحفہ نہیں خرید سکا۔ بہرحال تحفہ مجھ پر ادھار رہا، جلد ہی تمھیں مل جائے گا۔" یہ کہتے ہوئے واسع ماریہ کے سامنے بیٹھ گئے۔ اور بات جاری رکھی:

"اچھی زندگی گزارنے کے لیے میاں بیوی میں ہم آہنگی بہت ضروری ہے۔ میں تمھیں اپنی زندگی اور اس کی ترجیحات کے متعلق بتانا چاہتا ہوں۔ تم یقیناً فوج کی نوکری اور اس کے "اسٹیٹس" سے متاثر ہوگی۔ لیکن یہ نوکری تو ایک مشن اور فرض ہے...... اپنے ملک کی سرحدوں، نظریات اور قوم کی حفاظت کرتے ہوئے اپنے آپ کو بھی خطرے میں ڈال دینا! اس سلسلے میں ہمیں بیوی سمیت پورے اہلِ خانہ کی مکمل حمایت درکار ہوتی ہے۔

"ہم دونوں اب اس مقدس رشتے میں بندھے ہیں، مگر میں تو آزاد پہلے بھی نہیں تھا۔ میں اپنی فوج کے ڈسپلن کا پابند ہوں...... اپنے سینیئرز کے حکم کا پابند! اس ملک کے عوام کے تحفظ کو یقینی بنانے کا پابند...... ماریہ!

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

یہ ملازمت قربانی مانگتی ہے..... وقت، توانائیوں، جذبوں اور محبتوں کی قربانی۔ سب سے بڑھ کر جان کی قربانی اور ہماری زندگی میں شہادت بہت اہم مقام رکھتی ہے۔

"کل جب مجھے محاذ پر لڑنے جانا پڑا تو تم حوصلے و ہمت سے مجاہدہ کی طرح خوش دلی سے مجھے روانہ کرنا۔ خیال رکھنا تمہاری اداسی یا آنسو میرے قدموں میں زنجیریں نہ ڈال دیں۔"

ماریہ غور سے شوہر کی باتیں سن رہی تھی۔ محاذ اور قربانی، دونوں ہی اس کے لیے نئے لفظ تھے۔

"جانتی ہو میں نے اپنے لیے تمہارا یعنی ایک ڈاکٹر کا انتخاب کیوں کیا؟ مجھے مجاہدین کی مرہم پٹی کرتی صحابیات کی زندگی بہت پسند ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری بیوی بھی مسیحا بنے۔ جب میں زخمی ہو کر آؤں تو تم میرا علاج کر کے جہاد اور جنگ میں بھی میری ہم قدم بن جاؤ۔" عبدالواسع دھیمے لہجے میں بول رہے تھے۔

"فوجی کی زندگی عام لوگوں کی زندگیوں سے بہت مختلف ہوتی ہے۔ یہ ہنستی مسکراتی ہے، مگر اپنے مقصد کے لیے گہری لگن بھی رکھتی ہے۔ اگر شہادت کے حصول کی خواہش ہمارے دلوں میں نہ ہو تو ہم میدان جنگ میں لڑ ہی نہ سکیں۔ ہر فوجی غازی ہوتا ہے یا شہید! ان دو کے علاوہ کسی دوسرے نتیجے کی ہمارے ہاں کوئی گنجائش نہیں۔ کیا اس راستے میں تم میرا ساتھ دو گی؟" عبدالواسع خاصی سنجیدگی سے بولے۔

دھم..... الماری کے بالائی خانے سے اچانک کوئی بھاری بھرکم چیز نیچے گری۔ دونوں جیسے خواب سے چونک اٹھے۔ یہ عبدالرافع کا کالج بیگ تھا جسے بڑی محنت سے الماری میں ٹھونسا گیا تھا۔

"شکر ہے یہ بیگ مل گیا، ورنہ صبح صبح وہ کمرے کا دروازہ ہی توڑ دیتا۔ میں یہ بیگ اور جوتے باہر رکھ کر آتا ہوں۔" دولھا میاں چیزیں باہر رکھنے گئے اور ماریہ مسکراتے ہوئے سوچنے لگی کہ کیا کسی اور کی شادی میں ایسے اتفاقات ہوئے ہوں گے؟ کمرے کی دیواروں پر دنیا کے نقشے لگے تھے اور لکھنے کی میز پر گلوب رکھا تھا۔ کیسا تضاد تھا! سامنے اس قدر پرکشش اور حسین دنیا ہوتے ہوئے بھی عبدالواسع کی نگاہ شہادت اور ابدی زندگی پر جمی ہوئی تھی۔

شادی کے اگلے روز سادہ سا ولیمہ رکھا گیا۔ پھر مہمانوں کے ہمراہ دولھا میاں بھی روانہ ہو گئے۔ بنا کسی حسین وعدے کی ڈور تھمائے! ماریہ کا ہاؤس جاب جاری رہا۔ اس کی ڈیوٹی امراض قلب کے وارڈ میں تھی۔ اب ہسپتال آنے جانے کا سفر بڑھ گیا۔ اس فاصلے کے علاوہ اور بھی بہت سی تبدیلیاں آئیں۔ چند ہی دن میں سسرال میں اس کا کمرا سیٹ ہو گیا۔ سب اہل خانہ سے دوستی بھی ہو گئی۔

کیپٹن صاحب کی کمپنی دو ماہ کے لیے وزیرستان جا رہی تھی۔ ماریہ کو تبدیلی تو اب محسوس ہوئی۔ اس کی نمازیں طویل ہونے لگیں۔ دعائیں طویل تر اور رقت آمیز! وہ اپنی ساس کے حوصلے کی داد دیتی جو برسوں سے شوہر اور بیٹوں کو سرحدوں کی حفاظت کے لیے بھیج رہی تھیں۔ ان کی عبادتوں میں خضوع و خشوع کا راز اب ماریہ کو سمجھ میں آیا۔

یہ اللہ کے نام پر قائم رشتے کی محبت تھی جو وہ خود پور پور دعا بن گئی۔ جب بھی عبدالواسع یاد کرتی تو اس کا بھرپور قہقہہ ماریہ کے کانوں میں گونجنے لگتا۔ وہ چونک جاتی، ادھر دیکھتی جیسے وہ یہیں کہیں تھا..... اس کا

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

ساتھی، ہردم اپنے ملک کی حفاظت کرتے ہوئے اپنے نیندیں قربان کرتا ہوا!

ماریہ آئی سی یو وارڈ میں طویل ڈیوٹی کے دوران جب کبھی موت کی چاپ سنتی اور گھبرا جاتی تو واسع کے اصول زندگی اسے حوصلہ دیتے۔ وہ بھی تو مجاہدہ اور حالت جنگ میں تھی، اپنے شوہر کو سرحدوں کی حفاظت کے لیے روانہ کرکے جہاد میں عملاً شامل!

''ہماری فوج باطل قوتوں کے ساتھ ہے، اسی لیے اس کے مرنے والے شہید نہیں مقتول ہیں۔'' ماریہ کو اکثر ٹی وی اور اخبارات پر یہ بحث ہوتی نظر آتی۔ اس کا یہ ذہن فیصلہ کرنے سے قاصر تھا کہ عبدالواسع غازی اور مجاہد تھے یا شدت پسند اور طاغوتی طاقتوں کا آلۂ کار؟ پاک فوج کا وہ کیپٹن جس نے اپنا آج ملک کے کل پر قربان کر رکھا تھا، وہ حق پر تھا یا باطل پر؟

ایک رات ڈاکٹر ماریہ گہری سوچ لیے قریب المرگ مریض کے سرہانے لگے مانیٹر کی سرخ اور سبز بتیوں پر نظریں ٹکائے کھڑی شکوہ کناں تھی۔ بھلا مائیں شہادت کی خواہش کے بنا بیٹے کیسے ملک پر نچھاور کر سکتی ہیں؟ اس جیسی کئی سہاگنیں تھیں جنھوں نے اپنے سہاگ رب کے راستے میں بھیج رکھے تھے۔ کتنے نادان تھے وہ لوگ جو راتوں میں گرم بستروں پر چین کی نیند کے مزے لوٹتے ہوئے ان غازیوں اور شہیدوں کے مرتبے سے انکاری تھے۔ شاید امت مسلمہ زندگی اور موت، حق اور باطل کا فرق پہچاننے سے قاصر تھی۔

ماریہ کے سیل فون پر اسی وقت گھنٹی بجی۔ آنسو صاف کرتے ہوئے اس نے فون کی طرف دیکھا۔ ''میرے ہمسفر'' کا نام تصویر کے ساتھ چمک رہا تھا۔ مسکراتے ہوئے اس نے فون کان سے لگا لیا۔

کیپٹن صاحب محاذ سے واپس آ رہے تھے۔ موصوف چھوٹے محاذ کی طرف آنے سے قبل اپنے اصول اور ضابطے دہرانے لگے۔ مگر آج ماریہ کو بور ہونے کے بجائے یہ بہت اچھا لگا۔ بھلا ان کے غازی ہونے میں کیا شک تھا؟ اس کے دل کی گواہی کافی تھی۔ وہ کتنی ہی ماہر ڈاکٹر بن جاتی مگر جانتی تھی کہ دل کی گواہیاں غلط نہیں ہوتیں۔ ان میں کوئی ابہام نہیں ہوتا۔ انھیں کوئی متزلزل نہیں کر سکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ شوہر، بیٹے اور بھائی یقیناً دکانوں پر بھی مل جایا کرتے جو اس ملک کی حفاظت کے لیے قربان ہونے پر تیار ہیں۔ قربانی شہادت کی تمنا کے بغیر بھلا کیسے ممکن ہو سکتی ہے......!

◆◆◆

اقوال علامہ اقبالؒ

☆ زندگی موت کا آغاز ہے اور موت زندگی کی شروعات......
☆ استاد ایک سورج کی طرح ہے کہ اس کا فیض ہر شے پہ ایک جیسا ہوتا ہے۔
☆ انسان اپنے باطن میں ڈوب کر زندگی کا سراغ پا سکتا ہے۔
☆ سخت سے سخت دل کو ماں کی پرنم آنکھوں سے موم کیا جا سکتا ہے۔
☆ مردہ جانوروں کے سر یادھڑ محفوظ کر کے ان کی نمائش کرنا زندگی کی توہین کرنا ہے۔

(مراسلہ: مبشر حیات اعوان، وادی سون)

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

نواب سراج الدولہ کے آخری ایام

ان فیصلہ کن لمحات کی المناک داستان جب غاصب انگریزوں نے اپنوں ہی کی نمک حرامی اور مکروفریب کے باعث ہندوستان میں قدم جما لیے

محمد صادق قریشی

رابرٹ کلائیو کو یقین ہو گیا کہ میر جعفر اس کا مددگار بن چکا۔ اسی کی وساطت سے راجا دولبھ رام، جگت سیٹھ اور لطف یار خان بھی طرفدار ہو گئے۔ چناں چہ وہ فوج لے کر ۱۳ جون ۱۷۵۷ء کو مرشد آباد کی طرف روانہ ہوا۔

۱۶ تاریخ کو وہ کٹوا قصبے پہنچا جہاں نواب سراج الدولہ کی طرف سے ایک حاکم متعین تھا۔ کلائیو نے ۱۷ تاریخ کو ایک ہزار سپاہ میجر آئرکوٹ کی سرکردگی میں کٹوا پر قبضہ کرنے بھیجی۔ اگرچہ حاکم کٹوا کے پاس صرف اڑھائی سو سپاہی تھے، وہ مقابلہ کرنے کو تیار ہو گیا۔ قصبے پر گولہ باری شروع ہوئی۔ حاکم کٹوا نے مقابلہ شروع کیا۔ لیکن اس کے پاس سامان حرب ختم ہو گیا۔ چناں چہ وہ ضروری سامان لیے نکل کھڑا ہوا۔ بعدازاں انگریز قصبے کے اندر پہنچے تو اسے خالی دیکھ

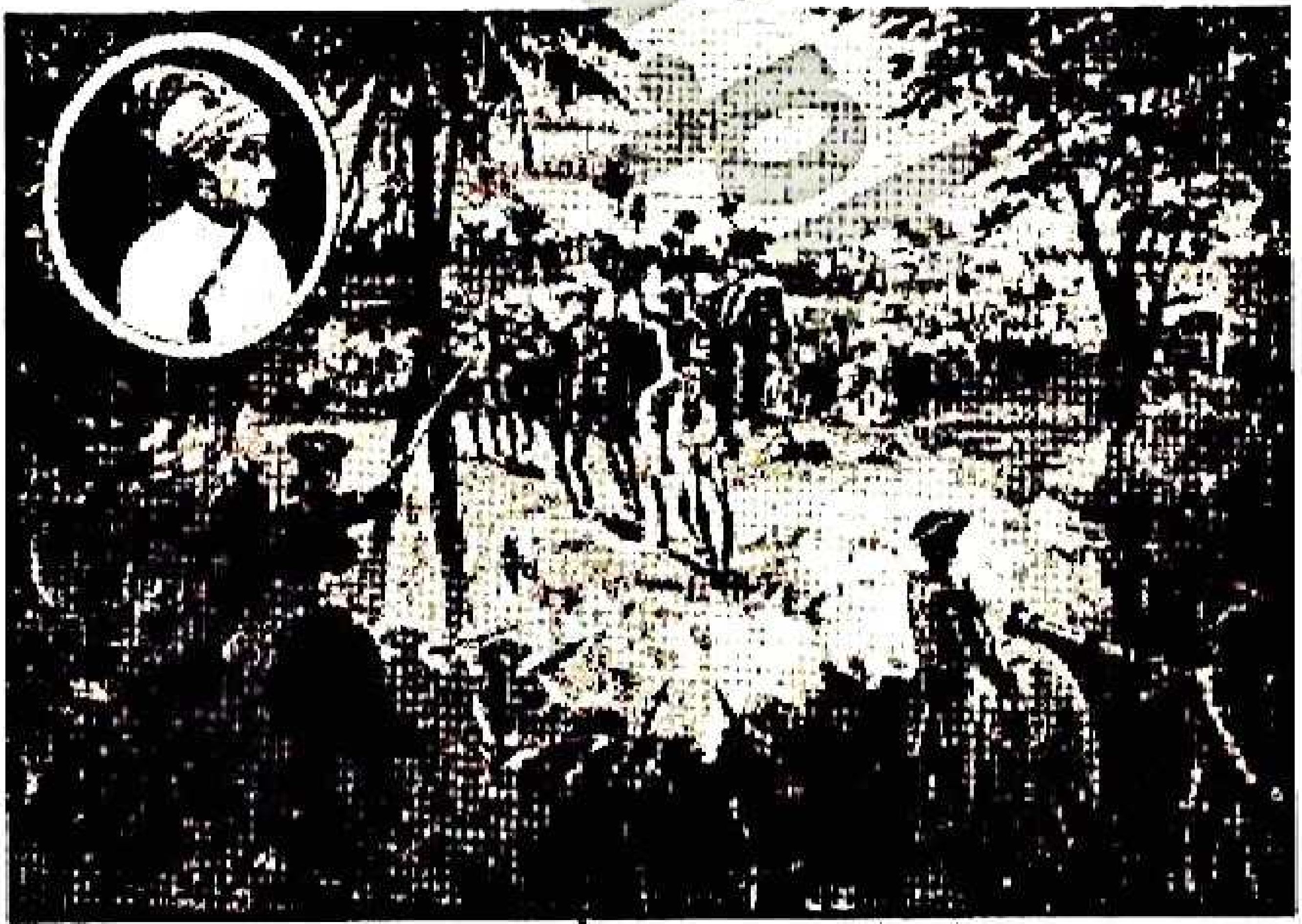

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کر بہت بگڑے۔

۱۸ جون ۱۷۵۷ء کو طوفانِ بادوباراں کے ساتھ ہی برسات کا موسم شروع ہوگیا۔ کلائیو وہیں مقیم رہا۔ دراصل وہ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ میر جعفر اپنے عہد پر قائم ہے یا نہیں' رک رک کر چل رہا تھا۔ ۱۹ جون ۱۷۵۷ء کو اس کے پاس میر جعفر کا خط پہنچا جس میں لکھا تھا کہ میں نواب کے ساتھ ضرور ہوں، لیکن اپنے اقرار پر قائم۔ مجھے امید ہے کہ جو معاملہ میرے اور تمہارے درمیان ہوا' تم بھی اس پر قائم رہو گے۔

کلائیو کو کچھ اطمینان ہوا لیکن پھر بھی شک باقی رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ خود وعدہ کا پکا نہیں تھا۔ بدعہد تھا' اس لیے دوسروں کو بھی اپنے جیسا سمجھتا۔ اُسے خوف تھا کہ کہیں میر جعفر اُسے دغا نہ دے۔ اگر ایسا ہوا تو ایک انگریز بھی زندہ نہیں بچتا۔

۲۱ جون کو دوپہر کے وقت اس نے ایک کونسل منعقد کی جس میں چھوٹے بڑے افسر شریک ہوئے۔ کونسل کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا کہ دریا عبور کر کے عظیم الشان نوابی لشکر سے مقابلہ کیا یا کٹوا میں قلعہ بند ہوا جائے؟ کلائیو نے رائے دی کہ دریا پار کر کے نواب سے لڑنا دانشمندی نہیں۔ یہ اس کلائیو کا ذکر ہے جس کی بہادری کا ڈھنڈورا انگریز پیٹتے رہتے ہیں۔ اگر اس میں بہادری ہوتی تو وہ ایسا بزدلانہ مشورہ نہ دیتا۔ وہ مکر و فریب سے کام نکالنا جانتا تھا' بہادری سے نہیں۔ نواب سراج الدولہ کے مقابلے میں اُس نے دھوکے اور فریب سے کام لیا بلکہ وہ آخر تک ڈرتا ہی رہا۔

کلائیو کی مخالفت کے باوجود زیادہ تر لوگ لڑائی کے حامی نکلے، مگر کلائیو نے ان کی رائے نہ مانی۔ کونسل برخاست کر دی اور وہاں سے اُٹھ کر درختوں کے نیچے جا بیٹھا اور غور و خوض کرنے لگا۔ ابھی وہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچا تھا کہ میر جعفر کا ایک اور مراسلہ آیا۔ اس میں صاف صاف لکھا تھا "میں اپنے اقرار پر قائم ہوں۔ ساری فوج میرے ساتھ ہے' تم بے خوف بڑھتے چلے آؤ۔" اس خط سے کلائیو کی جان میں جان آئی اور کچھ دلیری پیدا ہوئی۔ اب اس نے لشکر کو بڑھنے کے احکام صادر کر دیے۔

۲۰ تاریخ کو آفتاب طلوع ہوتے ہی فوج دریا پار کرنے لگی۔ چار بجے شام تک ساری فوج بخیریت دریا کے پار پہنچ گئی۔ یہاں اُسے میر جعفر کا ایک اور خط ملا جس میں لکھا تھا کہ نواب سراج الدولہ پلاسی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ کلائیو نے بھی اپنا رخ اسی طرف کر دیا۔ دوسرے دن صبح کوچ کر کے چھ میل دور موضع دادرو پہنچ گیا۔ ابھی تک کلائیو کو یہ خوف تھا کہ کہیں میر جعفر آخر وقت میں اپنی رائے بدل کے انگریزوں کی مدد کرنے سے انکار نہ کر دے۔ اس نے وہاں سے میر جعفر کو ایک دھمکی آمیز خط لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے:

"ہم موضع دادرو پور پہنچ چکے۔ اگر تم ہمارے ساتھ آن ملو تو اچھا ہے ورنہ ہم نواب صاحب سے صلح کر لیں گے۔"

جواب لکھنے کے دو ہی گھنٹے بعد اس نے فوج کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ جونہی لشکر چلا' موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ ساری فوج پانی میں تر ہوگئی۔ بارشیں روزانہ ہو رہی تھیں' اس لیے دریاؤں میں سیلاب آ رہے تھے۔ ندی نالے چڑھنے سے راستے دشوار گزار ہو گئے۔ کئی گھنٹے تک فوج کو گھٹنے گھٹنے پانی میں چلنا پڑا۔ آخر ۲۲ جون کو ایک بجے رات کے وقت پندرہ میل کا فاصلہ طے کر کے یہ لشکر پلاسی پہنچا اور آموں کے ایک

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

باغ میں خیمہ زن ہوا۔ انگریز یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ نواب کی فوج وہاں پہلے ہی پہنچ چکی تھی۔

دغابازی کی داستان

یہ مقام جہاں غداری، نمک حرامی، فریب اور دغابازی کا مظاہرہ ہوا، لڑائی میں انگریزوں کو ہزیمت ہونا یقینی تھی اور جہاں ہندوستانیوں کی خوش قسمتی کا آفتاب غروب ہوا، ایک معمولی گاؤں تھا۔ مرشد آباد سے بیس میل کے فاصلے پر واقع ایک جنگل کو پلاسی باغ یا پلاسی بن کہتے تھے۔ اسی بن کے قریب پلاسی نامی گاؤں واقع تھا۔ قریب ہی نواب سراج الدولہ اور انگریزوں کی فوجیں مورچہ بند ہوئیں۔

انگریزوں نے آموں کے باغ میں مورچہ بنایا جس میں درخت قطار در قطار لگے تھے۔ اس میں درختوں کی قطاریں سلسلہ وار لگی ہوئی تھی۔ چاروں طرف کچی اور اونچی مینڈھ تھی جو فصیل کا کام دیتی۔ مینڈھ کے نیچے دریا بہہ رہا تھا۔ دریا کے عین کنارے پر سراج الدولہ کی شکارگاہ تھی جس کی چار دیواری پختہ تھی اور اس میں عمارتیں بھی بنی ہوئی تھیں۔ کلائیو نے اپنی کچھ فوج تو باغ میں رکھی اور کچھ شکارگاہ میں۔

ایک میل دور نواب کے لشکر نے مورچہ بندی کر رکھی تھی۔ جہاں نواب کا لشکر مقیم ہوا وہاں دریا گھوڑے کے سم کی طرح جھک گیا تھا۔ دریا کی نوکیں اس قدر گہری ہوئی تھیں کہ زمین کی شکل جزیرہ نما جیسی ہوگئی۔ اس

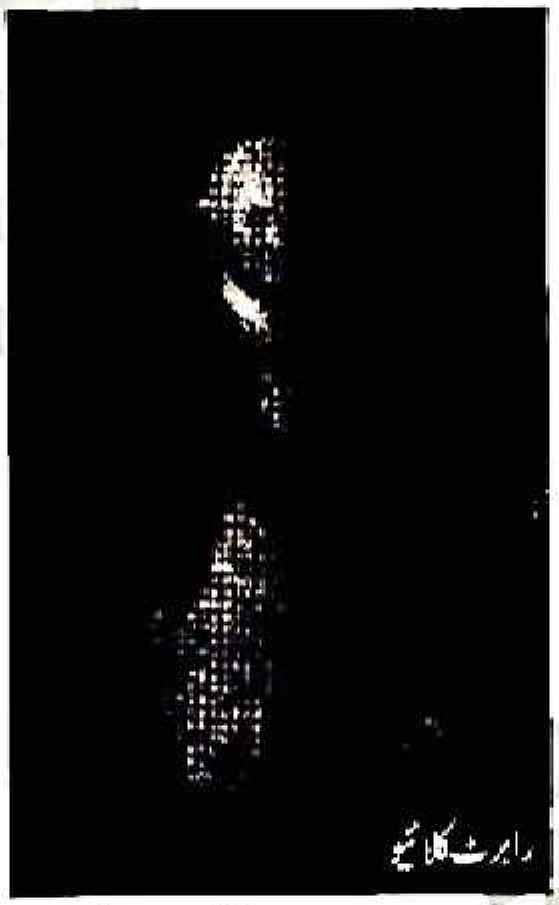

رابرٹ کلائیو

جزیرہ نما کا محیط قریباً تین میل کا تھا اور چوڑائی آدھ میل ہوگی۔ جزیرہ نما کے جنوبی گوشے سے دریا ملا ہوا تھا۔ اسی کے کنارے پر ایک ٹیلہ تھا جس پہ توپیں لگا دی گئیں۔ ٹیلے سے تین سو گز مشرق کی طرف ایک چھوٹی سی پہاڑی تھی جس پر پلاسی بن واقع تھا۔

فریقین کی فوجی تعداد میں اختلاف ہے۔ نواب سراج الدولہ کے لشکر کی تعداد پچاس ہزار سے کچھ زیادہ تھی۔ اس میں ۴۵ ہزار سپاہ لطف یار خان، راجا دولبھ رام اور میر جعفر جیسے غداروں اور نمک حراموں کے ماتحت تھی۔ بارہ ہزار فوجی میر مجی الدین (میر مدن) علی گوہر اور موہن لال کے تحت تھے۔

کلائیو کے ساتھ نو سو پچاس یورپی پیادے، دو سو مخلوط النسل، پچاس گورے، اکیس سو ہندوستانی سپاہی اور بہت سے لشکری تھے۔ ان سب کی تعداد چار ہزار کے قریب تھی۔ اتنی تھوڑی تعداد سے ایسے عظیم الشان لشکر کا مقابلہ کرنا قطعی ناممکن تھا۔ انگریز اتنی قلیل تعداد میں نواب کے عظیم لشکر سے لڑنے کا خیال بھی دل میں نہیں لا سکتے تھے۔ لیکن انھیں امید تھی کہ ان کی سازش کامیاب ہو کر رہے گی۔ جو غداری اور نمک حرامی کا بیج انھوں نے بویا ہے، وہ ضرور پھل لائے گا۔

لڑائی کا آغاز

۲۳ جون ۱۷۵۷ء کو دونوں لشکر مقابل ہوئے۔ نواب کے لشکر میں چار سو بہادر فرانسیسی سردار سینٹ

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

فریسس کی قیادت میں شامل تھے۔ نواب کا لشکر آہستہ آہستہ آگے بڑھنا شروع ہوا۔ انگریز اس کو دیکھتے ہی سہم گئے۔ جس شان سے نوابی لشکر بڑھا اس سے ثابت ہوتا تھا کہ وہ انگریزوں کو کچل ڈالے گا۔

سب سے آگے سینٹ فریسس کا مختصر دستہ تھا۔ وہ اس تالاب کے پاس آکر ٹھہرا جس میں کلائیو نے مورچہ بندی کی تھی۔ نواب کی فوج قوس کی صورت پھیل گئی جس کے ایک کنارے پر میر مدن' علی گوہر اور موہن تھے اور باقی کناروں پر لطف یار خان' راجا دولبھ رام اور میر جعفر کی فوجیں پھیلی ہوئی تھیں۔

یوں انگریز تین اطراف سے گھر گئے۔ چوتھی طرف دریا تھا۔ انگریزوں کی جرات قابل تعریف ضرور ہے کہ انھوں نے میر جعفر نمک حرام کے وعدوں پر اپنے آپ کو خطرے میں ڈال دیا۔ اگر میر جعفر نواب کو دھوکا دینے کے بجائے اس کا وفادار رہتا تو انگریزوں کی خوش بختی کا آفتاب غروب ہو جاتا اور بقول کلائیو کے ایک انگریز بھی بچ کر واپس نہ جا سکتا۔ دراصل انگریزوں کو نواب کی فوج سے کوئی خطرہ نہ تھا بلکہ وہ سینٹ فریسس کے چار سو سپاہیوں سے گھبرا رہے تھے۔

پلاسی کے مقام پر جو لڑائی ہوئی وہ لڑائی کہلانے ہی کی مستحق نہیں...... وہ دغابازی اور مکاری کا مظاہرہ تھا۔ اگر لڑائی ہوتی تو ہم اس کے حالات مفصل لکھتے۔ لیکن چونکہ وہاں مکاری اور غداری عمل میں آئی اس لیے وہی واقعات قلمبند کریں گے۔

جنگ شروع ہوگئی۔ سینٹ فریسس اور میر مدن کی توپیں ہولناک گرج کے ساتھ چلنے لگیں۔ انگریز کی توپوں نے بھی جواب دیا۔ آدھ گھنٹے کی گولہ باری نے انگریزوں پر ہراس طاری کر دیا۔ ان کے دس یورپی اور بیس دوسرے سپاہی کام آئے۔ اگرچہ وہ باغ میں محفوظ تھے کیونکہ ان کی مینڈھ کچی فصیل کا کام دے رہی تھی' پھر بھی جو گولہ باغ میں گرتا' وہ ایک دو انگریزوں کا کام ضرور تمام کر دیتا۔

کلائیو کے قاصد میر جعفر کے پاس آ جا رہے تھے۔ کلائیو چاہتا تھا کہ میر جعفر فوراً ۴۵ ہزار سپاہ لے کر اس کی طرف آ جائے اور نواب سے لڑے۔ مگر میر جعفر مناسب موقع کا انتظار کر رہا تھا۔ میر مدن اور علی گوہر توپوں کے قریب کھڑے تھے۔ ایک شخص نے علی گوہر کے کان میں کوئی بات کہی۔ وہ وہاں سے ہٹا اور فوراً نواب کے حضور میں جا پہنچا۔ اس نے عرض کیا "اعلیٰ حضرت! مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ میر جعفر نے اپنی فوج کو انگریزوں کی طرف چلے جانے کا حکم دیا ہے۔"

نواب سراج الدولہ فکرمند ہو گئے۔ اس وقت انہیں احساس ہوا کہ ان کے ساتھ فریب کیا جا رہا ہے۔ انھوں نے علی گوہر کو رخصت کر کے میر جعفر کو طلب کیا۔ وہ اس مکار بوڑھے کو اپنے خیمے میں لے گئے اور کہا "ماموں جان! یہ وقت میری نہیں ملک کی امداد کا ہے۔ اس مسند کی مدد کا ہے جسے علی وردی خان نے قوت بازو کے زور سے حاصل کیا۔ اگر انگریزوں کی فتح ہوئی تو ہندوستان ان کے قبضے میں چلا جائے گا۔ اگر اس نے تم سے کوئی وعدہ کیا ہے' تو ہرگز قائم نہ رہے گا۔ یہ پگڑی جس پر طرہ لگا ہوا ہے' تم نے میرے سر پر رکھی تھی۔ اب اس کی لاج تمہارے ہی ہاتھ میں ہے۔"

نواب سراج الدولہ نے اپنی پگڑی میر جعفر کے پیروں میں رکھ دی۔ نمک حرام نے بڑے ادب سے جھک کر اسے اٹھایا اور نواب کے ہاتھ میں دے دونوں ہاتھ اپنی چھاتی پر مار بڑے جوش سے کہا" میں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

نواب کا وفادار ہوں اور مرتے دم تک رہوں گا۔'' اس نے پھر حلف اٹھا کر نواب کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔ یہ واقعہ بہت سی تاریخوں میں اسی طرح رقم ہے۔

تھوڑی دیر جنگ کے بعد کلائیو کی بزدلی اور حماقت' دونوں ظاہر ہو گئیں' لیکن عین اس موقع پر میر جعفر کا رخ بدلتا دکھائی دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب میر جعفر نے نواب کے ہاتھ میں پگڑی دے کر اپنی وفاداری کا یقین دلایا' وہ نواب اور اپنے ضمیر' دونوں کو دھوکا دے رہا تھا۔

میر جعفر نے دیکھا کہ اگر لڑائی کی یہی صورت حال رہی تو انگریزوں کا بچنا محال ہے۔ اور جب انگریز ہی نہ رہے تو اسے مسند پر کون بٹھائے گا؟ اس نے پھر وقت ضائع نہیں کیا فوراً لطف یار خان اور راجا دولبھ رام کو اطلاع دی کہ اپنا لشکر لے کر انگریزوں کی طرف چلو اور خود بھی چل پڑا۔

جلد ہی نواب سراج الدولہ کو احساس ہو گیا کہ دغاباز نمک حراموں نے انھیں دھوکا دیا۔ اس وقت انھیں اطلاع ملی کہ وفادار جاں نثار میر مدن اور علی گوہر دونوں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ نواب کو ان کی موت کا سخت صدمہ ہوا۔

جب نواب کی ۴۵ ہزار فوج انگریزوں سے جا ملی اور ان کے پاس صرف بارہ ہزار بلکہ اس سے بھی کم لشکر رہ گیا تو لڑنا بے کار تھا۔ وہ ہاتھی پر سوار مرشد آباد کی طرف چل پڑے اور اپنے لشکر کو پیچھے آنے کا حکم دے گئے۔

یہ تھی وہ جنگ جس نے ہندوستان کی قسمت پلٹ دی۔ ایک میر صادق دغاباز تھا جس نے شیر دکن سلطان ٹیپو کا مکر و فریب اور نمک حرامی سے خاتمہ کیا۔ ایک میر جعفر جس نے غداری کر کے شیر بنگال کو ختم کر دیا۔ ان دونوں پر قیامت تک لعنت و ملامت کی پھٹکار پڑتی رہے گی۔ یہ لڑائی مردانہ نہیں بلکہ دھوکے کی تھی۔ انگریز ایسی لڑائی ہی میں کامیاب رہتے ہیں۔ ایک انگریز مورخ لکھتا ہے:

''صرف اس وقت جب کہ غدار اپنا کام کر چکے..... کلائیو بڑھ سکا۔ اس سے پہلے کلائیو کے بڑھنے میں فوج سمیت نیست و نابود ہو جانا یقینی تھا۔''

حادثہ جانکاہ

۲۳ جون ۱۷۵۷ء کو یہ حادثہ رونما ہوا۔ اس تاریخ کو ہندوستان کی قسمت پلٹ گئی۔ میر جعفر' لطف یار خان اور دولبھ رام کی غداری اور نمک حرامی کی وجہ سے انگریزوں کے قدم بنگال میں جم گئے۔ یہ وہ لعنتی لوگ ہیں جنھوں نے رشوت' لالچ اور جھوٹے وعدوں میں آ کر ملت فروشی اور ایمان فروشی کی اور اپنے ایسے آقا کو دھوکا دیا جو ماں باپ سے زیادہ شفیق تھے۔

سراج الدولہ شام کو اپنے محل پہنچے۔ چہرے پر سخت پریشانی اور رنج و قلق کے آثار عیاں تھے۔ میر مدن کی بیٹی اور علی گوہر کی زوجہ فردوسیہ انھیں دیکھتے ہی جھٹ خوابگاہ میں چلی گئی۔ بیگم نے نواب کو سلام کیا اور کہا ''خیریت ہے؟ اعلیٰ حضرت خاموشی کے ساتھ تشریف لائے؟''

سراج الدولہ نے غمناک لہجے میں کہا ''خیریت ہوتی تو اس طرح کیوں آتے؟ ماموں جان میر جعفر نے نمک حرامی کی اور دشمن کا ساتھ دیا۔ ہمیں شکست ہو گئی۔ ہماری خوش بختی کا آفتاب غروب ہوا۔''

یہ سن کر بیگم سکتے میں آ گئیں۔ کچھ وقفے کے بعد کہا ''گھبرایئے نہیں' خزانہ کافی ہے۔ نئی فوج بھرتی

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کیجیے اور دشمن کو شکست دیجیے۔"

سراج الدولہ: "یہی ارادہ ہے۔"

بیگم: "کیا میر مدن بھی دشمن سے مل گئے؟"

سراج الدولہ: "نہیں وہ وفادار تھے جان نثار کر گئے۔ جب تک زندہ رہے دشمن کو آگے بڑھنے کا حوصلہ نہ ہوا۔"

فردوسیہ خوابگاہ کے دروازے سے لگی کھڑی سن رہی تھی۔ باپ کی موت کا حال سن کر بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ دل تلملا اٹھا۔

بیگم نے پوچھا "اور علی گوہر؟"

سراج الدولہ: "آہ! وفادار علی گوہر وہ بھی حق نمک ادا کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔"

اب فردوسیہ سے ضبط نہ ہو سکا۔ دردناک چیخ ماری اور دھڑام سے گری۔ عورت شوہر سے بے انتہا محبت کرتی ہے اور کیوں نہ کرے دنیا کی دل بستگی شوہر ہی کے دم سے ہے۔ نواب اور بیگم دوڑ کر خوابگاہ میں داخل ہوئے۔ بیگم فردوسیہ بے حس و حرکت پڑی تھیں۔ انھوں نے انتہائی غم بھرے لہجے میں نواب کو دیکھ کر کہا "ذرا دیکھنا میری بہن کو کیا ہو گیا۔"

نامحرم عورت کو ٹٹولتے ہوئے سراج الدولہ ہچکچائے لیکن موقع ایسا نازک تھا کہ پس و پیش کرنا نقصان دہ ثابت ہوتا۔ وہ اس کے اوپر جھک گئے۔ جلدی سے اُسے ٹٹولا۔ سانس دیکھا اور نبض دیکھی۔ وہ ساکت ہو چکی تھی۔ جسم میں گرمی نہ رہی تھی۔ افسوس بھرے لہجے میں کہا "افسوس غریب فردوسیہ دنیا سے رخصت ہو گئی۔"

یہ سنتے ہی بیگم کے دل کو دھکا سا لگا اور وہ بیہوش ہو کر گرنے لگیں۔ سراج الدولہ نے انھیں مسہری پر لے جا لٹا دیا۔ دو تین مرتبہ کراہنے کی آواز آہستہ سے آئی اور اُن کا جسم بھی بے جان ہو گیا۔

سراج الدولہ نے یہ دیکھا تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ کہا "بیگم! تم بھی میری قسمت کی طرح مجھے دھوکا دے گئیں۔ یہ امتحان اور باقی تھا۔ خدا نے وہ بھی لے لیا۔"

وہ کچھ دیر بیگم کے قریب بیٹھے آنسو بہاتے رہے۔ پھر کچھ سوچ کر اُٹھے۔ فردوسیہ کو بھی اٹھا کر بیگم کے پاس لٹا دیا۔ پھر خوابگاہ سے باہر آ کے کنیزوں کو بلوانے کا حکم دیا۔

بعدازاں وہ درباری جو مرشد آباد میں رہ گئے تھے نواب نے چہل ستون میں ان سے ملاقات کی۔ بعض نے مشورہ دیا کہ نئی فوج بھرتی کر کے دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔ انھوں نے جواب دیا "میرا بھی یہی ارادہ تھا لیکن بیگم کی موت نے میرا دل توڑ دیا۔ اب میرا ارادہ بدل گیا ہے۔ میں فقیری اختیار کروں گا۔"

کچھ لوگوں نے عرض کیا "حضور! انگریزوں کی شرائط مان لیں۔"

سراج الدولہ نے جوش میں آ کر کہا "کیا میں انگریز کی غلامی قبول کر لوں؟ حاشا مجھ سے یہ نہ ہو گا۔ غلامی سے موت اچھی۔"

اس عرصے میں رات آدھی سے زیادہ گزر گئی۔ اسی وقت مشہور ہوا کہ میر جعفر آ رہا ہے۔ نواب نے فقیر کا بھیس بدلا اور محل سرا کے پچھلے دروازے سے نکل رات کی تاریکی میں غائب ہو گئے۔

خزانے کی لوٹ

جب نواب سراج الدولہ کی فوج میدان جنگ سے ہٹی تو میر جعفر نے کلائیو کے پاس ملاقات کا پیغام بھیجا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

اُسے امید تھی کہ کلائیو اور تمام انگریز اس کے مشکور ہوں گے۔ اس نے آقا کے ساتھ غداری اور نمک حرامی کر کے انگریزوں کو وہ فتح دلائی جو ان کے خواب و خیال میں بھی نہ آ سکتی تھی۔ اس فتح نے کم از کم بنگال میں انگریزوں کے قدم جما دیے۔ لیکن اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب کلائیو نے توقع کے خلاف یہ پیغام بھیجا کہ کل موضع داؤد پور آ کر ملاقات کرو۔

یہ قدرتی بات تھی کہ میر جعفر کے دل میں اس جواب سے طرح طرح کے شکوک پیدا ہونے لگے۔

دراصل اس وقت میر جعفر اور انگریز دونوں کی حیثیت لٹیروں کی سی تھی۔ لٹیرے بہت جلد ایک دوسرے سے بدظن ہو جایا کرتے ہیں۔ میر جعفر نے وہ رات بڑے کرب و اضطراب میں بسر کی۔ صبح یعنی ۲۴ جون ۱۷۵۷ء بروز جمعہ جب میر جعفر ناشتا کر رہا تھا کہ کلائیو کا پیغام طلبی آ پہنچا۔

جو کچھ وہ کھا رہا تھا اس کے ہاتھ سے گر پڑا۔ اس پہ ہراس طاری ہو گیا۔ وہ خوب جانتا تھا کہ جب تک نواب سراج الدولہ کا دبدبہ رہا' کسی انگریز کی خواہ وہ کتنا بڑا افسر ہو' یہ جرات نہیں تھی کہ اُسے بلا سکے۔ انگریز اس کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کرتے تھے۔

لیکن سراج الدولہ کو ہزیمت ہوتے ہی میر جعفر کا اقبال بھی رخصت ہو گیا۔ اسی لیے جب کلائیو سے ملاقات کرنا چاہی تو انکار کر دیا گیا۔ دوسرے روز بجائے اس کے کہ کلائیو آتا' اس نے ہی میر جعفر کو طلب کر لیا۔

اب میر جعفر مزید فکر مند ہوا۔ سہم گیا کہ کہیں انگریز اس کے ساتھ بھی دغا نہ کریں۔ بہرحال کلائیو کے حکم کی تعمیل کرنا ضروری تھی۔ اب اسے اپنی بے بسی کا خیال ستانے لگا۔ اپنے بیٹے میرن کو ساتھ لیا اور انگریز کیمپ کی طرف چلا۔ کرنل جی بی میلسن نے اپنی کتاب "لارڈ کلائیو" کے صفحہ ۱۴۷ پر لکھا ہے:

"میر جعفر بڑا مضطرب تھا۔ وہ انگریز لشکر کی طرف یہ سوچتا جا رہا تھا کہ دیکھو یہ لوگ میرے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں اور میری نمک حرامی کا کیا انعام ملتا ہے۔ جب وہ بدبخت اور ابن شیطان انگریزی کیمپ میں کلائیو کے سامنے پہنچا تو ہاتھی سے اُترا۔ اسی وقت ایک انگریزی دستہ اس کی طرف بڑھا۔ میر جعفر کا چہرہ فق پڑ گیا۔ کانپنے کی وجہ یہ ہوئی کہ کلائیو خیمے کے سامنے خاموش کھڑا تھا۔ قدرتی طور پر میر جعفر یہ سمجھا کہ وہ دستہ اُسے گرفتار کرنے بڑھ رہا ہے۔"

کلائیو اس کی پریشانی اور اضطراب بھانپ گیا۔ ممکن ہے کہ کلائیو کے دل میں بھی یہ بات آئی ہو کہ میر جعفر کو اس کی دغابازی اور نمک حرامی کی سزا دے۔ لیکن یہ سوچ کر خاموش ہو گیا کہ مکار بوڑھے سے ابھی کئی کام لینے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

کلائیو یہ بات بھی سمجھتا تھا کہ اگر ہندوستانیوں کو اس کی چالبازیوں کا پتا چلا تو وہ انگریزوں کا خاتمہ کر ڈالیں گے۔ میر جعفر اس کے دام میں پھنس چکا تھا۔ اس نے اُسے آلہ کار بنانے کا ارادہ کیا۔ چناں چہ وہ فوراً بڑھا اور صوبے دار صاحب کہہ کر میر جعفر کو سلام کیا۔ اظہار تشکر گزاری کے طور پر اُس پیر فرتوت کو گلے لگایا اور کہا ”میر جعفر! تم فکر و اندیشہ نہ کرو۔ انگریزوں نے تم سے جو وعدے کیے‘ وہ اپنا مذہب سمجھ کر ایمانداری کے ساتھ انھیں پورا کریں گے۔ تم سراج الدولہ کے تعاقب میں فوراً جاؤ۔ ایسا نہ ہو وہ نیا لشکر بھرتی کر کے ہماری اور تمہاری مشکلات میں اضافہ کر دے۔ میں بھی تمہارے پیچھے تمہاری مدد کو آتا ہوں۔“

یوں انگریز نے نہایت چالاکی سے ہندوستانیوں کو ہم وطنوں کے ہاتھوں ہی تباہ کرا دیا۔ اس نے دیکھ لیا تھا کہ یہاں مختلف قومیں آباد ہیں۔ ان میں آسانی سے نفرت اور دشمنی پیدا کرائی جا سکتی ہے۔ یہاں بہت سی چھوٹی چھوٹی حکومتیں ہیں‘ کسی ایک حکومت کی طرفداری کر کے دوسری کو زیر کرنا ممکن ہے۔ احمق ہندوستانی اپنی حکومتوں کو خود ہی تباہ کر سکتے ہیں۔ رشوت‘ لالچ اور جھوٹے وعدوں سے انھیں اُلو بنایا جا سکتا ہے..... سراج الدولہ اور میر جعفر کے معاملے میں انھیں تجربہ ہو ہی گیا۔

میر جعفر کے لیے اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ کلائیو کے احکام کی تعمیل کرے۔ چناں چہ لوٹا اور اپنا لشکر لیے مرشد آباد کی طرف روانہ ہوا۔ ۲۵ جون کو شہر پہنچا۔ پیچھے پیچھے کلائیو بھی آیا۔ لیکن اس خوف سے کہ کہیں مرشد آباد کے لوگ بھڑک کر انگریزوں پر حملہ نہ کر دیں‘ اُسے مرشد آباد میں داخل ہونے کی جرأت نہیں ہوئی۔ وہ شہر سے کچھ میل کے فاصلے پر سید آباد میں واقع فرانسیسی کوٹھی میں ٹھہرا۔

مرشد آباد میں آمد

جب میر جعفر نے مرشد آباد کے لوگوں کو ہموار کر لیا اور یہ اندیشہ دور ہو گیا کہ انگریزوں کے شہر آنے پر وہ حملہ نہیں کریں گے تب اُس نے کلائیو کو شہر آنے کی دعوت دی۔ وہ ۲۹ جون ۱۷۵۷ء کو دو سو گورے اور پانچ سو ہندوستانی سپاہی لیے مرشد آباد میں داخل ہوا۔ اسی دن سہ پہر کے وقت کلائیو نے میر جعفر کو مسند نشینی کے لیے بلایا۔ وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح جلد اس بوڑھے مردود کو مسند پر بٹھا کر نواب کے خزانے کی لوٹ مار شروع کرے..... مہذب لوٹ یعنی لوٹنے بھی اور نام بھی نہ آئے۔

اسی وقت نوبت و نقارے بجنے لگے۔ درباریوں نے باری باری نذریں پیش کیں۔ اس کے بعد نواب سراج الدولہ کے خزانے کی لوٹ شروع ہوئی۔ لارڈ کلائیو‘ لارڈ ڈریک‘ میجر کلپرک‘ مسٹر واٹسن اور دیگر انگریز افسروں نے لاکھوں روپے لوٹ لیے۔

حقیقت یہ ہے کہ بوڑھے بدکار میر جعفر نے ملت کا مال سمجھ کر سب کچھ انگریزوں کو دے ڈالا۔ کلائیو وغیرہ نے تو اپنا حصہ نقد لیا۔ کمپنی کے حصے کا آدھا تو اسی وقت نقد لے کر کلکتہ بھیج دیا اور آدھے کی بابت تین قسطیں سال وار منظور کر لیں۔ اس طرح میر جعفر خزانے کی کوڑی کوڑی لٹا کر ایک طرح سے انگریزوں کا آوردہ اور محکوم بن کر مسند نشین ہوا۔

سراج الدولہ حکومت کرنا چاہتے تو ان کا خزانہ بھرپور تھا۔ رعایا خوش تھی۔ وہ مرشد آباد میں رہ کر با آسانی نئی فوج بنا سکتے تھے۔ رعیت ان کا ساتھ دیتی۔ لیکن اب ان کا دل

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

ٹوٹ گیا تھا۔ انہی لوگوں نے دھوکا دیا جن کے ساتھ انھوں نے نیک سلوک کیے تھے۔ جنھوں نے قرآن شریف ہاتھ میں لے کر وفاداری کا حلف اٹھایا تھا۔ پھر ان کی شریک حیات بھی انھیں داغ مفارقت دے گئی۔ اب دنیا اندھیر ہو گئی۔ حکومت تو کیا زندگی کی بھی خواہش نہیں رہی لیکن وہ مسلمان تھے خودکشی کو گناہ عظیم سمجھتے۔ اس لیے باقی زندگی فقیری میں بسر کرنے کا ارادہ کر لیا۔

ادھر انگریز اور میر جعفر دونوں خوب جانتے تھے کہ نواب سراج الدولہ رعایا میں ہر دلعزیز ہیں۔ اگر وہ چاہیں تو فوج بھرتی کر کے دوبارہ حکمران بن بیٹھیں۔ انھوں نے یہ خطرہ مٹانے کے لیے ان کی تلاش شروع کر دی۔ بے شمار آدمی ان کی گرفتاری پر مامور کیے۔ یہ لوگ میر جعفر کے نمک خوار تھے۔ انگریزوں نے جگت سیٹھوں کو آمادہ کر لیا کہ وہ سراج الدولہ کے پکڑے جاتے ہی ان کا کام تمام کر دیں۔

اگرچہ نواب کی قوت جاتی رہی تھی۔ وہ مسند اور دارالسلطنت چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اپنا تمام خزانہ جوں کا توں چھوڑ گئے۔ خالی ہاتھ فقیر بن کر نکلے۔ لیکن کلائیو اور انگریز اب بھی ان سے خوفزدہ تھے۔ سراج الدولہ کا نام سنتے ہی ان کے دلوں پر ہیبت طاری ہو جاتی۔ وہ خزانہ لوٹ کر اپنے آپ کو محفوظ اسی وقت سمجھتے جب سراج الدولہ دنیا میں نہ رہتے۔

آخر ان کی امید بر آئی۔ نواب راج محل نامی مقام پر گرفتار ہوئے۔ ۳ جولائی ۱۷۵۷ء کو میر جعفر کے سامنے لائے گئے۔ انھیں فقیری لباس میں دیکھ کر میر جعفر کے دل پر گھونسا سا لگا۔ وہ نادم اور شرمندہ نظر آنے لگا۔

میر جعفر کو اپنا وہ زمانہ یاد آیا جب بہار سے غربت اور بے کسی کی حالت میں آیا تھا۔ تب سراج الدولہ کے نانا علی وردی خان کے حضور درخواست ملازمت کی تھی۔ انھوں نے اُسے شریف سمجھ کر فوجی افسر بنایا اور رفتہ رفتہ ترقی دے کر اپنے معتمد افسروں میں شامل کر لیا۔ پھر اسے اپنے عزیزوں میں شامل کر اس کی بہن سے شادی کر لی۔ اُسے جو کچھ عروج حاصل ہوا' وہ علی وردی خان کے طفیل تھا۔ اس کے عروج کو سراج الدولہ نے اور زیادہ ترقی دی۔

بہر حال میر جعفر نے سراج الدولہ کو نظر بند رکھنے کا حکم دیا۔ انگریز کا جگت سیٹھوں سے خفیہ معاہدہ ہو چکا تھا کہ وہ سراج الدولہ کو ضرور قتل کرا دیں۔ چناں چہ ان نمک حراموں نے ایک شیطان سیرت شخص محمد بیگ کے ذریعے انھیں قتل کرا دیا۔

صبح جب اس حادثے کی خبر پھیلی تو شہر میں طوفان غضب اُمنڈ آیا۔ میر جعفر نے امیروں اور رئیسوں کو امن بحال کرنے بھیجا۔ بے چارے عوام کی راہبری کرنے والا کوئی نہ تھا' اس لیے جوش و غضب کا طوفان جلد سرد پڑ گیا۔ ورنہ میر جعفر کا پتا چلتا نہ کسی انگریز کا.....

یہ تھی داستان اس خدا رسیدہ' پرہیزگار اور پرجوش مسلمان نواب سراج الدولہ کی جو مکر و فریب' دھوکا اور دغا بازی سے شہید کر دیے گئے۔ جس طرح سلطان ٹیپو شیر دکن تھے اسی طرح سراج الدولہ شیر بنگال تھے.....

سلطان ٹیپو شہید مکر و فریب کا شکار ہوئے اور نواب سراج الدولہ بھی اور ان دونوں کے نام تاریخ میں آفتاب کے مانند چمک رہے ہیں۔

جعفر از بنگال و صادق از دکن
ننگ ملت' ننگ دیں' ننگ وطن

◆◆◆

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

محترمی و مکرمی جناب ....

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا آپ کے پاس ایک قرآن مجید ہے؟

تمام مسلمان بہن بھائیوں اور خصوصاً آپ سے التجا ہے کہ آپ کے پاس اگر ایک سے زیادہ مترجم قرآن مجید، قاعدے، سپارے، بخاری شریف یا حدیث کی کوئی کتاب یا دیگر اسلامی کتابیں موجود ہوں تو ضائع نہ کریں بلکہ ادارہ آمنہ جنت کی لائبریری کو عطیہ کریں۔ جب تک طالبات ان کو پڑھتی رہیں گی ثواب بھی آپ کو ملتا رہے گا اور یہ صدقہ جاریہ ہے۔

اپنے والدین اور مرحومین کے بلند درجات کے لیے

ادارہ کو تفاسیر قرآن کریم، کتب حدیث اور دیگر اسلامی کتابیں خود تشریف لا کر پہنچا دیں یا ان کی قیمت بذریعہ منی آرڈر بنام ادارہ ارسال فرما دیں۔ ہم تفسیر قرآن کریم بازار سے لے کر رسید آپ کو بھجوا دیں گے۔ ان شاء اللہ

دعوت

آپ کو دعوت دی جاتی ہے کہ آپ ماسوائے اتوار کے کسی بھی دن کسی جب آپ کو آسانی ہو، ادارے کا وزٹ فرمائیں، ہمارے کام تعلیم القرآن و عصری تعلیم کو چیک کریں۔ اگر دل گواہی دے کہ کام بطریق احسن سے ہو رہا ہے تو پھر تفاسیر قرآن کریم و کتب حدیث عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

نوٹ

منی آرڈر یا کتابیں بنام ادارہ ارسال فرمائیں۔ دستی دیتے وقت ادارے کی رسید وصول کریں۔ شخصی نام پر ہرگز ارسال نہ فرمائیں۔ شکریہ

بغیر نمود و نمائش

تعلیم القرآن، دین کی نشرواشاعت اور انسانیت کی فلاح کے لیے، بغیر نمود ونمائش دیے گئے عطیات کا ادارہ خیر مقدم کرتا ہے۔ اپنے عطیات بذریعہ چیک یا ڈرافٹ ارسال کرنا چاہیں تو ڈرافٹ یا چیک آمنہ جنت فاؤنڈیشن اکاؤنٹ نمبر 02745 ایم سی بی چونیاں برانچ نمبر 0240 کے نام بھجوائیں۔ آن لائن بھی جمع کرا سکتے ہیں۔

اس صورت میں مطلع ضرور کریں۔

آن لائن اکاؤنٹ ایم سی بی PK86MUCB0673440401002745 ٹائٹل اکاؤنٹ آمنہ جنت ویلفیئر فاؤنڈیشن ایم سی بی چونیاں برانچ

نوٹ: ادارہ گورنمنٹ سے منظور شدہ ہے۔ ادارے کو دیے جانے والے تمام عطیات انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہیں، مزید رابطے کے لیے:

پرنسپل رضیہ پروین: آمنہ جنت فاؤنڈیشن
ماڈل اسکول چونیاں ضلع قصور
فون نمبر: 0322-7614497 -0300-4735932

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com
www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

پچھلے ۶۷ برس سے

عمل میں ڈھلتا

رام راج کا منصوبہ

بھارتی سرکار کی اس سوچی سمجھی سازش کا کچا چٹھا جس کے ذریعے ہزارہا مسلمانانِ بھارت کو شدھی بنالیا گیا

منشی عبدالرحمٰن خان

بھارتی انتہا پسندی

ہندوستان سے مسلمانوں کو مٹانے والا منصوبہ سب سے پہلے ۱۹۲۵ء میں ایک انتہا پسند ہندو رہنما، سوامی ستیہ دیو پری پراجک کی زبانی منظر عام پر آیا۔ انھوں نے ساگر (متوسط ہند) میں تقریر کرتے ہوئے اعلان کیا تھا:

"ہندوؤ! سنگھٹن کرو، مضبوط بنو۔ اس دنیا میں طاقت ہی کی پوجا ہوتی ہے اور جب تم مضبوط بن جاؤ گے تو یہی مسلمان خود بخود تمہارے قدموں پر اپنا سر جھکا دیں گے۔ اس صورت میں ہم خود ان کے سامنے اپنی یہ شرطیں پیش کریں گے۔

۱۔ قرآن کو الہامی کتاب نہ سمجھو۔

۲۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ)

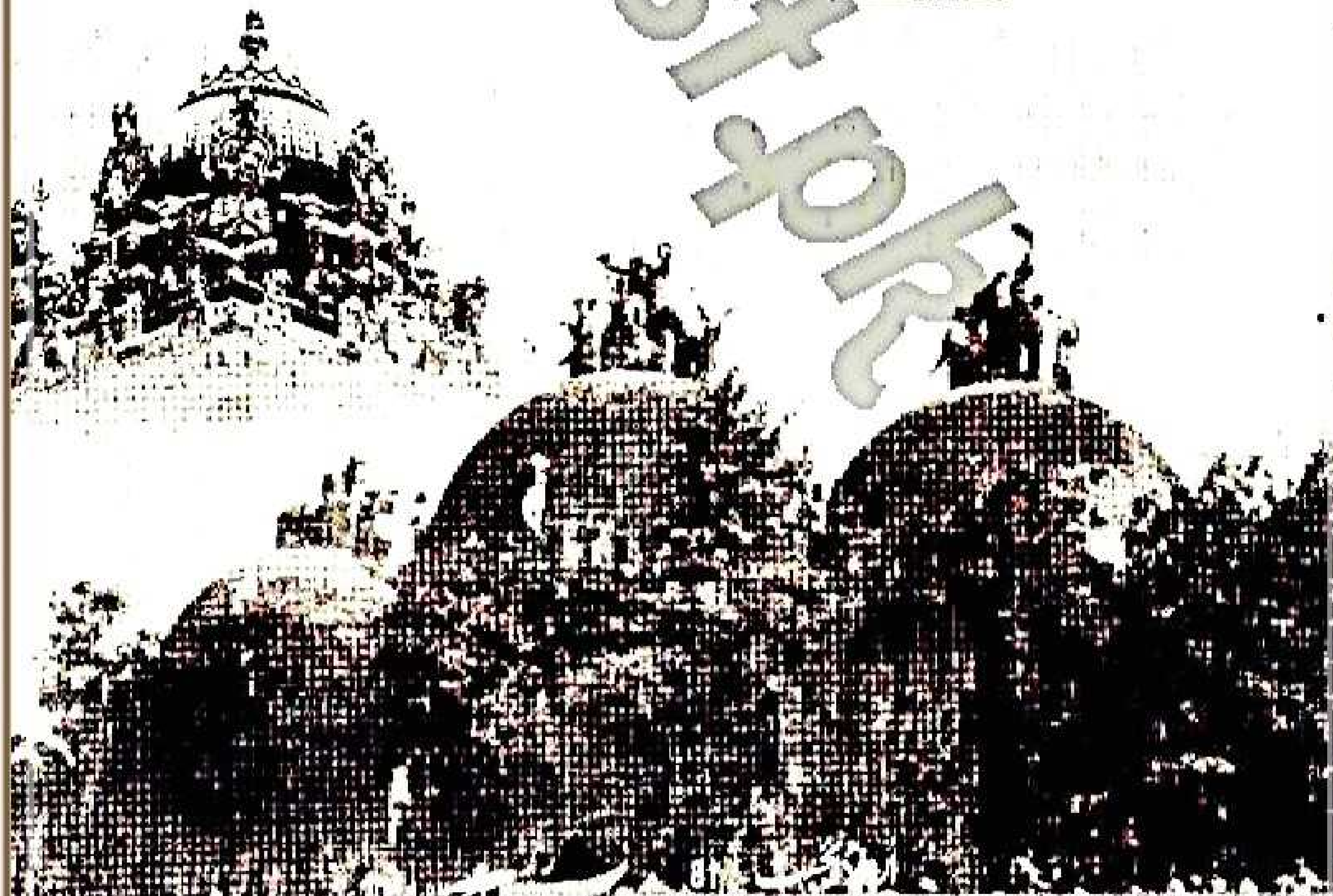

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
Digestpk

SCANNED BY DIGESTPK

رسول خدا نہ کہو۔

۳۔ عرب وغیرہ کا خیال دل سے دور کردو۔

۴۔ سعدی و رومی کے بجائے کبیر و تلسی داس کی تصانیف کا مطالعہ کرو۔

۵۔ اسلامی تیوہاروں اور تعطیلوں کے بجائے ہندو تیوہار و تعطیلات مناؤ۔

۶۔ اسلامی نام رکھنا چھوڑ دو۔

۷۔ عربی کے بجائے تمام عبادتیں ہندی میں کی جائیں۔

(اخبار وکیل' امرتسر ۹ دسمبر ۲۵ ص ۴)

دستورِ جہانبانی

غیر مسلم حکمرانوں کا یہ دستور رہا ہے کہ وہ اسلامی ملک پر قبضہ و تسلط جمانے کے بعد سب سے پہلے وہاں کی تہذیب و تمدن ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ معصومانہ انداز میں ایسے حالات پیدا کر دیتے ہیں کہ اس ملک کے باشندے خود بخود حکمران طبقے کی تہذیب و تمدن اختیار کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ یہ حملہ بالعموم تعلیم و تربیت کی راہ سے ہوتا ہے۔ اس کی زندہ مثال ہمارے سامنے انگریزوں کی موجود ہے۔

انھوں نے سرزمین ہند پر قدم رکھتے ہی سب سے پہلے مسلمانوں کی سیرت بدلنے کے لیے ان کا وہ اخلاقی نصاب' جو کریما سے شروع ہو کر گلستاں تک جاتا تھا اور جس کے اسباق ہر عمر میں پڑھنے والے کے کام آتے تھے یکسر بدل دیا۔ اس کی جگہ کتوں اور بلیوں کی کہانیوں کا ایسا نصاب مقرر کیا جس سے بقول مورخ اسلام علامہ سید سلیمان ندوی: "طفلانہ دلچسپیوں کے سوا کوئی اخلاقی تعمیر سیرت کا فائدہ اور زندگی کا قاعدہ معلوم نہ ہوا۔"

چنانچہ ہندوؤں نے بھی اپنے مذکورالصدر منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے بھارت کی عنانِ حکومت سنبھالتے ہی' انگریزوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے سب سے پہلے نصابِ تعلیم بدلنے کا فیصلہ کیا۔ چناں چہ ملک کی مقبول ترین زبان اردو کے بجائے ہندی کو قانوناً ذریعہ تعلیم بنایا جس کے بولنے اور سمجھنے والے ملک میں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں تھے۔

جبڑا توڑ ہندی

اُردو کے وجود سے انکار کرنے کے بعد وہاں ایسی جناتی زبان مروج کرنے کے لیے تمام سرکاری اور غیر سرکاری ادارے مصروفِ عمل ہو گئے جس کے متعلق خود وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو کا بیان ہے:

"اس وقت تک جو ہندی سرکاری دفتروں میں چلائی گئی وہ تو نرے جبڑا توڑ الفاظ کا مجموعہ ہے۔ اس طرح کی ہندی کبھی بھی عامتہ الناس کی زبان نہیں بن سکتی۔ میں نے تو جب سرکاری استعمال کے لیے اس قسم کی لغت پر نظر ڈالی' میرے سر میں درد ہونے لگا۔"

(صدق جدید' ۲۹ جنوری ۱۹۵۴ء)

کایا پلٹ

بہرحال بھارتی افسر شاہی کی حوصلہ افزائی کا یہ نتیجہ نکلا کہ ہندوؤں نے ہندی کی ترویج کو قومی مسئلہ بنا لیا اور ہر جائز و ناجائز طریقے سے اسے تمام ملک میں فی الفور جگہ دینے اور اُردو کو حرفِ غلط کی طرح مٹانے پر کمربستہ ہو گئے۔ اسی سلسلے میں قاضی محمد عدیل عباسی ایم ایل اے، صدر استقبالیہ، اُردو کانفرنس کا بیان عبرت انگیز ہے:

''اب اردو زبان کے ساتھ ایک بدیشی زبان سے

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

بھی بدتر سلوک کیا جاتا ہے۔ وہ کسی سرکاری یا نیم سرکاری محکمے میں بطور زبان تسلیم نہیں کی جاتی۔ کچہریوں کا یہ حال ہے کہ وہاں اردو کو داخلہ کی اجازت نہیں۔ دستاویزات کی نقل اردو رسم الخط میں نہیں ملتی۔ جو کاغذات اُردو میں ہوں ان کا ہندی ترجمہ عدالتوں میں داخل کرنا پڑتا ہے۔

''حتیٰ کہ نشانات راہ اور سڑک پر میلوں کے پتھروں پہ بھی اُردو کو جگہ نہیں دی گئی۔ لکھنؤ جیسے شہر میں اسٹیشنوں پہ "اندر آنے کا راستہ" اور "باہر جانے کا راستہ" اردو میں تحریر نہیں۔ وہ ایسی کٹھن بھاشا میں درج ہے کہ ان کا سمجھنا اُن لوگوں کے لیے بھی مشکل ہے جو اسے پڑھ لیتے ہیں۔ ٹکٹ خریدنے کی جگہ پر بھی اردو زبان کو نظر انداز کر دیا گیا۔ سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ بچوں کو اُردو پڑھنے کی اجازت نہیں۔''

(صدق جدید ۱۵/اپریل ۱۹۵۵ء)

''سیاست جدید'' کانپور میں جون ۵۴ء کے شمارے میں اطلاع دی گئی:

''سارے ہندوستان میں کسی ایک ریلوے لائن پہ بھی ٹکٹوں پر اُردو کے الفاظ باقی نہیں۔''

غرض بھارت میں ہر دفتر، محکمہ، ادارہ اور ہر معاملے میں ایسے حالات پیدا کر دیے گئے کہ مسلمانوں کے لیے ہندی سیکھنے کے سوا روزمرہ کی گاڑی چلانا تقریباً ناممکن ہو گیا۔

بنیادی نصاب

ہندی پڑھنے پڑھانے کا معاملہ صرف نئی زبان کی حد تک محدود رہتا تو اسے طوعاً و کرہاً برداشت کیا جا سکتا تھا۔ مگر مشکل یہ پیدا کر دی گئی کہ نہایت خاموشی کے ساتھ تدریجاً مسلمانوں کو "شدھ" کرنے کا کام بھی لیا جانے لگا۔ یعنی اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں سے اُردو کو بیک بینی دو گوش نکال کر اس کی جگہ ہندی کے ایسے بنیادی نصاب مقرر کیے گئے جن کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مسلمان خود بخود ہندو ہو جائیں اور بمصداق نہ ہینگ لگے نہ پھٹکری اور رنگ چوکھا آئے یعنی ایک تیر سے دو شکار ہونے لگے۔

ابتدائی تعلیم

ہندوستان میں جس قسم کی ابتدائی تعلیم مسلمان بچوں کو دی گئی، اس پر روشنی ڈالتے ہوئے، مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی ایڈیٹر ماہنامہ ''معارف'' اعظم گڑھ نے تعلیمی کانفرنس کے خطبۂ صدارت میں فرمایا:

''ابتدائی تعلیم تمامتر ہندو مذہب اور تہذیب کی ترجمان اور اس کی مبلغ ہے۔ اس میں اسلامی تہذیب اور روایات کا کوئی شائبہ نہیں۔ نصابی کتب میں موجود دیومالا کی خرافات اور علم الاصنام کے مشرکانہ اوہام اسلامی تعلیم کے سراسر منافی ہیں۔ مسلمانوں کے مذہب کا سوال الگ رہا ان کی تاریخ، تہذیب تک کا اس میں کوئی نشان نہیں۔ انتہا یہ ہے کہ جنگ آزادی کے ان مسلمان مجاہدین اور راہنماؤں تک کے ذکر سے یہ کتابیں خالی ہیں جنھوں نے ہندوستان کو آزادی کا سبق پڑھایا۔ ایسی حالت میں جو مسلمان بچے پڑھیں گے، ان کا انجام اس کے سوا کیا ہو گا کہ وہ اپنے مذہب، تہذیب اور روایات سے بالکل بیگانہ ہوں۔ وہ ہندو تہذیب کے رنگ میں رنگ جائیں اور آئندہ نسلیں محض نام کی مسلمان رہ جائیں۔''

(صدق جدید ۱۰/جون ۱۹۵۵ء)

اس کی مزید تائید و تصدیق مدراس کے ''دکن ہیرالڈ'' میں شائع ہونے والے ایک مراسلے سے ہوتی ہے۔ اس میں درج ہے:

''یوپی کے محکمہ تعلیمات نے اردو کی جو بیسک

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ریڈریں تیار کرائی ہیں، وہ صاف شدھی کا پروپیگنڈا اور ہندو دھرم کے پرچار کا آلہ ہیں۔ بارہ اسباق کو چھوڑ کر جو قواعد زبان سے متعلق ہیں، باقی آٹھ میں سے بڑی کثرت سے سبق ہندوانہ ہی ہیں۔ جہاں تک ہندو بزرگوں، رسموں اور تیرتھوں کا تعلق ہے سبق شری رام چندر جی بھرت ملاپ، شری کرشن جی، دھنش یگ، گنیش جی دہروا، پرہلاد، رامائن، سگریو، گنگا، اجودھیا، متھرا، کاشی، پریاگ، سورداس، تلسی داس، میرا بائی وغیرہ سب پر ملتے ہیں۔ کوئی ایک سبق بھی حضرت محمد ﷺ، حضرت مسیحؑ، خواجہ معین الدین چشتیؒ اور گورونانک وغیرہ پر موجود نہیں۔

اسی طرح ہندو لیڈروں میں مہاتما گاندھی، پنڈت جواہر لال نہرو، ایشور چندر ودیا ساگر، مدن موہن مالوی، تلک، لالہ لاجپت رائے، سردار پٹیل، راجندر پرشاد، سروجنی نائیڈو، پنڈت پنت، ٹنڈن جی وغیرہ سب کا ذکر موجود ہے۔ لیکن نہیں ذکر کیا، تو حکیم اجمل خاں، سرسید، علامہ اقبال، آصف علی، محمد علی گوہر، شوکت علی گوہر، ڈاکٹر انصاری، مولانا حسین احمد، رفیع احمد قدوائی اور ڈاکٹر سید محمود کا۔ اس طرح جنگ آزادی کے سلسلے میں کارنامے بیان کیے گئے ہیں۔ صرف منگل پانڈے، ناناتھیا ٹوپی اور بھگت سنگھ وغیرہ کے اور نام بھی نہیں آنے پایا ہے تو ٹیپو سلطانؒ، سید احمد شہیدؒ، بہادر شاہ ظفر وغیرہ کا۔"

(صدق جدید ۴/مارچ ۱۹۵۵ء)

ہندی تعلیم کا اثر

ایسی کتابوں کو پڑھنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی نئی پود خود بخود شدھ ہوگئی اور "ہندی، ہندو، ہندوستان" کا نعرہ پرامن طریق سے کامیاب ہوا۔ گویا ہندوستان کا محکمہ تعلیم زبان کے ساتھ ساتھ شدھی کی تبلیغ کا فرض بھی ادا کرتا رہا۔ اس نے ایسے طور طریقے اور نصاب و اسباق مقرر کیے کہ سب بھارتی ہندو مذہب کے پیرو ہو جائیں۔ چناں چہ حال ہی میں ایک بڑے اسلامی ادارے کے ایک ذمے دار رکن نے ذکر کیا:

"جب لڑکے اسکول سے آئیں، تو گھر میں داخل ہوتے ہی السلام علیکم کہنے کے بجائے نمستکار کرتے ہیں۔ جب کوئی چیز گم ہو جائے تو انا اللہ پڑھنے کے بجائے سات مرتبہ رام رام پڑھتے ہیں۔ اسی طرح ہر معاملے میں ہندو تہذیب کی مطابقت کرتے ہیں۔ جب انھیں ٹوکا جاتا ہے کہ تم مسلمان ہو کر ایسا کیوں کرتے ہو، تو جواب ملتا ہے کہ ہمیں اسکولوں میں یہی سکھایا جاتا ہے اور ساتھ ہی ڈرایا جاتا ہے، "اگر تم نے خلوت یا جلوت میں اس کے مطابق عمل نہ کیا اور اس کی ہم تک خبر پہنچ گئی، تو تمھیں سزا دی جائے گی۔" اب آپ ہی بتائیں کہ ہم کیا کریں؟"

غرض اس طرح بھارتی مسلمانوں کو شدھ کرنے کی کوششیں ہوئیں جن کا بظاہر ہر کسی کو اندازہ نہیں ہو سکتا۔

جبری ہندی تعلیم

اس سے بچنے کی ایک صورت یہ تھی کہ بھارتی مسلمان اپنے بچوں کے لیے تعلیم کا خود کوئی مناسب انتظام کرتے مگر وہاں ایسا کرنا قانوناً جرم ہے۔ رائج الوقت قانون کے مطابق ہر چھے سالہ بچے کے لیے سرکاری مدارس میں داخل ہونا لازمی ہے۔ اگر والدین غفلت یا کوتاہی کریں، تو ان کے لیے دو سال تک کے لیے قید با مشقت موجود ہے۔ اس لیے ہر مسلم بچے کو قانوناً ایسی تعلیم حاصل کرنے کے لیے مجبور ہونا پڑتا ہے جو اسے شدھ بنا دے۔ چونکہ شدھی کا کام محکمہ تعلیم کے سپرد کر دیا گیا تھا اس لیے کارکن مسلمان بچوں کی خاص طور پر تلاش میں رہتے تاکہ کوئی شدھ ہونے سے نہ بچ سکے۔ ●●●

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

عزیز از جانِ برخوردار کامران بعد دعا واضح ہو کہ یہ زمانہ تمہاری خیریت نہ معلوم ہونے کی وجہ سے بے چینی میں گزرا۔ میں نے مختلف ذرائع سے خیریت بھیجنے اور منگانے کی کوشش کی مگر بے سود۔ ایک چٹھی لکھ کر ابراہیم کے بیٹے یوسف کو بھیجی اور تاکید کی کہ اسے فوراً کراچی کے پتے پر بھیجو۔ اُدھر سے جو چٹھی آئے مجھے بواپسی ڈاک روانہ کرو۔ تمہیں پتا ہوگا کہ وہ کویت میں ہے اور اچھی کمائی کر رہا ہے۔ بس اسی میں اپنی اوقات بھول گیا اور پلٹ کر لکھا

عبرت نامہ

ہی نہیں کہ چٹھی بھیجی یا نہیں۔ شیخ صدیق حسن خان کا بیٹا لندن جا رہا تھا تو اسے بھی خط لکھ کر دیا کہ کراچی بھجوا دینا۔ اس حرام خور نے بھی کچھ پتا نہ دیا کہ خط بھیجا یا نہ بھیجا۔

سب سے زیادہ تشویش عمران میاں کی طرف سے رہی کہ وہ وہاں پہنچے یا نہیں۔ پہنچے تو کسی طور تو انہیں اپنی خیریت کا خط بھجوانا تھا۔ احوال یہ ہے کہ عمران میاں اِدھر سے گزرے تھے۔ یہ وہ سوا دو ماہ پہلے کی بات

نئی نسل کے نام

ہندوستان سے آخری خط

ہندوانہ تہذیب میں تیزی سے جذب ہوتے مسلم طبقہ اشرافیہ کے ایک بزرگ کا المناک نامہ

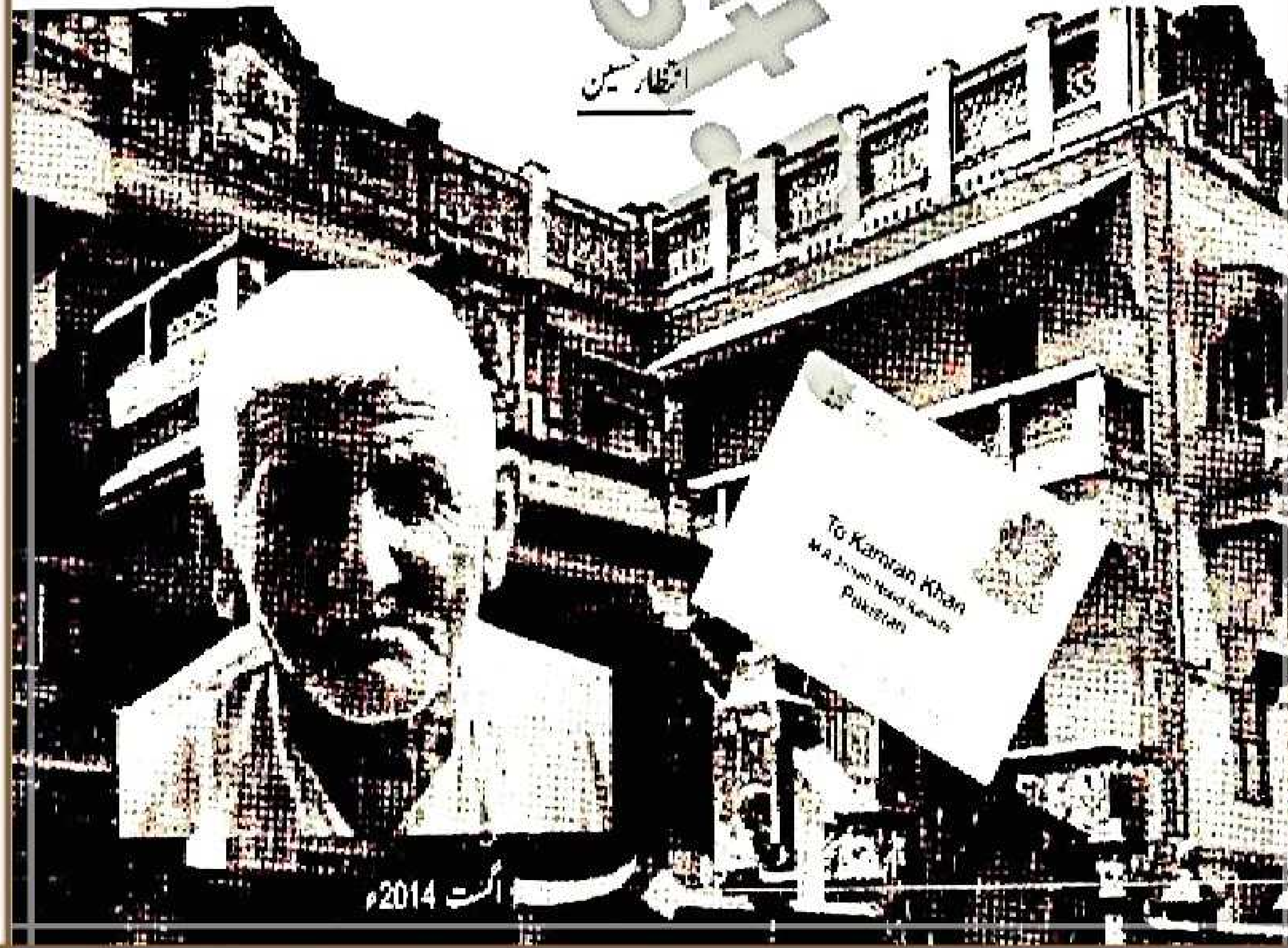

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ہے۔ سمجھ لو کہ گلابی جاڑا تھا۔ میں اپنا پلنگ کمرے سے دالان میں لے آیا تھا۔ رات گئے دستک ہوئی۔ پریشان ہوا کہ الٰہی خیر! اس غیر وقت میں کون آیا اور کیوں آیا؟ جا کر دروازہ کھولا' دستک دینے والے کو سر سے پیر تک دیکھا۔ حیران و پریشان کہ یہ کون آ گیا ہے؟ خون نے خون کو پہچانا ورنہ وہاں اب پہچاننے کے لیے کچھ نہیں رہ گیا۔

تب میں نے اسے گلے لگایا اور کہا کہ بیٹے ہم نے تمھیں ان حالوں تو پاکستان نہیں بھیجا تھا' تم کیا حال بنا کر آئے ہو۔ مگر پھر میں اپنے کہے پر آپ نادم ہوا۔ یہ کیا کم تھا کہ ہماری امانت ہمیں واپس مل گئی۔ بندے کو چاہیے کہ ہر حال میں خدا کا شکر کرے۔ حرف شکایت زبان پر نہ لائے کہ مبادا کلمہ کفر بن جائے اور کہنے والا مستحق عذاب ٹھہرے۔ انسان ضعیف البنیان نے دنیا میں آنے کے بعد وہ کچھ کیا ہے کہ اس کے ساتھ جو بھی ہو، شکایت کی گنجائش نہیں۔ آدمی بس چپ رہے اور ''جبار و قہار'' کے قہر سے ڈرتا رہے۔

تمہاری چچی نے عمران میاں کو دیکھا تو حق دق رہ گئیں۔ گلے لگایا اور بہت روئیں۔ میں تو چپ رہا تھا مگر وہ پوچھ بیٹھیں کہ بہو کہاں ہے؟ بچوں کو کہاں چھوڑا؟ اس پر عزیز کی حالت غیر ہو گئی۔ میں اور تمہاری چچی دونوں گھبرا گئے۔ پھر احتیاط برتی کہ ایسا کوئی حوالہ درمیان میں نہ آئے۔

عمران میاں یہاں تین دن رہے مگر کیا رہے' بولنا نہ ہنسنا' بس گم سم۔ تیسرے دن عمران میاں کو خیال آیا کہ میاں جانی کی قبر پر چلا جائے۔ میں نے سر پہ ہاتھ پھیرا اور کہا کہ بیٹے تم پچیس برس بعد دادا کی قبر پر فاتحہ پڑھو گے۔ مگر دن میں اس طرح جانا قرین مصلحت نہیں۔ تم اسی مٹی میں پیدا ہوئے ہو' پہچانے جاؤ گے۔

اس پر وہ عزیز زہر خند ہوا اور بولا کہ چچا جان! گھر آنے سے پہلے میں بستی میں گھوم پھر چکا۔ اس مٹی نے مجھے نہیں پہچانا۔

میں نے کہا' بیٹے اب اسی میں عافیت ہے کہ یہ مٹی تمھیں نہ پہچانے۔ خیر تو میں شام پڑے عمران میاں کو قبرستان لے گیا۔ نئی قبروں سے متعارف کرایا۔ پرانی کو انھوں نے خود پہچان لیا۔ اندھیرا تھا' اس لیے بعض قبروں کی شناخت میں قدرے دقت پیش آئی۔ میاں جانی کی قبر پر پہنچ کر عمران میاں کا دل بھر آیا۔ میری بھی آنکھ بھیگ گئی۔ وہ قبر بہت کہنہ ہو گئی ہے۔ سرہانے کھڑا ہوا ہار سنگھار کا پیڑ گر چکا۔ تمھیں یاد ہو گا کہ میاں جانی کو ہار سنگھار کا بہت شوق تھا۔ انھوں نے باغ میں بہت شوق سے کئی پیڑ لگائے تھے۔ ان سے اتنے پھول اترتے کہ سال بھر تک گھر کی بچیوں کے دوپٹے ان میں رنگے جاتے۔ ہر دعوت پر بریانی میں ڈالے جاتے' پھر بھی بچ رہتے۔ مگر ہار سنگھار توجہ چاہتا ہے' میں اکیلا کس کس چیز پر توجہ دوں؟

ہار سنگھار کا یہ آخری پیڑ تھا جو میاں جانی کے سرہانے کھڑا رہ گیا۔ جنگ سے پہلے والی برسات میں وہ بھی گر گیا۔ اب ہمارا باغ اور ہمارا قبرستان' دونوں ہار سنگھار سے خالی ہیں۔ رہے نام اللہ کا۔ البتہ باغ بچ گیا' تو یہی بہت ہے۔ متصل ہونے کی بنا پر قبرستان میں شمار ہوا اور ہاتھ سے جاتے جاتے بچ گیا۔ مگر ان ستائیس برسوں میں اتنے پیڑ گرے اور ان کے ساتھ اتنی یادیں دفن ہو گئی ہیں کہ اب اس باغ کو بھی قبرستان سمجھنا چاہیے۔ جو پیڑ باقی رہ گئے' وہ گزرے دنوں کے کتبے نظر آتے ہیں۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

بہرحال جو باغ کا حال ہے وہ عمران میاں دیکھ گئے ہیں۔ اگر پہنچ گئے ہوں گے تو بتایا ہوگا۔ یہاں سے تو وہ اسی صبح کو چلے گئے تھے۔ رات میاں جانی کی قبر کے سرہانے بیٹھ کر گزار دی۔ میں بھی بیٹھا رہا۔ جب جھٹپٹا ہوا اور چڑیاں بولیں تو عزیز جھرجھری لے کر اٹھا اور مجھ سے رخصت چاہی۔

میں نے حیرت سے پوچھا کہ کیوں جا رہے ہو؟ آ گئے ہو تو رہو۔ پھیکے پن سے بولا کہ یہاں تو مجھے کوئی پہچانتا ہی نہیں۔

میں نے کہا کہ عزیز اب نہ پہچانے جانے ہی میں عافیت ہے مگر وہ میری بات سے قائل نہیں ہوا۔ سفر اس پر سوار تھا۔ میں نے پوچھا "مگر بیٹے جاؤ گے کہاں؟"

بولا کہ جہاں قدم لے جائیں گے۔ میں نے اس کی باتوں سے اندازہ لگایا کہ کھٹنڈو جا کر وہاں سے کراچی جانے کی نیت ہے۔ دل تو بہت دکھا مگر کچھ اس کا اصرار اور کچھ میرا یہ ڈر کہ کہیں یہ خبر نہ نکل جائے۔ سو صبر کیا۔ اپنے بازو سے دعائے نور کھول کر اس کے بازو پر باندھی اور اللہ کی حفظ و امان میں رخصت کیا۔ چلتے چلتے تاکید کی تھی کہ سرحد سے نکلتے ہی جس طرح بھی ہو خیریت کی اطلاع دینا۔ مگر وہ دن ہے اور آج کا دن خیریت کی خبر نہیں ملی۔

پاکستان کی خبر ادھر کم کم پہنچتی ہے۔ پہنچتی بھی ہے تو ایسی کہ اس پر اعتبار کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ ایک روز شیخ صدیق حسن نے آ کر خبر سنائی کہ پاکستان میں سب سوشلسٹ ہو گئے ہیں اور پیاز پانچ روپے سیر بک رہی ہے۔ یہ خبر سن کر دل بیٹھ گیا۔ مگر پھر سوچا کہ شیخ صاحب پرانے کانگریسی ہیں۔ پاکستان کے بارے میں جو خبر سنائیں گے بری ہوگی۔ ان کے بیان پر اعتبار نہ کرنا چاہیے۔

ہاں شیخ صدیق حسن تمہارے متعلق بھی ایک مرتبہ خبر لائے۔ خبر سنائی کہ تم نے کوٹھی بنوائی ہے۔ بیٹھک میں صوفے بچھے ہیں۔ ٹیلی ویژن رکھا ہے۔ یہ خبر سن کر خوشی ہوئی۔ خدا کا شکر ادا کیا کہ یہاں کی تلافی وہاں ہو گئی۔ یہاں حویلی کا حال اچھا نہیں۔ پچھلی برسات میں جھکی ہوئی کڑیاں اور جھک گئیں۔ دیوان خانے کا حال تو یہ ہے کہ چھت کی طرف دیکھو تو آسمان نظر آتا ہے۔ ہماری بیکاری اور زیر باری کا حال تمہیں اچھی طرح معلوم ہے۔

تم کچھ رقم بھیج سکو تو میاں جانی کی قبر کی مرمت کرا دی جائے۔ اس سے زیادہ فی الحال کرنا بھی نہیں چاہیے۔ حویلی کے مقدمے کے کاغذات میرے سپرد کر گئے تھے۔ الحمدللہ کہ میں نے سب پیشیاں کامیابی سے بھگتائی ہیں اور ہمیشہ لائق وکیلوں سے رجوع کیا۔ خدا کی ذات سے امید ہے کہ مقدمے کا فیصلہ جلد ہمارے حق میں ہوگا۔ مگر پیک اجل کا پتا نہیں کہ کس روز سر پہ آ کھڑا ہو۔ کبھی کبھی بہت فکرمند ہوتا ہوں کہ میرے بعد یہ مقدمہ کون لڑے گا۔

جس طرف نظر ڈالوں تاریکی ہی نظر آتی ہے۔ ہمارے صاحبزادے، اختر کے پھچن یہ ہیں کہ اپنا نام پریمی رکھ لیا۔ ریڈیو پہ جا کر ڈراموں میں ہندو کردار ادا کرتا ہے۔ چھوٹے بھیا مرحوم کی صاحب زادی خالدہ نے ایک ہندو وکیل سے شادی کر لی۔ اب وہ بے حجابی سے ساڑھی باندھتی اور ماتھے پہ بندی لگاتی ہے۔ پاکستان میں جو خاندان کا نقشہ ہے وہ تم پر مجھ سے زیادہ روشن ہونا چاہیے۔ سنا تھا کہ آپا جانی کی لڑکی نرگس نے اپنی مرضی سے شادی کی ہے۔ خود آپا جانی کا احوال میں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

نے یہ سنا کہ وہ کھلے منہ بیٹے کی موٹر میں بیٹھتی اور بزازوں سے منہ در منہ بات کر کے کپڑا خریدتی ہیں۔

یہ سب کچھ دیکھنے کے لیے ایک میں ہی زندہ رہ گیا! قبلہ بھائی صاحب مرحوم اور چھوٹے بھیا دونوں اچھے دنوں میں سدھار گئے۔ جب قبرستان جاؤں اور ان کی قبروں پر فاتحہ پڑھوں تو قبلہ بھائی صاحب بہت یاد آتے ہیں۔ کیا وقت آیا ہے کہ اب ہم میں سے کوئی جا کر ان کی قبر پر فاتحہ بھی نہیں پڑھ سکتا۔ جو خاندان ایک جگہ جیا' ایک جگہ مرا' اب اس کی قبریں تین قبرستانوں میں بٹی ہوئی ہیں۔

میں نے قبلہ بھائی صاحب سے مودبانہ عرض کیا تھا کہ اگر آپ ہمیں چھوڑ ہی رہے ہیں تو پھر مناسب یہ ہے کہ کامران میاں کے پاس کراچی جائیے۔ مگر چھوٹے بیٹے کی محبت انھیں ڈھاکہ لے گئی۔ ان کی بے وقت موت ہم سب کے لیے بہت بڑا صدمہ تھی۔ مگر اب سوچتا ہوں کہ ان کے جلد اٹھ جانے میں بھی اللہ تعالٰی کی مصلحت تھی۔ وہ نیک روح تھے' قدرت کو یہ منظور نہیں تھا کہ وہ عبرت و اذیت کے دن دیکھنے کے لیے زندہ رہیں۔ یہ دن تو مجھ گنہگار کو دیکھنے تھے۔

اب جب کہ بڑوں کا سایہ سر سے اٹھ چکا' ہمارا خاندان ہندوستان اور پاکستان اور بنگلہ دیش میں بٹ کر بکھر گیا ہے۔ میں لب گور بیٹھا سوچتا ہوں کہ میرے پاس جو امانت ہے' اسے تم تک منتقل کر دوں کہ اب تم ہی اس خاندان کے بڑے ہو۔ مگر اب یہ امانت حافظے کے واسطے ہی سے منتقل کی جا سکتی ہے۔ خاندان کی یادگاریں مع شجرہ نسب کے قبلہ بھائی صاحب اپنے ساتھ ڈھاکہ لے گئے تھے۔ جہاں افراد خاندان ضائع ہوئے' وہیں وہ یادگاریں بھی ضائع ہو گئیں۔ عمران میاں یہاں خالی ہاتھ آئے تھے۔ سب سے بڑا سانحہ یہ ہوا کہ ہمارا شجرہ نسب گم ہو گیا۔ ہمارے اجداد نے کہ سادات عظام میں سے تھے' تاریخ میں بہت مصائب و آلام دیکھے ہیں۔ مگر شجرے کے گم ہونے کا الم ہمیں سہنا تھا۔

اب ہم ایک آفت زدہ خاندان ہیں جو اپنا ٹھکانا اور شجرہ گم کر چکا اور انتشار کا شکار ہے۔ کوئی ہندوستان میں کھیت ہوا' کوئی بنگلہ دیش میں گم ہوا اور کوئی پاکستان میں دربدر پھرتا ہے۔ عقیدے میں خلل پڑ چکا۔ غیر اسلامی طور اطوار اپنا لیے۔ دوسرے مذہبوں اور فرقوں میں شادیاں کر رہے ہیں۔ یہی حال رہا تو تھوڑے عرصے میں ہمارے خاندان کی اصل نسل نابود ہو جائے گی اور کوئی یہ بتانے والا بھی نہ رہے گا کہ ہم کون ہیں اور کیا ہیں۔

پیارے میاں ہماری پھوپھی اماں کے لاڈلے بیٹے تھے۔ لاڈ پیار میں ایسے بگڑے کے ساتوں عیب اپنا لیے۔ ہمارے خاندان میں پہلے فرد تھے جنھوں نے بائیسکوپ دیکھا۔ ایک دفعہ میں بھی ان کے کہے میں آ کر بہک گیا۔ مادھوری کو دیکھ کر دل بہت بے قابو ہوا' مگر میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پھر اس طرف کا رخ نہیں کیا۔ پیارے میاں ناٹک کے متوالے تھے' بائیسکوپ شہر میں آیا تو اس کے رسیا بن گئے۔

''بمبئی کی بلی'' دیکھ کر سلوچنا پر مر مٹے۔ ایک روز پھوپھی اماں کی طلائی بالیاں چرا گھر سے نکل گئے اور سیدھے بمبئی پہنچے۔ میاں جانی نے کہلا بھیجا کہ صاحبزادے! اب ادھر کا رخ نہ کرنا۔ بمبئی میں ایک نٹنی نے انھیں جھانسہ دیا کہ تمھیں سلوچنا سے ملاؤں گی۔ سلوچنا سے تو نہ ملایا' خود گلے پڑ گئی۔ ساری جوانی بمبئی میں گزاری۔ پھوپھی اماں کے مرنے کی خبر پہنچی تو

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

آئے۔ بڑھاپا آ چکا تھا۔ لمبی ڈاڑھی' ہاتھ میں تسبیح۔ ماں کو یاد کر کے بہت روئے۔ ہم سب نے کہا کہ اب تم یہیں رہو۔ بولے کہ میاں جانی کی اجازت کے بغیر یہاں کیسے ٹک سکتا ہوں؟ میاں جانی دنیا سے پہلے ہی سدھار چکے تھے' اجازت کون دیتا؟ پھر بمبئی چلے گئے۔ ۴۷ء ولگ چکا تھا اور گاڑیوں میں حادثے ہو رہے تھے۔ سب نے بہت سمجھایا' نہ مانے' گاڑی میں سوار ہو گئے' مگر بمبئی تو پہنچے نہیں' جانے راستے میں ان پر کیا گزری۔

پیارے میاں ہمارے خاندان کی طرف سے فسادات ۴۷ء میں پہلی بھینٹ تھے۔ میں نے اعداد و شمار جمع کیے ہیں۔ تب سے اب تک ہمارے خاندان کے اکتیس افراد اللہ کو پیارے ہو چکے۔ اکیس فسادات میں مقتول ہوئے۔ کچھ پاکستان جا کر برادران اسلام کے ہاتھوں اللہ کو عزیز ہوئے۔ ایک کو کراچی میں ایوب خان کے آدمیوں نے بہ موقع الیکشن محترمہ فاطمہ جناح کی حمایت کرنے کی پاداش میں گولی مار دی۔ کچھ مشرقی پاکستان میں ہلاک ہوئے۔ میں نے ان افراد میں عمران میاں کو شمار نہیں کیا۔ بندے کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ میرا دل کہتا ہے کہ وہ ہمارے جگر کا ٹکڑا اگر ابھی تک کراچی نہیں پہنچا' تو مشرقی پاکستان میں ہے۔

ویسے میں نے سنا ہے کہ پاکستان جا کر ہمارے خاندان کی لڑکیاں زیادہ آزاد ہو چکیں۔ میں تو جس لڑکی کا نام لوں' یہی سنتا ہوں کہ اس نے اپنی مرضی سے شادی کر لی۔ ہمارے خاندان میں تقسیم سے پہلے بس ایک واقعہ ایسا ہوا جو خاندان کو بدنام کر سکتا تھا' مگر اسے بھی خوش اسلوبی سے دبا دیا گیا۔ چھوٹی پھوپھی کی چھت پر ایک روز کنکوا آ کے گرا...... اور تم جانو کہ جس گھر میں کوئی لڑکی جوان ہو رہی ہو' اس کی انگنائی میں روڑے کا گرنا اور چھت پر کنکوے کا خم کھانا کچھ اچھی علامت نہیں۔

ان دنوں چھوٹی پھوپھی کی بڑی لڑکی خدیجہ قد نکال رہی تھی۔ چھوٹی پھوپھی نے اس واقعے کا ذکر میاں جانی سے کیا۔ کنکوے کے ساتھ جو رقعہ چھت پر گرا تھا' وہ بھی سامنے رکھ دیا۔ میاں جانی آگ بگولا ہو گئے۔ بہت گرجے برسے کہ رضا علی کے بیٹے کی یہ مجال کہ ہماری چھت پہ کنکوا گراتا ہے۔ مگر جب چھوٹی پھوپھی نے اونچ نیچ سمجھائی تو نیچے پڑے۔ اب اس کے سوا چارہ ہی کیا تھا کہ اس اوباش کے ساتھ دو بول پڑھائے جائیں اور لڑکی کو رخصت کر دیں۔ رضا علی تو خواب میں بھی نہیں سوچ سکتے تھے کہ اس گھر کی بیٹی ان کی بہو بنے گی۔ ترت نکاح پہ رضامند ہو گئے۔

عزیزو! اب میں اڑتے پتوں کا ماتم دار ہوں۔ ان دنوں کو جب یہ خاندان برگ و ثمر سے لدا پھندا درخت تھا' یاد کر کے آوارہ پتوں کا شمار کرتا ہوں۔ میں نے مرنے والوں ہی کے اعداد و شمار جمع نہیں کیے' جن کا زندوں میں شمار ہے' انھیں بھی شمار کیا ہے۔ سب کے نام' پتے اور کوائف قلم بند کر چکا۔

ویسے تو مشاہدے میں یہی آیا ہے کہ تنکے بکھر گئے سو بکھر گئے۔ تتر بتر خاندان کبھی سمٹتے نہیں دیکھے گئے۔ مگر کوشش کرنا انسان کا فرض ہے۔ اس درماندہ خاندان کے سرد ہرے بنو۔ آواروں کی خیر خبر رکھو۔ اب کہ رستے کھلنے لگے ہیں' ادھر کا بھی ایک پھیرا لگا جاؤ۔ اپنی صورت دکھا جاؤ' ہماری صورت دیکھ جاؤ۔ تمہاری چچی کا تقاضا ہے کہ دلہن کو ساتھ لے کر آؤ۔ ہاں میاں' اکیلے مت چلے آنا۔ اس بہانے تمہارے بچوں کو بھی دیکھ لیں گے کہ کس کی کیا شکل و صورت

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ہے؟ کون گورا ہے' کون کالا؟ ایک بات اور، پاکستان جا کر اس خاندان میں جو اضافہ ہوا ہے' اس کی تفصیل میں نے ناموں کی حد تک قلم بند کی ہے۔ شکل و صورت کے کوائف درج نہیں کیے جا سکتے۔

ہاں میاں! شجرہ تو کھو دیا گیا' اب یہ خاندان جو بھی کرے' تھوڑا ہے۔ مگر سنتا ہوں کہ دوسرے خاندانوں والے اس سے بڑھ کر کر رہے ہیں۔ کوئی بتا رہا تھا کہ ابراہیم نے آٹے میں چوری اور چری پیس پیس کر ایک اور مل بنالی ہے! اور میاں فیض الدین نے کہ یہاں پھٹے حالوں پھرتے تھے' کالے پیسے سے کوٹھیاں کھڑی کر لیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ پاکستان میں سب ہی خاندانوں کے شجرے کھو گئے؟ عجب ثم العجب کہ ہم نے دیار ہند میں صدیاں بسر کیں' عیش کا زمانہ بھی گزارا، ادبار کے دن بھی دیکھے۔ اس کی شان کے قربان حکومتیں بھی کیں، محکوم بھی رہے۔ مگر شجرہ ہر حال میں حرز جاں رہا' پر ادھر لوگوں نے پاؤ صدی میں اپنے شجرے گم کر دیے۔ خیر خوش رہیں۔

کیا کیا لکھوں' لکھنے کو بہت ہے مگر تم اس کم لکھے کو بہت جانو۔ اپنی خیریت بھیجو' آنے کی اطلاع دو۔ رقعہ تمام کرتا ہوں کہ اب نماز کا وقت ہو رہا ہے۔ اس کے بعد مقدمے کے کاغذات ترتیب دینے ہیں۔ کل پھر پیشی ہے۔ یہ چار سو ستائیسویں پیشی ہے۔ ان شاء اللہ العزیز یہ بھی خوش اسلوبی سے بھگتائی جائے گی۔ شاید میں انہی پیشیوں کے لیے زندہ ہوں ورنہ اب تمہارے بوڑھے چچا میں کچھ باقی نہیں رہ گیا۔ حتیٰ کہ جینے کی خواہش بھی باقی نہیں۔ دنیا میں آ کر بہت کچھ دیکھا جو نہ دیکھنا تھا' وہ بھی دیکھا۔ کہیں جلد آنکھ بند نہ ہو جائے کہ وہ دیکھیں جو دیکھنے کی مدت العمر سے آرزو ہے۔

تمہارا دور افتادہ چچا

گمنام قربان علی

مورخہ ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ

بمطابق ۱۵/اکتوبر ۱۹۷۴ء

◆◆◆

خودی

خودی ہو علم سے محکم تو غیرت جبریل
اگر ہو عشق سے محکم تو صور اسرافیل
عذاب دانش حاضر سے باخبر ہوں میں
کہ میں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثل خلیل
فریب خوردۂ منزل ہے کارواں ورنہ
زیادہ راحت منزل سے ہے نشاط رحیل
نظر نہیں تو مرے حلقۂ سخن میں نہ بیٹھ
کہ نکتہ ہائے خودی ہیں مثال تیغ اصیل
مجھے وہ درس فرنگ آج یاد آتے ہیں
کہاں حضور کی لذت، کہاں حجاب دلیل!
اندھیری شب ہے جدا اپنے قافلے سے ہے تو
ترے لیے ہے مرا شعلۂ نوا قندیل
غریب و سادہ و رنگیں ہے داستان حرم
نہایت اس کی حسینؓ ابتدا ہے اسمٰعیلؑ

(علامہ اقبالؒ)

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مُکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مُکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر مُتعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

SCANNED BY DIGESTPK

عظیم شخصیت

مشہور ہستیوں سے پوچھا گیا سوال

آپ نے قائد کو کیسا پایا؟

دیانت و دلیری سے مجسم ہستی کے عظیم پہلوعیاں کرنے والے بیش قیمت جواب

منظور حسین عباسی

ہمارے قائداعظم کی شخصیت اتنی بلند ہے کہ اُس کے ایک پہلو پر لکھنا خاصا مشکل ہے۔ اُن کی دیانت' امانت' صداقت' غرض ہر بات اپنی جگہ مسلم ہے۔ مثلاً مسلم لیگ کے ریکارڈ میں سے ایسی چٹیں بھی ملی ہیں جن میں چھوٹے چھوٹے حسابات درج ہیں۔ اگر کسی جلسے میں چائے پلائی گئی تو اُس کا حساب بھی لکھا ہے۔ اس بات سے اندازہ لگا لیجیے کہ قائداعظم کی راہنمائی میں مسلم لیگ کے کارکنان اور راہنماؤں میں دیانت اور امانت کا کیسا جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔

لیکن سچی بات یہ ہے کہ قائداعظم کی سب سے بڑی صفت اُن کی حقیقت پسندی ہے۔ وہ قوم کی صحیح قوت کو سمجھتے تھے۔ وہ ایسے جرنیل نہیں تھے جو فوج کی صحیح حالت اور قوت سمجھے بغیر اُسے لڑوا اور مروا دیں۔ لیڈر کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ کم قوت سے بڑا

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

مقصد حاصل کرلے۔ قائداعظم کا کمال یہی تھا کہ ہر موقع پر اتنی ہی قوت استعمال کرتے جتنی ضرورت ہوتی۔ انھیں جذبات پر بڑا قابو تھا۔ اُن کی بے لاگ منطق ہی سے گاندھی جی کے بھرم میں فرق آیا۔ ذیل میں قائداعظم کی شخصیت کے مختلف پہلو وا کرنے والی تحریریں پیش خدمت ہیں

صحافت کی آزادی

یہ واقعہ یاد کر کے میرا سر اظہار تشکر میں جھکتا اور احساس فخر سے بلند ہو جاتا ہے۔

قیام پاکستان کے بعد کراچی میں ایک طویل گفتگو کے موقع پر انھوں نے میرے اخبار کے افتتاحیہ مقالوں میں آزادی رائے کی ضرورت پر زور دیا۔ میں نے ایک مضمون لکھا جسے چھپے لفظوں میں قائداعظم پر اعتراض سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ وہ اس کا مطالعہ فرما چکے تھے۔ اُسی روز شام کو ان سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ انھوں نے صرف اتنا کہا: ''میں تمہارا مضمون پڑھ چکا۔''

کچھ دیر بعد اُن کی زبان مبارک سے وہ الفاظ نکلے جنھیں میں تمام صحافیوں کے لیے آزادی کا منشور سمجھتا ہوں۔ انھوں نے فرمایا:

''کسی موضوع پر غور کر کے اپنے دل میں فیصلہ کرو۔ اگر تم اس نتیجہ پر پہنچ چکے کہ ایک خاص نظریہ یا اعتراض پیش کرنا ضروری ہے تو بالکل وہی لکھ ڈالو جو حقیقتاً تم نے محسوس کیا۔ کبھی پس و پیش نہ کرو اس خیال سے کہ کوئی ناراض ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ اپنے قائداعظم کی ناراضی کی بھی پروانہ کرو۔''

اس سے زیادہ قدر و منزلت ہمارے پیشے کی اور کیا ہو سکتی ہے؟ حقیقتاً ایک عظیم المرتبت ہستی ہی یہ الفاظ ادا کر سکتی ہے۔ (الطاف حسین، مدیر ڈان)

پہلے کام پھر طعام

محمد علی جناح دوسروں سے کام لینے میں سخت گیر واقع ہوئے تھے۔ لیکن وہ اپنے آپ کو بھی اُتنا ہی رگیدتے جتنا کہ دوسروں کو! اگر کچھ کرنا ہے تو اُسے جلد کرنا چاہیے، اُن کے پاس ضائع کرنے کے لیے وقت نہ تھا۔ کھانا، آرام اور نیند ان سب کو اپنی باری کا انتظار کرنا پڑتا۔ کام کو آگے بڑھانے کا جذبہ اور جوش ہی انھیں ٹھیک وقت پر کھانا کھانے یا آرام کرنے سے روکتا تھا۔ اِسی امر نے بعد کے برسوں میں اُن کی جسمانی قوت کو اتنی جلد مضمحل کر دیا کہ وہ اُسے بحال نہ کر سکے۔

اپنے کمزور جسم پر ناقابل برداشت بوجھ ڈالنے سے بالخصوص اپنی زندگی کے چند آخری برسوں میں وہ دق کا شکار ہو گئے جس نے انھیں قبر تک پہنچا دیا۔ مجھے یاد ہے اُن کے ملازم آ کر انھیں دوپہر یا رات کے کھانے کا کہتے۔ تب وہ کسی مسئلے پر بحث کر رہے یا کوئی مسودہ یا خط لکھوا رہے ہوتے۔ وہ اُن کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے۔

بعض اوقات ان کی بہن فاطمہ جناح اپنے بھائی کا انتظار کرتے کرتے تھک جاتیں اور آ کر کہتیں کہ کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ لیکن وہ بہت اخلاق سے جواب دیتے ''بس چند منٹ اور'' یا ''جاؤ شروع کرو، میں ذرا دیر میں تمہارے ساتھ شریک ہو جاؤں گا۔'' انھیں پہلے اپنا کام کرنا ہوتا تھا اور بعد میں کھانے یا کسی اور چیز کا خیال کرتے۔ (ایچ اے اصفہانی)

بمبئی کلاتھ ہاؤس میں دعوت

قصہ یوں ہے کہ دہلی میں دوران ملاقات سیٹھ حاجی محمد صدیق، مالک بمبئے کلاتھ ہاؤس نے قائداعظم سے عرض کی کہ اب کے آپ لاہور تشریف لائیں تو

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ہماری دکان کو بھی اپنے قدوم میمنت لزوم سے زینت بخشیں۔ قائداعظم جو مسلمانوں کی بہتری و بہبودی کے لیے ہر وقت کوشاں رہتے تھے' یہ سن کر بہت خوش ہوئے کہ لاہور میں مسلمانوں اور وہ بھی میمن برادری کی ایک شایانِ شان دکان ہے۔ فرمانے لگے، اب کے لاہور آیا تو تمھاری دکان بھی ضرور دیکھوں گا۔

چناں چہ اپریل ۱۹۴۴ء میں جب وہ لاہور تشریف لائے تو ایک دن بارہ بج کر دس منٹ پر آنے کا وعدہ کیا۔ دکان کے منیجر مسٹر محمد عمر نے دس کروڑ مسلمانوں کے اس عظیم الشان قائد کے استقبال کے لیے جو کچھ بھی ہو سکتا تھا' کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ دکان زربفت کپڑوں سے دلہن کی طرح سجائی گئی۔ شاندار چائے پارٹی کا انتظام کر کے دیگر مسلمان تاجروں کو بھی بلا لیا گیا۔ معائنے کے دوران انھوں نے چائنہ کارڈ اور پیور ریشم کے کپڑے بھی پسند فرمائے جو ہم نے انھیں تحفتاً پیش کیے۔

لیکن انھوں نے لینے سے انکار کر دیا اور خواہش ظاہر کی کہ اگر ان کپڑوں کا بل پیش کر دیا جائے تو وہ لے لیں گے کیونکہ کپڑے انھیں پسند ہیں۔ ہم نے بہت کوشش کی کہ وہ انھیں بطور تحفہ قبول کر لیں' مگر وہ کسی طرح نہ مانے۔ آخر بل پیش کر دینے کے پختہ وعدے پر انھوں نے کپڑے رکھ لیے۔ ہم نے خواہش ظاہر کی کہ ایک اچکن ہم سے سلوائی جائے۔ وہ اس شرط پر رضامند ہوئے کہ درزی اچھا ہو اور ناپ ڈیوس روڈ پر ممدوٹ ولا میں لیا جائے جہاں وہ ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہ دکان پر ناپ نہیں دینا چاہتے تھے۔

دوسرے دن ماسٹر فیروز کو لے کر میں قائداعظم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ناپ سے فارغ ہو کر ہم واپس آنے لگے تو فرمایا کہ اچکن کے لیے حیدر آبادی بٹنوں کے سیٹ لے آنا۔ فرمائش کے مطابق دوسرے دن صبح دس بجے ہم ممدوٹ ولا پہنچے۔ بٹنوں کے سیٹ جو ہم ساتھ لائے تھے' اُن کو ایک نظر دیکھا اور چار سیٹ پسند کر کے الگ رکھ لیے۔ باقی واپس کر دیے۔ کہنے لگے، بل لاؤ۔ بل کے لیے وہ اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ اصرار کر چکے تھے۔

چونکہ ہم بل نہیں دینا چاہتے تھے' اس لیے ٹال مٹول سے کام لیتے رہے' مگر شاید وہ ہمارا ارادہ سمجھ گئے۔ آج بل کے لیے قدرے سخت اور درشت لہجے میں مطالبہ کیا' کہنے لگے ''میں اُدھار لینے کا عادی نہیں۔ بل لاؤ۔ ورنہ کپڑے واپس کر دیے جائیں گے۔''

میں نے منیجر سے کہا کہ یہاں ٹال مٹول سے کام نہیں چلے گا۔ بل دینا ہی پڑے گا۔ ورنہ وہ سارے کپڑے لوٹا دیں گے۔ منیجر نے خاصا رعایتی بل بنا کر دیا جو آدھے سے بھی کم قیمت پر مشتمل تھا۔ میں نے جا کر خدمت میں پیش کر دیا جسے دیکھ کر مسکرائے' کہنے لگے: ''یہ بل مناسب نہیں' تم نے قیمتیں جان بوجھ کر کم لگائی ہیں۔'' میں نے کہا' منیجر نے آپ کو خاص رعایت دی ہوگی۔ کہنے لگے: ''رعایت کی اور بات ہے۔ یہ رعایت سے مختلف صورت ہے۔ تم بل درست کر کے لاؤ۔'' یہ کہہ کر بل واپس کر دیا۔ اس کے بعد میں نے بٹن والے کا بل پیش کیا' جو دس روپے کی مالیت پر مشتمل تھا۔

بل دیکھ کر فرمایا: ''بھئی واہ۔ ایک سیٹ میں تو تین تین بٹن کم ہیں' لیکن بل تم نے پورے کا بنا دیا۔'' یہ کہنا درست تھا۔ ایک سیٹ میں بٹن کم تھے۔ لیکن بل میں نے اس خیال سے دیکھا نہ تھا۔ دکاندار نے بھی اس کی پروا نہ کی تھی۔ بہرحال بل کو درستی کے لیے واپس لانا پڑا۔

لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ میں کئی دنوں

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

تک سوچتا رہا کہ آخر کیا بات ہے کہ ایک طرف تو سیکڑوں روپے کی رعایت کو بھی یہ شخص قبول نہیں کرتا۔ دوسری جانب تین بٹنوں کے آٹھ آنے بھی چھوڑنے کے لیے تیار نہیں؟ (ولی بھائی)

سیاست میں اخلاق

۱۹۴۶ء کا اوائل تھا۔ بنگال قانون ساز اسمبلی کے انتخابات ہونے والے تھے۔ میں مسلم چیمبر آف کامرس کلکتہ کی طرف سے امیدوار تھا۔ نامزدگی کی تاریخ سے صرف دو روز پہلے چیمبر کے ایک رکن نے اپنی نامزدگی کے کاغذات داخل کرا دیے۔ چیمبر کے پرانے ارکان اور راہنما سب شپٹا گئے۔ انھوں نے اُسے سمجھایا بجھایا اور دباؤ بھی ڈالا۔ مگر اس نے کاغذات واپس لینے سے انکار کر دیا۔

اُن دنوں قائداعظم کلکتہ میں میرے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک شام ہم گاڑی میں سیر کر کے واپس آئے تو عبدالرحمن صدیقی جو ایک آزمودہ سیاست دان اور میرے دیرینہ دوست تھے دوڑے آئے اور بتایا کہ وہ مخالف سے ملے تھے۔ لمبی چوڑی گفتگو کے بعد وہ شخص کاغذاتِ نامزدگی واپس لینے پر آمادہ ہو گیا ہے۔ شرط یہ رکھی کہ جو دو صد پچاس روپے فیس کے جمع کرائے ہیں اُسے دے دیے جائیں۔

قائداعظم اپنے کسی خیال میں مستغرق تھے۔ انھوں نے بات نہ سنی۔ صدیقی سے فرمایا کہ وہ اپنے الفاظ دہرائیں۔ صدیقی صاحب نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح قائداعظم کے ملامت بھرے الفاظ ہمارے دل و دماغ میں پیوست ہو گئے:

"روپیہ ادا کر دو گے؟ ایک امیدوار کو بٹھانے کے لیے بالواسطہ رشوت؟ نہیں، کبھی نہیں۔ اُسے جا کر یہ کہہ دو کہ تمہاری پیش کش مسترد کر دی گئی ہے۔ حسن تمہارا مقابلہ کرے گا۔"

عبدالرحمن صدیقی لمحہ بھر کے لیے بھونچکا رہ گئے۔ پھر سنبھلے اور عرض کیا: "میں آپ کا پیغام پہنچا دوں گا۔" اور چلے گئے۔ ہم عقبی برآمدے میں چلے آئے اور آرام کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

قائداعظم مجھ سے مخاطب ہوئے: "میرے بچے! اُسے یہی جواب ملنا چاہیے تھا۔ سیاست میں اخلاق کی پابندی بھی زندگی میں اخلاقی اصولوں پر کاربند رہنے سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ اس لیے کہ اگر تم نے عوامی زندگی میں کسی غلط کام کا ارتکاب کیا تو اُن لوگوں کو نقصان پہنچاؤ گے جو تم پر اعتماد کرتے ہیں۔"

(ایچ اے اصفہانی)

سفارشی رقعہ

قائداعظم سے ملنے کے لیے رائے پور کا ایک اسٹیشن ماسٹر دہلی آیا۔ وہ اُن کے سیکرٹری سے ملا اور بتایا "میں اپنی ملازمت کے سلسلے میں کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔"

سیکرٹری نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا: "قائداعظم ان دنوں بہت مصروف ہیں۔ اگر وہ چھوٹے چھوٹے کاموں کے لیے وقت دیتے رہے تو پھر تحریکِ پاکستان جیسا عظیم کام کس طرح انجام دے سکیں گے۔"

سیکرٹری نے اُسے واپس لوٹ جانے کا مشورہ دیا، لیکن اسٹیشن ماسٹر مجھ سے ملا اور بتایا "میں بڑی دور سے آیا ہوں۔ قائداعظم تک پہنچنے کے سلسلے میں تم ہی کچھ میری مدد کرو۔"

میں نے اُسی دن قائداعظم سے تذکرہ کیا اور انھیں بتایا "اسٹیشن ماسٹر کو محض اس لیے ترقی نہیں دی جا

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

رہی کہ وہ مسلمان ہے۔ حالانکہ وہ امتحان بھی پاس کر چکا اور اصولی طور پر اُسے بی گریڈ ملنا چاہیے۔"

قائداعظم اُسی وقت اُس شخص سے ملے۔ ریلوے کے ایک اعلیٰ انگریزی عہدیدار کو رقعہ لکھ کر اس دھاندلی کی طرف توجہ دلائی۔ فوری کارروائی ہوئی اور پندرہ منٹ کے اندر اندر اُسے بی گریڈ دیے جانے کے احکامات جاری ہو گئے۔

اسٹیشن ماسٹر خوشی خوشی کاندھے پر پھلوں کا ٹوکرا لادے قائداعظم کا شکریہ ادا کرنے واپس آیا۔ میں نے جب قائداعظم کو اطلاع دی تو انھوں نے محض اس لیے ملنے سے انکار کر دیا "میں یہ نہیں چاہتا کہ کوئی شخص مجھ سے کہے میں آپ کا ممنون ہوں یا آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔" البتہ قائداعظم نے اُسے یہ پیغام ضرور بھجوایا: "خوب محنت سے کام کرو۔"

(محمد حنیف آزاد)

گورنر جنرل کے منصب کا خیال

یہ اُس زمانے کا ذکر ہے جب قائداعظم علیل تھے اور کوئٹہ میں زیرِ علاج۔ جب ہم نے محسوس کیا کہ کوئٹہ میں اُن کا قیام خطرے سے خالی نہیں تو میں نے اصرار کیا کہ وہ کراچی تشریف لے چلیں۔ لیکن ہر بار انھوں نے تجویز رد کر دی۔ رات کو میں نے محترمہ فاطمہ جناح کے ساتھ اس مسئلے پر تفصیلی گفتگو کی۔ میرے اصرار پر انھوں نے بتایا کہ قائداعظم بیماری کی حالت میں گورنر جنرل ہاؤس واپس نہیں جانا چاہتے۔ پھر انھوں نے ملیر کے بارے میں میری رائے پوچھی۔ میں نے عرض کیا' وہ بھی اچھی جگہ ہے۔ لیکن وہاں قیام کا مسئلہ ہو گا۔

ملیر میں نواب بہاولپور کی کوٹھی تھی جس میں قائداعظم کے قیام کا اہتمام ہو سکتا تھا۔ وہاں اُن دنوں ولی عہد صاحب فروکش تھے۔ تاہم اُن سے کوٹھی خالی کرانا چنداں مشکل نہ تھا۔ طے یہ پایا کہ پہلے قائداعظم کو رضامند کر لیا جائے۔ کیونکہ وہ ۳۰ ستمبر کو لندن سے کراچی آ رہے ہیں۔

۲۸/اگست کی صبح میں نے قائداعظم کی خدمت میں تمام صورت حال رکھی اور امیر بہاولپور کو تار ارسال کرنے کی اجازت چاہی۔ میری بات سن کر انھوں نے آنکھیں بند کر لیں اور قدرے توقف کے بعد فرمایا:

"آپ نے سنا ہو گا' پہلے زمانے میں جب کوئی وکیل ہائی کورٹ کا جج بن جاتا تو کلبوں اور نجی محفلوں میں جانا ترک کر دیتا تھا مبادا اُس کی غیر جانب داری پر اثر پڑے۔ چناں چہ میں سمجھتا ہوں کہ مجھے گورنر جنرل کے اعلیٰ منصب کا خیال رکھنا چاہیے۔ یہ درست ہے کہ ہم ضرورت مند ہیں لیکن میں اپنی ذات کی خاطر اس عظیم منصب کی عظمت خاک میں نہیں ملا سکتا۔ اس لیے تار دینے کی اجازت دینے سے معذور ہوں۔"

(کرنل الٰہی بخش)

پاکستان میں کوئی بادشاہ نہیں

دہلی میں آل انڈیا مسلم لیگ کا جلسہ ہو رہا تھا۔ ایک خوشامدی نے نعرہ لگایا: "شاہِ پاکستان زندہ باد!"

قائداعظم بجائے خوش ہونے کے فوراً بولے:

"دیکھیں! آپ لوگوں کو اس قسم کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ پاکستان میں کوئی بادشاہ نہیں ہو گا' وہ مسلمانوں کی جمہوریہ ہو گی جہاں سب مسلمان برابر ہوں گے۔ کسی ایک کو دوسرے پر فوقیت نہیں ہو گی۔"

(نواب محمد یامین خان)

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

اعتماد کا ووٹ

مجھے وہ وقت اچھی طرح یاد ہے جب مسلمانوں نے چاہا کہ مسلم لیگ کے صدر کا سالانہ انتخاب ختم کر کے قائداعظم ہی کو مستقل صدر بنانے کی قرارداد منظور کرائی جائے۔ مگر انھوں نے جواب دیا:

''نہیں۔ سالانہ انتخابات نہایت ضروری ہیں۔ مجھے ہر سال آپ کے سامنے آ کر آپ کے اعتماد کا ووٹ حاصل کرنا چاہیے۔'' (بیگم لیاقت علی خان)

میں نے بہت کچھ سیکھا

قائداعظم کے ساتھ بارہ برس کی رفاقت میں میں نے چند نہایت اہم باتیں سیکھی ہیں۔ اوّل یہ کہ اپنی زبان سے کوئی ایسی بات نہ کہو جس پر پوری طرح عمل کرنے سے قاصر رہو۔ دوسرے اپنے ذاتی تعلقات و رجحانات کو قومی مفاد میں خلل انداز نہ ہونے دو۔ اور اس معاملے میں دوسروں کے کہنے کی قطعاً پروا نہ کرو۔ تیسرے اگر تم سمجھتے ہو کہ کسی بات میں تم راستی پر ہو تو دشمن کے آگے خواہ وہ کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو ہرگز نہ جھکو۔ (لیاقت علی خان)

ہتک

ہم طلبہ سے دوران گفتگو انھوں نے اس بات پر زور دیا کہ قوم کی زندگی اور ترقی کے لیے ضروری ہے ہم میں سے ہر ایک بلالحاظ مرتبہ و حیثیت خود کو قوم کے مفاد کا نگہبان و محافظ سمجھے۔ اگر کسی کو ایسی حرکت کا مرتکب پائے جس سے قوم یا ملک کو نقصان پہنچ سکتا ہو تو اپنا آرام و سہولت نظرانداز کر کے مرتکب کی گردن پکڑ لے۔

اس ضمن میں انھوں نے اپنا ایک واقعہ بھی بیان کیا۔ فرمایا: ''مدتوں پہلے کی بات ہے میں ایک دفعہ سفر کر رہا تھا۔ اُن دنوں بہت کم لوگ مجھے جانتے تھے۔ میں نے درجہ اوّل کا ٹکٹ خریدا۔ مگر وہ سہواً ملازم کے پاس رہ گیا۔ جب میں منزل مقصود پر گاڑی سے اترا تو مجھے ٹکٹ نوکر کے پاس چھوڑ آنے کا احساس ہوا۔ میں ٹکٹ کلکٹر کے پاس پہنچا اور کہا کہ میں ٹکٹ بھول آیا ہوں۔ تم مجھ سے کرایہ وصول کر لو۔ میں خریدے ہوئے ٹکٹ کے داموں کی واپسی کا مطالبہ کر لوں گا۔''

ٹکٹ کلکٹر نے کہا: ''تم مجھے دو روپے دو اور چلے جاؤ۔''

اُس کا یہ کہنا تھا کہ میں وہیں ڈٹ کر کھڑا ہو گیا اور کہا: ''تم نے میری ہتک کی ہے۔ اپنا نام اور پتا بتلاؤ۔'' لوگ جمع ہو گئے اُن میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ کئی ایک نے مجھ پر فقرے بھی چست کیے مگر میں وہاں سے نہ ٹلا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسافروں کو لوٹنے والا بابو برخاست ہو گیا۔'' (عزیز احمد)

کم کھاؤ' آرام پاؤ

مسٹر محمود حسن ایک دن محمد علی جناح کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ جناح نے حسب معمول بہت تھوڑا سا کھانا کھایا۔ اُس کے بعد چھڑی اُٹھا کر اسے اپنے ناخنوں سے بجانے لگے۔ (اس عادت سے اُن کے اکثر دوست واقف ہوں گے۔) مسٹر محمود جو اب تک کھانے میں مصروف تھے' کچھ خفت سی محسوس کرنے لگے اور بولے: ''آپ نے تو کچھ کھایا ہی نہیں۔''

جناح نے جواب دیا: ''دنیا والے اسی لیے تکلیفوں میں مبتلا ہوتے ہیں کہ وہ کھاتے بہت ہیں۔''

(مطلوب الحسن سید)

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

انکشافات

آزاد سے غلام مملکت بننے تک کی ہوشربا داستان

پاکستانی حکمران
امریکا کی کٹھ پتلی کیسے بنے؟

قیوم نظامی

عیاری و چالاکی سے متصف ان حربوں اور ہتھکنڈوں کی حیرت ناک کتھا جنھیں اپنا کر امریکیوں نے ارضِ پاک کے نااہل سول و عسکری حکمرانوں کو اپنے دامِ فریب میں پھانسا اور انھیں قومی خودمختاری کا سودا کرنے پر مجبور کر دیا

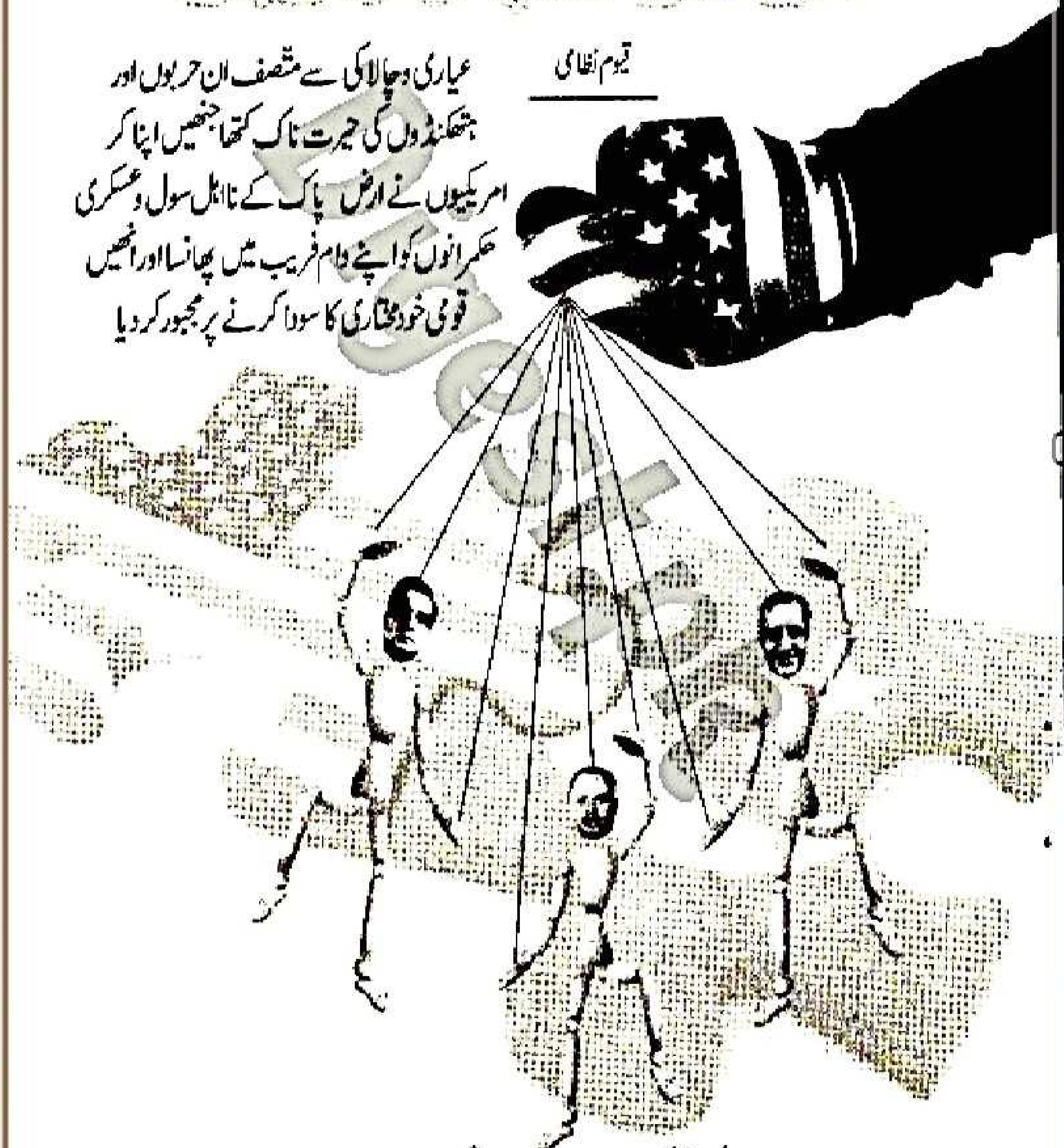

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

یہ ۳ مئی ۱۹۵۰ء کی بات ہے جب پاکستان کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان امریکا پہنچے۔ تب ہوائی اڈے پر امریکی صدر ہیری ٹرومین نے بنفس نفیس وزیر اعظم پاکستان کا شاندار استقبال کیا۔ بعدازاں نیویارک کی گلیوں میں لیاقت علی خان کو کھلی گاڑی میں گھمایا پھرایا گیا۔ تب ہزارہا امریکی شہریوں نے ان کا زبردست خیرمقدم کیا اور بڑے اشتیاق سے دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کے سربراہ کو دیکھا۔

لیکن صرف ۶۴ برس میں کایا پلٹ چکی۔ آج پاکستانی حکمران امریکی صدر سے ملنے کے لیے منتیں ترلے کرتے ہیں، تب بمشکل انھیں ملاقات کا وقت ملتا ہے۔ اس وقت بھی پاکستانی حکمران امریکی صدر کے سامنے بھیگی بلی نظر آتے ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ انقلاب کیونکر آیا کہ جس پاکستان کو امریکی قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، آج اسی کو ”کرائے کا گھر“ اور ”ریٹریور کتا“ (Retriever dog) کے القاب دیتے ہیں۔ (یہ کتا شکار اپنے مالک کے پاس لاتا ہے۔) ذیل میں اسی کایا پلٹ کی چشم کشا، حیرت انگیز اور دلچسپ داستان پیش ہے۔

☆☆

۱۹۴۰ء تک امریکا کے قونصل خانے کلکتہ، ممبئی، مدراس اور کراچی تک محدود تھے۔ دارالحکومت دہلی میں امریکا کا کوئی سفارت خانہ نہیں تھا۔ البتہ پرل ہاربر پہ حملے کے بعد امریکا نے ہندوستان کی جانب توجہ مرکوز کر دی۔ نومبر ۱۹۴۱ء میں ہندوستان کے ساتھ براہ راست سفارتی تعلقات قائم کر کے دہلی میں اپنا سفارت خانہ قائم کر لیا۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قرارداد لاہور منظور ہوئی، تو امریکی قونصل خانہ کلکتہ نے ۱۵ اپریل ۱۹۴۰ء کو اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے نام ایک رپورٹ ارسال کی جس میں قرارداد لاہور کا ذکر یوں کیا:

”پاکستان کا مطالبہ ملتوی یا اسے ایک طرف رکھ دیا جائے مگر قرارداد پاکستان کو نظرانداز کرنا بڑی غلطی ہو گی۔ یہ تصور نہیں کرنا چاہیے کہ اس قرارداد کی اہمیت کم ہو سکتی ہے۔“

نیویارک ٹائمز کے نمائندے ہربرٹ میتھیوز (Herbert Mathiews) نے ۱۹۴۲ء اور ۱۹۴۳ء میں بھارت کا تفصیلی دورہ کیا۔ پھر مسلم لیگ کی مقبولیت اور قائداعظم کے مستقبل پر سلسلہ وار مضامین تحریر کیے۔ ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۳ء کے مضمون کا عنوان تھا:

"Jinnah holds the key to peace"

(ہندوستان میں امن کی کنجی جناح کے پاس ہے۔)

قائداعظم محمد علی جناحؒ اور امریکا

قائداعظمؒ آئین اور جمہوریت پر پختہ یقین رکھنے والے مسلم مگر لبرل سیاسی راہنما تھے۔ وہ کافی عرصہ برطانیہ میں مقیم رہے۔ ان کی نجی زندگی پر مشرقیت کے بجائے مغربیت کا رنگ غالب تھا۔ شاید اسی بنا پر امریکا اور برطانیہ ان کے لیے نرم گوشہ رکھتے تھے۔

۱۴/اگست ۱۹۴۷ء کو قائداعظمؒ دہلی سے کراچی روانہ ہوئے تو بھارت میں امریکی سفیر نے انھیں خراج تحسین پیش کیا۔ قائداعظمؒ نے امید ظاہر کی کہ امریکا پاکستان کے مختلف نوعیت کے مسائل حل کرنے میں مدد کرے گا۔ اسی لیے ۷ ستمبر ۱۹۴۷ء کو کابینہ اجلاس میں پاکستان کی خارجہ پالیسی کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے انھوں نے کہا:

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

"پاکستان ایک جمہوری ملک ہے اور کمیونزم اسلام کی سرزمین پر نہیں پنپ سکتا۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ ہمارے مفادات روس کے بجائے دو عظیم جمہوری ملکوں، برطانیہ اور امریکا سے وابستہ ہیں۔" (Minutes of Cabinet discussion Sep 9, 1947 (67/CF/47, NDC

قائداعظمؒ کے اس پالیسی بیان پر خارجہ پالیسی پاکستان کی بنیاد رکھی گئی۔ گویا مذہب ہماری خارجہ پالیسی کا بنیادی نکتہ ٹھہرا جس پر آج تک پاکستان گامزن نظر آتا ہے۔ پاکستان کو اپنے استحکام کے لیے مالی تعاون کی ضرورت تھی جو امریکا پوری کر سکتا تھا۔ اسی لیے پاکستان کے وزیر خزانہ غلام محمد (بعد میں گورنر جنرل) نے آزادی کے دو ہفتے بعد امریکا کے سفارت کار، چارلس لیوئس (Charles Lewis) سے امریکی امداد کے لیے براہ راست درخواست کر دی۔ امریکی ریکارڈ کے مطابق امریکا نے پاکستان کی بروقت امداد سے گریز کیا۔

قائداعظمؒ کا تاثر یہ تھا کہ افغانستان کے مطالبہ "پختونستان" کو روس کی سرپرستی حاصل ہے۔ انھوں نے ۱۱ستمبر ۱۹۴۷ء کو کابینہ کے ہنگامی اجلاس میں کہا کہ صوبہ سرحد کا تحفظ صرف پاکستان کا اندرونی مسئلہ نہیں بلکہ یہ دنیا کے لیے بھی تشویش کا معاملہ ہے۔ قائداعظمؒ نے اسی اجلاس میں فرمایا کہ روس دنیا کا واحد بڑا ملک ہے جس نے پاکستان کی آزادی کے موقع پر پیغام نہیں بھیجا۔ کچھ عرصے بعد امریکا میں پاکستان کے پہلے سفیر، ایم اے ایچ اصفہانی نے پاکستان کی پانچ سالہ معاشی اور دفاعی ضروریات کے لیے ۲ ارب ڈالر امریکی امداد کی درخواست کر دی جسے امریکا نے مسترد کر دیا۔ بعدازاں صرف ایک کروڑ ڈالر کی امداد دی گئی۔

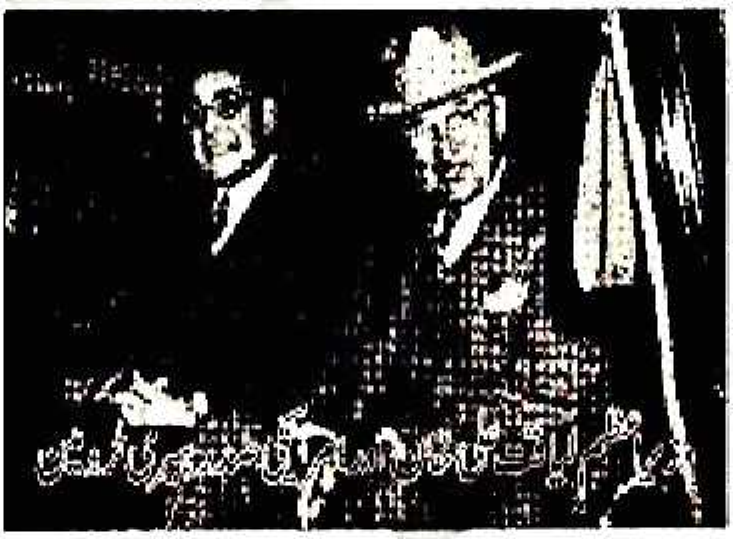

ابتدائی دنوں میں پاکستان سنگین مالی مشکلات کا شکار تھا۔ حکومت پاکستان کے پاس فوج اور سرکاری ملازمین کو تنخواہیں دینے کے لیے بھی سرمایہ نہیں تھا۔ نومولود پاکستان کو روس اور بھارت کی جانب سے بھی خطرات لاحق تھے۔ لہٰذا مسلم لیگ کے مرکزی راہنما امریکی سفارت کاروں پر مالی امداد کے لیے زور ڈالتے رہے۔

قائداعظمؒ کو پاکستان کی مالی مشکلات کا شدید احساس تھا۔ حتیٰ کہ وہ اپنی سرکاری رہائش گاہ "فلیگ اسٹاف ہاؤس" امریکی سفارت خانے کو فروخت کرنے پر تیار ہو گئے۔ انھوں نے کراچی میں امریکی سفیر، ایلنگ (Alling) اور اس کی اہلیہ کو ساحل سمندر پر اپنی کاٹیج میں چائے کی خصوصی دعوت دی۔ فاطمہ جناح بھی ان کے ساتھ تھیں۔ قائداعظمؒ نے امریکی سفیر کو ترغیب دی کہ امریکا سفارت خانے کے لیے فلیگ اسٹاف ہاؤس خرید لے، مگر وہ تیار نہ ہوا۔

امریکا کسی کا دوست نہیں

ان ٹھوس واقعات سے ظاہر ہے کہ امریکی انتہائی مشکل حالات میں بھی پاکستان سے تعاون پر آمادہ نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

جناب قیوم نظامی ۱۱/اپریل ۱۹۴۳ء کو پیدا ہوئے۔ پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اردو اور سیاسیات کر چکے۔ ایل ایل بی کی ڈگری بھی حاصل کی۔ ۱۹۶۸ء میں پیپلز پارٹی میں شامل ہوئے۔ مارشل لا کے خلاف سرگرم عمل رہے۔ ۱۹۹۳ء میں وزیرمملکت بنائے گئے۔ آپ کا شمار سینئر کالم نویسوں اور دانشوروں میں ہوتا ہے۔

زیرمطالعہ مضمون آپ کی کتاب "آزادی سے غلامی تک" سے اخذ شدہ ہے۔ اس تحقیقی کتاب میں پاکستان امریکا تعلقات کی خفیہ کہانی مستند حوالوں کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ یہ روداد عیاں کرتی ہے کہ امریکی حکومت نے بڑی چالاکی سے پاکستانی حکمرانوں کو مادی ترغیبات دے کر پھانسا اور انھیں قومی آزادی گروی رکھنے پر مجبور کر دیا۔

اس نادر کتاب میں وہ حربے اور ہتھکنڈے تفصیل سے بیان ہوئے ہیں جن کے ذریعے امریکی سامراج نے ہماری آزادی کو غلامی میں بدل ڈالا۔ پاکستانیوں کے لیے اس کتاب کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ یہ کتاب جہانگیر بکس، ۲۵۷ ریواز گارڈن لاہور (فون نمبر: ۳۷۰۷۷۲۲۰-۰۴۲) نے خوبصورت انداز میں شائع کی ہے۔ اقتباسات کتاب، مصنف اور ناشر کے شکریے کے ساتھ پیش خدمت ہیں۔

ہوا۔ اسے شاید یقین نہ تھا کہ پاکستان اپنی آزادی برقرار رکھ سکے گا۔ امریکا نے پاکستان کو صرف اس وقت امداد دی جب اپنے قومی مفاد کے لیے ضروری سمجھا۔ دوست وہ ہے جو ضرورت کے وقت کام آئے مگر امریکا اس اصول کا قائل نہیں...... وہ صرف اپنی ضرورت کے لیے دوسرے کے کام آتا ہے۔

بہرحال پاکستان کے مرکزی راہنما امریکا کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر مختلف جتن کرتے رہے۔ حتیٰ کہ وزیراعظم لیاقت علی خان امریکی سفارت خانہ کے عملے کو اپنے گھر دعوتوں پر بلاتے۔ رات گئے تک ان کی تواضع کرتے اور ان کا موسیقی سے دل بہلانے کے لیے خود ڈرم بجاتے۔ (حوالہ: The U.S and Pakistan: Dennis Kux صفحہ 26)

جب بھارت نے کشمیر میں اپنی افواج داخل کیں اور پاک بھارت جنگ چھڑی تو امریکا نے پاکستان سے تعاون کرنے کے بجائے ۱۱ مارچ ۱۹۴۸ء کو دونوں ممالک کی فوجی امداد روک دی۔ اس پابندی کا نفاذ ۲۹ مارچ ۱۹۴۸ء تک جاری رہا۔ اس دوران بھارت کو کشمیر میں اپنی پوزیشن مستحکم کرنے کا موقع مل گیا۔ کاش ہمارے بانی راہنما امریکا کی جانب دیکھنے کے بجائے اپنے وسائل پر بھروسا کرنا سیکھتے!

بعض مورخین کے مطابق قیام پاکستان کے بعد سب سے پہلے قومی خودمختاری اس وقت متاثر ہوئی جب امریکا سے ۲ ارب ڈالر کی معاشی امداد کے لیے درخواست کی گئی۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ امریکا واحد ملک تھا جس نے پاکستان کی تقریب آزادی میں شرکت کے لیے سرکاری وفد بھیجا۔ بھارت نے پاکستان کے مالی اثاثے روک رکھے تھے۔ مہاتما گاندھی کی بھوک ہڑتال کے بعد صرف ۷ فیصد حصہ ادا کیا گیا جو پاکستان کی بنیادی ضروریات کے لیے ناکافی تھا۔ قائداعظمؒ مسلمانوں کو ہندوؤں کی بالادستی سے آزاد کرانا چاہتے تھے جب کہ امریکا کو جنوبی ایشیا میں ایسی فوج کی ضرورت تھی جو کمیونزم کا مقابلہ کر سکے۔ چناں چہ قائداعظمؒ اور امریکا کی سوچ حسن اتفاق سے ایک ہو

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

گئی۔

لیکن تب تک عالمی معیشت پر بالادستی اور دنیا کے ذخائر پر کنٹرول پانا امریکا کا بڑا مقصد بن چکا تھا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد مغرب کے لیے اپنی کالونیوں پر قبضہ رکھنا ممکن نہیں رہا تھا۔ لہٰذا مغربی ممالک نے کالونیوں کو آزادی دینے کا فیصلہ کیا البتہ اپنے سامراجی مفادات کے تحفظ کے لیے نئی حکمت عملی وضع کر لی۔

امریکا نے عالمی سیاست میں برطانیہ کو جونیئر ساتھی تسلیم کر لیا۔ چناں چہ دنیا پر بالادستی قائم رکھنے کے لیے امریکا اور برطانیہ مفاہمت کے ساتھ پالیسیاں بنانے لگے۔ سامراجی مفادات کو تحفظ دینے کے لیے ضروری ہے کہ "عالمی خطرے" کا پروپیگنڈا کیا جائے تاکہ دوسرے ملکوں میں فوجی مداخلت کا جواز پیدا ہو سکے۔

چناں چہ اسی "خطرے" کو ہوا بنا کر امریکا ۱۹۴۵ء سے دنیا کے مختلف ممالک میں فوجی مداخلت کرنے لگا جس کا مقصد دنیا کو امریکی کمپنیوں کے لیے محفوظ بنانا، سیاسی اور معاشی بالادستی میں اضافہ کرنا اور ایسی طاقتوں کو روکنا تھا جو مستقبل میں دنیا کی سپر پاور کے لیے خطرے کا باعث بن سکیں۔

"عالمی دہشت گردی کے خلاف جنگ" بھی اسی حکمت عملی کا حصہ ہے جو نائن الیون سے پہلے امریکی بالادستی کو مستحکم بنانے کے لیے تشکیل دی گئی۔ اسکاٹ لینڈ کا اخبار سنڈے ہیرلڈ اس خفیہ بلیو پرنٹ کا انکشاف کر چکا جو جارج بش نے امریکی صدر بننے سے پہلے ۲۰۰۱ء میں منظور کیا تھا۔

امریکا نواز پاکستانی راہنما

۱۹۴۸ء میں امریکا دنیا کا امیر ترین ملک تھا۔ مسلم لیگ کے اکثر مرکزی راہنما برطانوی یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ اور امریکا نواز تھے۔ امریکا روس کے ساتھ سرد جنگ کی بنا پر جنوبی ایشیا کو بڑی اہمیت دیتا تھا۔ پاکستان جنوبی ایشیا کا اہم ملک ہے جو روس اور چین سے جغرافیائی طور پر قریب ہونے کے علاوہ مشرق وسطیٰ پر بھی اثر انداز ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ لہٰذا امریکا اپنے مخصوص مفادات کے تحت پاکستان میں گہری دلچسپی لینے لگا۔

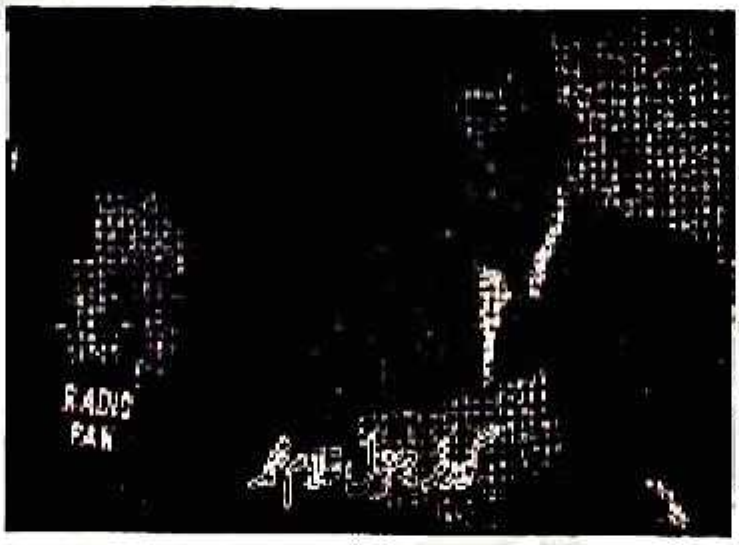

پاکستانی لیڈروں کو بھی یقین تھا کہ امریکا ہی نومولود پاکستان کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے میں معاون ہو سکتا ہے۔ امریکا نے مارچ ۱۹۴۹ء میں پاکستان کی اسٹریٹجک اہمیت کا اندازہ لگایا۔ جب امریکی افواج کے سربراہ' جائنٹ چیفس آف اسٹاف نے لاہور اور کراچی کے بارے میں تحریر کیا:

"کراچی اور لاہور کی اسٹریٹجک اہمیت یہ ہے کہ یہ علاقے روس کے خلاف فضائی حملوں کے لیے اڈے اور فوجی مرکز بن سکتے ہیں۔ یہاں سے مشرق وسطیٰ کے تیل والے علاقے بھی قریب ہیں۔"

امریکی صدر ٹرومین نے مئی ۱۹۴۹ء میں بھارت کے وزیراعظم نہرو کو امریکا کے دورے کی دعوت دی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

پاکستانی لیڈر قدرتی طور پر اس امریکی فیصلے سے بڑے پریشان ہوئے۔ لیاقت علی خان تہران کے دورے پر تھے۔ پاکستان کے سفیر غضنفر علی خان نے روسی سفارت کار کو مطلع کیا کہ لیاقت علی خان روس کا دورہ کرنے کے خواہش مند ہیں۔ ماسکو نے پانچ دن کے اندر اسٹالن کی جانب سے لیاقت علی خان کے نام روس کا دورہ کرنے کا دعوت نامہ بھجوا دیا۔ لیاقت علی خان نے فوری طور پر دعوت نامہ قبول کر لیا تاہم دورے کی تاریخ پر اتفاق نہ ہو سکا۔ پاکستان نے روس کے لیے اپنا سفیر بھی نامزد کر دیا مگر روسی حکومت نے نامزدگی کی منظوری میں تاخیر کی۔

باخبر ذرائع کے مطابق پاکستان اور روس' دونوں نے باہمی تعلقات کے ضمن میں بروقت اور اک کا مظاہرہ نہ کیا۔ بعض مورخین کے مطابق روس کا دعوت نامہ دراصل امریکا پر دباؤ ڈالنے کے لیے حاصل کیا گیا تھا۔ چناں چہ امریکا کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ امریکی سفارت کاروں نے پاکستان کی وزارت خارجہ کو اشارے دیے کہ لیاقت علی خان کے روسی دورے سے برطانوی و امریکی عوام میں شکوک و شبہات پیدا ہوں گے۔

آخر امریکی صدر ٹرومین نے ۷ا نومبر ۱۹۴۹ء کو وزیر اعظم پاکستان کے نام امریکی دورے کا دعوت نامہ جاری کر دیا۔ روسی لیڈروں کا خیال تھا کہ وزیر اعظم پاکستان نے اپنے امریکا نواز وزیروں کے دباؤ پر روس کا دورہ ترک کیا۔ مورخین کا خیال ہے کہ اگر لیاقت علی خان روس کا دورہ کر لیتے تو امریکا کا پاکستان کے متعلق رویہ متوازن ہوتا۔ امریکا پر غیر معمولی انحصار کی بنا پر ہی امریکا کو پاکستان کے اندر امریکی اثر و رسوخ بڑھانے کا موقع مل گیا۔

حالات کا جبر

۳ مئی ۱۹۵۰ء کو امریکی صدر ٹرومین اور اس کی کابینہ کے ارکان نے لیاقت علی خان اور ان کی بیگم کو ہوائی اڈے پر خوش آمدید کہا۔ امریکی صدر نے اسی شام بلیئر ہاؤس میں وزیر اعظم پاکستان کو سرکاری ڈنر دیا۔ وہیں ایک رپورٹر نے سوال کیا کہ پاکستانی وزیر اعظم کتنے سائز کی فوج رکھنا چاہتے ہیں؟ لیاقت علی نے جواب دیا:

"اگر آپ کا ملک ہماری سرحدوں کی سلامتی کی ضمانت دے ڈالے تو میں فوج ہی نہیں رکھوں گا۔"

(نیویارک ٹائمز ۵ مئی ۱۹۵۰ء Kux: صفحہ 35)

یہ حالات کا جبر تھا یا مسلم لیگی راہنماؤں کی بے وقوفی کہ وہ قومی سلامتی کی ضمانت امریکا سے مانگتے رہے۔ بہرحال لیاقت علی خان نے اپنی تقریروں اور پریس کانفرنسوں میں پاکستان کا مقدمہ بڑی مہارت سے پیش کیا اور امریکی رائے عامہ کو متاثر کرنے میں کامیاب رہے۔

کوریا کی جنگ کے دوران پاکستان نے امریکا کو مشروط فوجی تعاون کی پیش کش کی۔ لیاقت علی خان نے پاک فوج کا ایک ڈویژن کوریا بھیجنے پر رضامندی ظاہر کی بشرطیکہ امریکا مسئلہ کشمیر پر پاکستان کی حمایت اور کشمیر میں شیخ عبداللہ کے دھاندلی پر مبنی انتخابات کو تسلیم نہ کرے۔ مگر امریکا، بھارت اور افغانستان کو ناراض کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ پاکستان کوریا میں جارحیت کا مقابلہ کرنے کے لیے غیر مشروط تعاون کرے۔ لیکن لیاقت علی خان تنازع کشمیر کی موجودگی میں پاک افواج کوریا بھیجنے کا نازک فیصلہ

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

کرنے سے قاصر تھے۔ لہٰذا فوجی تعاون ممکن نہ ہو سکا۔

امریکا کشمیر اور پختونستان کے مسئلے پر واضح موقف اختیار نہ کر سکا۔ اس کا رویہ شاطرانہ رہا۔ وہ پاکستان کے تعاون کی پوری قیمت ادا کرنے سے گریز کرتا تھا۔ فروری ۱۹۵۱ء میں جنوبی ایشیا کے امریکی سفیروں کا ایک اجلاس کولبو میں ہوا۔ اس میں طے پایا کہ پاکستان، ایران اور ترکی خطے میں امریکی اسٹریٹجک مفادات کے لیے بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ لہٰذا امریکا کو اولین فرصت میں پاکستان کے ساتھ ''مفاہمت'' کرنی چاہیے۔ وہ پاکستانی افواج کو مسلح اور ساتھ ہی پاکستان میں ضرورت کے مطابق ''فوجی سہولتیں'' حاصل کرے۔ پاکستان سے یقین دہانی حاصل کی جائے کہ جنگ کی صورت میں اس کی افواج دستیاب ہوں گی۔

پاکستان کے پاس عسکری افرادی قوت موجود تھی مگر اسلحہ نہیں تھا۔ فوج کو مسلح کرنے کے لیے اسلحہ ساز فیکٹریوں کی ضرورت تھی۔ پاکستان کے لیڈر ابتدا ہی سے قومی ضرورت پورا کرنے کی خاطر جتن کرتے رہے مگر ان کی ساری توجہ امریکا پر مرکوز رہی۔

لیاقت علی خان کی شہادت سے پاکستان ایک محب وطن اور مقبول لیڈر سے محروم ہو گیا۔ مصدقہ رپورٹوں کے مطابق امریکا نے ان کے قتل میں حصہ لیا۔ وہ دیانت دار لیڈر تھے اور امریکا انھیں آسانی سے خرید نہیں سکتا تھا۔ انھوں نے شہادت سے چار روز قبل امریکی اہلکار وارن (Warren) سے ملاقات کی جو ناخوشگوار رہی۔ وارن نے مشرق وسطیٰ کے دفاع پر زور دیا جب کہ لیاقت علی خان کشمیر پر زور دیتے رہے۔ مزید برآں وزیراعظم مغربی بلاک کے خلاف پاکستان، ایران اور مصر کا مشترکہ دفاعی بلاک بنانا چاہتے تھے۔

امریکیوں کے چہیتے وزیراعظم

خواجہ ناظم الدین پاکستان کے نئے وزیراعظم اور غلام محمد گورنر جنرل نامزد ہوئے۔ غلام محمد کو امریکا کی آشیرباد حاصل تھی۔ وہ مغرب پسند بیوروکریٹ تھے۔

صدر امریکا کے ہمراہ لیاقت علی خان اپنی بیگم کے ساتھ

قائداعظم، لیاقت علی خان اور خواجہ ناظم الدین کا جھکاؤ بھی مغرب کی جانب رہا مگر انھوں نے پاکستان کی خارجہ پالیسی کو مکمل طور پر مغرب نواز بنانے سے گریز کیا۔

امریکا کے صدر ٹرومین بھی جنوبی ایشیا کے بارے میں متوازن اور محتاط پالیسی پر گامزن رہے۔ انھوں نے بھارت کو پاکستان پر فوقیت دی۔ امریکی سفارت کار ڈین ایچی سن (Dean Acheson) لکھتا ہے: ''پاکستانی ہمیشہ امریکا سے اسلحہ مانگتے رہے مگر انھیں ٹال دیا گیا۔''

۱۹۵۳ء میں غلام محمد نے دستور ساز اسمبلی توڑ دی اور امریکا میں پاکستان کے سفیر محمد علی بوگرہ وزیراعظم بنائے گئے۔ ان کے دور میں گندم کی قلت پیدا ہوئی تو امریکا نے اپنے چہیتے وزیراعظم کو مشکل صورت حال سے نکالنے کے لیے انسانی ہمدردی کی بنیاد پر پاکستان کو ایک لاکھ ٹن گندم فراہم کر دی۔ جب گندم کراچی پہنچی تو

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

ٹرانسپورٹ کے لیے استعمال ہونے والے اونٹوں کی گردنوں میں "Thank you America" (امریکا تیرا شکریہ) کے کتبے لٹکائے گئے۔

مئی ۱۹۵۲ء میں امریکا کے سیکرٹری آف اسٹیٹ ڈلس (Dulles) نے مشرق وسطیٰ اور جنوبی ایشیا کا دورہ کیا۔ گورنر جنرل غلام محمد، وزیراعظم محمد علی بوگرہ اور وزیرخارجہ ظفراللہ خان نے ڈلس کا پرجوش خیرمقدم کیا۔ پاک فوج کے کمانڈر انچیف جنرل ایوب خان نے ڈلس کو باور کرایا کہ پاکستان کی سلامتی کا تحفظ طاقتور امریکا کے تعاون سے ممکن ہے۔ برطانیہ کے اخراج سے پیدا ہونے والا خلا امریکا ہی پر کرسکتا ہے۔ امریکا نے کمیونزم کے خطرے کے پیش نظر پاکستان کے ممکنہ کردار کا جائزہ لیا۔

امریکی حکومت کو خصوصی طور پر مغربی پاکستان میں ایسے اہم جنگی ہوائی اڈے نظر آئے جہاں سے روس اور کمیونسٹ چین کے اندرونی علاقوں کو بمبار طیاروں سے نشانہ بنایا جاسکتا تھا۔ پاکستان میں ایسی بندرگاہیں بھی موجود تھیں جو مغربی یورپ سے مشرق بعید تک مواصلات کے لیے مفید ثابت ہوسکتی تھیں۔ امریکی دستاویز کے مطابق جنرل ایوب خان نے امریکی سفارت کاروں اور اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے عہدیداروں سے ذاتی مراسم قائم کررکھے تھے۔

ڈلس پاکستان کے کامیاب دورے سے بڑا متاثر تھا۔ اس نے امریکی انتظامیہ کو یقین دلایا کہ پاکستان ایک قابل اعتماد اتحادی ثابت ہوسکتا ہے۔ اس نے امور خارجہ کی کمیٹی کے سامنے بیان دیتے ہوئے کہا: "مجھے یقین ہے کہ وہ لوگ (پاکستانی) کمیونسٹ جارحیت کے خلاف لڑیں گے۔ ہرچند کہ انھیں محض مکوں کے ساتھ ہی کیوں نہ لڑنا پڑے۔"

جنرل ایوب نے امریکا کے سیکرٹری آف اسٹیٹ ڈلس کو خطے کے بارے میں ایک تجزیاتی رپورٹ پیش کی جس کا مرکزی نقطہ روس کی بحیرہ عرب کے گرم پانیوں تک پہنچنے کی خواہش تھی۔ رپورٹ کے مطابق روس کے توسیع پسندانہ عزائم کا مقابلہ پاکستانی فوج ہی کرسکتی تھی بشرطیکہ اسے جدید اسلحے سے لیس کر دیا جائے۔

ستمبر ۱۹۵۳ء میں جنرل ایوب خان نے خارجہ امور اپنے ہاتھ میں لے لیے۔ انھوں نے سب سے پہلے امریکا کا دورہ کرکے امریکی عسکری صلاحیتوں کا مشاہدہ کیا۔ وہ سخت پریشان تھے کہ امریکا پاکستان کو فوجی امداد دینے کے لیے رضامند نہیں ہورہا۔ وہ امریکی اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ میں امور جنوبی ایشیا کے انچارج آفیسر کے دفتر میں بغیر اطلاع چلے گئے اور کہا:

"حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے لیے! میں یہاں آپ کی بیرکیں دیکھنے نہیں آیا۔ اگر آپ چاہیں تو ہماری فوج آپ کی ہوسکتی ہے بشرطیکہ ہم کوئی فیصلہ کرلیں۔"

امریکی امداد کی خاطر بے چینی

یہ حقیقت ہے کہ قیام پاکستان کے بعد سویلین اور فوجی لیڈر امریکی امداد پانے کی خاطر بے چین رہے اور انھوں نے متبادل ذرائع کے بارے میں سنجیدگی کے ساتھ غور نہ کیا۔ اسکندر مرزا ۱۹۵۳ء میں وزیر دفاع نامزد ہوئے۔ پاکستان میں امریکی سفیر ہورس ہلڈرتھ (Horace Hildreth) نے اسکندر مرزا سے قریبی تعلقات قائم کرلیے۔ ہلڈرتھ کی بیٹی نے ۱۹۵۴ء میں اسکندر مرزا کے بیٹے سے شادی کرلی۔ ہلڈرتھ ۱۹۵۷ء تک پاکستان میں امریکا کے سفیر کے

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

فرائض انجام دیتے رہے۔ اس دوران اسکندر مرزا پاکستان کے طاقتور اور بااختیار صدر تھے۔ چناں چہ امریکا کو پاکستان کے قومی نوعیت کے حساس فیصلوں سے متعلق اطلاعات ملتی رہیں۔

آخر جنوری ۱۹۵۴ء میں کہیں جا کر امریکا کے صدر آئزن ہاور نے امداد جاری کرنے پر رضامندی ظاہر کر دی۔ امریکا کو مکمل ادراک تھا کہ پاکستان اسٹریٹجک لحاظ سے ایسی مرکزی جگہ واقع ہے جہاں سے چین اور روس کے خلاف ممکنہ فوجی آپریشن کیا جا سکتا ہے۔ لیکن پاکستان کی بدقسمتی کہ اسے ابتدا سے ایسے لیڈر ملے جن کی ہمدردیاں اپنے ملک کے بجائے امریکا کے ساتھ تھیں۔ حکومت پاکستان کے سیکرٹری، دفاع اسکندر مرزا امریکا کو ایسے مشورے دیتے بلکہ مخبری کرتے رہے جس سے پاکستان کی سلامتی اور قومی مفاد پر زد پڑتی تھی۔ امریکا کی خفیہ دستاویز کے مطابق اسکندر مرزا نے امریکی سفیر سے کہا:

''امریکا کے لیے واحد راستہ یہ ہے کہ وہ وزیراعظم محمد علی کو معاشی اور فوجی امداد آسانی سے نہ دے۔ یہ امداد اسی یقین دہانی پر دی جائے کہ پاکستانی حکومت دانش مندانہ رویہ اپنائے گی۔ مرزا نے ایسی کارروائی کے لیے پرزور سفارش کی اور یقین ظاہر کیا کہ اس طرح محمد علی امریکا کے لیے اچھے ردعمل کا اظہار کرے گا۔''

پاکستان امریکا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے بے تاب تھا اور ۱۹۵۴ء میں وہ سیٹو (SEATO) معاہدے کا رکن بن گیا۔ امریکا کو ایشیا میں ایک ایسے ملک کی ضرورت تھی جو کمیونزم کا بڑھتا خطرہ روکنے کے لیے اتحادی بن سکے۔ مگر پاکستان کو روس سے زیادہ بھارت سے خطرہ تھا۔ لہٰذا فطری طور پر پاکستانی لیڈروں کی خواہش تھی کہ امریکا کے ساتھ جو دفاعی معاہدہ ہو، اس میں بھارت کی جانب سے جارحیت کی صورت میں امریکی تعاون کی شرط شامل ہو۔

لیکن امریکا بھارت کو ناراض کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔ وزیر خارجہ ظفر اللہ خاں کی کوششوں کے باوجود امریکی سیکرٹری آف اسٹیٹ، ڈلس بھارتی جارحیت کو معاہدے میں شامل کرنے کے لیے رضامند نہ ہوئے اور واضح کیا کہ معاہدہ سیٹو صرف کمیونسٹ جارحیت کا مقابلہ کرنے کے لیے ہو گا۔ ظفر اللہ خاں نے حکومت پاکستان کی منظوری کے بغیر ہی سیٹو کے ڈرافٹ سے اتفاق کر لیا۔

ظفر اللہ خاں کے ڈپٹی آغا ہلالی نے اختلاف کیا تو انھوں نے حکومت پاکستان کو تار بھیجا کہ اگر اس اقدام کی منظوری نہ دی گئی تب وہ مستعفی ہو جائیں گے۔ پاکستان کی وفاقی کابینہ امریکا کو ناراض کرنے کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی لہٰذا اس نے یک طرفہ معاہدے کی منظوری دے دی۔ بہرحال ڈلس نے زبانی یقین دہانی کرائی کہ امریکا پاکستان کے خلاف غیرکمیونسٹ جارحیت کی صورت میں بھی تعاون کرے گا۔ پاکستانی دانشوروں نے سیٹو کے معاہدے پر تنقید کی۔ ڈلس کو بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

امریکا میں تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔ ڈلس نے ایک ممتاز امریکی صحافی' والٹر کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا:

"دیکھو! مجھے جنوبی ایشیا میں حقیقی طور پر لڑاکا آدمیوں کی ضرورت ہے۔ ایشیا میں صرف پاکستانی ہی حقیقی طور پر لڑ سکتے ہیں۔ اسی لیے ہمیں ان سے اتحاد کی ضرورت ہے۔"

روس ناراض ہو گیا

پاکستان نے امریکا سے تو معاہدہ کر لیا مگر روس ناراض ہو گیا۔ روس نے انتباہ کیا کہ سیٹو کا معاہدہ ایشیا کی سلامتی کے خلاف ہے۔ جن ملکوں نے اس معاہدے پر دستخط کیے ہیں' انھوں نے ایشیا کا امن خطرے میں ڈال دیا۔ وہ اپنے اقدامات کے خود ذمہ دار ہوں گے۔

اس دوران بھارت غیر جانبدار رہا۔ اس نے کمیونسٹ ملکوں کے علاوہ مغربی ممالک سے بھی مالی امداد حاصل کر لی۔ ۱۹۶۵ء تک امریکا اور مغربی ممالک نے غیر جانبدار بھارت کو چھے بلین ڈالر کی امداد دی۔ جبکہ اتحادی پاکستان صرف تین ارب ڈالر کی امداد حاصل کر سکا۔

پاکستان فروری ۱۹۵۵ء میں بغداد پیکٹ کا رکن بھی بن گیا جو بعد میں سینٹو معاہدہ کہلایا۔ ایران' عراق' ترکی اور برطانیہ سینٹو کے رکن تھے اور امریکا سرپرست تھا۔ جنرل ایوب خاں نے سیٹو اور سینٹو معاہدوں کے متعلق اپنی کتاب "فرینڈز ناٹ ماسٹرز" (Fariends Not Masters) میں تحریر کیا:

"ان کے ذریعے پاکستان ایشیا میں امریکا کا سب سے بڑا اتحادی بن گیا۔"

اکتوبر ۱۹۵۴ء میں گورنر جنرل غلام محمد نے دستور ساز اسمبلی کو معطل کیا اور بوگرہ کی وزارت تبدیل کر کے چودھری محمد علی کو وزیر خزانہ' آرمی چیف جنرل ایوب کو وزیر دفاع اور اسکندر مرزا کو وزیر داخلہ نامزد کر دیا۔

"ٹائم میگزین" نے ان تبدیلیوں کے بارے میں لکھا:

"اس طرح پاکستان کسی خون خرابے کے بغیر غیر مستحکم مغرب نواز جمہوریت سے مستحکم مغرب نواز فوجی ڈکٹیٹر شپ میں تبدیل ہو گیا۔"

یہ حقیقت ہے کہ آزادی کے کچھ عرصے بعد ہی امریکا پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے لگا۔ وہ سرکاری طور پر تاثر نہ دیتا' البتہ غیر سرکاری طور پر امریکا کی مداخلت غیر معمولی تھی۔ جنوبی ایشیائی امور کے ماہر امریکی سفارت کار ڈینس ککس (Dennis Kux) اپنی کتاب The U.S. and Pakistan میں حیران کن انکشاف کرتے ہیں:

"امریکی سی آئی اے نے معروف ماہر سیاسیات' ڈاکٹر چارلس برٹن مارشل کو بطور آئینی مشیر دو سال کے لیے پاکستان بھجوایا تاکہ وہ آئین کی تیاری کے لیے پاکستانیوں کی معاونت کر سکے۔ مارشل کا مشن یہ تھا کہ وہ وعظ و نصیحت اور مثالوں کے ساتھ پاکستانی لیڈروں کی مدد کرے تاکہ وہ ایک ہموار حکومت قائم کر سکیں۔ مارشل کو بڑی آسانی سے مرکزی قیادت تک رسائی حاصل تھی۔ پاکستانی قیادت کو بھی علم تھا کہ مارشل ظاہری طور پر ایک سماجی تنظیم ڈیر بارن فاؤنڈیشن کے لیے کام کرتا ہے مگر دراصل وہ سی آئی اے کا ملازم تھا۔"

سی آئی اے پاکستان میں

۱۹۵۲ء تک پاکستان۔ امریکا کے تعلقات اس سطح پر پہنچ گئے کہ ایک پاکستانی گوریلا فورس تیار کی گئی تاکہ وہ روسی جارحیت کا مقابلہ کر سکے۔ اس آئیڈیا کے پیچھے

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ اور سی آئی اے دونوں کی سوچ کارفرما تھی۔ امریکا نے اپنے جن افسروں کو بطور تربیت کار پاکستان میں تعینات کیا' ان کا تعلق خفیہ ایجنسیوں سے تھا۔

ستمبر ۱۹۵۶ء میں محلاتی سازشوں کی بنا پر وزیراعظم چودھری محمد علی نے استعفیٰ دے دیا۔ صدر اسکندر مرزا نے بادل نخواستہ حسین شہید سہروردی کو وزیراعظم نامزد کیا۔ اسکندر مرزا نے امریکی سفیر ہلڈرتھ (Hildreth) اور برطانوی ہائی کمشنر مورس (Morrice) کو بتایا کہ وہ نئے وزیراعظم کا اس وقت تک ساتھ دے گا جب تک وہ خارجہ اور فوجی امور میں دخل اندازی نہیں کرتا۔

جنوری ۱۹۵۷ء میں امریکا کی سلامتی کے ادارے' نیشنل سکیورٹی کونسل (NSC) نے پاکستان کے بارے میں ایک تجزیاتی رپورٹ تیار کی جس میں درج تھا:

"ہمیں پاکستان کی بطور فوجی اتحادی ضرورت تھی۔ مگر ہمارے لیے یہ سودا بڑا مہنگا ثابت ہوا۔ ہم درحقیقت فوجی امداد کے علاوہ پاکستان کے لیے کچھ نہیں کرتے رہے۔ یہ ایک بڑی خوفناک غلطی تھی مگر اب ہم اس میں بُری طرح پھنس چکے۔"

امریکی صدر آئزن ہاور نے رپورٹ سے اتفاق کرتے ہوئے سوال کیا کہ امریکا اس صورت حال سے کیسے باہر نکل سکتا ہے؟ انڈر سیکرٹری' رابرٹ رضی نے کہا کہ اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کو عمدہ سفارت کاری کے ذریعے یہ کام انجام دینا چاہیے۔

امریکا کو ابتدا ہی میں اندازہ ہو گیا کہ وہ پاکستان کی فوج پر زیادہ اخراجات کر رہا ہے جبکہ عوام نظرانداز ہوتے رہے۔ مگر امریکا پاکستان کے ساتھ معاہدے کر کے پھنس چکا تھا' لہٰذا وہ اس ادراک کے باوجود فوجی امداد محدود نہ کر سکا۔ پاک فوج بھی بوقت ضرورت امریکی مفادات کا تحفظ کرتی رہی۔ جرنیلوں نے ادراک نہ کیا کہ پاکستان محض فوجی طاقت سے متحد نہیں رہ سکتا۔

صدر ایوب [illegible] جان ایف کینیڈی کے قہقہے

آئزن ہاور کے دور صدارت تک امریکا اور پاکستان متضاد مقاصد کی خاطر ایک دوسرے کے ساتھ جڑے رہے۔ امریکا' بھارت کو ناراض کیے بغیر روس کے گرد گھیرا تنگ رکھنا چاہتا تھا۔ اسی مقصد کی خاطر امریکا نے پاکستان کے ساتھ دفاعی معاہدے کیے۔ لیکن پاکستان کو بھارت سے خطرہ لاحق تھا۔ اپنی آزادی اور سلامتی کے لیے اسے مضبوط فوج کی ضرورت تھی۔ لہٰذا یہ مقصد پانے کے لیے پاکستانی لیڈروں نے روسی خطرے کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا اور امریکا سے دفاعی امداد حاصل کرنے میں کامیاب رہے۔ پاکستانی لیڈروں نے تمام تر توجہ قومی سلامتی پر مرکوز کر دی۔ وہ یہ بھول گئے کہ مضبوط فوج مضبوط معاشرے کے بغیر قومی مقاصد حاصل نہیں کر سکتی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

پاک امریکی دوستی کے معاہدے

بہرحال ۱۹۵۷ء تک افواج پاکستان بھارتی خطرے کی صورت میں مضبوط دفاع کے قابل ہو گئیں۔ وزیراعظم سہروردی نے قومی اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے زور دیا کہ سیٹو اور بغداد پیکٹ پاکستان کے مفاد میں ہیں' لہٰذا اسمبلی ان دونوں معاہدوں کی توثیق کر دے۔ ۲۵ فروری ۱۹۵۷ء کو اسمبلی کے چالیس ارکان نے معاہدوں کی منظوری دے دی۔ یونائیٹڈ فرنٹ اور مسلم لیگ کے ارکان غیر حاضر رہے۔ میاں افتخار الدین اور مشرقی پاکستان کے ایک رکن نے مخالفت میں ووٹ دیا۔

سہروردی نے جولائی ۱۹۵۷ء میں امریکا کا دورہ کیا۔ انھوں نے امریکی لیڈروں پر کشمیر کا مسئلہ حل کرانے کے لیے زور دیا۔ امریکا نے بمبار ۵۷-بی طیاروں کے حصول کی خاطر پاکستان کی درخواست پر توجہ نہ دی۔ سہروردی نے امریکی صدر آئزن ہاور کو بتایا کہ پاکستان امریکا کو یو-ٹو طیارے کو اڈا دینے کے لیے تیار ہے۔ اس پیش کش پر ۱۹۵۹ء میں عمل ہوا جب امریکا نے پشاور سے دس کلومیٹر دور بڈبیر کے مقام پر خفیہ اڈا قائم کر لیا۔ وہاں سے امریکا روسی تنصیبات کے مکمل ریکارڈ کر سکتا تھا۔ پاکستان کے اس اہم تعاون سے امریکا کو روس کی عسکری صلاحیت اور ٹیکنالوجی کے متعلق ایسی حساس معلومات ملیں جو اس کی قومی سلامتی کے لیے بے حد ضروری تھیں۔

۱۹۵۸ء تک امریکا پاکستان کی اسٹیبلشمنٹ اور ایلیٹ کلاس میں گہرا اثر و رسوخ قائم کر چکا تھا۔ اسکندر مرزا مکمل طور پر امریکا اور برطانیہ کی گرفت میں آ چکے تھے۔ انہی دونوں ممالک کی شہ پر اکتوبر ۱۹۵۸ء میں اسکندر مرزا نے اسمبلیاں ختم کر کے مارشل لا نافذ کر دیا۔ جنرل محمد ایوب خان چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر نامزد ہوئے۔ چند ہفتوں بعد جنرل ایوب خان نے صدر اسکندر مرزا سے گن پوائنٹ پر استعفیٰ لے لیا۔ امریکا اور برطانیہ کے سفیر اس صورت حال کے بارے میں اپنی حکومتوں کو خفیہ رپورٹیں روانہ کرتے رہے۔

امریکا خفیہ طور پر پاکستان کے عسکری لیڈروں کی حوصلہ افزائی کر رہا تھا تاکہ وہ جمہوری نظام ختم کر کے اقتدار سنبھال لیں۔ امریکی انتظامیہ کا خیال تھا کہ پاکستان میں انتخابات کے ذریعے برسر اقتدار آنے والی جمہوری حکومت خطے میں امریکا کے مفادات آگے بڑھانے میں مکمل تعاون سے گریز کرے گی۔ لہٰذا سرد جنگ کے اہم موڑ پر اسے ایسی فوجی حکومت کی ضرورت تھی جو امریکا کے ساتھ آسانی معاملات طے کر سکے۔ البتہ علانیہ طور پر امریکا جمہوریت کے ساتھ اپنی وابستگی ظاہر کرتا رہا۔

اسکندر مرزا اور جنرل محمد ایوب خان' دونوں امریکا نواز تھے۔ مارشل لا نافذ کر کے اسکندر مرزا نے مختار کل بننے کی کوشش کی۔ جنرل ایوب طاقتور جرنیل تھے۔ اُن کے اپنے سیاسی عزائم تھے۔ انھیں یہ خفیہ اطلاعات ملیں کہ اسکندر مرزا فوج کے جرنیلوں سے ساز باز کر کے ان کو فارغ کرنا چاہتے ہیں۔ چناں چہ ان کے حکم پر ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء کی رات تین جرنیلوں نے اسکندر مرزا کو مستعفی ہونے پر مجبور کر دیا۔

جنرل ایوب خان پاکستان کے صدر اور چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر بن گئے۔ جنرل ایوب نے امریکی سفارت کاروں کو یقین دلایا ''حالیہ تبدیلیوں کے بعد پاکستان زیادہ وفاداری کے ساتھ دفاعی معاہدوں پر کاربند رہے گا۔'' امریکی امداد کا تسلسل پاکستان کے

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔"

امریکا کی الٹی قلابازی

جنرل ایوب خان نے پاک فوج کی تربیت اور تشکیل امریکن ڈیفنس ڈاکٹرائن کے مطابق کی۔ انھوں نے ۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۴ء تک مسلسل فوجی افسروں کو امریکا میں عسکری تربیت کے لیے بھیجا۔ پاک فوج کے جوان اور افسر سیٹو اور سینٹو کمانڈ کے تحت فرائض انجام دیتے رہے۔ پاک فوج کو امریکی اسلحہ سے مسلح کیا گیا۔ امریکی فوج کے تربیت کار پاک فوج کے جوانوں کی تربیت کرتے رہے۔ اس طرح پاک فوج ذہنی طور پر امریکا نواز بن گئی اور امریکی اسلحے پر انحصار کرنے لگی۔

لیکن ۱۹۶۰ء تک امریکا اور روس کے درمیان سرد جنگ میں شدت باقی نہ رہی۔ دونوں عالمی طاقتوں نے چین کا راستہ روکنے کے لیے آپس میں مفاہمت کر لی۔ امریکا کے صدر کینیڈی بھارت نواز تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ اگر بھارت معاشی طور پر ترقی کر کے چین کے برابر نہ آیا تو آزاد دنیا کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ کینیڈی نے اپنے دورِ حکومت میں بھارت کی امداد میں اضافہ کیا۔ اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے مشیر ہنری کسنجر نے ۱۹۶۱ء میں بھارت کا دورہ کیا اور بھارت کے ایشیائی کردار کو سراہتے ہوئے کہا کہ گزشتہ امریکی حکومت "پاکی" مرض میں مبتلا تھی۔ "پاکی" کا لفظ پاکستان کے لیے نفرت کے طور پر استعمال کیا گیا۔ حتیٰ کہ پاکستان میں امریکی سفیر لانگلے (Langlay) نے امریکی حکومت کے نام خفیہ خط میں پاک فوج کی تعداد کم کرنے کی سفارش کر دی۔

روس نے ۷ مئی ۱۹۶۰ء کو پاکستانی اڈے (بڈبیر) سے پرواز کرنے والا امریکی جاسوس طیارہ یو۔ٹو مار گرایا۔ روس کے صدر خروشیف نے پاکستان کو کھلی دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ پاکستان آگ سے نہ کھیلے۔ اعلیٰ روسی افسر نے کہا:

"پشاور کہاں پر ہے؟ ہم نے اپنے نقشوں میں اس کے گرد سرخ دائرہ لگا دیا ہے۔"

اس وقت جنرل ایوب خان لندن میں تھے۔ سی آئی اے کے اسٹیشن چیف نے اس واقعے کے بارے میں جنرل ایوب کو مطلع کیا۔ انھوں نے اپنے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا کہ انھیں توقع تھی کہ کسی مرحلے پر یہ واقعہ رونما ہو گا۔

جنرل ایوب اگر قومی مفادات کو ترجیح دینے کی پالیسی اپناتے تو وہ کبھی امریکا کو اپنی سرزمین پر امریکی فوجی اڈوں کے قیام کی اجازت نہ دیتے۔ غیر سیاسی اور غیر جمہوری حکمران بڑی آسانی سے عالمی طاقتوں کے دباؤ میں آ کر ایسے فیصلے کر بیٹھتے ہیں جن کا خمیازہ پوری قوم کو بھگتنا پڑتا ہے۔

یو۔ٹو واقعے کے بعد جنرل ایوب خان نے روس کا غصہ کم کرنے کے لیے خارجہ پالیسی متوازن بنانے کی کوششیں کیں۔ امریکی لابی کے وزیرِ خزانہ شعیب کی مخالفت کے باوجود وزیرِ تجارت بھٹو کو اجازت دی کہ وہ پاکستان میں تیل اور گیس کی تلاش کے لیے روسی کمپنیوں سے معاہدہ کرے۔ جنرل ایوب نے بھٹو کی سفارش پر اقوام متحدہ میں چین کی رکنیت کی حمایت کا فیصلہ کیا۔ اس فیصلے نے امریکی صدر کینیڈی کو پریشان کر دیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

لیکن جنرل ایوب خان نے جولائی ۱۹۶۱ء میں امریکا کا دورہ کیا' تو امریکی کانگریس کے ارکان کو یقین دلایا کہ پاکستان امریکا کا اتحادی رہے گا۔ جنرل ایوب نے کہا:

"ایشیا میں اور کوئی ملک نہیں جہاں امریکا قدم بھی رکھ سکے۔ صرف پاکستان کے عوام ہی امریکا کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔"

جنرل ایوب خان نے صدر کینیڈی پر مسئلہ کشمیر حل کرانے کے لیے زور دیا اور انتباہ کیا کہ اگر امریکا نے بھارت چین جنگ کی صورت میں بھارت کو اسلحہ دیا تو پاکستان دفاعی معاہدوں سے باہر نکل آئے گا۔ صدر کینیڈی نے جنرل ایوب کو یقین دلایا کہ امریکی پالیسی کے مطابق بھارت کو اسلحہ سپلائی کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اگر امریکی پالیسی تبدیل ہوئی تو صدر کینیڈی صدر ایوب سے مشورہ کریں گے۔ لیکن نومبر ۱۹۶۲ء میں جب چین اور بھارت کے درمیان سرحدی تنازع شروع ہوا تو امریکا نے صدر ایوب کو بتائے بغیر بھارت کو اسلحہ بھجوا دیا۔

جرنیل حکمران نے موقع گنوا دیا

بھارت چین کے ساتھ جنگ میں مصروف تھا۔ تب پاکستان کے لیے کشمیر لینے کا سنہرا اور تاریخی موقع تھا۔ مگر امریکا اور برطانیہ نے پاکستان پر دباؤ ڈالا کہ وہ غیر جانب دار رہے اور یقین دلایا کہ اس مرحلے پر تعاون کا مظاہرہ تنازع کشمیر حل کرنے میں انتہائی سود مند ثابت ہوگا۔

یوں اس جرنیل حکمران نے یہ سنہرا موقع گنوا دیا۔

امریکا اور برطانیہ ایک بار پھر پاکستان کو بیوقوف بنانے میں کامیاب رہے۔ امریکا نے پاکستانیوں کی ناراضی کم کرنے کے لیے بذریعہ تار یقین دہانی کرائی کہ اگر بھارت نے پاکستان پر حملہ کیا تو امریکا ان کی مدد کرے گا۔ امریکا وقتی مصلحتوں کے تحت زبانی اور تحریری طور پر اس نوعیت کی یقین دہانیاں کراتا رہا مگر ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران امریکا نے تمام معاہدے اور وعدے نظر انداز کر دیے۔

امریکی صدر جانسن جنرل ایوب کو اپنی دوستی اور اعتماد کا یقین دلاتے رہے' مگر پاکستان امریکا کے شکنجے میں پھنس چکا تھا۔ جنرل ایوب ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ اور معاہدہ تاشقند کے بعد عوام میں مقبولیت کھو بیٹھے۔ انھوں نے عوامی دباؤ کے تحت ۱۹۶۷ء میں روس کا دورہ کیا اور امریکی فوجی اڈے بڈبیر کی لیز ختم کر دی۔ جنرل ایوب نے فروری ۱۹۶۷ء کو اپنی ڈائری میں لکھا:

"ترقی پذیر ممالک میں امریکا اور برطانیہ نے جمہوریت کو بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ انھوں نے ہمیں اپنے حالات کے مطابق جمہوری نظام تشکیل نہیں کرنے دیا۔ وہ ہمیں کمزور اور عدم استحکام کا شکار رکھنا چاہتے ہیں تاکہ ہم ان کے رحم و کرم پر رہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ان کی سوچ سیاسی اور مکمل طور پر بددیانتی پر مبنی ہے۔"

کاش ہمارے موجودہ حکمران جنرل ایوب کے خیالات پر غور کرنے کے قابل ہوں اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہونا سیکھ سکیں۔

جنرل ایوب خان امریکا کی غیر متوقع بے وفائی سے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

دل گرفتہ ہوئے اور انھوں نے "فرینڈز ناٹ ماسٹرز" کتاب تحریر کی جس کا مرکزی خیال یہ تھا کہ پاکستان کو آقا نہیں بلکہ دوستوں کی ضرورت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جنرل ایوب سمیت پاکستان کے تمام حکمرانوں نے امریکا کو آقا کے طور پر تسلیم کر کے اس کی بالادستی کو قبول کر لیا۔ وہ پاکستان کی خودمختاری کو نظرانداز کرتے رہے۔

پاک امریکا تعلقات کی سڑسٹھ سالہ تاریخ کو نشیب و فراز کی تاریخ کا نام دیا جا سکتا ہے۔ آج بھی امریکا ہمارا قابل اعتماد دوست نہیں کہلاتا۔ دونوں ممالک کے تعلقات کبھی اس قدر خوشگوار ہو گئے کہ اسے ہنی مون پیریڈ کا نام دیا گیا اور کبھی اس قدر کشیدہ کہ پاکستان پر خصوصی آئینی ترامیم کر کے پابندیاں عائد کر دی گئیں۔

سچ یہ ہے کہ امریکا ایک ایسا ناقابل اعتبار دوست ثابت ہوا جو گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا رہتا ہے۔

غلامی سے نجات کا راستہ

پاکستان میں انگریزی بولنے والے طبقے امریکا نواز ہیں۔ پاکستان میں قومی زبان اردو کے مقابلے میں انگریزی کو غیرمعمولی اہمیت دی گئی۔ چناں چہ انگریزی بولنے والے پاکستان کا ایلیٹ طبقہ بن گئے جو ریاست اور اس کے وسائل پر قابض اور امریکا کے لیے نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ ان میں سینئر عسکری اور سول بیوروکریٹس، جاگیردار، تاجر اور فیبرز شامل ہیں۔ ان کے امریکا سے گہرے رابطے ہیں جو انھوں نے تعلیمی، سرکاری اور تجارتی ذرائع سے استوار کیے۔ پاکستان کے بااثر خاندانوں کی اولاد امریکا میں تعلیم حاصل کر رہی ہے۔

امریکا نے عالمی تنظیموں مثلاً اقوام متحدہ، آئی ایم ایف، عالمی بینک، ایشیا ڈیویلپمنٹ بینک اور این جی اوز کے ذریعے بھی پاکستان میں اثر و رسوخ بڑھایا۔ پاک فوج کے پاس اسلحہ بھی امریکی ساخت کا ہے۔ سینئر فوجی افسروں کی تربیت بھی امریکی عسکری اداروں میں ہوتی رہی ہے۔

پاکستان کے دانشور، ٹیکنوکریٹس اور سیاست دان امریکا کی یونیورسٹیوں اور پیشہ ورانہ اداروں میں لیکچر دے کر ہزاروں ڈالر وصول کرتے ہیں۔ اس طرح ان کا امریکا سے مادی رشتہ استوار ہے۔ پاک فوج کے سینئر افسروں کی اکثریت امریکا نواز ہے۔ امریکی سی آئی اے براہ راست انھیں ذاتی مفاد پہنچانے سے بھی گریز نہیں کرتی۔ جنرل حمید گل کے مطابق پاکستان میں سی آئی اے کے اسٹیشن چیف نے ان کے بیٹے کو امریکی یونیورسٹی میں تعلیم دلانے کی پیش کش کی جسے انھوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اسٹیشن چیف کا کہنا تھا کہ یہ معمولی خدمت امریکا بآسانی انجام دے سکتا ہے۔ اس نے بتایا کہ ہم ہی نے جنرل اختر عبدالرحمٰن کے سب بیٹوں کو امریکا میں تعلیم دلوائی ہے۔

بعض ماہرین کا دعویٰ ہے کہ امریکہ کا پاکستان میں اثر و رسوخ اس حد تک بڑھ چکا کہ تمام اہم نوعیت کے پالیسی فیصلے امریکی حکومت کی منظوری سے ہوتے ہیں۔ پاکستان کا سالانہ قومی بجٹ امریکا کی خفیہ تائید سے بنتا ہے۔ ہمارا تعلیمی نصاب واشنگٹن میں تیار ہوتا ہے۔ صدر، وزیراعظم، آرمی چیف اور دیگر کلیدی منصبوں پر نامزدگیاں امریکا کی آشیرباد سے کی جاتی ہیں۔

امریکا نے انتخابات ۲۰۰۸ء میں پس پردہ حکمت عملی تیار کی تھی تاکہ روشن خیال لبرل سیاسی جماعتیں کامیابی حاصل کر سکیں۔ امریکی اہلکار پاکستان آ کر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

چیف الیکشن کمشنر سے ملاقات کرتے ہیں۔ پاکستان میں جب بھی کوئی کلیدی فیصلہ ہو امریکی یہاں ہوتے ہیں۔ پاکستان میں امریکی مداخلت اس حد تک بڑھ چکی کہ پاکستان کے عوام آزادی اور خودمختاری کے حوالے سے گہری تشویش میں مبتلا ہیں۔

سوال یہ ہے کہ پاکستان کو امریکی غلامی سے نجات کیسے دلائی جائے؟ اس مسئلے کا کوئی آسان اور مختصر حل موجود نہیں۔ پاکستان کے عوام کی واضح اکثریت امریکا مخالف ہے۔ عوام نے کبھی امریکی بالادستی اور مداخلت کو پسند نہیں کیا۔ یہی امریکا مخالف جذبات امریکی بالادستی کے لیے چیلنج بن سکتے ہیں۔ القاعدہ دہشت گردی اور خودکش حملوں کا حربہ استعمال کر کے امریکا کو عالم اسلام سے باہر نکالنے کی کوشش کر رہی ہے۔ لیکن یہ ایک خطرناک اور طویل راستہ ہے جس کے خود عالم اسلام پر منفی اثرات مرتب ہوئے۔

پاکستان میں اگر ایک ایجنڈے کے تحت انقلابی تحریک شروع کی جائے تو انقلاب ایران کی طرح یہاں بھی عوامی قوت سے انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔ یہ بنیادی طور پر امریکی سامراج، استحصالی سرمایہ داروں اور جاگیرداروں نیز امریکا نواز جرنیلوں کی بالادستی کے خلاف انقلاب ہوگا۔ نتیجے میں پاکستان اپنی آزادی اور خودمختاری بازیاب کرا سکے گا۔ ریاستی اقتدار امریکا نواز طبقات کی گرفت سے آزاد ہو جائے گا۔ عوام کا معاشی استحصال کرنے والے طبقات کمزور پڑیں گے اور پاکستان صحیح معنوں میں ایک آزاد اور فلاحی ریاست بن جائے گا۔ اس طرح عوام مقتدر ہو کر اپنے مقدر کے فیصلے خود کر سکیں گے اور امریکا کی غلامی سے بھی نجات مل جائے گی۔ ایران نے بھی انقلاب کے بعد ہی امریکی غلامی سے نجات حاصل کی تھی۔ پاکستان کے نوجوان بھی متحد اور منظم ہو کر انقلاب برپا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

پاکستان کو آزاد اور خودمختار ریاست بنانے کے لیے ضروری ہے کہ جمہوری نظام مستحکم بنایا جائے۔ جمہوریت تسلسل کے ساتھ چلتی رہے۔ پاکستان کے تمام پالیسی فیصلے پارلیمان میں کیے جائیں تاکہ بیرونی عالمی ادارے فرد واحد کو حکم دینے کی حیثیت میں نہ رہیں۔ جن ملکوں میں جمہوری نظام پائیدار ہے اور آئین و قانون کی حکمرانی موجود ہے، وہاں بیرونی مداخلت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

پاکستانی عوام کو مقتدر، منظم اور فعال بنایا اور ان کے ووٹ کی اہمیت تسلیم کی جائے۔ عوامی طاقت کے سامنے کوئی اندرونی اور بیرونی قوت نہیں ٹھہر سکتی۔ کیونکہ شمالی کوریا اور ایران میں عوام منظم، متحد اور مقتدر ہیں لہٰذا امریکا کوشش کے باوجود ان ملکوں میں اپنا اثر و رسوخ قائم نہیں کر سکا۔ پاکستان کے عوام محب الوطن ہیں مگر معاشی طور پر کمزور اور نسلی، لسانی و مذہبی بنیادوں پر منقسم ہیں۔ امریکا اور اس کے ایجنٹ عوام کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ عوام اگر متحد اور منظم ہو کر ایک قوم کے قالب میں ڈھل جائیں تو امریکا کی بالادستی کو ختم کیا جا سکتا ہے۔

پاکستان میں انگریزی کو غیرمعمولی اہمیت دی گئی ہے جبکہ قومی زبان اردو کو نظرانداز کیا گیا۔ جو قومیں اپنی زبان نظرانداز کر کے بدیسی زبان کو ترجیح دیں، وہ بڑی آسانی سے بیرونی بالادستی کا شکار ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اردو کو سرکاری اور دفتری زبان کا درجہ دے کر قوم میں خوداعتمادی اور خودداری کا جذبہ پیدا کیا جائے۔

◆◆●

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

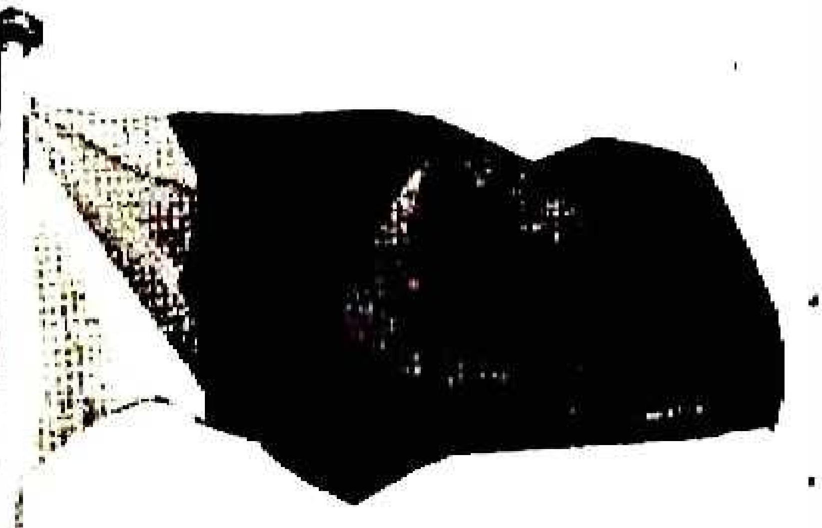

صبح کی روشنی ہے پاکستان

تحریک پاکستان سے وابستہ ممتاز شاعر، صبا اکبر آبادی کی قوم میں نئی امنگیں ابھارتی شاعری کا انتخاب

تحریک پاکستان سے وابستہ ہر مسلمان رہنما کی خواہش تھی۔

چناں چہ تحریک پاکستان سے وابستہ اسلامی فکر رکھنے والے جن شاعروں اور ادیبوں نے پاکستان کے خواب کو حقیقت کا روپ دینے کے لیے اپنی اپنی سطح پر جو بساط بھر کوشش کی، ان میں حضرت صبا اکبر آبادی کو یہ اولیت اور خصوصیت حاصل ہے کہ پاکستان بننے سے پہلے، تحریک آزادی کے سلسلے میں ان کی منظومات کتابی صورت میں شائع ہوئیں۔ انہی تخلیقات میں سے جذبہ حب الوطنی کی خوشبو میں مہکتا انتخاب نذر قارئین ہے۔

قائداعظم محمد علی جناح

اوجِ فلک پہ مہرِ درخشاں جناح تھے
انسانیت کے مہرِ تاباں جناح تھے
ارضِ وطن پہ ماہِ فروزاں جناح تھے
حق کی سدا بہار گلستاں جناح تھے
اپنا بنا کے حکمِ خدا اور رسولؐ کو
دامن بچا کے چن لیا کانٹوں سے پھول کو
دستِ فرنگ و مکرِ برہمن کو توڑ کے
بچھڑے ہوؤں کو ایک بنایا تھا جوڑ کے

صبا اکبر آبادی تحریک پاکستان کے ایک ایسے سپاہی تھے جنھوں نے قلم سے تلوار کا کام لیا۔

جنبشِ نوکِ قلم فاتحِ اقلیمِ سخن
مل گئی خوب یہ چلتی ہوئی تلوار مجھے

انھوں نے اسی تلوار سے آگرہ اور گردونواح میں مخالفینِ تحریک پاکستان کے حوصلوں کو کاٹ کر رکھ دیا۔ وہ اپنی شاعرانہ فکر سے قومی یکجہتی کے لیے بھرپور کام کرتے رہے۔ تحریک پاکستان کی انقلابی قوت میں کسی جگہ کسی طرح کوئی کمی نہ آنے پائے، یہ قائداعظم اور

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

حق اپنا چھینا ظلم کا پنجہ مروڑ کے
خوابیدہ قوتوں کو جگایا جھنجوڑ کے
قلبِ عدو کے واسطے خنجر بنے رہے
عزم و عمل کا آہنی پیکر بنے رہے
سوئی ہوئی تھی قوم جھنجوڑا جناح نے
باطل کے ہر طلسم کو توڑا جناح نے
منہ حق کے راستے سے نہ موڑا جناح نے
آزاد کر کے قوم کو چھوڑا جناح نے
دستِ خزاں سے حسنِ چمن لے کے دے دیا
اغیار سے ہمارا وطن لے کے دے دیا
اے اہلِ باغ اب کوئی کانٹا ابھر نہ آئے
اے اہلِ بزم پر کوئی فتنہ نہ سر اٹھائے
غنچے کو حق ہے باغ میں وہ کھل کے مسکرائے
مانگو دعا بہار کی یہ رت بدل نہ جائے
تعمیر نو کے جذبۂ محکم سے کام لو
مشکل جو ہو تو قائدِ اعظم کا نام لو
اے قوم اس امانتِ عظمیٰ سے باخبر
اس پہ نہ اٹھنے پائے کبھی کوئی بدنظر
مہر ثبات ثبت ہے ایک ایک ذرے پر
نعمت جو مل گئی ہے تجھے اس کی قدر کر
لے کر یقین و عزم کا پرچم نہ آئے گا
اب اور کوئی قائداعظم نہ آئے گا
دنیا کی سمت دیکھ کے ہوگا نہ کچھ حصول
عرضِ عدو کبھی نہ کرے گا کوئی قبول
ان مادی ذریعوں سے ہے آرزو فضول
کافی ہے مومنوں کو بس اللہ اور رسولؐ

وحشِ نگاہ ایک ہی مضمون چاہیے
قرآن اور حدیث کا قانون چاہیے
(۱۹۹۰ء)

تعمیر پاکستان

صبا صاحب ستمبر ۱۹۴۷ء میں پاکستان آئے۔ بقول ان کے ''پاکستان کا قیام ہمارے لیے ایسا ہی تھا جیسے گھٹا ٹوپ اندھیرے کے بعد دھنک کے بھرپور رنگوں کی روشنی میں داخل ہو جائیں۔ درج ذیل نظم جب کی کیفیات بخوبی عیاں کرتی ہے:

آرزو

دامن کی آرزو نہ گریباں کی آرزو
ہم کو ہے بس بہارِ گلستاں کی آرزو
کرتا ہے ان کو جشنِ بہاراں کا اہتمام
اب تک تھی جن کو جشنِ بہاراں کی آرزو
آنکھوں کو ہے تجلیٔ اخلاص سے غرض
دل میں ہے صرف رفعتِ انساں کی آرزو
جس سے چھپا رہے نہ کوئی رنگِ کائنات
رکھتا ہوں ایسے دیدۂ حیراں کی آرزو
تاریکیوں کے دور گزرنے کے بعد ہم
رکھتے ہیں ہر گلی میں چراغاں کی آرزو
ایک اک شجر میں چاہیے فروغِ رنگ و بو
ہے شاخ شاخ ہر گلِ خنداں کی آرزو
ہم اپنے جھونپڑوں میں ہیں مسرور و مطمئن
ہے قصر کی تلاش نہ ایواں کی آرزو
اللہ ان گھروں کو اجالا کرے نصیب
تھی جن کو اک چراغِ شبستاں کی آرزو

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

بت جن میں تھے ہوس کے وہ بت خانے رہ گئے
پوری ہوئی ہے قلب مسلماں کی آرزو
پچھلے پہر کے ڈوبتے تاروں کا ذکر کیا
ہے صبحِ نو کے مہرِ درخشاں کی آرزو
عیسیٰ نفس بنو کہ نہ دم توڑ دے کہیں
دل میں کسی مریض کے درماں کی آرزو
اٹھو کہ جنگلوں میں نئی بستیاں بسائیں
پوری ہو اب تو دشت و بیاباں کی آرزو
پیشِ نظر صحیفۂ دل چاہیے صبا
ہر وقت ہے تلاوتِ قرآں کی آرزو
(۱۹۴۸ء)

سرسید احمد خاں کے لیے

تہذیب اور اخلاق سکھانے والا
سورج کی طرح سے جگمگانے والا
خیرہ ہوئیں اربابِ وطن کی آنکھیں
اس طرح سے آیا تھا وہ آنے والا
شرق وغرب کو ایک کرنے والا
اخلاص کا رنگ سب میں بھرنے والا
سید کی زبان کا اثر تھا اتنا
ہر لفظ دلوں میں تھا اترنے والا

اسلام کی دیکھی تھی زبوں حالی بھی
مستقبلِ قوم پہ نظر ڈالی بھی
تعمیر میں قوم کی وہ رہا مصروف
طعنے بھی سنے اور سنی گالی بھی
سرحد میں بھی چمکے ہیں ستارے اس کے
پنجاب میں بھی بہے ہیں دھارے اس کے
سندھی ہوں بلوچی ہوں، کہ بنگالی ہوں
یوپی کی طرح سب ہی تھے پیارے اس کے
اک صاحبِ ہوش، راہبر تھے سید
اسلام کی چشم معتبر تھے سید
یہ صرف خطاب ہی نہیں ہے واقعہ ہے
تھی قوم اگر جسم تو سر تھے سید
گرداب سے کشتی کو نکالا اس نے
گرتی ہوئی قوم کو سنبھالا اس نے
وہ خطۂ گمنام کبھی تھا جو، کول
اک مرکزِ علم وفن میں ڈھالا اس نے
تھیں خوبیاں بے شمار سرسید کی
ہوگی نہ کبھی خزاں بہار سرسید کی
نکلا ہے علیگڑھ سے جو پڑھ کے وہ شخص
دراصل ہے یادگار سرسید کی
تاریک جو ہوگی رات، ڈھل جائے گی
آئے گی کوئی بلا تو ٹل جائے گی
سید کی طرح کوئی سنبھالے گا اگر
بگڑی ہوئی یہ قوم سنبھل جائے گی

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

صبح کی روشنی ہے پاکستان

چاند کی چاندنی ہے پاکستان
اک نئی زندگی ہے پاکستان
خواب کی دلکشی ہے پاکستان
زندگی، جان بھی ہے پاکستان
ہم کہیں ہوں، یہ آشیانہ ہے
خوشبوؤں کا یہی خزانہ ہے
تاابد جس کو جگمگانا ہے
ایسی اک روشنی ہے پاکستان
دل کی تابندگی ہے پاکستان
خون کی رو ہے دل کی دھڑکن ہے
سب کی منزل ہے سب کا گلشن ہے
اس سے شمعِ حیات روشن ہے
جوہرِ لازمی ہے پاکستان
صبح کی روشنی ہے پاکستان
آسماں کا ہلال اس میں ہے
عظمتوں کا کمال اس میں ہے
عشق کا اک جلال اس میں ہے
شوق کی رہبری ہے پاکستان
جذبۂ دوستی ہے پاکستان
اس کی عظمت پہ جان دیں گے ہم
دھوپ میں سائبان دیں گے ہم
خامشی کو زبان دیں گے ہم
منزلِ آخری ہے پاکستان
لمحۂ سرمدی ہے پاکستان
ہو گئے ایک سب غریب و امیر
اس نے سب کی بڑھائی ہے توقیر
بول اٹھے ہیں خود لبِ تصویر
زندگی، جان بھی ہے پاکستان
زندگی کی خوشی ہے پاکستان

(۱۹۷۳ء)

اے عظمتِ خاکِ وطن

تو گل زمین گل پیرہن
ہر ذرہ تیرا اک چمن
تو سرفروشوں کا وطن
قرباں تجھ پہ جان و تن
اے عظمتِ خاکِ وطن

پاکیزہ ہے تو پاک ہے
ہر جلوہ حیرت ناک ہے
تو رونقِ افلاک ہے
تو صیقلِ ادراک ہے
اے عظمتِ خاکِ وطن

تو باعثِ صد ناز ہے
تو زندگی کا ساز ہے
تجھ سے ہمیں اعزاز ہے
ہر شے سے تو ممتاز ہے
اے عظمتِ خاکِ وطن

دل کے لیے اکسیر ہے
تجھ میں عجب تاثیر ہے
روحِ جواں و پیر ہے
پُر نور پُر تنویر ہے
اے عظمتِ خاکِ وطن
قرباں تجھ پہ جان و تن

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

یہ ملک ہمارا

اک مہکا ہوا خواب ہے یہ ملک ہمارا
طوفان کی لہروں میں بنا اپنا کنارا
ہر بزم میں دنیا کی رہے روشن یہ ستارا
یہ پرچم سرسبز خوشی کا ہے اشارا
یہ ملک، جو ہے ملت مسلم کی جوانی
تاریخ میں اس کا نہیں ملتا کوئی ثانی
اس باغ میں ہر پھول ہے قدرت کی نشانی
ہر راہ میں سورج ہے ہر اک راہ میں تارا
ہر راہ کو اس کی نئے پھولوں سے بھریں گے
آنکھوں میں بسیرے نئے خوابوں کے رکھیں گے
جینا ہے تو ہم اس کی حفاظت کو جئیں گے
مرنا ہے تو ہم اس کی حفاظت کو جئیں گے
جس وقت نظر آتا نہ تھا درد کا چارا
اک شاعرِ خوش فکر نے ملت کو پکارا
جو سوئے ہوئے تھے، ہوئے بیدار دوبارا
بہہ نکلا نئے شور سے ایمان کا دھارا
ظلمت کا پڑے گا کبھی رستے میں نہ ڈیرا
ہونے نہیں دیں گے تری محفل میں اندھیرا
ہم رات کو چھو لیں گے تو جاگے گا سویرا
اللہ چمکتا رکھے یہ چاند یہ تارا
یہ پرچم سرسبز خوشی کا ہے اشارا
اک مہکا ہوا خواب ہے یہ ملک ہمارا
اس خواب کی تعبیر ہے جینے کا سہارا

(۱۹۷۴ء)

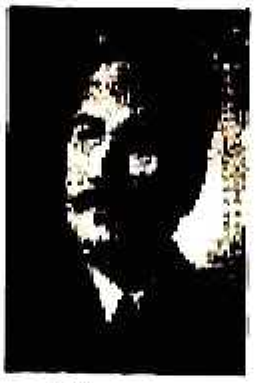

یادِ اقبال

شاعرِ ملت، حکیمِ قوم، نباضِ حیات
نکتہ سنج و نکتہ داں، عالی خیال اعلیٰ صفات
ایشیا کا شاعرِ اعظم وطن کی آبرو
ملک کا سرمایۂ نازش ہوئی تھی اس کی ذات
مر گیا پیدا سخن کے ساز میں اک سوزِ نو
شاعری کو دے گیا رنگ بقا وہ خوش صفات
کھیلتا تھا گردشِ ایام سے اس کا خیال
اس کے بازی گاہ تھے شام اور سحر، دن اور رات؟
وہ حقیقت ڈھونڈ لیتا تھا دلِ ہر ذرہ کی
خاک پر جب ڈال دیتا تھا نگاہِ التفات
تھا رموزِ بے خودی سے باخبر اس کا جنوں
اور اسرارِ خودی کا آئنہ تھی اس کی ذات
شکوہ سنجِ بے نیازی تھا کبھی اللہ سے
اور کبھی اس کی دعاؤں میں تھا پیغامِ نجات
گوشہ گیرِ وقت تھا لیکن بزورِ فکرِ خویش
فتح کر کے اس نے چھوڑی ہے بساطِ کائنات
جم نہیں سکتا ہے کوئی مسندِ اقبال پر
کروٹیں بدلا کرے تا حشر بزمِ ممکنات
اتفاقِ وقت سے ہوتے ہیں پیدا اہلِ دل
صرف ہو کر سیکڑوں جوہر، بنا کرتی ہے ذات
اب کہیں صدیوں میں پیدا ہوگا ایسا باکمال

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

اب کہاں وہ ولولہ سامان دورِ کائنات
ہنسنے والا موت پر اس وقت ہوتا ہے عیاں
''عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تاز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں''
(۱۹۳۹ء)

اے جاں نثارانِ وطن

مرحبا صد مرحبا اے جاں نثارانِ وطن
رات دن تم کو دعا دیں گے محبانِ وطن
تم زمیں پر شیرِ نر ہو تم ہواؤں پر عقاب
کیا عدو لائے تمھاری ضربتِ کاری کی تاب
مرحبا صد مرحبا اے جانثارانِ وطن
تم میں خالدؓ کی قیادت تم میں حیدرؓ کا جلال
تم میں فاروقی جلالت تم میں عثمانی جمال
مرحبا صد مرحبا اے جانثارانِ وطن
تم حسینؓ، شیر دل کے پیرو کردار ہو
تم علیؓ کا ہاتھ ہو اللہ کی تلوار ہو
مرحبا صد مرحبا اے جانثارانِ وطن
تم وطن کی آبرو ہو تم وطن کی شان ہو
فخر ہے تم پر ہمیں تم فخرِ پاکستان ہو
مرحبا صد مرحبا اے جانثارانِ وطن
(۱۹۶۵ء)

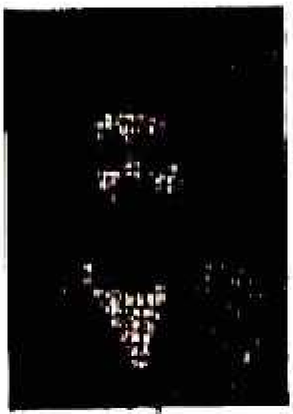

محمد علی جوہر

لبوں پہ پھر آئی ہے اک داستاں
نگاہوں میں پھرتا ہے دورِ جہاں
غلامی میں جکڑا تھا ہندوستاں
اٹھا دفعتاً ایک شیرِ زماں
وہ خادم حرم کا، مجسّم اذاں
محمد علی جوہر خوش بیاں
مجاہد، مفکر، نگہدارِ قوم
وہ چارہ گرِ درد و آزارِ قوم
زبان و قلم سے شرر بارِ قوم
مئے حریت سے وہ سرشارِ قوم
عزیمت کا وہ کوہِ آتش فشاں
محمد علی جوہر خوش بیاں
وطن اس کا حالانکہ تھا رام پور
مگر اس کے دل میں تھا وحدت کا نور
رہِ عشق کا رہرو باشعور
رہا حرصِ دنیا سے دنیا میں دور
مزاجِ مسلماں کا وہ رازداں
محمد علی جوہر خوش بیاں
خلافت کا جھنڈا اٹھائے ہوئے
ہلال اور تارا سجائے ہوئے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

قدم راہِ حق میں جمائے ہوئے
خدا سے فقط لو لگائے ہوئے
بنا ملک میں رہبر کارواں
محمد علی جوہر خوش بیاں

فرنگی کے حملوں میں سینہ سپر
وہ آزادیٔ ملک کا راہبر
جوانی کی زنداں میں اس نے بسر
جو چھوٹا تو پھر تھا وہی شیر نر
فرنگی کو دیتا نہیں تھا اماں
محمد علی جوہر خوش بیاں

وہ گاندھی کی عیاریوں کا جواب
وہ نہرو سیاست کا تھا سدباب
اتارے ریاکاریوں کے نقاب
اٹھائے نگاہوں سے سارے حجاب
کیے اس نے اسرارِ باطل عیاں
محمد علی جوہر خوش بیاں

رہا عمر بھر زود کش صد ستم
نہ عہدے کی پروا نہ منصب کا غم
چلا تیغ کی طرح اس کا قلم
ہوا ''کامریڈ'' اس کا جنگی علم
تھا ''ہمدرد'' بھی اس کا فوجی نشاں
محمد علی جوہر خوش بیاں

ہوا جا کے لندن میں محوِ کلام
لرزنے لگا اس سے دارالعوام
کہا یوں وطن کیوں ہے میرا غلام
مجھے قبر کا چاہیے وہ مقام
غلامی کا سایہ نہ پہنچے جہاں
محمد علی جوہر خوش بیاں

جو دیکھا کہ اب جاں نہیں جان میں
تو قائد کو لایا وہ میدان میں
اضافہ کیا عشق کی شان میں
ہوا دفن خود دارالایمان میں
اسے کیسے بھولیں گے اہلِ جہاں
محمد علی جوہر خوش بیاں

صبا فخر ہے مجھ کو اس بات پر
کہ جوہر کے رخ پر پڑی تھی نظر
تقاریر اس کی سنیں بیشتر
ابھی دل پہ باقی ہے ان کا اثر
کلیدِ حقیقت تھی اس کی زباں
محمد علی جوہر خوش بیاں

(جنوری ۱۹۵۵ء)

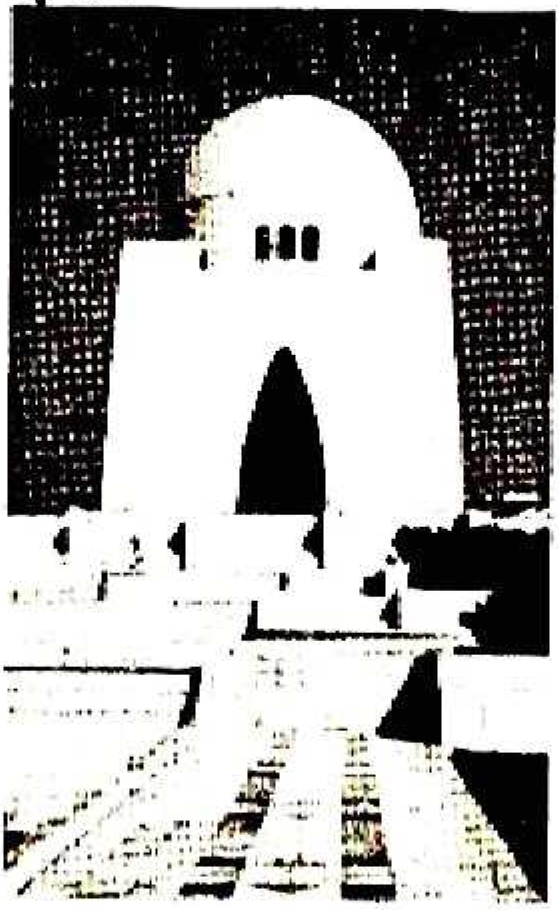

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

میری سنو! میں تم سے مخاطب ہوں

میں پاکستان ہوں تمہاری ماں مٹی
میں نے ان لوگوں کی امیدوں کی کوکھ سے جنم لیا تھا
جواب ہم تم میں نہیں
وہ سچے لوگ
جنھوں نے ایک علیحدہ مملکت کا خواب دیکھا تھا
جہاں وہ اور ان کی آئندہ آنے والی نسلیں
فخر سے خود کو مسلمان کہہ سکیں
وہ سچے لوگ
جنھوں نے اس خواب کی تعبیر کے لیے
اپنی زندگیوں کا سودا کیا تھا
میں انہی خوابوں کی تعبیر ہوں
چوبیس سال کی ہوئی تو آدھا رہ گئی
عمر کے پچاسویں حصے میں
خوفزدہ اور غیر محفوظ
میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے
یہ کیسا دھواں ہے
جو میری آزادی کی آنکھوں کو
دھندلائے چلا جا رہا ہے
یہ کون سے شعلے ہیں
جو میرے اسلاف کے دمکتے چہروں کو
جھلسائے دے رہے ہیں
یہ کیسا خون ہے
جو میرے شہیدوں کے خون کو
جھٹلاتا ہے
یہ کیسی زہرناک سرگوشیاں ہیں
جن کے آگے لے کے رہیں گے پاکستان کی گونج
ماند پڑ گئی ہے
اٹھو میرے پاکستانیوں
میں تم سے مخاطب ہوں
اور بھلا کس سے کہیں
اور بھلا کس سے کہیں
کب تک
تم کب [illegible]
مجھے [illegible] کی [illegible] میں
سونے دو گے
مجھے تمہارے [illegible] نہیں چاہئیں
مجھے تمہارے لاشے بھی نہیں چاہئیں
مجھے اپنے اعمال کی طاقت دو
مجھے میرا وقار لوٹا دو
مجھے میرا کھویا سکون واپس دو

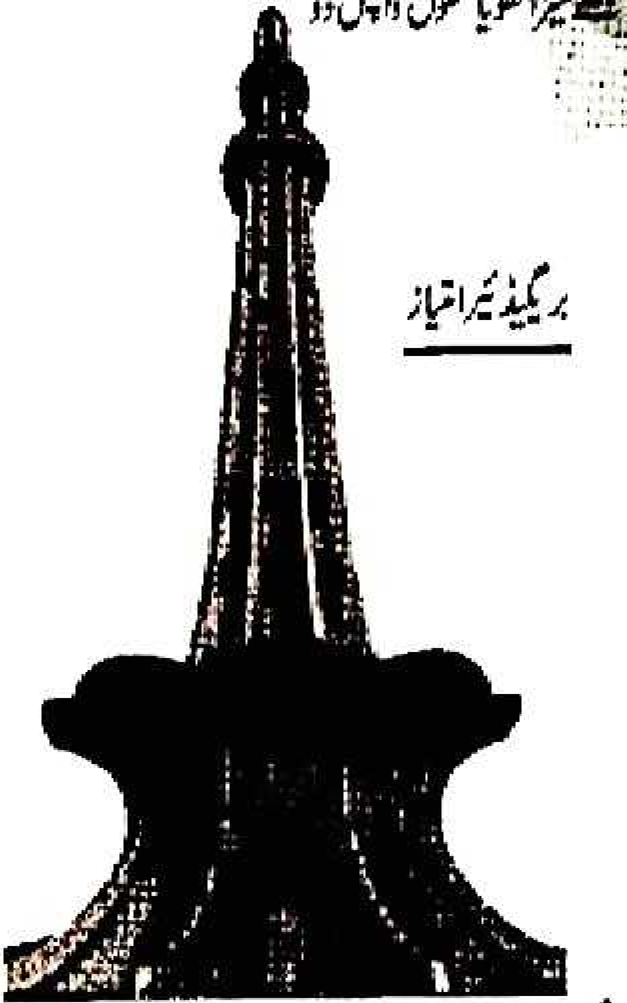

بریگیڈیر امتیاز

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

بے خوف

شہر کراچی میں اندھی گولیوں کے عجیب و غریب عذاب سے جنم لینے والی دردناک کہانی

ام ایمان

"کرارے سموسے..... مزیدار سموسے!

چٹ پٹے سموسے..... مزیدار سموسے!

جو ایک بار کھائے گا..... بار بار آئے گا"

کئی دن بعد سموسے والے کی آواز آئی تھی۔ شاید مہینا ڈیڑھ مہینا بعد..... میں چونک گئی۔ پہلے تو بڑی باقاعدگی کے ساتھ صبح گیارہ بارہ کے درمیان اس کی آواز آتی تھی، اس کے کرارے سموسوں کی طرح کراری.....

چٹوری کا خطاب بچپن سے ملا ہوا ہے لہٰذا چٹ پٹے اور کرارے سموسوں کی آواز پر لپک کر میں کھڑکی سے جھانکتی۔ لیکن نہ میری آواز اس تک پہنچ سکتی تھی اور نہ ہی میں کوئی اشارہ کر پاتی۔ جو سموسوں والے کی چٹ پٹی اور کراری آواز سنتی رہتی۔ ہاں گھر میں کوئی بچہ ہوتا، تو اس سے سموسے منگوا لیتی۔ وہ بڑا سا تھال سر پر رکھے ہوتا جس میں ترتیب کے ساتھ جالی سے ڈھکے سموسے اوپر تلے جمے ہوتے۔ ایک طرف کچھ اور بھی رکھا ہوتا لیکن صاف نظر نہیں آتا۔ یقیناً ٹیلی فون ڈائریکٹری کے صفحات سے بنے کاغذی لفافوں کا بنڈل ہوگا اور شاید توازن کے لیے دو چار چکنے پتھر.....

بازو پر تین ٹانگوں والے اسٹینڈ کو لٹکائے اور اس ہاتھ سے ایک تھیلا تھامے ٹھہرے ٹھہرے قدموں سے چلتا ہوا عین بازار کے درمیان کھڑا ہو جاتا۔ پھر دو چار قدم چل کر آواز ضرور لگاتا:

کرارے سموسے..... مزیدار سموسے

جو ایک بار کھائے گا بار بار آئے گا!

دکان دار اور گاہک، دونوں ہی اس کی طرف متوجہ ہوتے۔ لیکن کبھی کبھی وہ یوں ہی کھڑا آواز لگاتا رہتا اور کوئی اس کے کرارے سموسوں کی طرف متوجہ نہ ہوتا۔ کافی انتظار کے بعد آخر تھال اٹھا سر پر رکھتا اور اسٹینڈ بازو میں لٹکا کر آواز لگاتا آگے نکل جاتا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ایک دن دیکھا کہ ایک موٹر سائیکل والے نے جاتے جاتے آواز دے کر اسے رکوایا۔ موٹر سائیکل پر اس کی بیوی کے ساتھ تین بچے تھے، دو آگے اور ایک گود میں...... شاید ان ہی کی فرمائش پر رکوایا گیا۔ پھیری والے نے بڑے اہتمام سے لفافوں میں سموسے اور ان پر چاٹ مسالا چھڑک کر دیا۔ بچوں کو بغیر مسالا یوں ہی ہاتھوں میں تھما دیے۔ اس طرح خاندان بھر بے وقت کی بھوک سموسوں سے مٹا کر آگے روانہ ہو گیا۔

لیکن پھر اس نے آنا چھوڑ دیا۔ کچھ دنوں تک تو گیارہ بجتے ہی اس کی آواز کا انتظار کرتی، کراری اور چٹ پٹی آواز کا...... لیکن وقت کے ساتھ ساتھ بھول گئی۔ کسی چیز کو بھولنے میں کتنی دیر لگتی ہے؟ شاید اتنی ہی جتنی کسی نئی چیز کا عادی بننے میں...... سائنس دانوں کی تحقیق بتاتی ہے کہ عادت ڈالنے میں تین دن اہم ہوتے ہیں۔ تین دن کی مشکل کے بعد وہ چیز روزمرہ میں شامل ہو جاتی ہے۔

کرارے سموسے...... مزیدار سموسے کی آواز آنا بند ہوئی تو وہ بھول کی دلدل میں اتر گیا۔ یوں بھی میں نے تو اس کے چٹ پٹے سموسے بہت بار چکھے تھے، البتہ اس کی آواز کا کرارا پن روز سنتی اور مزہ لیا کرتی۔ کئی دن اس کا انتظار کیا۔ "شاید وہ یہاں کے لوگوں سے مایوس ہو چکا، اسی لیے کسی دوسری آبادی کی طرف چلا گیا۔" میں یہی سوچتی۔

کراچی کے حالات میں کسی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ اس دن بچوں کی وین نے ذرا دیر کی اور میں بالکونی میں کھڑی ہو گئی، دعاؤں اور وظیفوں کا سہارا لیے...... نظریں ان کی منتظر تھیں۔ بچوں سے پہلے غیر متوقع طور پر سموسے والا نظر آ گیا۔ دور دوسری گلی کی طرف جا رہا تھا۔ اس کی آواز کا کرارا پن قریباً ختم تھا یا شاید دور ہونے کے سبب مجھے ایسا لگا۔

محلے کے ایک لڑکے کو اشارہ کیا، سموسے والے کو تو بلاؤ...... وہ دوڑ کر بلا لایا۔ دھیرے دھیرے تھکے تھکے قدموں سے وہ چلتا ہوا آ گیا۔ اسٹینڈ بازو میں لٹکائے اسی ہاتھ سے سر پر تھال سنبھال رکھا تھا۔ دوسرا ہاتھ جس میں تھیلا ہوتا، اس سے ایک بچی کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا۔ چھوٹی سی بچی شاید پانچ چھے سال کی ہو گی۔ سموسے تو میں شاید لڑکے سے بھی منگا لیتی، لیکن بچی کے بارے میں جو تجسس پیدا ہو گیا تھا، اس نے مجھے نیچے جانے پر مجبور کر دیا۔

"کیوں بھئی بچی کو کیوں ساتھ ساتھ لیے پھر رہے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"بس باجی جی کیا بتاؤں؟ بچی کو ساتھ نہ لیے پھروں تو کیسے دھندا کروں...... تنہا گھر پر کیسے چھوڑوں؟"

"تنہا کیوں اس کی ماں کہاں ہے؟"

"وہ جی شہر پر قاتل عفریت کا سایہ ہے۔ اسی نے میری بیوی کی بھینٹ لے لی۔" اچھا خاصا مرد دردِ دل سے بلک بلک کر رونے لگا۔

اُف! کس قدر مشکل ہے کسی مرد کو روتے دیکھنا...... میں کچھ سہم سی گئی۔ بچی کی طرف مڑ کر دیکھا، وہ چبوترے پر بیٹھ گئی تھی۔ باپ کے رونے کا اس پر خاص اثر نہ ہوا۔ شاید اس کے لیے یہ معمول کی بات تھی۔

"اچھا رو تو نہیں...... کیا ہوا تھا بتاؤ تو سہی......"

بچی کے اثر نہ لینے پر مجھے ذرا تسکین ہوئی۔

"بس جی میری بیوی گلی میں جھانک کر دیکھ رہی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

تھی۔ نہ معلوم کہاں سے اندھی گولی آئی۔ سیدھا سر کو نشانہ بنایا جی...... میری بیوی دوسرا سانس نہ لے سکی۔ ساتھ میرے ہونے والے بچے کو بھی لے گئی۔ آخری مہینا تھا۔" پھر وہ بلکنے لگا۔

میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیسے دلاسا دوں۔ زخموں کو کریدنا تجسس آمیز مزہ دیتا ہے، لیکن مرہم رکھنا بہت مشکل......

"میں کیا کرسکتی ہوں اس کے لیے؟" میں نے اپنے آپ سے سوال کیا۔ اچھا مشورہ...... دل نے کہا۔

"بچی کی کوئی خالہ، پھوپھی یا چچی نہیں ہے؟"

"نہ جی میں گاؤں سے اکیلا ہی روزی کمانے آیا تھا۔"

"اچھا یوں کرو، گاؤں جا کر دوسری شادی کر لو...... بچی کو یوں گلی گلی لے کر پھرنا ٹھیک نہیں۔"

"نہ جی گاؤں میں میرا کون ہے؟ وہاں تو روٹی کے لالے پڑ جائیں گے۔ ماں باپ تو پہلے ہی رب کے پاس جاچکے۔"

وہ میرے مفت کے مشوروں سے اکتا گیا تھا۔ اس کی اکتاہٹ دیکھتے ہوئے میں نے ایک درجن سموسے لے لیے۔

"دیکھو یوں کرو، یہیں کوئی لڑکی دیکھ کر دوسری شادی کرلو...... میں نے آخری مشورہ بھی دے ہی دیا۔

اس نے کچھ جواب دیے بغیر تھال سر پر رکھ کر بچی کا ہاتھ تھاما اور آگے بڑھ گیا۔

سموسوں میں مرچ مسالا زیادہ تھا اور وہ تلے بھی تیل سے لتھڑے ہوئے مجھے پسند نہیں آئے۔ اس کی آواز کا سحر زیادہ تھا، لیکن اب وہ بھی کراری نہ رہی۔ کتنے ہی دن گزر گئے۔ اس دن گلی محلے میں سناٹا سا طاری تھا۔ رات ہی ہڑتال کی کال دی گئی تھی۔ آدھ درجن آدمی جان سے جاچکے تھے۔ چار بسیں اور ایک درجن گاڑیاں جلا دی گئیں۔ یہ تعداد رات کی تھی، دن میں کیا فساد ہو، کسی کو علم نہ تھا۔ ایسے میں سناٹا نہ طاری ہوتا تو کیا ہوتا؟ بڑی چھوٹی سب سڑکیں ٹریفک سے خالی تھیں۔ گلیوں میں ہو حق کا عالم تھا۔ آسیب کے سائے کی طرح...... نہ پھیری والوں کی صدا نہ بچوں کی چہک مہک......

ایسے میں ایک آواز دور سے آئی جیسے گلی کے نکڑ سے آرہی ہو۔ میں نے بالکونی سے جھانکا۔ وہیل چیئر پر سوار ایک فقیر ہاتھوں سے خود ہی پہیے دھکیلتا چلا جارہا تھا۔ ساتھ میں ایک بچی تھی یا بچہ، دور سے پتا نہیں چل سکا۔ میں اس کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگی اور سوچا بڑا بہادر فقیر ہے، ایسے گمبھیر حالات میں بھی بھیک مانگتا پھرتا ہے۔ جان تو سب کو پیاری ہوتی ہے، کیا اسے نہیں؟ میں نے سوچا۔

فقیر اپنے آپ کو دھکیلتا قریب آرہا تھا۔ اب نظر آیا کہ وہیل چیئر پر بیٹھنے کا سبب اس کی ٹانگیں تھیں، وہ گھٹنوں سے نیچے غائب تھیں۔ وہ اور قریب آیا اور قریب...... میں پہچان گئی...... یہ تو وہی سموسے والا تھا...... اور اس کے ساتھ چلنے والی بیٹی تھی۔ آدھا پاجاما اور بغیر بازو والی قمیص پہنے جس سے اس کے جھلسے پاؤں اور بازو صاف نظر آرہے تھے۔

ٹین کا ڈبا بجاتی وہ جھلسی ہوئی بچی بے خوف تھی۔ سنسان اور آسیب زدہ سڑکوں اور گلیوں میں اب اسے کوئی خوف نہ تھا...... ہاں بھلا اب اسے کس بات کا خوف؟ اس نے موت کا اتنی بار سامنا کیا تھا کہ اب وہ بے خوف ہوچکی تھی۔

◆◆◆

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

ہزاروں خواہشیں ایسی......

ایک عام سا سفر انجان مسافروں کو زندگی ڈھنگ سے گزارنے کا انمول سبق دے گیا

خواجہ مظہر صدیقی

وہ نجی کمپنی کا بس ڈرائیور تھا۔ کہنے لگا ”لوگ خدا سے خوش نہیں ہوتے، ایک بس ڈرائیور انھیں کیسے خوش رکھ سکتا ہے؟“

میں لاہور سے ملتان جانے والی بس میں سوار اپنی سوچ میں گم تھا۔ نشست پر بیٹھتے ہی گھر والوں کو فون کر کے بتا دیا تھا کہ ٹھیک ساڑھے پانچ گھنٹے بعد ان شاءاللہ ملتان پہنچ جاؤں گا۔ بس ڈرائیور ایف اے پاس ایک خوش شکل اور خاصا اسمارٹ نوجوان تھا۔ میزبان بھی بیس اکیس سالہ میٹرک پاس نوجوان لڑکی تھی۔ پہلے کمپنی سے تربیت پائی اب بسوں میں خوبی و رضامندی سے اپنا فرض نبھا رہی تھی۔ بس میں سوار ہوتے ہوئے کچھ دیر ان دونوں سے تعارف حاصل کیا۔ وہ دونوں بہت خوش ہوئے۔

لاہور سے بس مقررہ وقت پر روانہ ہوئی۔ ڈرائیور نے بتایا کہ بس اور اس میں سوار عملے کی کمپنی نے انشورنس کرائی ہوئی ہے۔ دونوں کمپنی کی فراہم کردہ سہولتوں سے خوش تھے۔ بس میں ایک ایل سی ڈی سکرین لگی تھی۔ میزبان نے مائیک پر اعلان کیا۔ آغاز سفر کی مسنون دعا پڑھی۔ سفر سے متعلق ضروری ہدایات دیں۔ بس جب لاہور سے باہر نکل آئی تو میزبان نے ہیڈفون اور آج کا اخبار مسافروں میں تقسیم کیا۔ میرے پہلو میں بیٹھا نوجوان اپنا ہیڈ فون نشست کے ساتھ لگے کنکشن میں جوڑ آڈیو سسٹم سے گانے سننے میں محو ہو گیا۔

چند لمحوں بعد مستعد و متحرک میزبان سب کو پانی پیش کرنے لگی۔ ایل سی ڈی پر

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

تقریباً 15 منٹ تلاوت، حمد اور نعت نشر ہوئی اور پھر ایک آرٹ فلم کا آغاز ہو گیا۔ اب سے کچھ زیادہ نہیں تو دس بارہ سال قبل جب کبھی کسی بس پر کوئی آڈیو کیسٹ چلتی تو شور ہنگامہ کھڑا ہو جاتا تھا۔ اب یہ چلن اور احتجاج ختم ہو چکا۔ نجی کمپنیاں اپنی بسوں میں تلاوت، حمد اور نعت نشر کر کے پہلے طبقے اور پھر فلم، ڈرامے اور گانے دکھانے سے دوسرے طبقے کو خوشی کا سامان مہیا کرتی ہیں۔ کسی کو اعتراض نہیں ہوتا۔

اتنے میں میزبان لبوں پر مسکراہٹ سجائے کھانے کے ڈبے تقسیم کرنے لگی۔ آخری مرحلے میں اس نے تمام مسافروں کو مشروب بھی پیش کیا۔ میں نے اس سے پہلے کئی بار بس میں سفر کیا تھا' مگر آج ایک سوچ نے مجھے یہ کارروائی بغور دیکھنے پر مجبور کر دیا۔

سوچ یہ تھی کہ ہم کتنے خوش بخت و خوش نصیب ہیں..... آج اکیسویں صدی میں ہمیں جو شاندار سفری سہولتیں اور آسانیاں میسر آ چکیں' وہ ماضی میں کسی کے تصور میں بھی نہ ہوں گی۔ اب ہم عمدہ سہولتوں کے سنگ آراستہ ہو کر سفر پر روانہ ہوتے ہیں۔ لیکن ہمارے بزرگ، نانا، دادا، ان آسانیوں سے محروم رہے۔ آج سے پچاس برس پہلے ایسی پرتعیش سفری سہولیات کا تصور کرنا بھی محال تھا۔ نامور مورخ، محقق، دانا و دانشور، بڑی بڑی سلطنتوں کے سلاطین اور شہزادے آج کے دور کی آسانیوں سے محروم رہے اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔

افلاطون، ارسطو، سعدیؒ، رومیؒ، آئن سٹائن، نیوٹن اور نجانے کیسی کیسی قابلِ قدر ہستیاں آج کی آسائشوں سے مستفید ہوئے بغیر مدفون ہو گئیں۔ اب تو اکثر گدھا گاڑی والا' ریڑھی بان، مزدور اور خاکروب بھی دنیا کے حالات و واقعات سے باخبر ہوتے اور ایک سیل فون کے ذریعے پوری دنیا سے رابطے میں رہتے ہیں۔

عام آدمی سے لے کر خاص تک جو بھی سفر پر روانہ ہو، آخر تک اپنے پیاروں سے رابطے میں رہتا ہے۔ آج کے جدید دور میں سفر اتنا شاندار، آرام دہ اور خوشگوار ہو چکا کہ مسافر نشست کے اوپر لگی کال بیل بجا میزبان سے پسند کی چیز حاصل کر سکتا ہے۔ بس میں میرے بائیں جانب بیٹھے ایک ڈاکٹر صاحب سیل فون پر بے حد معروف اور اپنے مریضوں اور عملہ اسپتال سے مسلسل رابطے میں رہے۔ مشورے ہو رہے تھے۔

اگلی نشست پر بیٹھے ایک اسٹیٹ ایجنٹ سیل فون پر اپنا کاروبار بھرپور طریقے سے چلا رہے تھے۔ مال مویشی کی تجارت سے منسلک ایک صاحب بھی مسافروں میں شامل تھے۔ وہ سیل فون پر اتنا اونچا بول رہے تھے کہ تمام مسافران کی بلند و بانگ 'ڈیلنگ' سن کر محظوظ ہوتے رہے۔

اب وہ واقعہ پیش ہے جو اس مضمون لکھنے کا سبب بنا۔ لاہور سے روانگی کے وقت بس میں موسم کی مناسبت سے ہیٹر چل رہا تھا۔ اوکاڑہ کے قریب کچھ خواتین نے مطالبہ کیا کہ ہیٹر بند کر دیا جائے۔ ڈرائیور نے بند کر دیا۔ اسی اثنا میں پچھلی نشست پر بیٹھے ایک بزرگ نے تحکمانہ انداز میں ہیٹر چلانے کو کہا۔ ڈرائیور نے چلا دیا۔ بس کی آخری نشستوں پر ایک ''ماڈرن'' نوجوان بیٹھا تھا۔ وہ ڈرائیور تک پہنچا اور پنجابی زبان میں کہا ''اساں گرمی تاں مرجاواں گے پاجی! اے سی چلاؤ۔'' (بھائی جی' ہم تو گرمی سے مر جائیں گے' ائیر کنڈیشنر چلاؤ۔)

ڈرائیور نے ہیٹر بند کیا اور کچھ دیر کے لیے اے سی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

چلا دیا۔ یہ دیکھ کر پیچھے بیٹھے بزرگ شور کرنے لگے کہ ہیٹر چلایا جائے۔ اس شور و تکرار میں کئی مسافر شریک ہو گئے۔ کچھ کو گرمی تنگ کر رہی تھی اور کچھ سردی سے کپکپا رہے تھے۔ ماہ دسمبر کے آخری ایام تھے۔ اسی تکرار و شور میں آدھا سفر طے ہوا اور بس ساہیوال پہنچ گئی۔

میزبان نے ساہیوال پہنچنے کا اعلان کیا، تو شور تھم گیا۔ وہاں بس نے دس منٹ رکنا تھا۔ مسافروں نے بس ٹرمینل کا رخ کیا۔ چند مسافر غسل خانے گئے، کچھ نے سگریٹ سلگائے، دیگر چائے کا شوق پورا کرنے لگے۔ دو چار نے نماز ادا کی۔ میں خوبصورت انتظار گاہ میں بیٹھا لوگوں کی نقل و حرکت بغور دیکھتا رہا۔

سوچوں کا سفر پھر شروع ہو گیا۔ کیسے کیسے لوگ ان انتظار گاہوں کے بغیر سفر کی مشکلات کا سامنا کرتے تھے اور آج کتنی آسانیاں مسافروں کو میسّر ہیں؟ میں سوچنے میں مصروف تھا کہ ڈرائیور میرے قریب آیا اور مجھے انتظار گاہ میں الگ بیٹھا دیکھ کر بولا "سر! بڑا مشکل ہوتا ہے سب کو خوش رکھنا..... سب کی پسند اور ناپسند کا خیال رکھنا۔ اب یہی دیکھیے کہ کوئی کہتا ہے ہیٹر چلاؤ اور کوئی اے سی چلانے پر اصرار کرتا ہے۔ کتنی سخت سردی ہے۔ باہر اور مسافر عجیب و غریب فرمائشیں کر کے مجھے امتحان میں ڈال دیتے ہیں۔ کس طرح سب کو خوش رکھیں......؟"

وہ کچھ توقف کے بعد پھر بولا "لوگ تو خدا سے خوش نہیں ہوتے...... ایک بس ڈرائیور انھیں کیسے خوش رکھ سکتا ہے......؟"

وہ مجھ پہ نظریں گاڑے جواب کا منتظر تھا۔ چونکہ بس میں سوار ہوتے ہی میں نے اس سے تعارف حاصل کیا تھا، شاید اسی اپنائیت کے خیال سے وہ اپنے دل کی بات کہہ رہا تھا۔ اس کی بات مکمل ہو چکی تھی۔ میں نے کہا "میاں! ایک حل ہے، ایک آسان حل جو سب کو خوش کر سکتا ہے۔"

وہ بولا "کیسے سر!"

میں نے کہا "اپنی خواہشوں کو لگام دے کر......"

◆◆◆

شب گزیدہ قوم

ہم ڈر رہے تھے جس سے وہی بات ہو گئی
سورج ابھی نہ نکلا کہ پھر رات ہو گئی
سامان اپنا باندھ کر سارے تھے منتظر
پہلی کرن کے ساتھ شروع ہو گا اک سفر
امید پر ہی صبح کی گزری تھی زندگی
اس صبح تک نہ پہنچے کہ پھر رات ہو گئی
تنہائیوں کا بوجھ تھا اور دھوپ کا سفر
دھندلے سے راستوں میں بکھر جانے کا بھی ڈر
اس دھوپ میں تھی ہم کو کسی شام کی تلاش
اس شام تک نہ پہنچے کہ پھر رات ہو گئی
گمنامیوں میں ہم نے گزاری طویل رات
ناکامیوں میں ہم نے گزاری طویل رات
چہروں پہ ایک آس تھی آنکھوں میں انتظار
وہ رات ڈھل نہ پائی. کہ پھر رات ہو گئی
شاید ہمارے اپنے گناہوں کی بات ہے
شاید ہمارے من کی سیاہی، یہ رات ہے
(عمر سلمان)

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

جعلی بیوی

ایک تیز و طرار تاجر کا قصۂ عجب، اسے ڈرامائی انداز میں منہ کی کھانی پڑی

امیر حمزہ بن مشتاق احمد

یہ اس زمانے کی بات ہے' جب ہم قاہرہ میں مختلف ممالک کے تاجر حضرات کے ساتھ تجارت کی غرض سے جمع تھے۔ سارا دن بازاروں میں کاروبار کرتے' شام ہوتی تو عمرو بن عاصؓ سے منسوب مسجد میں جمع ہو جاتے۔ تب آپس میں تبادلہ خیال کرتے اور ایک دوسرے کو کاروباری حالات سے آگاہ فرماتے۔

ایک دن ہم حسب معمول مسجد میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے کہ ملحق ستون کے قریب ایک عورت بیٹھی نظر آئی۔ بغداد کا تاجر ذرا تیز طرار تھا۔ وہ اس عورت کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ اللہ کی بندی! تم یہاں کیوں بیٹھی ہو؟ کوئی مسئلہ ہو تو بتاؤ۔ شاید ہم لوگ تمہاری مدد کر سکیں۔

وہ کہنے لگی ''بات یہ ہے کہ پچھلے دس برس سے میرا شوہر غائب ہے۔ اُسے بہت تلاش کیا' مگر اس کا کچھ اتا پتا معلوم نہ ہو سکا۔ اب میری زندگی تنہا گزر رہی ہے۔ میرے پاس نان و نفقہ بھی نہیں۔ اس لیے قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی کہ وہ کوئی مناسب رشتہ دیکھ کر میری شادی کرا دیں تاکہ مشکلات زندگی کا کوئی حل نکل سکے۔

''مگر قاضی صاحب نے میری شادی کرانے سے انکار کر دیا۔ ایسی صورت حال میں' میں کیا کروں؟ اب ایک ایسے آدمی کی تلاش میں ہوں جو قاضی کے پاس چل کر خود شہادت دے اور اپنے ساتھیوں سے بھی شہادت دلوائے کہ میرا شوہر انتقال کر گیا ہے یا مجھے طلاق دے چکا تاکہ میں کسی طرح شادی کر سکوں۔ یا کم از کم وہ قاضی کے پاس چل کر یہ کہہ دے کہ یہ میری بیوی ہے اور میں اسے طلاق دیتا ہوں تاکہ عدت گزرنے کے بعد میں دوسری شادی کر لوں۔''

یہ سن کر تاجر نے عورت سے کہا ''اگر تم مجھے چند دینار دو' تو اس کے عوض میں قاضی کے سامنے اقرار کر لوں گا کہ تم

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

میری بیوی ہو۔ پھر قاضی ہی کے سامنے تمہیں طلاق بھی دے دوں گا۔"

عورت نے روتے روتے چند سکے نکالے جو ایک دینار سے بھی کم تھے اور کہنے لگی: "اللہ کی قسم! میرے پاس ان سکوں کے سوا کچھ بھی نہیں۔"

تاجر نے عورت سے دو سکے لے لیے۔ اگلے دن وہ عورت کے ساتھ قاضی کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ ہم دیگر تجار دن بھر اپنے اس بغدادی ساتھی کا انتظار کرتے رہے مگر وہ نہیں آیا۔ اگلے دن جب وہ ہمارے پاس پہنچا تو ہم نے اس سے دریافت کیا "کل تم کہاں تھے' ہم تمہارا انتظار کرتے رہے۔ ہمیں بتاؤ کیا واقعہ پیش آیا۔"

وہ کہنے لگا: چھوڑو جی' آپ کو میری کل کی غیر حاضری سے کیا لینا دینا۔ میرے ساتھ جو بیتی وہ میں بتانا پسند نہیں کروں گا کیونکہ اس میں میری سبکی ہے۔"

ہم لوگوں نے اسے مجبور کیا اور کہا: "نہیں نہیں' ہمیں حقیقت حال سے آگاہ کرو' شاید اس میں ہمارے لیے کوئی سبق پوشیدہ ہو۔"

پہلے تو اس نے انکار کیا۔ پھر ہمیں بضد دیکھ کر آخر وہ راضی ہوگیا۔ بولا: میں اس عورت کے ساتھ قاضی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عورت نے قاضی کے سامنے بیان دیا کہ یہ اس کے شوہر ہیں جو دس سال سے غائب تھے..... اب وہ شوہر سے طلاق چاہتی ہے۔ اس لیے قاضی صاحب ان کے درمیان جدائی کرا دیں۔ قاضی صاحب کے دریافت کرنے پر میں نے ان باتوں کی تصدیق کر دی۔ چونکہ اب گواہوں کی بھی ضرورت نہ تھی لہٰذا قاضی عورت سے مخاطب ہوا: "کیا تم اپنے شوہر کو اپنے تمام حقوق سے بری کرتی ہو؟"

"وہ کہنے لگی، نہیں نہیں' اللہ کی قسم! میرا اس پر حق مہر ہے۔ نیز دس سالوں کے نان نفقہ کی ذمہ داری بھی اس پر عائد ہوتی ہے۔ میں دس سال سے اپنے شوہر کا انتظار کرتی رہی' اس لیے اپنے حقوق سے دستبردار نہیں ہوسکتی!!"

"عورت کا بیان سن کر قاضی میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا "دیکھو میاں! اپنی بیوی کا حق دے دلا کر اسے فارغ کر دو' یا چاہو تو اپنے ہی نکاح میں رکھو۔"

"میں قاضی کا فیصلہ اور اس مکار عورت کا فریب دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اب صورت یہ بن گئی کہ میں اپنے بیان سے مکر بھی نہیں سکتا تھا اور نہ ہی حقیقت بتانے میں میری خلاصی نظر آ رہی تھی۔

"گواہ لانے کا بھی کوئی فائدہ نہیں تھا کیونکہ میں قاضی کے سامنے اقرار کر چکا تھا کہ وہ میری بیوی ہے۔ میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں کہ اچانک قاضی نے پولیس بلا کر مجھے اس کے حوالے کر دیا۔

پولیس افسر نے مجھے حکم دیا کہ اس عورت کو سو دینار دے دو تو تمہاری جان بخشی ہوسکتی ہے۔ میرے پاس کوئی چارہ کار نہ تھا۔ میں نے خاموشی سے سو دینار نکالے اور عورت کے حوالے کر دیے۔ یوں مجھے چند سکوں کے عوض سو دینار کا نقصان بھگتنا پڑا۔ نیز بھری عدالت میں میری جو ذلت و رسوائی اور سبکی ہوئی' وہ اس کے علاوہ ہے۔"

یہ کہانی سن کر ہنستے ہنستے ہمارا برا حال ہوگیا۔ بچارا بغدادی والا ساتھی مارے شرم و ندامت کے جلد ہی گھر لوٹ گیا۔

◆●●

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

ایک معصوم بچے کا سفر خود آگہی

کمال پور سے لاہور تک

پاک وطن کی خاطر بھرا پرا گھر اور زمین جائداد چھوڑ کے مہاجر بننے والے گھرانے کا چشم کشا قصہ الم

چودھری فرزند علی

میں ضلع انبالہ کے گاؤں "کمال پور" میں پیدا ہوا۔ میرے گاؤں سے کچھ ہی دور "نہر سرہند" بہتی ہے۔ یہ نہر جس مقام سے نکلتی ہے' اس کے قرب میں عظیم صوفی بزرگ حضرت شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانی کا مزار ہے۔ اسی درگاہ کے قرب کی وجہ سے نہر کا نام "نہر سرہند" معروف ہوا۔ شہر سرہند شریف بھی اسی مناسبت سے مشہور ہے۔

ہمارے گاؤں کے قریب جانب مغرب راجپوت مسلمانوں کا ایک چھوٹا سا گاؤں "چونتا" واقع تھا۔ چونتا اور کمال پور کے رہائشی مسلمانوں کا ہندوؤں اور سکھوں پر بڑا رعب و دبدبہ تھا۔ وہ لوگ سمجھتے تھے کہ راجپوت لڑاکا اور مرنے مارنے والی قوم ہے۔ ان کے پاس اسلحہ اور سامان حرب و ضرب بھی ہمہ وقت موجود ہوتا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

ہے۔ اسی لیے گرد ونواح کے غیر مسلم ان دونوں گاؤں کے راجپوت مسلمانوں سے پرخاش رکھتے اور ان سے مرعوب بھی رہتے۔

سرہند نہر پر ایک پل بنا ہوا تھا۔ یہ پل انگریزوں نے تعمیر کروایا۔ انگریز نے بلاشبہ تاجروں کے بھیس میں برصغیر پر ناجائز قبضہ کیا۔ صدیوں پرانی حکومت چھین کر مسلمانوں کو غلام بنا ڈالا۔ ان پر علم وفن کے دروازے بند کر دیے۔ اس خطہ سرزمین کو جسے سونے کی چڑیا کہا جاتا تھا' لوٹ لوٹ کر یورپ کے عشرت کدے آباد کیے۔ مسلمانوں سے ہتھیائی دولت اور انہی کے چرائے ہوئے علم پڑھ کر یورپ کو بام عروج تک پہنچا دیا۔ لیکن یہ بات بھی ہے کہ اگر ہندوستان میں انگریز نہ آتا تو شاید ہم آج بھی بہ لحاظ ترقی صدیوں پیچھے اور ماضی کے اندھیروں میں گم ہوتے۔ انگریزوں کے تعمیراتی اور ترقیاتی کاموں کی طویل فہرست ہے جنھوں نے اس ملک کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔

گو یہ کام استعماری مقاصد کی تکمیل کے لیے انجام پائے مگر ان کاموں کا حقیقی فائدہ برصغیر کے عوام ہی کو ملا۔ جہاں تک ہمارے گاؤں یا آس پاس کے ہندوؤں اور سکھوں کا تعلق ہے' یہ بھی لوگ صدیوں سے ایک دوسرے کے ساتھ گھل مل کر رہ رہے تھے۔ بظاہر ان میں کوئی دشمنی نہ تھی۔ ہندو' مسلم اور سکھ ایک دوسرے کی خوشی' غمی اور دیگر تقریبات میں شریک ہوتے۔ لیکن ہندوؤں کے حوالے سے مسلمانوں کے دلوں میں انجانا سا خوف اور ڈر پوشیدہ تھا۔ مسلمان یہ جانتے تھے کہ ہندو دھوکے باز اور مکار قوم ہے اور ان پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ مسلمانوں کا یہی خدشہ آخر حقیقت بن کر سامنے آگیا۔

زندگی اپنی تمام تر خوبصورتی لیے دھیرے دھیرے رواں دواں تھی۔ اس دوران میں نے بڑوں سے سنا کہ مسلمانوں کا ایک الگ ملک "پاکستان" بن رہا ہے۔ وہاں مسلمانوں کی اپنی حکومت ہوگی۔ دن تو مجھے یاد نہیں البتہ مہینا یقیناً اگست کا ہوگا کہ گاؤں کے قریبی علاقوں میں حالات خراب ہونے لگے۔ ہندو اور سکھ مسلمان آبادیوں پر حملے کر رہے تھے۔ مختلف علاقوں سے خبریں آنے لگیں کہ آج ہندوؤں نے فلاں گاؤں پر حملہ کر دیا۔ فلاں دیہہ کو آگ لگا دی۔ حالات دن بہ دن خراب ہوتے گئے۔ مسلمانوں کو یوں لگ رہا تھا جیسے اب ہندوستان سے جانا ان کا مقدر ٹھہر گیا۔

لیکن بعض مسلمان اپنے گھر بار' زمین جائداد اور اپنے آباؤ اجداد کی قبریں چھوڑ کر کہیں جانے کو تیار نہ تھے۔ کئی جذباتی نوجوان اس حد تک تیار تھے کہ اگر ہندوؤں اور سکھوں نے حملہ کیا تو ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ شہید ہو جائیں مگر کفار سے شکست نہ کھائیں اور نہ ہی اپنی دھرتی چھوڑ کر جائیں۔

ہندوؤں اور سکھوں کا طریقہ کار یہ تھا کہ جس مسلمان گاؤں پر حملہ کرنا ہوتا' اس کے خلاف کوئی الزام لگاتے یا بہانہ گھڑتے۔ پھر آس پاس کے سیکڑوں دیہات سے ہزاروں ہندو اور سکھ اسلحے سے لیس ہو کر حملہ آور ہوتے اور اس گاؤں کو تہس نہس کر ڈالتے۔

کمال پور کے مسلمانوں نے فیصلہ کیا کہ ان حالات میں ہندوؤں سے مقابلہ کرنا دانشمندی نہیں کیونکہ ہندو اور سکھ جنونی کیفیت میں مبتلا تھے۔ وہ ہزاروں کی تعداد میں اکٹھے ہو کر مسلمانوں پر بے رحمی سے حملے کر رہے تھے۔

مسلمانوں کے پاس دفاع کے لیے قابل ذکر ہتھیار بھی نہیں تھے۔ وہ چاروں طرف سے ہندوؤں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

اور سکھوں کے درمیان گھرے ہوئے تھے۔ جس دن پختہ یقین ہوگیا کہ اب کمال پور پر حملہ ہوکر رہے گا تو مسلمانوں نے عورتوں' بچوں اور بزرگوں کو ہندوؤں کے ہاتھوں مروانے کے بجائے وہاں سے نکل جانا بہتر سمجھا۔ جب بزرگوں نے یہ ملک چھوڑنے کا اصولی فیصلہ کرلیا تو ہر شخص اپنے اپنے خاندان کو لے کر جان بچا کسی نہ کسی جانب نکل کھڑا ہوا۔

عام حالات ہوتے تو ہندوؤں کو کبھی کمال پور پہ حملہ آور ہونے کی جرأت نہ ہوتی۔ انھیں معلوم تھا کہ کمال پور کے بہادر راجپوت منہ توڑ جواب دیں گے لیکن اب تو جنون کی سی کیفیت تھی۔ ایک طرف نہتے مسلمان جبکہ دوسری طرف تربیت یافتہ اور مسلح دشمن لہٰذا بچاؤ کی تدبیر کرنا ہی بہتر تھا۔ ان حالات میں میرے والد صاحب نے اہل خانہ کو ساتھ لیا اور چونتا آگئے۔ اگرچہ چونتا بھی خطرے میں گھر چکا تھا لیکن کمال پور پر حملے کا زیادہ خطرہ تھا کیونکہ وہ بڑا گاؤں تھا جو ہندوؤں کے دل میں ہمیشہ کانٹا بن کر چبھتا۔

والد صاحب ہمیں چونتا چھوڑ کر اگلے دن تنہا کمال پور گئے۔ گھر کی ضروری اشیا ساتھ لیں' بھینسوں کا دودھ نکالا اور انھیں باندھنے کی بجائے آزاد کردیا۔ پھر بھرے گھر کے دروازے کھلے چھوڑ چونتا آگئے۔ آس پاس کے کئی علاقوں سے بھی مسلمان وہاں جمع ہوگئے تھے۔ یوں مسلمانوں کا کافی بڑا اجتماع بن گیا۔ بعد میں کمال پور پر واقعی حملہ ہوا۔ بچے کھچے لوگوں کو مار ڈالا گیا' بے تحاشا لوٹ مار کی گئی اور گاؤں کو نذر آتش کردیا گیا۔

انقلابات زمانہ

پہلے مسلمانوں کو یقین تھا کہ ہمارا علاقہ پاکستان میں شامل ہوگا لیکن جب لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی تاریخی بددیانتی اور نہرو کے ساتھ کی گئی سازباز سے راتوں رات یہ فیصلہ ہوگیا کہ سارا علاقہ بھارت کو ملے گا' تو پہلے سے مصائب میں گھرے مسلمانوں پر غم و اندوہ کا ایک اور پہاڑ ٹوٹ پڑا

اک اور دریا کا سامنا تھا منیرؔ مجھ کو
ایک دریا کے پار اترا تو میں نے دیکھا

تب مسلمان اپنے ہی وطن میں حقیقی معنوں میں بے یار و مددگار ہوگئے۔ جس دیس میں وہ صدیوں سے آباد تھے' اچانک ان کے لیے اجنبی اور پردیس بن گیا۔ لوگ گھربار کے ہوتے ہوئے بھی بے گھر اور دربدر ہو گئے۔ اس وقت حالت یہ تھی کہ امیر اور رئیس لوگ خالی ہاتھ صرف تن کے کپڑے لیے اپنی عزت' جان اور ایمان بچا کر سب کچھ چھوڑ چھاڑ چلے آئے تھے۔

پاکستان کو ہجرت

بزرگوں نے فیصلہ کیا کہ تمام لوگ نماز مغرب کے بعد ایک قافلے کی صورت پاکستان روانہ ہوں گے۔ چناں چہ ہمارا قافلہ رات کے اندھیرے میں محو سفر ہوا۔ جوں جوں وہ آگے بڑھا' لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ قریبی علاقوں کے مسلمان بھی قافلے میں شامل ہونے لگے۔ ایک رات کے اندر شامل ہونے والوں کی تعداد ہزاروں تک جا پہنچی۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

بوڑھے' بیمار' خواتین اور بچوں کو بیل گاڑیوں پر سوار کرایا گیا۔ کچھ لوگ گھوڑوں پر سوار تھے۔ جبکہ ہزاروں افراد پاپیادہ دیوانہ وار اپنی منزل کی جانب

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

گامزن تھے۔ راستے میں آنے والے ہندوؤں اور سکھوں کے علاقوں سے گزرتے ہوئے سخت خطرہ تھا۔ وہ لوگ قافلے پر حملے کرتے' لوٹ مار کر کے مسلمانوں کو قتل کر ڈالتے اور نوجوان خواتین کو پکڑ لیتے۔ اس لیے قافلے میں شامل نوجوان اور گھڑسوار قافلے کی چاروں طرف سے حفاظت کر رہے تھے۔ میرے والد بھی جوان' طاقتور اور پہلوان قسم کے تھے۔ اس لیے وہ بھی کئی نوجوانوں کو لیے قافلے کی نگرانی کرتے رہے۔ قافلہ بہت بڑا تھا۔ اس کی لمبائی دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ بیل گاڑیوں اور پیدل افراد کی وجہ سے قافلہ انتہائی سست رفتاری سے چل رہا تھا۔

کئی جگہوں پر ہندوؤں اور سکھوں نے رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے قافلے کے آخری حصوں پر حملے کیے۔ لیکن مسلمان نوجوانوں اور گھڑسوار بہادروں نے منہ توڑ جواب دیا۔ حملہ آور بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ دو تین دفعہ دونوں طرف سے جانی نقصان بھی ہوا لیکن مجموعی طور پر ہمارا قافلہ بحفاظت منزل کی طرف رواں دواں رہا۔

لدھیانہ کا مہاجر کیمپ

دو راتیں اور پورا دن سفر کرنے کے بعد دوسری رات صبح پو پھٹنے سے پہلے ہم لدھیانہ پہنچے۔ یہ ہمارے قافلے کا پہلا پڑاؤ تھا۔ لدھیانہ پہنچ کر قدرے اطمینان کا سانس ملا کیونکہ کم از کم وہاں سکھوں اور ہندوؤں کے حملے کا خطرہ نہ تھا۔ تاہم مہاجر کیمپ میں مشکلات اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ مہاجر کیمپ لدھیانہ شہر میں ریلوے لائن کے ساتھ قائم کیا گیا۔ یہ بہت بڑی جگہ تھی جہاں ہزاروں کی تعداد میں مہاجرین مقیم تھے۔

یہ کوئی باقاعدہ کیمپ نہ تھا جس میں مہاجرین کے لیے خیمے لگا کر رہائش کا بندوبست ہوتا۔ ہزاروں افراد کھلے آسمان تلے دھوپ' بارش' آندھی' طوفان اور موسم کے رحم و کرم پر پڑے تھے۔

اگر کسی شخص کے پاس کوئی ذاتی کپڑا یا چادر موجود تھی تو اس نے اسے تان کر سایہ کر لیا۔ ہم نے بھی ایک پھٹا پرانا کپڑا تان کر سر چھپانے کے لیے جھگی سی بنالی۔ جب کہ اکثر لوگوں کے پاس چادر بھی نہ تھی۔ وہ یونہی سر برہنہ اور بے سایہ موسمی شدائد کا شکار ہو رہے تھے۔ بعض لوگ تو اتنی کسمپرسی کے عالم میں تھے کہ ان کے پاس پورا تن ڈھانپنے کے لیے کپڑا نہ تھا۔ کیمپ کے یہ ایام نہایت اذیت ناک اور کربناک تھے۔ ہم لوگ بے وطن مسافر اور خانماں برباد پناہ گزینوں کی حقیقی تصویر بنے بھوکے پیاسے اور بے یار و مددگار پڑے تھے۔

کیمپ کے اندر اشیائے خورونوش ناپید تھیں۔ کسی کے پاس اوّل تو کچھ تھا ہی نہیں' اگر تھا بھی تو وہ جلد ختم ہو گیا۔ بھوک' افلاس اور بیماری نے ڈیرے ڈال دیے تھے۔ حکومت کی طرف سے ملنے والا راشن بمشکل ایک دن چلتا۔ جو بیمار تھے' ان کا یہاں کوئی پرسان حال نہ تھا۔ والد صاحب پیچش کے مرض میں مبتلا ہو گئے۔ دوائی کا نام و نشان نہ تھا اور نہ ہی کوئی خوراک ملتی۔ ان کی حالت انتہائی خراب ہو گئی۔ یوں سمجھئے کہ وہ قریب المرگ حالت میں پہنچ گئے۔

برسات کا موسم شروع ہو چکا تھا۔ موسم نے بھی عجیب پریشان کن صورت حال پیدا کر دی۔ ایک دن اتنے زور شور سے بارش ہوئی کہ ہر طرف پانی ہی پانی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

ہو گیا۔ میری والدہ' بڑے بھائی' چھوٹی بہن' چند ماہ کا چھوٹا بھائی اور میں ریلوے پٹری کے ساتھ ایک اونچی جگہ پر چادر تان کر بارش سے پناہ لیے بیٹھ گئے۔ بارش نے ہمارا سامان اور کپڑے بھگو ڈالے اور تھوڑی بہت خوراک جو موجود تھی، وہ بھی خراب ہو گئی۔ کئی گھنٹوں کی موسلادھار بارش کے بعد خدا خدا کر کے موسم صاف ہوا تو ہر کوئی جو کونوں کھدروں میں چھپا ہوا تھا' باہر نکل آیا۔ ہر کسی نے اپنے کپڑے اور سامان خشک ہونے کے لیے ریل کی پٹری کے ساتھ ساتھ اونچی جگہ پر رکھ دیا۔

ہر طرف جل تھل ہو گیا تھا۔ کھیتوں میں فصلیں تباہ ہو چکی تھیں۔ اس سے قبل لوگ آس پاس کے کھیتوں سے کچا اناج اور غلہ توڑ لاتے تھے لیکن بارش نے سب کچھ ختم کر دیا۔ میرے بڑے بھائی اناج اور غلے کی تلاش میں نکلے۔ پانی اتنا زیادہ تھا کہ ان کے پیٹ اور سینے تک آ پہنچا۔ مگر انھوں نے ہمت نہیں ہاری۔ وہ بہت دور تک جا نکلے۔ انھیں اور تو کچھ نہ ملا البتہ گماد کا ایک کھیت نظر آ گیا۔ وہاں سے وہ گنے توڑ لائے۔ ہم سب نے گنے چوسے' تو کچھ پیٹ کی آگ بجھی۔ اسی طرح دو تین دن ہم نے گنے چوس چوس کر گزارہ کیا۔ پھر جا کر کہیں راشن ملا۔

مہاجرین کے لیے ہفتے بعد بذریعہ ریل خوراک آتی۔ اس میں آٹا' چینی' چاول' خشک دودھ اور بھنے ہوئے چنے شامل ہوتے۔ لیکن عموماً ہمیں ایک آدھ چیز ہی ملتی اور وہ بھی آدھی۔ بہرحال ہم نے وہاں طویل اذیت ناک اور کربناک وقت گزارا۔ تقریباً دو ماہ بعد بالآخر مہاجر کیمپ سے روانگی کا وقت آن پہنچا۔

ہمیں ریل میں سوار ہونے کا حکم ملا تو زبردست دھکم پیل کا ماحول تھا۔ ہر شخص پہلے سوار ہونے کی کوشش میں کسی چیز کی پروا کیے بغیر ایک دوسرے کو لتاڑتے اور پچھاڑتے آگے بڑھ رہا تھا۔ جوان اور زور آور' بوڑھوں اور ناتوانوں کو پیچھے دھکیلتے ریل پر سوار ہونے لگے۔ یہ بات حتمی تھی کہ جو چڑھ گیا سو چڑھ گیا' جو رہ گیا سو رہ گیا۔ حتیٰ کہ عورتوں' بوڑھوں اور بچوں کو بھی کھڑکیوں کے راستے اندر پھینکا جا رہا تھا۔

میرے والد نے ہمیں بھی کھڑکی کے ذریعے ہی اندر بٹھایا۔ جن لوگوں کو اندر جگہ نہیں مل سکی' وہ ریل کی چھت پر سوار ہو گئے۔ گاڑی چلنے والی تھی ہم سب تو اندر تھے لیکن والد محترم کو ابھی تک اندر آنے کا موقع نہ مل سکا۔ آخر وہ بڑی مشکل سے ریل کی چھت پر چڑھ گئے۔ ہمارے سامان کی گٹھڑی جس میں ہمارا زندگی کا کل اثاثہ تھا یعنی ضرورت کے بعض کپڑے اور کچھ دیگر اہم چیزیں پلیٹ فارم پر پڑی تھیں۔

گاڑی چلنے والی تھی۔ پلیٹ فارم پر لوگ موجود تھے۔ والد نے چند لوگوں سے کہا کہ یہ گٹھڑی انھیں گاڑی کی چھت پر پکڑا دیں' مگر انھوں نے ہماری آنکھوں کے سامنے کھولی' اچھی طرح دیکھا اور دوبارہ باندھ کر اپنے سر پر رکھ چلتے بنے۔ ادھر گاڑی بھی چل پڑی۔ یوں ہماری آخری متاع بھی ہماری آنکھوں کے سامنے لٹ گئی۔

اب ہم صرف تن کے کپڑوں کے ساتھ پاکستان کی جانب محوِ سفر تھے۔ یقین جانیے اس وقت میرے بدن پر صرف ایک کرتا تھا۔ میری دھوتی اسی گٹھڑی میں تھی۔ سردی لگ رہی تھی اور میں کانپ رہا تھا۔ آخر آہستہ آہستہ گرمی کی وجہ سے میرا جسم نارمل ہونے لگا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

یہ سفر بھی روح فرسا تھا۔ قدم قدم پر ہندو اور سکھ موت بن کر کھڑے تھے۔ وہ رات کی تاریکی اور دن کے اُجالے میں ریلوں پر حملہ کرتے۔ ریلوں پر حملے کی اطلاعات تسلسل کے ساتھ موصول ہو رہی تھیں۔ ایک مصدقہ اطلاع یہ تھی کہ ہم سے پہلے جانے والی ریل پر مسلح ہندوؤں اور غنڈوں نے حملہ کر کے تمام مسلمانوں کو قتل کر ڈالا۔ یہاں تک کہ سکھوں نے معصوم بچوں کو نیزوں میں پرو کر وحشیانہ رقص کیا۔ نوجوان عورتوں کی عصمت دری کی اور پھر انھیں قتل کر دیا یا ساتھ لے گئے۔

اس دوران ایک ایسی ریل بھی لاہور پہنچی جس میں کوئی انسان سلامت نہیں بچا تھا۔ لاہور میں جو مسلمان رضا کار اور شہری مہاجرین کی خدمت پر مامور تھے، وہ اس وقت حیران رہ گئے جب ایک ریل اسٹیشن پر آ کر رُکی اور پوری ریل سے کوئی ایک شخص بھی نیچے نہیں اُترا۔ بلکہ ڈبوں سے خون نیچے ٹپک رہا تھا اور ریل لاشوں سے اَٹی پڑی تھی۔

اس طرح کے واقعات سے تمام مسافر سہم گئے۔ ریل سست رفتاری سے چل رہی تھی۔ جہاں کھڑی ہوتی، گھنٹوں کھڑی رہتی اور چلنے کا نام نہ لیتی۔ اس وقت ہر آن اور ہر پل یہ خوف سوار تھا کہ ابھی سکھ اور ہندو تلواریں، نیزے اور اسلحہ لہراتے ہوئے آئیں گے اور پوری ریل کو خون میں نہلا دیں گے۔ دوران سفر بھوک تو تھی ہی پانی بھی نہ ملتا۔ چھوٹے چھوٹے معصوم بچے پیاس سے بلک رہے تھے۔ جہاں ریل رکتی وہاں پانی کا نام و نشان نہ ہوتا۔ اگر کہیں پانی کا کوئی کنواں یا گڑھا موجود تھا تو ہندوؤں نے مسلمانوں کو قتل کر کے لاشیں اس میں پھینک دیں۔ اس پانی میں انسانی خون کی آمیزش تھی اور وہ پینے کے قابل نہ تھا۔

قیامت کی وہ رات

ہمیں فیروز پور سے کچھ پہلے ریل سے اُتار دیا گیا کیونکہ آگے ہندو سکھ دہشت گردوں نے پٹڑی اکھاڑ دی تھی۔ چناں چہ ریل کے ہزاروں مسافر ایک بار پھر پاپیادہ عازم سفر ہوئے۔ ریل کے طویل اور تھکا دینے والے سفر کی وجہ سے پہلے ہی لوگوں کی ہمت جواب دے چکی تھی۔ اوپر سے بھوک' پیاس کی حالت میں پیدل سفر انتہائی دشوار معلوم ہوا۔ خوراک نہ ملنے کی وجہ سے اکثر لوگوں میں کمزوری کے آثار نمایاں تھے۔ بیماروں اور بوڑھوں کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ کئی میل کا سفر طے کرنے کے بعد ہم فیروز پور پہنچے۔ وہاں ایک جگہ مہاجر کیمپ قائم تھا۔ ہم ایک بار پھر بھوکے پیاسے کھلے آسمان تلے رات گزارنے پر مجبور ہو گئے۔

یہ رات میری زندگی کی ایک عجیب خوفناک اور ہولناک رات تھی۔ اکثر لوگوں کے پاس خوراک بالکل نہیں تھی۔ بھوک سے اکثر لوگوں کا برا حال تھا۔ پیاس کی وجہ سے چھوٹے بڑے سب بلک رہے تھے۔ مجھے میں یہ مناظر کبھی نہیں بھول سکتا جب مائیں اپنے بچوں کو کھانا پکنے کے جھوٹے دلاسے اور لوریاں دے کر سلانے کی ناکام کوشش کر رہی تھیں لیکن معصوم بچوں کی خوفناک چیخوں نے آسمان سر پر اُٹھایا ہوا تھا۔ اُدھر بیمار ایک بوند کو ترستے لواحقین سے پانی کی فریاد کر رہے تھے۔ یہ لوگ اپنی بیماری اور تکلیف سے کراہ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ان کا کچھ کیا جائے۔ مگر ہر شخص بے بس اور لاچار تھا۔ جوان باہمت لوگ بھی اپنے پیاروں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کی حالت زار دیکھ کر منہ چھپا کر آنسو بہاتے رہے۔

ایک عجیب حشر بپا تھا' ہر شخص اپنی مصیبت میں گرفتار سرگرداں و پریشان تھا۔ کچھ بچے روتے بلکتے سو گئے۔ کچھ بچوں کے رونے کی آوازیں صبح تک بے چین کرتی رہیں۔ بیماروں کے کراہنے اور ہائے ہائے کی آوازوں نے ماحول کو غمناک بنا دیا۔ صبح ہوئی تو روانگی کا اذن ملا۔ پھر چیخ پکار اور ہڑبونگ مچ گئی۔ نفسانفسی کا عالم تھا۔ بھوک' پیاس' کمزوری اور نقاہت کے سبب بیشتر لوگ اپنا وجود لے کر بھی چلنے سے قاصر تھے' چہ جائیکہ وہ سامان اٹھاتے یا اپنے بیماروں کو ساتھ لیتے۔

ہم نے پھر ایک تلخ' لرزہ خیز اور دلخراش منظر دیکھا۔ کئی لوگوں نے اپنے سامان پھینک دیے۔ انتہائی بیمار اور انتہائی لاغر بوڑھوں کو بھی وہیں چھوڑا اور صرف اپنی جان لیے پاکستان روانہ ہو گئے۔ آخر ہمارا اُجڑا قافلہ صبح سے شام تک سفر کرنے کے بعد سرحد تک پہنچ ہی گیا۔ جونہی پاکستان کی مقدس سرزمین آئی' لوگوں میں زندگی' اُمید اور خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ پاک مٹی کو دیکھ کر اس قدر جذبات میں آئے کہ الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ لوگ والہانہ انداز میں پاکستان زندہ باد کے نعرے لگانے لگے۔ "پاکستان کا مطلب کیا" لا الہ الا اللہ" کے نعرے ہائے مستانہ بلند ہو رہے تھے۔

سرحد کے قریب گنڈا سنگھ والا کے مقام پر حکومت پاکستان کی جانب سے کیمپ لگایا گیا تھا۔ پاکستانیوں اور مقامی رضا کاروں نے مہاجرین کا والہانہ استقبال کیا۔ انھیں باعزت طریقے سے کیمپ میں ٹھہرایا۔ اچھا کھانا پیش کیا اور ان کی ممکنہ حد تک خدمت کی۔ وہاں بھی ایک رات کا قیام رہا۔ اگلے دن صبح سویرے ہر شخص اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہونے لگا۔ مہاجرین میں اکثر لوگوں کی کوئی مخصوص منزل متعین نہ تھی بلکہ جدھر جس کا جی چاہا' اُدھر کا رخ کر لیا۔

ہماری منزل فیصل آباد میں سمندری کا علاقہ تھی۔ تقسیم سے پہلے وہاں ہمارے کئی رشتہ دار مقیم تھے۔ بس کے ذریعے سفر کرنا تھا لیکن ہماری والدہ محترمہ نے انکار کر دیا۔ وہ سمجھتی تھیں کہ بسوں میں بہت زیادہ ہجوم ہوتا ہے اور لوگ دم گھٹ کر مر جاتے ہیں۔ سو ہم نے گنڈا سنگھ والا سے پیدل مارچ شروع کر دیا۔ رات کے وقت لاہور ریلوے اسٹیشن کے سامنے موجود پارک میں پہلا پڑاؤ ڈالا۔

لاہور کی چکاچوند روشنیاں' رونق اور خوبصورتی میرے لیے بالکل نئی اور انوکھی چیز تھی۔ میں نے اس سے قبل کوئی شہر نہیں دیکھا تھا۔ اب میں لاہور کی روشنیاں اور رعنائیاں دیکھ کر خوشی سے پھولے نہیں سمایا۔ ہمیں اپنی سابقہ تمام تکالیف بھول گئیں۔ میں خوش تھا کہ ہم بڑی اچھی جگہ آ گئے ہیں۔

مجھے یاد ہے' رات کے وقت ایک شخص گیس کی روشنی میں سرخ قندھاری اناروں کے دانے بیچ رہا تھا۔ گیس کی روشنی اور قندھاری انار کے سرخ دانے' دونوں ہی چیزیں میرے لیے اچنبھا تھیں کیونکہ زندگی میں پہلی دفعہ دیکھیں۔ گاؤں میں تو دیے اور لالٹین کے سوا کسی روشنی کا تصور بھی نہ تھا۔ یوں لاہور نے مجھے اپنا دیوانہ بنا لیا۔ اپنی قسمت پر رشک کرنے لگا کہ گاؤں سے نکل کر شہر کی رونقیں اور خوبصورتیاں دیکھنا نصیب ہوئیں۔ اس طرح پاکستان پہنچنے کے بعد ہماری نئی زندگی کا آغاز ہو گیا۔

◆◆◆

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براوسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

SCANNED BY DIGESTPK

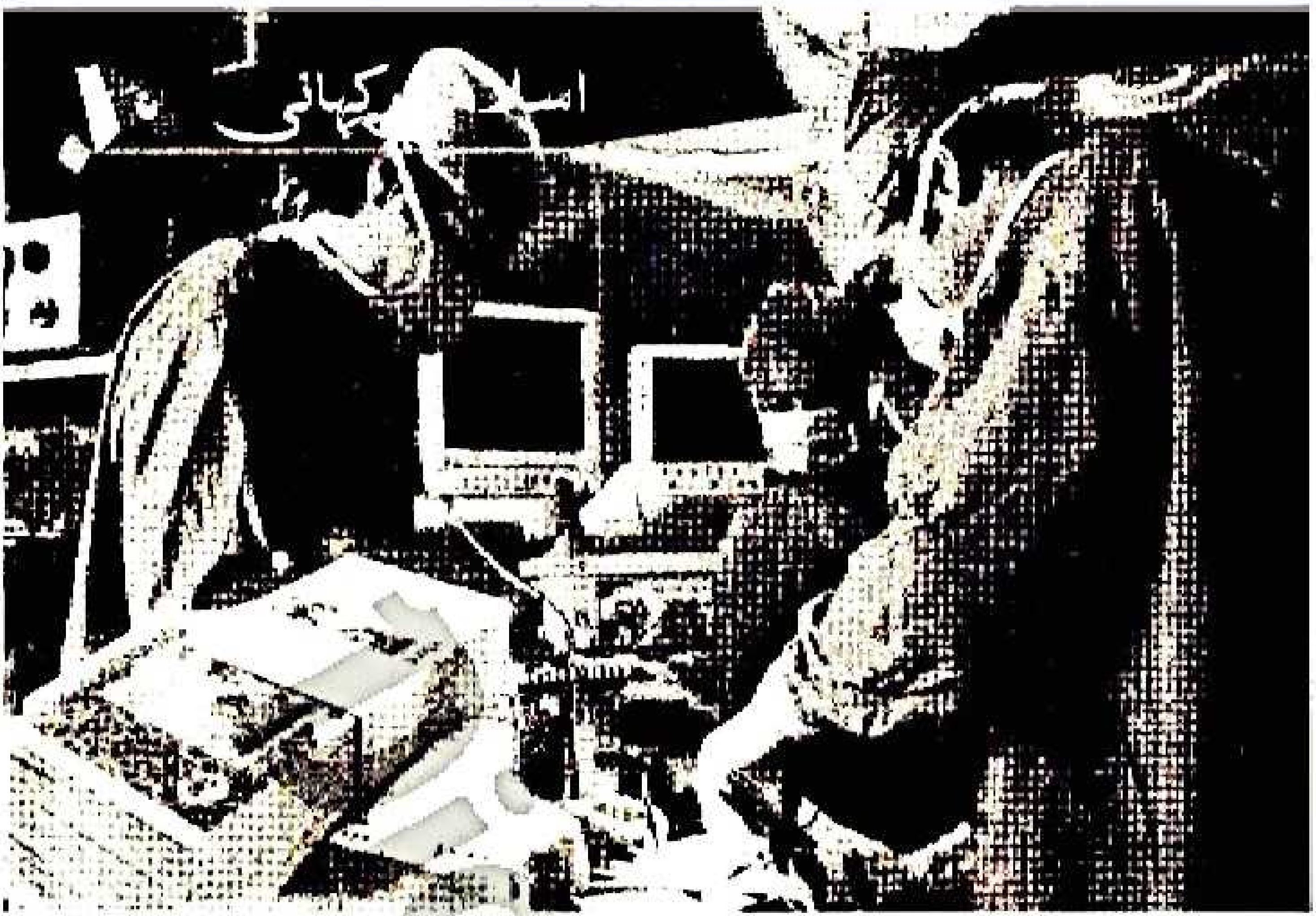

حجِ اکبر

ایک رحم دل جوڑے کا دل آویز قصہ،
جس نے انمول کارِ خیر سے اپنے
رب کی خوشنودی حاصل کرلی

سید طاہر ندیم خوارزمی

"آپا شہر بانو! نرگس کا اکلوتا بیٹا سخت بیمار ہے۔ بچاری کو اللہ نے سات بیٹیوں کے بعد بیٹا عطا کیا تھا۔ سنا ہے، اس کے دل میں کوئی خرابی ہے، ڈاکٹروں نے آپریشن کا مشورہ دیا ہے۔ ساتھ یہ بھی بتایا کہ ساڑھے تین لاکھ روپے خرچ ہوں گے۔ ہائے بچاری نرگس، کہاں سے لائے گی ساڑھے تین لاکھ روپے! اس کا میاں کپڑے کی مل میں مزدوری کرتا ہے۔ دس افراد کا گھرانا، دال روٹی بہ مشکل ملتی ہے۔ اوپر سے اکیلا بیٹا، اسے بیماری بھی ایسی لگی جس کا علاج بادشاہوں کے بس میں ہے۔ واہ مولا! تیرے کام نیارے جن کو تو ہی جانے۔ بندہ بشر کون جو تیری قدرت کے کارخانے میں دخل دے سکتا ہے۔"

آپا شہر بانو کی ملازمہ زرینہ نے ایک ہی سانس میں نرگس کے بیٹے کی بیماری، علاج کا خرچہ اور ساتھ ہی ہمدردی، سب کچھ سنا دیا۔

زرینہ کام ختم کر چکی تھی۔ وہ جانے لگی تو آپا شہر بانو نے کہا "ٹھہر جا، میں چادر لے لوں۔ میرے ساتھ چل، ذرا نرگس کے بیٹے کی خیر خبر لے آؤں۔ ہمارے محلے دار ہیں، ان کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے۔"

نرگس کے گھر دو تین خواتین بیٹھی تھیں۔ بیٹیاں اسکول گئی ہوئی تھیں۔ آپا شہر بانو نے سلام دعا کے بعد چارپائی پر بیٹھتے ہی زرینہ سے سنی کہانی دہرا دی۔ نرگس

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ آنکھوں سے ممتا کی برکھا ساون بھادوں کے مانند برس رہی تھی۔ آپا شہر بانو نے دعا کی صورت چند تسلی بخش جملے کہے "اللہ بے نیاز ہے۔ سارے سبب اسی کے پاس ہیں۔ اس کے خزانوں میں کس چیز کی کمی ہے، وہ تیرے بیٹے کو زندگی، صحت اور تندرستی عطا کرے گا۔ لیکن ساتھ ساتھ مالک سے گڑگڑا کر دعا بھی ضرور مانگ! وہ ماں کی دعا نہ صرف سنتا بلکہ قبول بھی کرتا ہے۔"

نرگس کی آنکھوں سے موتی گر رہے تھے۔ وہ گلوگیر آواز میں بولی "آپا شہر بانو! کہاں سے لاؤں ساڑھے تین لاکھ روپے؟ میاں میرا مزدور، آپ کو پتا ہے، اس کی تنخواہ سے تین وقت کی روٹی، بچیوں کی پڑھائی، کپڑا لتا اور دوسرے اخراجات ہی پورے نہیں ہوتے۔ اگر سر چھپانے کا یہ آسرا مکان بھی بیچ دوں، در بدر ہو جاؤں پھر بھی علی حسن کا علاج نہیں کرا سکتی۔ کون نصیبوں جلی ماں ہوگی جو اپنی اولاد کے لیے دعا نہ کرے۔ پھر مجھ جیسی ماں جسے اللہ تعالیٰ نے بڑی دعاؤں اور منتوں کے بعد بیٹا عطا کیا۔ سیکڑوں آستانوں پہ حاضری دی، پلو پھیلایا، رات کو اُٹھ اُٹھ کر سوہنے مولا کے سامنے ہاتھ باندھ کے کھڑی ہو کر چلے کاٹے تو پھر علی حسن اس سوہنے مولا نے عطا کیا، میری آنکھوں کی ٹھنڈک، باپ کا سہارا، سات بہنوں کی آنکھوں کا تارا۔"

"جس مولا نے تیری دعائیں قبول کیں اور تمھیں علی حسن عطا کیا، وہی زندگی اور تندرستی بھی عطا کرے گا۔ دل چھوٹا نہ کر، اس رحیم و کریم کا دروازہ کھٹکھٹاتی رہو، وہ ضرور آواز سنے گا۔ اپنے رحم و کرم کے در ضرور کھولے گا۔" آپا شہر بانو اٹھی، چارپائی پر پڑے علی حسن کے سر پر ہاتھ پھیرا، ہزار روپے کا نوٹ پرس سے نکالا اور اس کے سرہانے رکھ دیا۔ نرگس بہتیرا انہ نہ کرتی رہی، آپا شہر بانو کوئی بات سنے بنا زرینہ کے ساتھ روانہ ہوگئیں۔

☆......☆

آپا شہر بانو کے شوہر حاجی احمد علی کاروباری آدمی تھے۔ دنیا کی ہر آسائش، کوٹھی کار وغیرہ ہونے کے باوجود وہ اولاد کی نعمت عظیم سے محروم تھے۔ ہر قسم کے علاج کیے، منتیں مانگیں مگر کچھ کام نہ بنا، سو دونوں میاں بیوی مایوس ہو کر بیٹھ گئے اور اپنی آمدن حج اور عمرے کی سعادت حاصل کرنے پر خرچ کرنے لگے۔ ہر سال ایک عمرہ اور حج ضرور کرتے۔ کبھی کبھی میاں بیوی کسی غریب نمازی پرہیزگار کو بھی عمرہ یا حج کرا دیتے۔ انھوں نے زندگی برائے بندگی ہی کو مقصدِ حیات بنا لیا۔

ہاں کبھی میاں بیوی بیٹھتے تو سُونے گھر میں ننھے منے، چلتے پھرتے پھولوں کی خواہش کا تذکرہ چھیڑ بیٹھتے۔ آپا شہر بانو انھیں دوسری شادی کا مشورہ کئی بار دے چکی تھیں۔ حاجی احمد علی ایک ہی جواب دیتے "اگر اللہ نے اولاد کی نعمت اور رحمت سے نوازنا ہوا تو تیرے ذریعے ہی نوازے گا۔ حضرت زکریاؑ اور حضرت ابراہیمؑ کو بڑھاپے میں بیٹے عطا کرنے اور ہر شے پر قدرت رکھنے والی ہستی سے بعید نہیں کہ وہ ہمارے خزاں رسیدہ باغ میں بہار لے آئے۔"

آپا شہر بانو اور ان کے میاں جہاں تک ہو سکے، محلے داروں، رشتہ داروں اور ملازموں کے دکھ درد بانٹتے۔ سخاوت و رحم دلی، حج و عمرے کی سعادت پانے، نماز، تلاوت، اور درود و وظائف پڑھنے کے باعث لوگ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

ان کی بڑی عزت کرتے۔

شام کو حاجی صاحب آئے تو انھیں شہر بانو کے چہرے پر اداسی کی پرچھائیاں نظر آئیں۔ نماز مغرب کے بعد انھوں نے بیگم سے پوچھا "طبیعت تو ٹھیک ہے اداس اداس لگ رہی ہو!"

شہر بانو نے کہا "طبیعت تو اللہ کے کرم سے ٹھیک ہے۔"

"تو پھر اداسی اور پریشانی تمہارے چہرے پر کیوں؟" حاجی صاحب نے پوچھا۔

شہر بانو نے بیمار علی حسن کا سارا ماجرا کہہ سنایا۔ نماز عشا پڑھنے کے بعد جب دونوں میاں بیوی کھانا کھانے بیٹھے تو شہر بانو نے حاجی صاحب سے پوچھا "ہر سال ہم حج اور عمرے پر کتنے روپے خرچ کر ڈالتے ہیں؟"

حاجی صاحب نے بتایا "تین چار لاکھ تو خرچ ہو جاتے ہیں۔"

شہر بانو نے کہا "اس سال کے حج اور عمرے کا خرچہ ہم کیوں نہ نرگس کو دے دیں تاکہ وہ اپنے اکلوتے بچے کے دل کا آپریشن کرا سکے۔ اللہ اس کے بچے کو صحت یاب کرے اور ماں کی گود بھری رہے۔ باپ کا آسرا قائم رہے اور بہنوں کا آنچل ان کے سروں پر ہی تنا رہے۔"

حاجی صاحب یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ کھانا کھایا، کچھ دیر لان میں ٹہلتے رہے پھر ٹی وی پر ریموٹ گردانی کرنے لگے۔ پھر الماری سے ایک کتاب نکالی اور کمرے میں لیٹ مطالعے میں مصروف ہو گئے۔ آپا شہر بانو بھی اپنا کام مکمل کر کے بستر پر لیٹ گئیں۔ جلد ہی نیند نے دونوں کو اپنی آغوش میں لے لیا۔

صبح اٹھے۔ نماز فجر ادا کی۔ تلاوت کلام پاک اور اوراد و وظائف پڑھنے کے بعد آپا شہر بانو نے ناشتا تیار کیا۔ ناشتے کے بعد حاجی صاحب اپنے شوروم چلے گئے۔ انھوں نے آپا شہر بانو کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور نہ بیگم نے استفسار کیا۔ تھوڑی دیر بعد زرینہ آ گئی۔ وہ کام کاج کرتے ہوئے محلے بھر کی خبریں بھی آپا شہر بانو کو سنائے جا رہی تھی۔ لیکن ان کا دھیان نرگس کے بیٹے حسن کی طرف ہی رہا۔

شام کو حاجی صاحب آئے۔ کپڑے تبدیل کیے۔ بریف کیس کھولا، چار لاکھ روپے کی گڈیاں ہاتھ میں پکڑے آپا شہر بانو کے پاس آئے اور کہا "یہ لو نرگس کو دے آؤ۔"

موسم بہار میں جب گلاب کی پنکھڑی پر اوس گرے، تو وہ کھل کر گلابی ہو جاتی ہے۔ کچھ ایسا ہی حال آپا شہر بانو کا ہوا۔ وہ اتنی خوش ہوئیں کہ حاجی صاحب کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا "آئیے دونوں چلتے ہیں نرگس کے گھر! نیک کام میں دیر کیسی۔"

کچھ ہی دیر میں وہ اپنی منزل پہ پہنچ گئے۔ نرگس کا میاں اور بیٹیاں بھی گھر پر تھیں۔ علی حسن کی بیماری کے متعلق میں نے حاجی صاحب کو بتایا تو کہنے لگے، چلو میں بھی اس کی خیر خبر لے آؤں۔" آپا شہر بانو نے تمہید باندھی۔

نرگس اور شیر علی نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ ایک بیٹی لپک کر ان کے لیے چائے لے آئی۔ چائے پینے کے دوران ہی آپا شہر بانو نے اپنا پرس کھولا اور لاکھ لاکھ روپے کی چار گڈیاں نرگس اور شیر علی کے سامنے رکھ

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

دیں۔ غریب میاں بیوی اور ان کی بچیاں اتنی ڈھیر ساری رقم دیکھتے ہی آنکھیں جھپکنا بھول گئے۔ وہ بٹر بٹر نوٹوں کی گڈیوں کو تک رہے تھے۔

"لو بھئی، اس رقم سے علی حسن کا علاج کرانا ہے۔ میں نے دل کے ڈاکٹر سے بات بھی کر لی۔ کل علی حسن کو اسپتال داخل کرانا ہے۔ میں سارا بندوبست کر چکا۔ اب یہ رقم سنبھال لو۔" حاجی صاحب نے کہا۔

شیر علی اور نرگس ہاتھ باندھ کر کہنے لگے "حاجی صاحب! ہم اتنی بڑی رقم کیسے واپس کریں گے؟ یہ ہمارے بس کی بات نہیں۔"

"بھائی! پابندی تھوڑی ہے، علاج کراؤ، علی حسن ٹھیک ہو گیا تو ایک سال بعد ہر مہینے جتنی رقم تم آسانی سے دے سکو، دے دینا۔" یہ کہہ کر حاجی صاحب اور آپا شہر بانو اٹھ کھڑے ہوئے۔

شیر علی کا گھرانا گم سم کھڑا انھیں جاتے دیکھتا ہی رہ گیا۔ اتنی ہمت نہ رہی کہ انھیں دروازے تک خدا حافظ کہہ آتے۔ شیر علی کی چھوٹی بچی نے دوڑ کر دروازہ بند کیا۔ جب ہوش آیا، تو نرگس علی حسن سے لپٹ گئی۔ بچیاں باپ سے جا لپٹیں۔ تشکر کے آنسوؤں نے ساری مایوسی و ناامیدی کو بہا کر آس و امید کے سمندر میں پھینک دیا۔ "سمندر سمندر رحمت تیری، یا اللہ صدقے پنجتن پاک کے، تو نے ہم پر بڑا کرم کیا۔" نرگس خوشی کے آنسو بہاتے ہوئے بولی۔

شیر علی نے کہا "اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں۔ جن کا کوئی نہیں ان کا خدا ہے.... نرگس آج ثابت ہو گیا۔"

صبح حاجی صاحب گاڑی لیے آ گئے۔ شیر علی، نرگس اور علی حسن کو ساتھ بٹھایا۔ پہلے شوروم گئے، اسے کھلوایا پھر اسپتال پہنچے۔ علی حسن کو داخل کرا دیا۔ اسی موقع پر اسپتال کے جملہ اخراجات بھی جمع کرا دیے گئے۔ تین دن بعد علی حسن کو آپریشن کا وقت ملا۔

جس دن آپریشن ہونا تھا، آپا شہر بانو اور حاجی صاحب بھی اسپتال پہنچ گئے۔ نرگس اور اس کا شوہر پریشان بیٹھے تھے۔ انھیں دیکھ کر نرگس کے صبر کا بند ٹوٹ گیا۔ زاروقطار رونے لگی۔ آپا شہر بانو نے اسے گلے لگایا، تسلی دی اور کہا "آؤ وضو کریں۔ مصلے پر کھڑے ہو کر بچے کے کامیاب آپریشن کی دعا کریں۔ یاد رکھو، جب ماں اپنی اولاد کے لیے رب العزت کی بارگاہ میں دعا کرے، تو اس کا انگ انگ مجسم دعا ہو جاتا ہے۔ اور دوا کے ساتھ جب دعا بھی شامل ہو، تو پھر اللہ تعالیٰ شفائے کامل عطا فرماتا ہے۔"

دونوں بارگاہ رب العزت میں جھک گئیں۔ دریدہ دل کا دامن پھیلا دیا اور قادر مطلق کے سامنے سربسجود ہو گئیں۔

طویل دورانیے کے بعد ڈاکٹر آپریشن تھیٹر سے باہر آئے اور نوید سنائی کہ آپریشن کامیاب ہوا ہے۔ یہ سنتے ہی خواتین رب تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو گئیں۔ آنکھوں میں تشکر کے موتی چمک رہے تھے۔ حاجی صاحب اور آپا شہر بانو پھر واپس گھر آ گئے۔ تقریباً دو ہفتے بعد نرگس اور شیر علی بھی علی حسن کو گھر لے آئے۔ رات کو دیگر محلے داروں کی طرح آپا شہر بانو اور حاجی صاحب بھی علی حسن کی خیریت دریافت کرنے آئے۔

نرگس اور شیر علی انھیں دیکھ کر فرط مسرت سے اتنے آب دیدہ ہوئے کہ انھیں شکریہ ادا کرنے کے لیے الفاظ

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

ہی نہیں مل سکے۔ ان کے آنسو دعا بن کر آپا شہر بانو اور حاجی صاحب کی روح کو بالیدہ کر رہے تھے۔ اٹھتے ہوئے حاجی صاحب نے علی حسن کے سر پہ ہاتھ پھیرا، آپا شہر بانو نے اس کا بوسہ لیا۔ حاجی صاحب تب نرگس اور شیر علی سے مخاطب ہوئے "علی حسن اب ہمارا بیٹا ہے۔ تم پر کوئی قرض نہیں، ہم نے اپنے بیٹے کا علاج کرایا ہے۔"

انھوں نے چلتے وقت مزید ایک لاکھ روپے علی حسن کے سرہانے رکھے اور تیز تیز چلتے گھر سے باہر نکل گئے۔ علی حسن کی خیریت دریافت کرنے آئے سب مہمان حیرانی کے اتھاہ سمندر میں ڈوب گئے۔ یوں لگتا تھا کہ سب کو سکتہ ہو گیا ہو۔ کچھ لمحے بیتے۔ نرگس نے آنسوؤں سے تر دوپٹے کو دونوں ہاتھوں میں اٹھایا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا "آپا شہر بانو! اللہ تمھیں بھی علی حسن عطا کرے۔ تیرے گلشن میں بھی پھول اور کلیاں کھلیں۔" (آمین)

چند ہفتے بعد علی حسن بالکل ٹھیک ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا۔ دو ماہ گزر گئے۔ ایک دن حاجی صاحب شام گھر آئے تو آپا شہر بانو نے بتایا "میری طبیعت خراب ہے۔ عجیب سی کیفیت ہو رہی ہے۔ مجھے جلدی لیڈی ڈاکٹر کے پاس لے چلیے۔"

حاجی صاحب بیگم کو لیے اپنی فیملی لیڈی ڈاکٹر کے پاس پہنچے۔ اور پھر معجزہ ہو گیا۔ لیڈی ڈاکٹر خوشی اور حیرانی کے مارے کچھ لمحے بول نہ سکی پھر بڑی مشکل سے بتایا "رپورٹ پازیٹو آئی ہے۔ حاجی صاحب مبارک ہو! آپا شہر بانو ماں بننے والی ہے۔ یہ بنجر زمین کیسے فصل کے قابل ہوئی؟ کہاں سے علاج کرایا؟"

حاجی صاحب تو خوشی سے کھل اٹھے۔ آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بہ مسرت بولے "اسی ذات واحد علیٰ کل شئی قدیر نے اس بنجر زمین کو ہرا بھرا کیا جس نے ابراہیمؑ اور سارہؑ کو اسحاقؑ اور حضرت زکریاؑ کو یحییٰؑ عطا کیے تھے۔"

اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپا شہر بانو کی گود بھی ہری کر دی۔ جب چاند سا بیٹا ہوا، تو آپا شہر بانو نے اس کا نام 'علی حسن' رکھا۔ ایک دن حاجی صاحب چہرے پر اطمینان کا نور سجائے بیگم سے کہنے لگے "دیکھا اللہ نے ہمارا 'حج اکبر' کیسے قبول فرمایا؟"

◆●●

قائد کے والدین

محمد علی جناح کا نام "محمد علی" ان کے ماموں امیر کبیر موسیٰ قاسم نے رکھا تھا۔ ان کی والدہ پیار سے انھیں محمد کہتی تھیں۔ جناح پونجا کے گھرانے کے ماحول میں یقیناً یہ نئی چیز ہو گی۔ یہ تحقیق تو نئی ہے۔ اس سے پہلے بھی محمد علی جناحؒ کی والدہ کے بارے میں جو معلومات تھیں' ان سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مذہبی دل و دماغ کی نہایت سلجھی ہوئی خاتون تھیں۔ وہ پانیلی کے ایک صوفی بزرگ' حسن پیر سے عقیدت رکھتی تھیں۔ انھی کے اصرار پر محمد علی کو عقیقے کے لیے حسن پیر کی درگاہ پانیلی لے جایا گیا تھا۔ وہاں پورے روایتی انداز سے ان کے عقیقے کی رسوم ادا کی گئیں۔ ان حقائق سے ظاہر ہے کہ محمد علی جناحؒ کے ماں باپ' دونوں روشن دماغ اور روشن ضمیر تھے۔ (پروفیسر سعید راشد ملک)

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ایک روشن چراغ تھا، نہ رہا

خالد اسحاق

ابوالامتیاز ع س مسلم

آئینِ پاکستان کے خالقوں میں سے ایک، انتہائی زیرک، سادہ مزاج اور دلیر قانون دان کا ذکرِ خیر

یہ ۱۹۷۳ء کی بات ہے، جب آئینِ پاکستان تشکیل دینے کا مرحلہ شروع ہوا۔ جن دنوں اس پر کام ہو رہا تھا، ایک رن تو قومی اسمبلی میں پڑا جس میں ننھی منی سی حزبِ اختلاف ذوالفقار علی بھٹو کی قوت قاہرہ سے نبرد آزما ہوئی۔ ایک لڑائی پارلیمنٹ سے باہر لڑی گئی جس میں طرفین کے قانون دان اپنے اپنے خیموں پر غور و فکر اور لکھا پڑھی میں مصروف تھے۔ اس زمانے کی متحدہ حزبِ اختلاف ''متحدہ جمہوری محاذ'' کے نام سے یکجا ہوئی تھی جس کا قانونی دماغ خالد اسحٰق تھے۔ اس زمانے میں انھوں نے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

مقدمے لینے بھی چھوڑ دیے اور ساری توجہ اس بڑے کام پر مبذول کر دی۔

بزرگ بتاتے ہیں کہ پروفیسر غفور احمد، مرحوم و مغفور محمود اعظم فاروقی اور محترم سردار شیر باز مزاری جن آئینی نکات سے بھٹو کو پریشان کرتے، بلکہ کبھی تگنی کا ناچ نچاتے، اس کا سبق وہ خالد اسحٰق درس گاہ ہی سے پڑھ جایا کرتے۔ اب اگر ہم یہ کہیں کہ ۱۹۷۳ء کے آئین میں جتنی اچھی باتیں ہیں، وہ انھی کی وجہ سے تھیں اور بھٹو شاہی سے وہ جس قدر پاک رہ سکا، وہ بھی خالد اسحٰق کی وجہ سے تھا، تو غلط نہ ہو گا۔

آئین پاکستان کے لیے انھوں نے اور جو خدمات انجام دیں، اس کا تذکرہ یوں نہیں ملتا کہ دعوے کرنا اور خدمات گنوانا خالد اسحٰق کی سرشت میں نہ تھا۔ ہاں ایک بات اس تذکرے میں رہ جاتی ہے اور وہ بھی مرحوم کی زبانی۔ ایک بار اسی آئینی جدوجہد کے حوالے سے انکشاف کیا کہ آئین کے سلسلے میں جتنا کام قانون سازوں اور قانونی ماہرین نے کیا، اس سے بڑھ کر شہید مولانا محمد صلاح الدین نے انجام دیا۔ تفصیل سننے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا، لیکن بعض دیگر حوالوں سے یہ جانا کہ منتشر الخیال حزبِ اختلاف کو جمع کرنا اور خالد اسحٰق کی رہنمائی پر آمادہ کرنا شہید ہی کا کارنامہ تھا۔

کتاب کے عاشق صادق

خالد صاحب کا تعلق قانون کی دنیا سے تھا۔ وہ کوئی ایسے ویسے قانون دان نہ تھے، بلکہ قانون ان کے ہاتھوں میں بنتا اور بولتا۔ تاہم ان کی بڑی وجہ شہرت عظیم الشان لائبریری تھی۔ ایک شخص کی لائبریری کتنی بڑی ہو سکتی ہے؟ اس بارے میں مختلف اندازے لگائے جاتے ہیں۔ ایک بار ان کے دفتر جانا ہوا۔ ملاقات میں تھوڑی دیر تھی۔ معاون سے پوچھ کر ایک طرف چلنا شروع کیا تو واپسی کا راستہ بھول گیا۔ دروازوں کی جگہ چھوڑ کر ہر جگہ کتابیں ہی کتابیں دکھائی دیں۔ ڈھاکہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جہاں جگہ ملے، وہاں سبزہ اُگ آتا ہے۔ اس گھر میں کوئی جگہ ایسی نہیں جو کتابوں سے خالی ہو۔ الماریاں تو بھری ہی ہوتی ہیں، فرش پر بھی کتابیں ہیں۔ باہر کا راستہ ملا تو میں کتابوں کے رعب میں آ چکا تھا۔

مگر یہ حیرت کا پہلا جھٹکا تھا۔ پتا چلا کہ اس عمارت سے باہر نکلیں تو سامنے فلیٹوں کا سلسلہ ہے۔ اس میں ایک، دو تین نہیں، بہت سارے فلیٹ ان ہی کتابوں کے لیے مخصوص ہیں۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا، جس روز انھوں نے نئی آنے والی کتابوں کے اندراج نہ کیے ہوں۔

بے شمار مجلے رسالے ان کے ہاں آتے اور نئی کتب کی اشاعت کا پتا دیتے۔ سب خالد صاحب کی نظر سے گزرتے۔ ہر روز وہ نشان لگا کر متعلقہ لوگوں کے حوالے کر دیتے کہ فلاں فلاں کتابیں خرید لی جائیں۔

اصحاب دانش کی محفل

خالد اسحٰق ان لوگوں میں سے ایک تھے جو تہذیبوں کی آبیاری کرتے ہیں۔ ان کا ایک مظہر تو ان کی کتابیں ہی تھیں۔ مگر انھوں نے ایک اور اہتمام کر رکھا تھا۔ ہفتہ وار تعطیل کی صبح دس بجے ان کے ہاں اصحاب دانش و بینش کا اجتماع ہوا کرتا۔ اس میں یہ حضرات ہفتۂ رفتہ کے واقعات اور قوم کو پیش آنے والے امکانی حالات پر کھل کر گفتگو کیا کرتے۔

اس مجلس میں بڑے بڑے دانشور، صحافی،

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

سیاستدان، سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے جج صاحبان، وکلا اور دیگر شعبہ ہائے زندگی کے لوگ شریک ہوئے۔ گفتگو کا طریقہ یہ تھا کہ کوئی صاحب ایک مسئلہ اٹھاتے۔ اس پر دیگر احباب باری باری اظہار خیال کرتے چلے جاتے، یہاں تک کہ گفتگو مکمل ہو جاتی۔ لوگ توقع کرتے کہ خالد صاحب بات کریں۔ وہ موضوع پر حسب ضرورت مختصر یا طویل گفتگو کرتے۔ اسی دوران مکمل خاموشی ہوتی۔ گفتگو میں جن لوگوں نے سنیں، وہ گھر جاتے ہوئے محسوس کرتے کہ واقعی وہ کوئی نئی بات جان اور سیکھ کر گھر جا رہے ہیں۔

ان نشستوں کی اپنی ایک تہذیب تھی، ایسا نہیں تھا کہ جو جہاں آ کر بیٹھ جائے۔ اصحاب کی نشستیں علم اور مرتبے کے مطابق ہوتی تھیں۔ ہم جیسے مبتدیوں کو پچھلی کرسیوں پر بیٹھنے کا حکم تھا۔ البتہ چائے کبھی کبھار پہلے مل جاتی۔ کہا کرتے تھے کہ بھئی یہ نوجوان ہیں، انھیں چینی زیادہ دینا۔ ان نشستوں میں حاضر ہونے کی سعادت مجھے کئی بار حاصل ہوئی۔

ان کی اصول پسندی اور حق بات پر اپنے مفاد کو ٹھکرا دینے کے کئی واقعات ملتے ہیں۔ جب ایوب دور میں جماعت اسلامی کو خلاف قانون قرار دیا گیا تو انھوں نے اپنے منصب سے استعفیٰ دے دیا۔ اس وقت وہ صوبہ مغربی پاکستان کے ایڈووکیٹ جنرل تھے۔ اپنے کیریئر کے سلسلے میں اتنی بڑی قربانی لوگ خال خال ہی دے سکتے ہیں۔

انگریزی تو ظاہر ہے قانون کی زبان ہے، انھیں عربی پر بھی عبور تھا۔ اس کے علاوہ کم وبیش ساری مقامی زبانیں روانی کے ساتھ بول لیتے۔ ان کے جس ملازم کی جو مادری زبان ہوتی، اس سے اسی زبان میں گفتگو فرماتے۔ سفید رنگ کی سادہ قمیص پہنتے جو پتلون سے باہر ہوتی، سر پر کروشیا سے بنی ایک ٹوپی ہوتی۔ اس لباس میں کم ہی تبدیلی آتی تھی۔ پی ٹی وی والے درس قرآن کے لیے ان سے درخواست کیا کرتے تھے۔ اس پروگرام میں جاتے ہوئے بھی بالعموم کسی خاص لباس کا اہتمام نہ ہوتا۔

ایک بااصول شخصیت

خالد اسحٰق اسلامی روایت کے جلو میں پاکستان کی دو علاقائی روایات کا سنگم تھے۔ ان کا خاندان پنجاب سے سندھ آیا تھا۔ والد سندھ میں سول سروس کے اعلیٰ منصب پر فائز تھے۔ ان کی ساری تعلیم سندھ میں ہوئی اور وہ اردو، پنجابی اور سندھی یکساں روانی سے بولتے تھے۔ آپ ۱۴ اگست ۱۹۴۶ء کو شکارپور میں پیدا ہوئے۔ انگریزی اور عربی پر بھی قدرت حاصل تھی، بلکہ دلچسپ بات یہ ہے کہ گو قانون ان کا اوڑھنا بچھونا تھا مگر ان کا ایم۔ اے عربی زبان میں ہوا۔

دینی امور کی تعبیر میں ان کی آراء سے تو میں نے بارہا اختلاف کیا۔ لیکن انھیں کبھی اسلام کے متعلق معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرتے نہیں پایا۔ اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول ﷺ سے ان کی وابستگی پختہ اور ناقابل شکست تھی۔ اور یہی چیز ان کی شخصیت کا سب سے نمایاں پہلو تھی اور ان کی امتیازی شناخت اسی سے عبارت۔

خالد اسحٰق مرحوم کی زندگی کا یہ پہلو سب کے سامنے ہے کہ انھوں نے ٹیکس کے بارے میں کبھی نادہندگی یا غلط گوشوارے دینے کا رویہ اختیار نہیں کیا۔ شاید وہ بڑے بڑے صنعت کاروں سے بھی زیادہ ٹیکس

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

ادا کرتے تھے۔ یہ ان کی دیانت اور قانون کی پاسداری کی روشن مثال ہے۔ اس سے بھی زیادہ جو چیز میرے لیے متاثر کن تھی، وہ ان کا جذبۂ انفاق ہے۔ کم لوگوں کو معلوم ہے کہ کئی غریب خاندان ان کے تعاون سے عزت کی زندگی گزار رہے تھے۔ اور کتنے ہی لائق مگر وسائل سے محروم نوجوانوں نے ان کی مدد سے تعلیم کی منزلیں طے کیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی ان مساعی کو قبول فرمائے اور ان کو اجر عظیم سے نوازے۔

مرحوم کی آواز شائستہ ہونے کے ساتھ بے حد پاٹ دار تھی۔ ایک ایک لفظ صاف اور تلفظ ڈکشنری کے مطابق۔ کبھی یہ محسوس نہیں ہوتا تھا کہ وہ جلدی میں یا اس بات سے خوف زدہ ہوں کہ کہیں جج صاحب کوئی سوال نہ کر بیٹھیں۔ اس بات کی ہمیشہ تلقین کرتے تھے "بولو اس طرح کہ سننے والا آپ کے اعتماد اور سچائی کا یقین کر لے۔ اگر جج کوئی سوال پوچھنا چاہے تو خاموش رہ کر توجہ سے سنو اور واضح جواب دو۔ اگر سوال ٹالنے کی کوشش کی تو جج صاحب بلاضرورت کیس کے متعلق شبہ میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔" اس طریقے پر خالد اسحٰق کو ہمیشہ عمل کرتے پایا۔

ایک دن میں دس سے بارہ مقدمات میں بحث کر لینا ان کے لیے کچھ مشکل نہ تھا۔ خاصی ضخیم فائلوں سے واقعات کی تاریخیں اور ان کا تسلسل اعتماد کے ساتھ بالکل درست بیان کرتے۔ جسٹس (ریٹائرڈ) غلام رسول شیخ نے ایک بار عدالت میں فرمایا "خالد اسحٰق آکٹوپس کی طرح ایک وقت میں آٹھ آٹھ عدالتوں میں کیس چلاتے ہیں۔"

وقت قیمتی ہے

مرحوم کی زندگی اصول اور لگے بندھے شیڈول کے مطابق رہی۔ تہجد باقاعدگی سے ادا کرتے۔ نماز فجر کے بعد عدالت کے لیے تیاری، اخبار کا مطالعہ اور ہلکا پھلکا ناشتا اور پھر مقدمات کی مناسبت سے سوا آٹھ اور ساڑھے آٹھ کے درمیان عدالت پہنچ جاتے۔ عدالت میں اپنے ساتھ مطالعے کے لیے کوئی کتاب یا فائل ضرور رکھتے تاکہ کیس کا انتظار کرتے ہوئے وقت ضائع نہ ہو۔ اسی بات کی ہمیں بھی تلقین کرتے۔

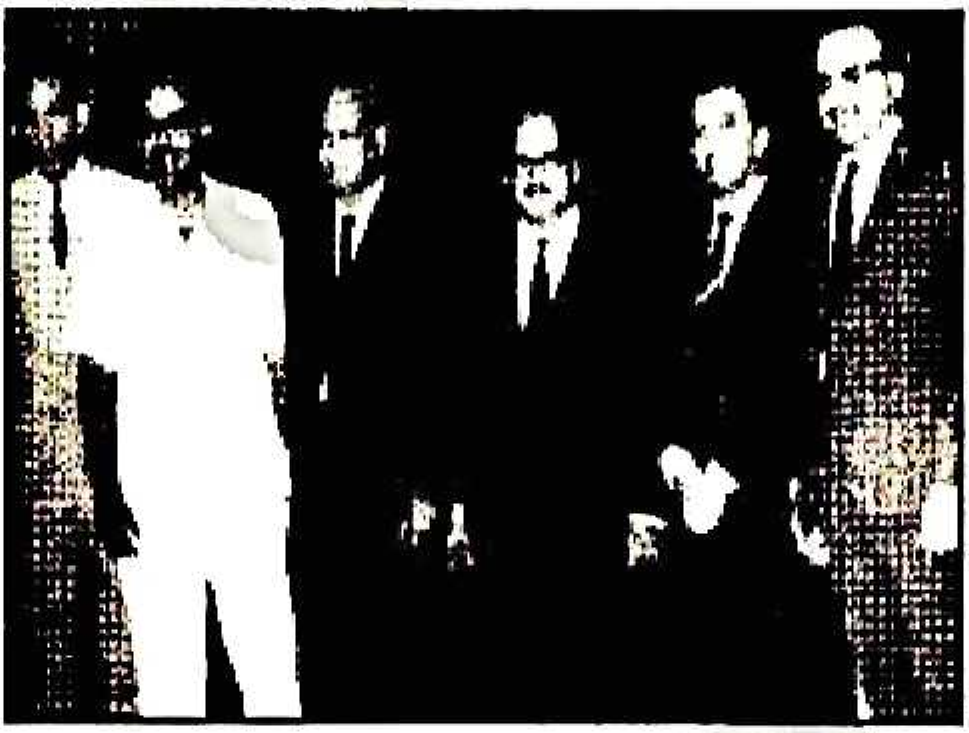

مطالعے کی رفتار حیرت انگیز تھی۔ پوچھنے پر بتایا کہ انگریزی میں لکھے کتابی سائز کے دو سو صفحے ایک گھنٹے میں پڑھ لیتا ہوں۔ عدالت سے جلد فراغت کی صورت میں عموماً کسی کتب فروش کے ہاں پہنچتے اور دنیا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کے ہر مضمون پر نئی اور تازہ کتابیں ڈھونڈ کر آرڈر کرتے۔ کراچی کے علاوہ حیدرآباد، سکھر، لاہور، اسلام آباد اور کئی شہروں کے کتب فروش خالد اسحٰق سے واقف تھے۔ وہ خود ہی نئی کتابیں ان کے گھر بھیج دیتے۔ تمام کتابوں کا اندراج رجسٹر میں ہوتا۔ وہ سرسری طور پر دیکھنے کے بعد کتابوں کی خریداری کا فیصلہ کرتے۔ اس معاملے میں بے حد لبرل تھے اور چاہتے کہ دنیا کی ہر ادبی کتاب جو انگریزی میں لکھی گئی ہو، ان کی لائبریری کا حصہ بنے۔

عدالت کے کام سے فراغت کے بعد گھر آتے اور دوپہر کھانے کے بعد قیلولہ کرتے۔ کبھی عدالت میں دیر ہو جاتی تب بھی سہ پہر چار بجے اپنے گھر آ جاتے۔ وہ وقت نئی کتابوں کی چھان بین اور کتب فروشوں کو ادائی کا ہوتا۔ تقریباً ساڑھے چار بجے کراچی جمخانہ چل دیتے اور باقاعدگی کے ساتھ ٹینس کھیلتے۔ ساتھی احسن ظہیر رضوی نے ایک مرتبہ مشورہ دیا ”آپ اسکواش کیوں نہیں کھیلتے؟“

جواب میں فرمایا ”بھئی کھیل وہ کھیلو کہ شارٹ مار کر خود ہی دوڑنا نہ پڑے۔“

ٹینس سے فارغ ہو کر چیمبرز میں تقریباً رات نو بجے تک موکلوں سے ملاقات کرتے۔ نو بجے کھانا اور پھر خبریں سننا ان کا معمول تھا۔ اس کے فوراً بعد لائبریری میں اگلے دن کے مقدمات کی تیاری شروع کرتے۔ عام طور پر رات کو ایک بجے تک معاونین کے ساتھ مصروف رہتے۔ اس دوران گراموفون بھی ہلکی سی آواز بجاتا رہتا۔

ایک بار ایک ریٹائرڈ جج رات ڈھائی بجے تک خالد اسحٰق کے ساتھ کام میں مصروف رہے۔ ان کی بیگم کا فون آیا اور پوچھا کہ کیا ہو رہا ہے؟ بتایا کہ مقدمے کی تیاری جا رہی ہے۔ اگلے دن وہ خاتون خالد اسحٰق کے گھر تشریف لائیں اور ٹیلی فون پر سنائی دینے والا گانا سننے کی فرمائش کی۔ خالد اسحٰق مسکرائے اور مادام نور جہاں کا لانگ پلے ریکارڈ گراموفون پر بجنے لگا دیا۔ جب وہ بیگم صاحبہ مطمئن ہوئیں تو وہ ریکارڈ کاغذ میں لپیٹ کر خالد صاحب نے انھیں تحفتاً پیش کر دیا۔

کام کی زکوٰۃ

سخت اوقات کار کی وجہ سے خالد اسحٰق کے کئی معاونین شادی ہوتے ہی اجازت لے کر علیحدہ ہو جاتے۔ سندھ ہائی کورٹ کے ایک موجودہ جج کی شادی اسی سبب خاصی تلخیوں کا شکار ہو کر ٹوٹتے ٹوٹتے بچی۔ آخر انھیں دفتر سے الگ ہونا پڑا۔ ایک اور معاون وکیل، ممتاز احمد شیخ کو شادی کے وقت مشورہ دیا ”بھئی شادی کے فوری بعد کے دنوں میں ذرا دیر سے گھر جاؤ۔ تاکہ کچھ دن بعد نارمل وقت پر گھر جاؤ گے تو بیگم صاحبہ خوش ہوں گی کہ ان کی وجہ سے جلد گھر آنا شروع کر دیا۔“ ممتاز صاحب نے اس بات پر عمل کیا اور الحمدللہ خوش وخرم ہیں۔

مرحوم خالد اسحٰق کی غریبوں سے ہمدردی بے حد مثالی تھی۔ کئی خاندانوں کی کفالت اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔ اس کے علاوہ کئی وکلا کی باقاعدگی سے خبرگیری کرتے۔ کبھی کوئی مقدمہ، کبھی اپنے ساتھ معاونت کے لیے رکھ لیتے یا خاموشی سے ان کی ضرورت پوری کرتے۔ مدد کے لیے ہمیشہ بہانہ تلاش کرتے۔ کسی کا علاج، کسی کے بچے کی تعلیم، گھر کی مرمت، شادی یا غم، غرض اگر معلوم ہو جاتا تو کبھی

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

مدد میں دیر نہ کرتے۔ دوستوں اور ضرورت مندوں کے مقدمے فیس لیے بغیر لڑتے۔ ہمیں کہتے ''بھئی یہ کام کی زکوٰۃ ہے۔''

اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود گھر کے افراد کو مکمل وقت اور توجہ دیتے۔ مقدمات کے روزمرہ بوجھ کے باوجود اگر اہل خانہ نے سینما جا کر فلم دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تو ان کا ساتھ دیتے۔ بیگم خورشید الحق سے تعلق کا یہ حال تھا کہ ۱۴ اگست ۱۹۹۷ء کو فالج کرنے کے بعد وکالت سے مکمل طور پر علیحدہ ہو گئے۔ صحت بھی کافی بگڑ گئی۔ لیکن اگلے سال جونہی خورشید الحق کی بیماری (کینسر) کا پتا چلا، اپنی تمام تکالیف بھول کر بیگم صاحبہ کے علاج اور دیکھ بھال میں لگ گئے۔

ان کی زندگی کامیاب گزری۔ بڑی سادہ زندگی گزارنے کی کوشش کرتے۔ ملک کے بڑے قانون دان تھے۔ مالی وسائل انھیں بھرپور انداز میں حاصل تھے۔ یہ صورت حال عموماً ''ہوس زر'' پیدا کر دیتی ہے لیکن خالد الحق صاحب نے ارادتاً اپنے آپ کو اس کیفیت کے غلبے سے محفوظ رکھا۔

انھوں نے جو کچھ کمایا، اس میں جس کا بھی جو حق تھا، اسے پوری دل جمعی سے ادا کیا۔ حکومت کے واجبات پائی پائی ادا کیے۔ ضرورت مندوں اور رشتے داروں کو ان کے حق دیے۔ وہ حسن سلوک اس طرح کرتے کہ کسی کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو۔

درویش صفت انسان

مرحوم نے اپنی پیشہ ورانہ زندگی میں بھی ایسے مقدمے لیے جن کے بارے میں یہ علم تھا کہ کامیابی کی صورت میں فریق مخالف پر ناروا ظلم نہیں ہوگا۔ یہ زندگی کا ایسا میدان ہے جس میں جذبات، مفادات، خواہشات اور تعصبات کی خاردار جھاڑیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ انھوں نے اپنی سی کوشش کی کہ ان کا دامن ان کانٹوں میں نہ الجھے اور اللہ نے ان کی کوشش کامیابی سے ہمکنار فرمائی۔ وہ ''حق'' کی حمایت پر آمادہ رہتے، ناحق کی حمایت سے ہمیشہ گریز کرتے تھے۔

ایک بار جب میں خالد الحق صاحب سے ملنے گیا، تو میری بارہ سالہ بیٹی بھی ساتھ تھی۔ اسے جب کمرے میں ہر طرف کتابیں نظر آئیں تو اس نے خالد الحق سے سوال کیا کہ انکل آپ سوتے کہاں ہیں؟ آپ کے یہاں تو کوئی بیڈروم نہیں، سب ریڈنگ روم ہیں۔

انھوں نے مسکرا کر جواب دیا ''یہی ریڈنگ روم ہی میری زندگی ہیں۔ یہ کتابیں ہی میری ساتھی ہیں۔ جب تک میں روزانہ کوئی کتاب نہ دیکھ لوں، مجھے نیند نہیں آتی۔ تم بھی مطالعے کا شوق پیدا کرو۔ یوں تمھارا مشاہدہ تیز ہوگا اور تم اول نمبر سے کامیاب ہوا کرو گی۔''

وہ پیشے کے لحاظ سے تو وکیل تھے اور محض نام کے نہیں، انھوں نے قانون کا مطالعہ بہ نظر غائر کیا تھا۔ قانون پر کڑی گرفت کے بعد انھوں نے تاریخ اقوام عالم، قرآن، تفسیر، فقہ، علم الکلام، منطق، ہیئت، جغرافیہ، علم البشریات، فن تعمیر، فن سنگ تراشی، فنون لطیفہ، فکشن، اقتصادیات، سائنس اور پامسٹری پر ان گنت کتب پڑھ ڈالیں۔ دراصل وہ علم کے پیاسے تھے۔ یہی پیاس انھیں علم کی طرف متوجہ کیے رکھتی۔ پروفیسر حسنین کاظمی اس ضمن میں رقمطراز ہیں:

''خالد الحق کو اللہ کے کرم سے علم کی نہ بجھنے والی پیاس بھی ملی تھی۔ یہ ایسی پیاس ہے جسے جتنا سیراب کیا جائے، اتنی ہی بڑھتی چلی جاتی ہے۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

وہ ایک درویش صفت انسان تھے۔ فقر و غنا طبیعت کا خاصہ تھا۔ قانون کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے پاکستان کے ایڈووکیٹ جنرل کے عہدے تک پہنچے۔ صدر ایوب خاں نے ۱۹۵۸ء میں مارشل لا لگا کر عنانِ اقتدار اپنے ہاتھ میں لی۔ پھر ملک کے نمایاں قانون دانوں کی ایک فہرست تیار کرائی تاکہ ان سے استفادہ کر کے ملک بہتر طور پر چلایا جا سکے۔ اس فہرست میں خالد اسحٰق سرفہرست تھے۔ صدر ایوب خان نے انھیں پاکستان کا ایڈووکیٹ جنرل مقرر کر دیا۔ وہ انھیں ملک و قوم کے مفاد میں ہمیشہ مفید مشورے دیتے رہے۔ تاہم جب ایوب خان نے جماعت اسلامی پر پابندی لگائی تو وہ استعفیٰ دے کر گھر چلے آئے۔

وہ فطرتاً ظالم کے ساتھ نہیں چل سکتے تھے۔ مقدموں کے ضمن میں بہت دفعہ اعلیٰ عدالتوں میں حاضر ہوئے۔ وہ مقدمہ صرف اس بنیاد پر لیتے کہ حق دار کو اس کا حق مل جائے اور ظالم اپنے ظلم سے رک جائے۔ وہ کسی پر زیادتی کے روادار نہ تھے۔ ان کے نزدیک وکالت کا مقصد ظالم کو ظلم سے روکنا تھا، شکست سے دوچار کرنا نہیں۔

ایک بار جماعت اسلامی کے سرکردہ افراد نے خالد اسحٰق سے رابطہ کر کے اپنا مقدمہ لڑنے کے لیے راضی کیا۔ انھوں نے بطور زیرک وکیل جس طرح جماعت اسلامی کا مقدمہ لڑا اور کامیابی حاصل کی، وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ مولانا مودودیؒ کو پھانسی کی سزا ہوئی تو ان کے وکلا کو مشورے بھی خالد اسحٰق نے ہی دیے تھے۔

غلام اسحاق خاں نے نواز شریف کی پہلی حکومت برطرف کی تو مسلم لیگ نے خالد اسحٰق سے رابطہ کر کے انھیں اپنا مقدمہ لڑنے کے لیے تیار کیا۔ انھوں نے نواز شریف کا کیس نہ صرف اپنے ہاتھ میں لیا، بلکہ حکومت کو بحال بھی کرا دیا۔

اربابِ اقتدار نے انھیں حکومت میں لانے کی خاطر ہزار طرح کے جتن کیے۔ ایک دفعہ عدالت عالیہ اور تین بار عدالت عظمیٰ میں جج بنانے کی پیش کش بھی ہوئی مگر وہ کسی طرح حکومت کے ایوانوں میں جانے کو تیار نہ ہوئے۔ وہ جانتے تھے کہ حکومت کے مقررہ مشاہرے میں غریبوں کی مدد نہ کر سکیں گے۔ وہ غریبوں اور مستحق افراد کی چوری چھپے بھی امداد کیا کرتے تھے۔ ان کی وفات سے لوگ ان کی مہربانیوں سے محروم ہو گئے۔ آپ نے فروری ۲۰۰۳ء کو دنیا سے منہ موڑ لیا۔

قائداعظم کے بھائی بہن

محمد علی جناح اپنے سات بہن بھائیوں میں سے سب سے بڑے تھے۔ ان سے چھوٹی بہن تھیں رحمت جو ۱۸۷۸ء میں پیدا ہوئیں۔ پھر بھائی بندعلی (پیدائش ۱۸۸۰ء)' اُن کی پیٹھ پر ایک اور بہن مریم بی (پیدائش ۱۸۸۲ء) مریم کے بعد پھر ایک بھائی احمد علی (پیدائش ۱۸۸۶ء)۔ احمد علی کے بعد دو بہنیں شیریں (پیدائش ۱۸۸۸ء) اور فاطمہ (پیدائش ۱۸۹۲ء)۔ فاطمہ سے چھوٹا ایک بھائی اور تھا جو پیدا ہونے کے بعد عقیقے سے پہلے اللہ کو پیارا ہو گیا۔ اس کا نام نہیں رکھا گیا' صرف ''بچو'' کے عرف سے اسے پکارا گیا تھا۔

(پروفیسر سعید راشد)

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

معصوم بچیوں کی لاشوں سے پٹے

براس کے تین کنوئیں

شہدائے تحریک آزادی کی لازوال قربانیوں کے امین بے جان بھارتی گواہ

عطاالحق قاسمی

دلخراش یادیں

یہ ۱۹۷۷ء کی بات ہے۔ سرہند شریف میں حضرت مجدد الف ثانی کے عرس کی تقریبات اختتام پذیر ہوئیں تو اگلے روز قریباً ایک سو پاکستانی زائرین پر مشتمل وفد سرہند سے قریباً ۲۰ کلومیٹر دور واقع ایک قصبہ براس کی طرف روانہ ہوا جہاں ایک روایت کے مطابق بعض انبیائے کرام مدفون ہیں۔ زائرین کے لیے دو بسیں مخصوص تھیں۔ میری نشست پاکستانی وفد کے قائد مسٹر جسٹس (ر) صدیق چودھری کے ساتھ تھی۔ شہد کی لکڑی سے تیار شدہ عصا اس وقت بھی ان کے ساتھ تھا۔ اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئی تو جسٹس صاحب مرحوم نے خالص دیہاتی لہجے میں گفتگو کا آغاز کیا۔

میرے لیے ان کی یہ گفتگو حقیقتوں کا عرفان تھی۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

جسٹس صاحب قیام پاکستان کے بعد مغویہ خواتین تلاش کرانے میں مدد دینے والے کمیشن کے رکن تھے۔ انھوں نے جان ہتھیلی پر رکھ کر اپنے فرائض انجام دیے۔ انھوں نے بتایا، اس وقت تم سڑک کے دونوں جانب جو ہرے بھرے کھیت دیکھ رہے ہو، ۱۹۴۷ء میں یہاں مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کے سروں کی سرخ فصلیں کاٹی گئی تھیں۔ تم نے عورت کے کئی روپ دیکھے ہوں گے۔ مگر اس کی بے چارگی اور مظلومیت کا رخ شاید اس طرح دیکھانہ ہو جیسا میں نے دیکھا۔ جب مجھے پتا چلتا کہ کسی گاؤں میں مسلمان عورتیں درندوں کے قبضے میں ہیں تو چند سپاہیوں کے ساتھ خون کے پیاسے افراد کے درمیان سے گزر کر ان تک پہنچتا۔ مگر کئی بار یوں ہوا کہ مغویہ ہمیں دیکھ کر ساتھ چلنے کی بجائے اس وحشی کے پہلو میں جا کھڑی ہوتی جس نے اس کے والدین کو قتل کیا اور اسے اٹھا کر اپنے گھر ڈال لیا تھا۔

جب ہم اُسے یقین دلاتے کہ اب وہ مکمل طور پر محفوظ ہے اور اسے غنڈے سے ڈرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں تو وہ ہمارے ساتھ چلنے پر رضا مند ہوتی۔ پھر مغویہ عورتوں کے کیمپ میں پہنچ کر وہ اپنے بچے کھچے کسی عزیز کے گلے لگ کر ہچکیاں لے لے کر روتی۔ جسٹس صاحب نے بتایا: ''میری آنکھوں نے وہ خوں آشام مناظر دیکھے ہیں کہ ایک وقت میں انسانیت سے میرا اعتماد اٹھ گیا۔ اپنے فرائض کی انجام دہی کے دوران میری ملاقات ان بچیوں سے بھی ہوئی جو پورے گاؤں کی ملکیت تھیں۔ اس وقت ہم جس علاقے سے گزر رہے ہیں یہاں مسلمان عورتوں کے برہنہ جلوس نکلے تھے۔

''مگر میں تمھیں ایک واقعہ ضرور سناؤں گا۔''

جسٹس صاحب نے کہا ''ایک بار مجھے اطلاع ملی کہ کسی سیدزادی کو ایک بھنگی نے اپنے گھر ڈالا ہوا ہے۔ میں سپاہیوں کے ساتھ اس گاؤں پہنچا اور دروازہ توڑ کر گھر میں داخل ہوا۔ دیکھا صحن میں ایک بچی کھانا کھا رہی تھی اور ایک طرف جائے نماز بچھی تھی! اتنے میں دوسرے کمرے سے ادھیڑ عمر کا کالا بھجنگ شخص نکلا اور ہمارے سامنے کھڑا ہو گیا۔ یہ وہی بھنگی تھا۔

اسے دیکھ کر میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ میں نے آگے بڑھ کر ایک زوردار مکا اس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ منہ سے خون جاری ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد اٹھا اور قمیص کے دامن سے منہ پونچھتے ہوئے کھانا پکاتی لڑکی کی طرف اشارہ کر کے نحیف آواز میں پوچھا: ''تم اسے لینے آئے ہو؟''

پھر جواب کا انتظار کیے بغیر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آیا تو ہاتھ میں ایک پوٹلی تھی۔ وہ سیدھا لڑکی کی طرف گیا اور کہا: ''بیٹی! میرے پاس تمھیں الوداع کہنے کے لیے کچھ بھی نہیں۔ اس پوٹلی میں بس ایک دوپٹہ ہے۔'' پھر دوپٹہ لڑکی کے سر پر اوڑھاتے ہوئے اس کی آنکھیں چھلک پڑیں۔ وہ دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

بس تیزی سے منزل کی طرف بڑھ رہی تھی۔ براس قصبہ ایک ٹیلے پر واقع ہے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو مٹی کے بنے گھروں سے اچانک بے شمار بچے نکلے اور ہماری بس کے گرد جمع ہو گئے۔ اس گاؤں میں زیادہ تعداد سکھوں کی تھی۔ چناں چہ ننھے ننھے بچوں نے

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

سروں پر چونڈے کیے ہوئے تھے۔ زائرین بسوں سے اترے اور قدرے بلندی پر واقع اس چار دیواری میں داخل ہو گئے جہاں ایک روایت کے مطابق بعض انبیائے کرام مدفون تھے۔ وہاں کئی کئی گز لمبی دو تین قبریں مبینہ طور پر ان انبیا کی تھیں۔ زائرین نے قرآن مجید کی تلاوت کی اور دعا مانگی۔

دعا سے فراغت کے بعد بسوں کی طرف واپس جانے کے لیے ڈھلان سے اترتے ہوئے اچانک ایک دبلا پتلا ہندو قائد جسٹس صدیق چودھری کے پاس آیا، ان کے کان میں سرگوشیاں کیں اور پھر زائرین کے آگے آگے چلنے لگا۔ جسٹس صاحب نے ہمیں بتایا، یہ ہندو انھیں بتا گیا ہے کہ سکھوں نے اس گاؤں میں وسیع پیمانے پر مسلمانوں کا خون بہایا تھا۔ سیکڑوں مسلمان عورتوں کی عصمت دری کی تھی، بے شمار مسلمان عورتوں کو اپنے گھر قید کر لیا تھا۔ وہ آج بھی انھی گھروں میں بند ان کے بچوں کی مائیں ہیں۔ نیز یہ کہ سیکڑوں مسلمان لڑکیوں نے اپنی عزت بچانے کے لیے کنوؤں میں چھلانگیں لگا دی تھیں۔ یہ کنوئیں ان کی لاشوں سے پٹ گئے تھے۔ ان میں سے تین کنوئیں اس کے علم میں ہیں اور وہ ان کی نشاندہی کرنا چاہتا ہے۔ یہ خبر آگ کی طرح زائرین میں پھیل گئی۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے اس شخص کے پیچھے چلنے لگے۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک ہموار جگہ رک گیا جہاں خود رو پھول لہلہا رہے تھے۔ انہی پھولوں کے نیچے وہ دو کنوئیں تھے جو مسلمان لڑکیوں کی لاشوں سے بھر گئے تھے۔ اب انھیں بند کیا جا چکا تھا۔ وہاں بھی فاتحہ خوانی کی گئی۔ تیسرا کنواں بہت سارے گھروں کے درمیان واقع اور اپنی حقیقی شکل میں موجود تھا۔ لیکن لاشوں کے پٹ جانے کی وجہ سے اس کا پانی پینے کے قابل نہیں رہا تھا، لہٰذا اب اس میں کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا تھا۔

وہاں تک پہنچتے پہنچتے ضبط کے سبھی بندھن ٹوٹ گئے۔ غم کی شدت سے زائرین کے کلیجے شق تھے اور آنکھیں ساون کی طرح برس رہی تھیں۔ خود مجھے یوں لگا، میں ۱۹۷۷ء کی بجائے ۱۹۴۷ء میں سانس لے رہا ہوں۔ میں نے چشم تصور میں دیکھا کہ جوان مردوں اور بوڑھی عورتوں کی لاشوں سے یہ میدان اٹا پڑا ہے۔ وحشی درندے شراب کے نشے میں دھت بھیانک قہقہے لگاتے بچیوں کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ وہ اپنے والدین اور عزیز و اقربا کی لاشیں پھلانگتی کنوئیں کے پاس آتی اور ایک ایک کر کے اس میں چھلانگ لگا دیتی ہیں۔ کنواں لاشوں سے بھر گیا اس کا پانی کناروں سے بہنے لگا۔ پھر یہ بہتا پانی فریاد کے لیے اس چار دیواری کے نیچے جمع ہو گیا جہاں انبیا کے مزار ہیں۔

وفد میں شامل ایک درویش بزرگ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور پھر جوں جوں ان کی ہچکیوں بھری آواز بلند ہوئی زائرین کی آہ و بکا میں شدت آتی گئی۔ روتے روتے گلے رندھ گئے۔ بھائی تیس برس بعد اپنی بہنوں کی خبر لینے آئے تھے اور پل بھر کے بعد انھوں نے پھر جدا ہو جانا تھا۔ کئی ہندو اور سکھ عورتیں بھی ذرا فاصلے پر کھڑے ہو کر دلخراش منظر دیکھ رہی تھیں۔ انھوں نے بہتے آنسو خشک کرنے کے لیے اپنے پلو آنکھوں پر رکھ لیے۔ ایک عورت کو دیکھا کہ اس کے چہرے پر شدید کرب تھا۔ وہ ایک ایک زائر کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

اس نے بے اختیار چیخ ماری اور پھر بھاگ کر نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ مجھے لگا، یہ عورت ان عورتوں میں سے ایک ہے جن کے پیٹ پھولے ہوئے ہیں اور آنکھیں تارے لگی ہیں۔

دعا سے فراغت کے بعد سندھ یونیورسٹی کے ایک نوجوان نے مجھ سے کہا: "یہاں آنے سے پہلے میں اکھنڈ بھارت کا قائل تھا۔ میری گزارش ہے، آپ واپس جائیں تو یہ تجویز پیش کریں کہ جو پاکستانی اپنے دلوں میں پاکستان کے حوالے سے شکوک و شبہات رکھتے ہیں، انھیں یہاں لا کر یہ کنوئیں دکھائے جائیں۔ یہ خونچکاں منظر نئی نسل کے ان افراد کو خصوصاً دکھایا جائے جو یہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان تاریخی عوامل کے بغیر قائم ہوا۔

۱۹۴۷ء کے بعد جنم لینے والی نسل کے افراد یہ کنوئیں دیکھ کر جان جائیں گے کہ برصغیر کے مسلمانوں نے اپنے دارالامان، پاکستان کی خاطر کتنی قربانیاں دی تھیں۔ وہ یہ بھی جان جائیں گے کہ اگر اس ملک پر آنچ آئی تو تلواریں ایک بار پھر ہوا میں لہرائیں گی اور بہنوں کی چیخ پکار اندھے کنوؤں میں دم توڑ دے گی۔"

اس نوجوان نے مزید کہا: "یہ کنوئیں ان بدنیت دانشوروں کو بھی دکھائیں جو پاکستانی قوم کے لیے انھیں دوبارہ کھودنا چاہتے ہیں۔"

واپسی پر ہندو اور سکھ بچے ایک بار پھر ہماری بسوں کے گرد جمع ہوگئے۔ وہ معصوم نگاہوں سے ہمارے مغموم چہرے دیکھ رہے تھے۔ میں نے ایک پیارے سے بچے کو گود میں اٹھایا اور اس کے گالوں پر بوسہ دیتے ہوئے بزبان حال کہا: "بیٹے! تم تو معصوم ہو، یہ کنوئیں بھی معصوموں کی لاشوں سے پٹے ہوئے ہیں۔ اگر تاریک طوفانی راتوں میں تم ان کنوؤں سے چیخیں سنو تو ان پر کان ضرور دھرنا۔ ہم یہ امانتیں تمھارے بڑوں کے بجائے تمھیں سپرد کر رہے ہیں کہ بچے اس دنیا میں خدا کے سفیر ہوتے ہیں۔"

◆◆◆

قومی کردار کی ضرورت

قائداعظمؒ اسلامیہ کالج لاہور کے غیور طلبہ کی خدمات کی بہت قدر کرتے اور ان پر بہت مہربان تھے۔ ایک بار طلبہ کی ایک محفل میں جس میں حکیم آفتاب احمد قرشی بھی موجود تھے، قائداعظم مسلمانوں کے عروج و زوال پر تبصرہ کر رہے تھے۔ کسی طالب علم نے پوچھ لیا: "آخر ہم میں سب سے بڑی کمی کیا ہے؟

قائداعظم: ہندی مسلمانوں میں قومی کردار کی کمی ہے۔ نوجوانوں کو اپنی سیرت کی تعمیر کرنی چاہیے اور قومی کردار پیدا کرنا چاہیے۔

یہ سن کر آفتاب قرشی نے کچھ کہا تو نہیں لیکن چہرے سے قائداعظم نے ان کے جذبات پڑھ لیے اور کہا:

"تم نوجوان اور مخلص ہو، اس لیے ہر شخص کو اپنے جیسا سمجھتے ہو۔ میں نے دنیا دیکھی ہے۔ زمانے کے انقلابات سے گزرا ہوں۔ مجھے مسلمان قوم کا خوب علم ہے۔ اب حالت پہلے سے بہتر ہوگئی ہے۔ مسلمان بیدار ہو رہے ہیں۔ مگر اب بھی مسلم قوم میں ایسے افراد موجود ہیں جو ذاتی مفاد کو ملی مفاد پر ترجیح دیتے ہیں۔

مسلمان قوم کی سب سے بڑی ضرورت قومی کردار ہے۔

(پروفیسر سعید راشد ملیک)

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

بھارتی مسلمان اچھوت بن گئے

سید عاصم محمود

بھارت میں ہندوؤں نے مسلمانوں کو معاشرے سے کاٹ کر رکھ دیا ہے..... دل دہلا دینے والے حقائق

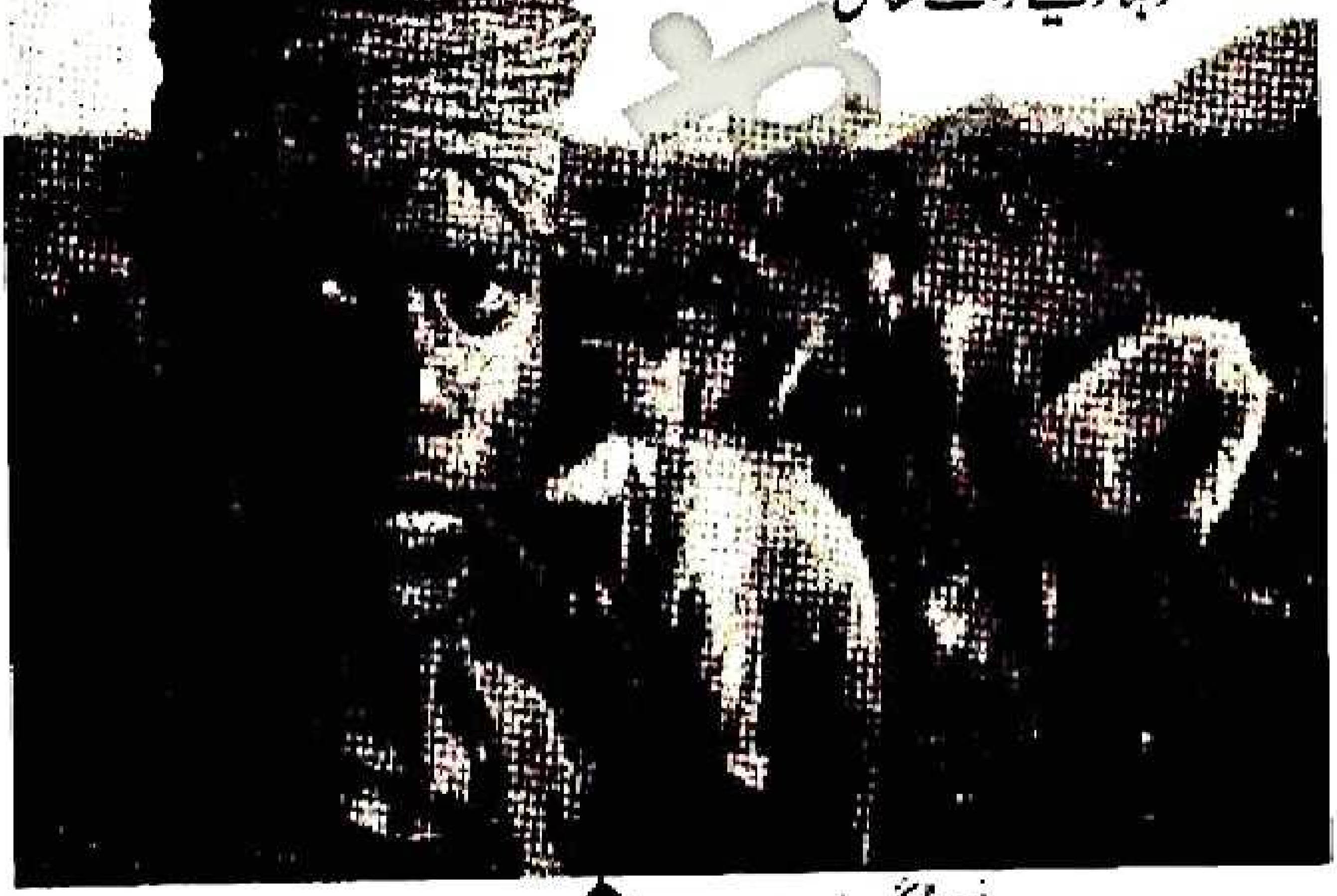

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

علی حسین بھارتی ریاست گجرات کے شہر، احمد آباد میں مقیم کھاتے پیتے مسلمان تاجر ہیں۔ ان کے پاس کار ہے۔ وہ آسانی پوش علاقے میں رہنے کا خرچ اُٹھا سکتے ہیں۔ مگر علی مجبور ہیں کہ وہ جوہاپورہ میں رہائش رکھیں۔

جوہاپورہ ایشیا میں مسلمانوں کا سب سے بڑا گھیٹو (Ghetto) ہے۔ اس اصطلاح سے مراد وہ علاقہ ہے جہاں ایک مذہبی فرقے کے لوگ معاشرے سے کٹ کر زندگی گزارتے ہیں۔ اس مسلم علاقے میں چار لاکھ سے زائد مسلمان آباد ہیں۔

علی حسین کی مجبوری یہ ہے کہ احمد آباد کے پوش ہندو علاقوں میں کوئی انھیں گھر فروخت نہیں کرتا۔ نہ ہی کوئی مکان کرائے پر دستیاب ہوتا ہے۔ یہ تلخ صورت حال صرف علی حسین کو درپیش نہیں، احمد آباد بلکہ بیشتر بھارتی شہروں میں مسلمان اچھوت کی حیثیت حاصل کر چکے۔

بھارت میں آج قدم قدم پر مسلمانوں کے ساتھ اچھوتوں جیسا سلوک ہوتا ہے۔ وہ دوسروں کی نسبت کم تنخواہیں لینے پر مجبور ہیں۔ اکثر ہندو ان سے توہین آمیز سلوک کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بھارتی مسلمانوں کی حالتِ زار پاکستانیوں کے لیے چشم کشا ہے۔

ذرا سوچیے، اگر پاکستان نہ بنتا، تو عین ممکن تھا آج لاہور، کراچی اور وطن عزیز کے دیگر بڑے شہروں میں صنعت و تجارت پر ہندو ہی چھائے ہوتے۔ یقیناً مغربی پنجاب، بلوچستان، خیبرپختون خواہ اور سندھ میں مسلم آبادی زیادہ ہوتی، مگر ہو سکتا ہے اکثریت بھارتی مسلمانوں کے مانند غریب، لاچار اور تنگ دست ہوتی۔ بڑے مسلم زمین داروں اور وڈیروں کو چھوڑ کر بیشتر مسلمان چھوٹی موٹی ملازمتوں کے سہارے لشتم پشتم زندگیاں گزار رہے ہوتے۔

بھارتی مسلمانوں کی بے چارگی، تکالیف اور مسائل دیکھ کر حضرت قائداعظم اور دیگر قائدین تحریک آزادی کی بصیرت کو داد دینی پڑتی ہے۔ یہ پاکستان ہی ہے جس نے کروڑوں مسلمانوں کو غربت و بے چارگی کی زندگی سے نجات دلائی اور وہ خوشحال و آسائشات سے بھرپور زندگیاں گزارنے کے قابل ہو گئے۔ چناں چہ آزاد وطن کی برکت سے پاکستانیوں کو جو نعمتیں ملیں، کوئی ان کا انکار کرے، تو یہ ناشکری کی بدترین مثال ہو گی۔

☆☆

بھارت کی آبادی ایک ارب تیئس کروڑ ہے۔ ان میں قریباً ۹۵ کروڑ ہندو ہیں۔ مسلمانوں کی تعداد قریباً اٹھارہ کروڑ (۱۷ اعشاریہ ۱۳ فیصد) ہے۔ بقیہ اقلیتوں میں عیسائی (۲ اعشاریہ ۳ فیصد) اور سکھ (۱ اعشاریہ ۷ فیصد) شامل ہیں۔

پانچ کروڑ بھارتی مسلمان شہروں میں بستے ہیں اور باقی دیہات میں، مگر ان کا معیارِ زندگی ایک جیسا ہے..... ۹ اعشاریہ ۹۶ فیصد بھارتی مسلمان غریب گنے جاتے ہیں۔ ان کی روزانہ آمدن ۱۰۰ تا ۵۰۰ روپے کے درمیان ہے۔ بھارت میں جتنے بھی بوجھ ڈھونے والے (پانڈی) اور دیگر سخت اور گندے کام ہیں، وہ عموماً مسلمان یا دلت ہی انجام دیتے ہیں۔

دیہات میں مقیم مسلمان کھیتوں یا نزدیکی کارخانوں میں بحیثیت مزدور ملازم ہیں۔ شہروں

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

کے مسلمان ڈرائیور' باورچی' پھیری والے' چھوٹے دکاندار' قصاب وغیرہ کا پیشہ اپنائے ہوئے ہیں۔ بہت کم مسلمان صاحب جائیداد، خوشحال اور معاشرے میں بلند مقام کے حامل ہیں۔

کیرالہ' وادی کشمیر' حیدر آباد دکن شہر اور نئی دہلی کے علاوہ بیشتر بھارتی ریاستوں میں حقیقتاً مسلمانوں کی حالت دلتوں سے بھی بدتر ہے۔ اکثریت ان کا استحصال کرتی ہے' تو حکومت بھی ان کا مداوا نہیں کرتی۔ اسی لیے غربت مٹاؤ قسم کی سرکاری اسکیموں سے بھی مسلمانوں کو خاص فائدہ نہیں پہنچتا۔

بھارتی مسلمانوں کے زوال اور پسماندگی کی ایک بڑی وجہ ان کا ناخواندہ رہنا ہے۔ اول ان کی آبادیوں میں اسکول نہ ہونے کے برابر ہیں۔ دوم بیشتر مسلمان خود بھی دلچسپی نہیں لیتے کہ اپنے بچوں کو تعلیم سے آراستہ کریں۔ اسی لیے مسلمانوں کی بیشتر تعداد الف بے پے لکھ پڑھ لینے ہی کو کافی سمجھتی ہے۔

ناخواندہ ہونے کے باعث ہی خصوصاً سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے۔ ۲۰۱۰ء کی ایک تحقیقی رپورٹ کی رو سے انڈین سول سروس میں صرف ۲۷ اعشاریہ ۲ فیصد ملازم مسلمان تھے۔ اسی طرح انڈین پولیس سروس میں صرف ۶۵ اعشاریہ ۳ فیصد ملازمین مسلمان نکلے۔ مزید برآں سرکاری محکموں میں عموماً ایسے ہی مسلمان بھرتی کیے جاتے ہیں جو بذریعہ برین واشنگ سیکولر حتیٰ کہ لادین بن چکے ہوں۔

۱۹۴۷ء سے بھارت میں کانگریسی' لیفٹسٹ اور قوم پرست ہندو حکومتیں آ چکیں' مگر مسلمانوں کے حالات نہ بدلے بلکہ مزید خراب ہو گئے۔ اب آر ایس ایس کے پرچارک' نریندر مودی سے بھی بھارتی مسلمانوں کو بہتری کی کچھ اُمید نہیں۔

تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ جب تک بھارتی مسلمان اپنی حالت بدلنے پر خود توجہ نہیں دیتے' وہ پستی و زوال ہی کا شکار رہیں گے۔ ۱۹۴۷ء میں بھارت آزاد ہوا' تو پورے ملک میں مسلمانوں کی وقف جائیدادیں چھ لاکھ ایکڑ رقبے پر پھیلی ہوئی تھیں۔ بدقسمتی سے مسلمان ان کی حفاظت نہیں کر سکے اور وہ تجاوزات و بدانتظامی کی نذر ہو کر ہاتھوں سے نکل گئیں۔

بھارتی مسلم دانشوروں کا کہنا ہے کہ اگر آج یہ اوقاف مسلمانوں کی دسترس میں ہوتے' تو ان سے صدقہ و خیرات اور زکوٰۃ کی مد میں اربوں روپے آمدن ہوتی۔ اس بھاری رقم کو مسلم کمیونٹی پر خرچ کر کے اس کی حالت سدھارنا ممکن تھا۔ اور یوں فنڈز کے لیے باہر سے مدد نہ لینا پڑتی۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ ۲۰۲۵ء تک بھارت میں بیس تا بائیس کروڑ کے لگ بھگ مسلمان آباد ہوں گے۔ گویا کرۂ ارض پر یہ انڈونیشیا اور پاکستان کے بعد تیسری بڑی مسلم آبادی ہو گی۔ مگر افسوس کہ بیشتر بھارتی مسلمان مجبور و مقہور قوم کے مانند زندگی گزار رہے ہوں گے۔ ہندو اکثریت کا جن انھیں اپنے ظالم پنجوں میں دبوچ چکا ہے۔

اور اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ پاکستان نہ بننے کی صورت موجودہ پاکستانی صوبوں میں بسے بیشتر مسلمان ویسی ہی آزادی و خودمختاری سے خوشحال زندگی بسر کر رہے ہوتے جو آج انھیں حاصل ہے؟

◆◆◆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

آخری شعبدہ

ایک انوکھے فنکار کی حیرت ناک داستان،
اس کے آخری تماشے نے سبھی ناظرین کو
گنگ کردیا

ڈاکٹر سلیم اختر

جب اس نے چاقو نکالا تو وہ بالکل پرسکون تھا صرف اس کی پُرعزم آنکھوں میں مقصد کی چمک دیکھی جاسکتی تھی۔ اندھر خوب صورت لڑکی بھی خوفزدہ ہوئے یا گھبرائے بغیر ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی بلکہ ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور آنکھیں چاقو کی دھار پر مرکوز! وہ پلکیں جھپکائے بغیر اپنی جانب بڑھتے چاقو کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی سانس رُکی ہوئی تھی! وہ خوف سے پتھر ہو چکی تھی یا پھر وہ قطعی طور پر بے پروا تھی..... کچھ کہا نہیں جاسکتا۔

اور پھر وہ چاقو اس کے پیٹ میں گھونپ دیتا ہے۔ خون کا فوارہ اُبلتا ہے اور وہ کراہے بغیر گر جاتی ہے۔ اس نے اُسے ایک لمحے کے لیے ایسے مصور کی نظروں سے دیکھا جو تکمیل کے بعد اپنے شاہکار پر آخری تنقیدی نگاہ ڈالتا ہے۔ اس کے بعد وہ ہاتھ بڑھا کر اسے اُٹھنے میں مدد دیتا ہے۔

تالیوں کی گونج میں دونوں ناظرین کے سامنے جھکتے ہیں تو ان کے چہروں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

بلاشبہ وہ بڑا شعبدہ باز تھا، اتنا عظیم کہ دوسرے شعبدہ باز اس کے فن کی قسم کھاتے تھے۔ شعبدہ بازوں کی دنیا میں ہُڈنی سے بڑا اور کوئی نام نہ تھا۔ مگر اب اس کے بارے میں یہ طے تھا کہ یہ ہُڈنی سے بھی بڑا فن کار ہے۔

اس نے زندگی شعبدہ بازی کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ جہاں دوسرے شعبدہ بازوں کا فن ختم ہوتا' وہیں سے اس کے کارناموں کا آغاز ہو جاتا۔ اسے ہمیشہ خوب سے خوب تر کی جستجو رہتی۔ وہ ایسے شعبدے اتنے مکمل سچے اور فنکارانہ انداز سے پیش کرتا کہ ناظرین دنگ رہ جاتے۔ آنکھیں دیکھ رہی ہوتیں مگر عقل توضیح نہ کر پاتی۔ بلاشبہ وہ شعبدہ کو کرشمہ بنا دیتا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

وہ ڈولی کا ریشمی پردہ اٹھاتا' تو اندر سے سرخ جوڑے میں ملبوس دلہن برآمد ہوتی۔ جھومر' ٹیکا اور نتھ پہنے' مہندی لگے ہاتھوں سے آداب بجالاتی۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ اسے دو قدم ہی چلاتا تو سب کی نگاہوں کے سامنے وہ گلدستہ میں تبدیل ہو جاتی۔ سرخ گلاب کے تازہ کھلے پھولوں کا گلدستہ! وہ اسٹیج سے اتر کر ہال میں آتا اور ناظرین میں پھول تقسیم کرتا جاتا۔ خواتین کے جوڑے میں پھول لگاتا' تو مردوں کے کوٹ میں۔

جب آخری پھول ایک بچی کو دے کر اسٹیج کی طرف مڑتا' تو لوگ کیا دیکھتے کہ مرکزی دروازے سے دلہن اندر داخل ہو رہی ہے۔ اس کے ہاتھ میں وہی سرخ گلاب کا گلدستہ ہے۔ عورتیں گھبرا کر اپنے جوڑوں پر ہاتھ مارتیں مگر وہاں پھول موجود ہوتے۔

الغرض ایسے ایسے شعبدے تھے کہ ناظرین تالیاں بجاتے بجاتے تھک جاتے مگر تشفی نہ ہوتی.....

اس نے زندگی تکمیلِ فن کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ وہ ہر وقت نت نیا اور حیران کن شعبدہ تخلیق کرنے میں لگا رہتا۔ کہانی کار' شاعر یا مصور کے مانند وہ بھی یقیناً تخلیقی فن کار تھا۔ جس طرح کہانی کار اور شاعر الفاظ اور استعاروں کے شعبدے دکھاتے ہیں اور مصور رنگوں کے' بالکل اسی طرح وہ بھی آنکھ کے لیے حیرت کے منظر تخلیق کرتا۔ وہ خود کو ایک فنکار سمجھتا تھا۔

اس نے دیگر شعبدہ بازوں کے مانند نہ تو خود کو جادوگر' میجک ماسٹر یا پروفیسر کہلوانا پسند کیا اور نہ ہی سیاہ واسکٹ پر خریدے ہوئے چاندی کے میڈل سجاتا۔ یہاں بھی اس کی انفرادیت تھی کہ وہ ہر شو کے مخصوص مزاج کے مطابق لباس پہنتا۔ اسٹیج پر اس کی آمد کا انداز جداگانہ ہوتا۔ وہ روایتی طور پر اسٹیج کے بغلی دروازے سے داخل نہ ہوتا بلکہ اس نرالے انداز سے کہ بعض اوقات تو آمد بھی ایک شعبدہ لگتی۔ وہ شو کے دوران ناظرین سے دلچسپ اور شوخ گفتگو کرتا جاتا' ایسی باتیں کہ ناظرین ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو جاتے۔

الغرض! تنوع اس کے فن کی بنیاد تھا۔ خوب سے خوب تر کی جستجو مطمحِ نظر اور شعبدہ کو کرشمہ بنا دینا مقصدِ حیات!

اور پھر ایک دن بڑے بڑے اخبارات میں اشتہار چھپے۔ دیواروں پر بڑے بڑے جہازی پوسٹر لگے اور لاؤڈ اسپیکروں سے گلی گلی میں یہ اعلان کرایا گیا کہ اس مرتبہ وہ ایسا سچا شعبدہ پیش کرے گا کہ حقیقت سے بڑھ کر حقیقی ثابت ہوگا۔ یہ اس کا آخری شعبدہ تھا۔ اس مکمل ترین شعبدے کے بعد وہ شعبدہ بازی ترک کرنا چاہتا تھا۔ اس نے دنیا بھر کے شعبدہ بازوں کو چیلنج دیا کہ کوئی بھی ایسا شعبدہ نہیں دکھا سکتا اور نہ ہی مستقبل میں دکھانے کا سوچ سکے گا۔

اس آخری شعبدہ کی اتنی تشہیر ہوئی کہ تمام شہر میں چرچا ہونے لگا۔ یہ شو مفت تھا' اس لیے آخری شعبدہ دیکھنے تمام شہر اُمنڈ آیا۔ چناں چہ بے حد وسیع پنڈال بھی گویا سکڑ گیا۔ سامعین نے دیکھا کہ آج اسٹیج کا انداز بھی بدلا بدلا سا ہے۔ پہلے تو سیاہ یا گہرے نیلے رنگ کے پردے ہوتے تھے اور بالعموم اسٹیج نیم تاریک ہوتا۔ روشنی کا دائرہ ڈال کر شعبدہ اُجاگر کیا جاتا' مگر اب اسٹیج روشنیوں میں نہا رہا تھا۔

ایک غیر روایتی بات یہ تھی کہ وہ شعبدہ بازوں کے روایتی لباس کے برعکس عام کپڑوں میں ملبوس تھا۔ اسٹیج بھی بالکل خالی تھا' نہ میز نہ اس پر دھری تاش کی گڈی' نہ وہ سیاہ لمبی ٹوپی جس سے وہ کبوتر نکالتا تھا اور نہ وہ بوتل جسے الٹا کر دینے کے باوجود اس سے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

پانی نہ گرتا۔ اس کا وہ نائب بھی غائب تھا جس کے کان سے وہ یکے بعد دیگرے انڈے نکالتا جاتا۔ وہ خوب صورت لڑکی بھی نہ تھی جسے ایک الماری میں بند کر کے وہ نصف درجن تلواریں گھونپ دیتا۔

اسٹیج پر روشنیوں میں وہ تنہا کھڑا تھا۔ اس نے نگاہیں اُٹھائیں تو سر ہی سر دکھائی دیے۔ تب وہ یوں گویا ہوا:

''معزز خواتین و حضرات! میں نے تمام عمر آپ حضرات کا دل بہلانے میں بسر کی ہے۔ میری سعی رہی کہ ہمیشہ نیا سے نیا شعبدہ پیش کیا جائے۔ آپ معزز خواتین و حضرات کی سرپرستی سے میں ہمیشہ کامیاب رہا۔''

تالیوں کے شور میں وہ ایک لمحہ رُکا' سب کی نظریں اس پر جمی تھیں۔ اس نے پھر چند ایسے شعبدوں کا تذکرہ کیا جو ناقابل یقین ہونے کی حد تک حیرت زدہ کر دینے والے تھے۔ سامعین نے تالیاں بجا بجا کر گویا اس کی تائید کی۔ اس نے پھر سامعین کو دیکھا۔ ہر ایک نے یوں محسوس کیا کہ یہ نظر صرف اس کے لیے تھی۔ وہ طویل سانس لے کر بولا:

''اگرچہ مجھے آپ کی توجہ اور سرپرستی حاصل رہی۔ آپ کی مسلسل عنایت ہی میری زندگی کا سرمایہ ہے (پُرشور تالیاں) اور اگر میری کوئی عزت ہے تو وہ اس شعبدہ بازی ہی کی بنا پر ہے (مزید تالیاں) تاہم آہستہ آہستہ اس شعبدہ بازی کی بے معنویت کا احساس بڑھتا گیا۔ جیسے جیسے میرا فن مکمل ہوا مجھ میں اکتاہٹ بڑھتی گئی۔ کرشمہ نما شعبدہ کے بعد اس کے بے کار ہونے کا تلخ احساس بڑھ جاتا۔''

وہ پھر رکا' سامعین سانس روکے یہ گفتگو سن رہے تھے۔ شعبدہ باز جس راز سے پردہ اُٹھا رہا تھا وہ بذات خود ایک شعبدہ معلوم ہوتا تھا۔ اس نے بات جاری رکھی:

''جیسے جیسے فن میں پختگی آتی گئی' شعبدہ کو کرشمہ بنا دینے کا جذبہ شدید تر ہوتا گیا۔ ساتھ ہی ان سب کے بے معنی ہونے کا احساس بھی بڑھ گیا۔ معزز سرپرستو! میرا فن ہی میری زندگی ہے اور میں نے زندگی تکمیل فن کے لیے وقف کر رکھی ہے۔ لہٰذا فن کی بے معنویت کا مطلب ہے زندگی کی بے معنویت...... یوں جب زندگی بے معنی ہو جائے تو پھر فن بھی اس میں معنی نہیں بھر سکتا۔ خصوصاً جب فن کے بے معنی ہونے کا آسیب بھی ذہن پر مسلط ہو۔''

اس نے ایک مرتبہ پھر سامعین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا اور یہ اعلان کیا ''اس لیے میں نے اب خودکشی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔''

اس پر سامعین خوب ہنسے۔ سب نے تالیاں اور سیٹیاں بجا کر اظہار پسندیدگی کیا۔ یقیناً وہ کوئی انوکھا شعبدہ پیش کرنے والا تھا۔ سب شعبدہ باز کی اس عادت سے آگاہ تھے کہ وہ ہر شعبدے کو حقیقت سے قریب تر کرنے کے لیے اسے زیادہ سے زیادہ ڈرامائی رنگ دینے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ سوچ کر سب نے مزید تالیاں بجائیں۔

تالیوں کی گونج میں شعبدہ باز نے پستول نکالا اور یوں گویا ہوا: ''معزز ناظرین! یہ اصلی پستول ہے۔ یہ دیکھیے اس میں اصلی گولیاں بھر رہا ہوں۔''

اور پھر وہ سامعین سے مخاطب ہوا:

''جو صاحب چاہیں آ کر اپنا اطمینان کر سکتے ہیں۔''

دو تین حضرات نے اسٹیج پر جا کر اطمینان کر لیا۔ واقعی پستول اور گولیاں اصلی تھیں۔ کم از کم ان میں کوئی شعبدہ بازی نہ تھی۔ وہ پستول کنپٹی پر رکھ کر ان سے یوں مخاطب ہوا:

''اچھا تو معزز سرپرستو! خدا حافظ' معزز خواتین و حضرات! آخری سلام...... یہ ہے میرا بہترین' مکمل ترین اور آخری شعبدہ!'' اس نے پُرشور تالیوں میں پستول کی لبلبی دبا دی۔

◆◆●

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

بیٹھے بٹھائے جو کرائے رسوائی

سینما کا عشق

قدم قدم پر ستم اٹھانے کے باوجود فلموں سے ناتا نہ توڑنے والے ایک فلمی عاشق کا کھٹا میٹھا ماجرا

پطرس بخاری

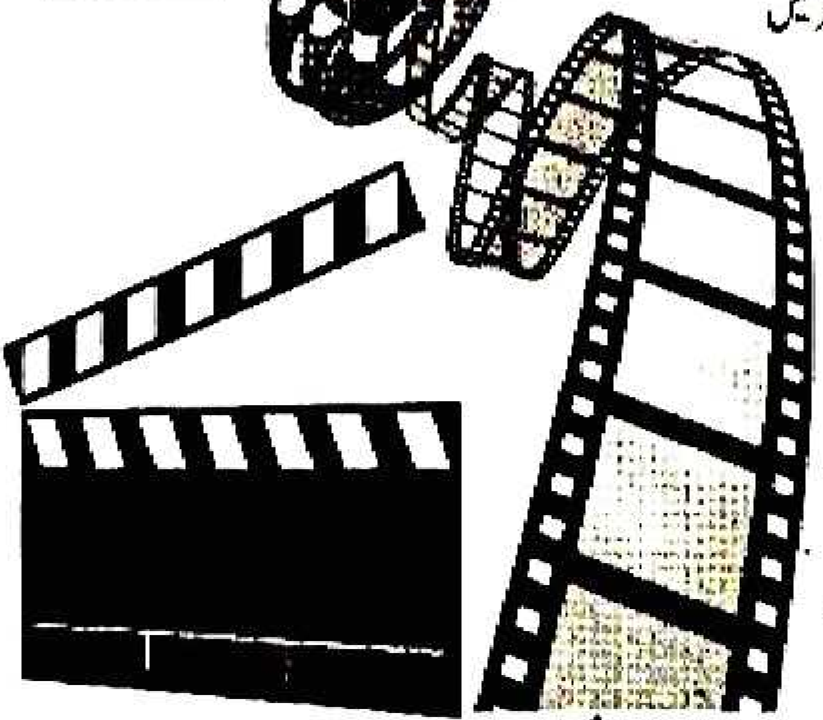

خدا کے فضل سے ہم سینما کبھی وقت پر نہیں پہنچ سکے۔ اس میں میری سستی کو ذرا دخل نہیں' یہ سب قصور ہمارے دوست مرزا صاحب کا ہے۔ وہ کہنے کو تو دوست ہیں لیکن خدا شاہد ہے' کہ ان کی دوستی سے جو نقصان ہمیں پہنچے' کسی دشمن کے بھی قبضہ قدرت سے باہر ہوں گے۔

جب سینما جانے کا ارادہ ہوتا' تو ہفتہ بھر پہلے انھیں کہہ دیتا کہ بھئی مرزا جی! اگلی جمعرات کو سینما چلو گے نا؟ میری مراد یہ ہوتی کہ وہ پہلے سے تیار رہیں اور اپنی تمام مصروفیتیں کچھ اس ڈھب سے ترتیب دے لیں کہ جمعرات کے دن ان کے کام میں کچھ حرج واقع نہ ہو۔ لیکن وہ جواب میں عجیب قدر شناسی فرماتے:

''ارے بھئی چلیں گے کیوں نہیں؟ کیا ہم انسان نہیں؟ ہمیں تفریح کی ضرورت نہیں ہوتی اور پھر کبھی ہم نے ایسی بے مروتی آج تک برتی ہے کہ تم نے چلنے کو کہا ہو اور پھر ہم نے تمہارا ساتھ نہ دیا ہو۔''

ان کی تقریر سن کر میں کھسیانا سا ہو جاتا۔ کچھ دیر چپ رہتا اور پھر دبی زبان سے کہتا ''بھئی اب کے ہو سکا تو وقت پر پہنچیں گے۔ ٹھیک ہے نا؟''

میری یہ بات عام طور پر ٹال دی جاتی' کیونکہ اس سے ان کا ضمیر کچھ تھوڑا سا بیدار ہو جاتا۔ خیر میں بہت زور نہیں دیتا' صرف ان کو بات سمجھانے کے لیے اتنا کہہ دیتا ''کیوں بھئی! آج کل سینما چھے بجے شروع ہو جاتا ہے نا؟''

''مرزا صاحب عجیب معصومیت کے انداز میں جواب دیتے ''بھئی یہ ہم کو معلوم نہیں۔''

''میرا یہ خیال ہے چھے بجے ہی شروع ہوتا ہے۔''

''اب تمہارے خیال کی کوئی سند نہیں......''

''نہیں مجھے یقین ہے' چھے بجے شروع ہوتا ہے۔''

''تمھیں یقین ہے تو میرا دماغ کیوں مفت میں چاٹ رہے ہو؟''

اس کے بعد آپ ہی کہیے کہ کیا بولوں؟

خیر جناب! جمعرات کے دن چار بجے ان کے مکان پہنچتا ہوں' اس خیال سے کہ جلدی جلدی انھیں تیار کرا کے وقت پر پہنچ جائیں۔ مگر دولت خانے پر تو آدم نہ آدم زاد' سارے مردانے کمرے گھوم جاتا ہوں' ہر کھڑکی سے جھانکتا

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ہوں' ہر شگاف سے آواز دیتا ہوں' لیکن کہیں سے رسید نہیں ملتی۔ آخر تنگ آ کر ان کے کمرے میں بیٹھ جاتا اور دس پندرہ منٹ سیٹیاں بجاتا رہتا ہوں۔ دس پندرہ منٹ بلاٹنگ پیپر پر تصویریں بناتا ہوں۔ پھر سگریٹ سلگاتا اور باہر ڈیوڑھی میں نکل کر اِدھر اُدھر جھانکتا ہوں۔ وہاں بدستور ہُو کا عالم دیکھ کر کمرے میں واپس آتا اور اخبار پڑھنا شروع کر دیتا ہوں۔

ہر کام کے بعد مرزا صاحب کو آواز دے لیتا ہوں' اس اُمید پر کہ شاید ساتھ کے کمرے میں یا عین اوپر کے کمرے میں تشریف لے آئے ہوں۔ سو رہے تھے تو ممکن ہے جاگ اٹھے ہوں۔ نہا رہے تھے تو شاید غسل خانے سے باہر نکل چکے ہوں لیکن میری آواز مکان کی وسعتوں سے گونج کر واپس آ جاتی۔ آخرکار ساڑھے پانچ بجے کے قریب زنانے سے تشریف لاتے ہیں۔ میں اپنا کھولتا خون قابو میں لا کر متانت اور اخلاق بڑی مشکل سے مدِنظر رکھ کر پوچھتا ہوں:

''کیوں حضرت...... آپ اندر ہی تھے؟ میری آواز آپ نے نہیں سنی؟''

''اچھا یہ تم تھے' میں سمجھا کوئی اور ہے۔''

آنکھیں بند کر کے سر پیچھے ڈال لیتا اور دانت پیس کر غصے کو پی جاتا ہوں۔ پھر کانپتے ہوئے ہونٹوں سے پوچھتا ہوں ''تو اچھا آپ چلیں گے یا نہیں؟''

''کہاں......''

''ارے بندہ خدا' آج سینما نہیں جانا؟''

''ہاں ہاں' سینما سینما۔'' یہ کہہ کر وہ کرسی پر بیٹھ جاتے اور کہتے ہیں ''میں بھی سوچ رہا تھا کہ کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے ایسی جو مجھے یاد نہیں آتی' اچھا ہوا تم نے یاد دلا دیا...... ورنہ مجھے رات بھر الجھن ہی رہتی۔''

''تو پھر اب چلیں؟''

''ہاں وہ تو چلیں گے ہی' میں سوچ رہا تھا کہ آج ذرا کپڑے بدل لیتے' خدا جانے دھوبی کمبخت کپڑے بھی لایا ہے یا نہیں' یار ان دھوبیوں کا تو کوئی انتظام کرو۔ اگر قتل انسانی ایک سنگین جرم نہ ہوتا تو ایسے موقع پر مجھ سے ضرور سرزد ہو جاتا۔ لیکن کیا کروں' اپنی جوانی پر رحم کھاتا ہوں' بے بس ہوں' صرف یہی کہہ سکتا ہوں۔''

''بھئی مرزا' اللہ مجھ پر رحم کرو' میں سینما چلنے کو آیا ہوں' دھوبیوں کا انتظار کرنے نہیں۔ یار بڑے بدتمیز معلوم ہوتے ہو' پونے چھ بج چکے اور تم جوں کے توں بیٹھے ہو۔''

مرزا صاحب عجیب مربیانہ تبسم کے ساتھ کرسی سے اٹھتے ہیں۔ گویا یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اچھا بھئی' تمہاری طفلانہ خواہش آخر پوری کر ہی دیں۔ چناں چہ پھر یہ کہہ کر تشریف لے جاتے ہیں کہ اچھا کپڑے پہن آؤں۔

مرزا صاحب کے کپڑے پہننے کا عمل اس قدر طویل ہے کہ اگر میرا اختیار چلے تو قانون کی رو سے انہیں کپڑے اتارنے ہی نہ دوں۔ آدھ گھنٹے بعد وہ کپڑے پہنے تشریف لاتے ہیں۔ ایک پان منہ میں اور دوسرا ہاتھ میں بھئی' میں اٹھ کھڑا ہوتا ہوں۔ دروازے تک پہنچ کر مڑ کے دیکھتا ہوں تو مرزا صاحب غائب' پھر اندر جاتا ہوں' مرزا صاحب کسی کونے میں کھڑے کچھ کرید کر رہے ہیں۔

''ارے بھائی چلو......''

''چل تو رہا ہوں یار' آخر اتنی بھی کیا آفت ہے؟''

''اور یہ تم کیا کر رہے ہو؟''

''پان کے لیے تمبا کو لے رہا تھا۔''

تمام راستے مرزا صاحب چہل قدمی فرماتے رہے۔ میں ہر دو تین لمحے کے بعد اپنے آپ کو ان سے چار پانچ قدم آگے پاتا۔ کچھ دیر ٹھہر جاتا تو پھر چلنا شروع کر دیتا...... پھر آگے نکل جاتا...... پھر ٹھہر جاتا......

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

غرض چلتا دوگنی رفتار سے ہوں اور پہنچتا ان کے ساتھ۔

ٹکٹ لے کر اندر داخل ہوئے تو اندھیرا گھپ' بہتیرا آنکھیں جھپکاتا' کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ ادھر سے کوئی آواز لگاتا "دروازہ بند کر دو جی۔" یااللہ اب جاؤں کہاں...... رستہ' کرسی' دیوار' آدمی کچھ بھی تو نظر نہیں آتا۔ ایک قدم اور آگے بڑھاتا تو سر ان بالٹیوں سے جا ٹکراتا جو آگ بجھانے کے لیے دیوار پر لٹکتی رہتی ہیں۔ تھوڑی دیر بعد تاریکی میں کچھ دھندلے سے نقش دکھائی دینے لگتے۔ جہاں ذرا تاریک سا دھبا دکھائی دے جائے' وہاں سمجھتا خالی کرسی ہوگی۔ خمیدہ کمر ہو کر اس کا رخ کرتا۔ اس کے پاؤں کو پھاند' اس کے گھٹنوں سے ٹکرا' خواتین سے دامن بچا آخرکار کسی کی گود میں جا بیٹھتا تو وہاں سے نکال دیا جاتا۔

لوگوں کے دھکوں کی مدد سے آخر ایک کرسی تک جا پہنچا۔ مرزا صاحب سے کہتا "میں نہ بکتا تھا کہ جلدی چلو' خوامخواہ ہم کو رسوا کر دیا نا!"

"گدھا کہیں کا!" اس شگفتہ بیانی سے معلوم ہوتا کہ ساتھ کی کرسی پر جو بزرگ بیٹھے ہیں اور جن کو میں مخاطب کر رہا ہوں' وہ مرزا صاحب نہیں کوئی اور بزرگ ہیں۔

اب تماشے کی طرف متوجہ ہوتا اور سمجھنے کی کوشش کرتا کہ فلم کون سی ہے؟ اب اس کی کہانی کیا ہے؟ اور کہاں تک پہنچ چکی؟ سمجھ میں صرف اس قدر آتا کہ ایک عورت ہے جو کسی مسئلے سے نمٹنا چاہتی ہے۔ اتنے میں آگے کی کرسی پر بیٹھے حضرت ایک وسیع اور فراخ انگڑائی لیتے۔ اس دوران کم از کم تین سو فٹ فلم گزر جاتی۔ جب انگڑائی لپیٹ لیتے تو سر کھجانا شروع کرتے۔ اس عمل کے بعد ہاتھ کو سر سے نہیں ہٹاتے بلکہ بازو ویسے ہی خمیدہ رکھتے۔ میں مجبوراً سر نیچا کر کے چائے دانی کے دستے کے بیچ میں سے اپنی نظر کے لیے رستہ نکال لیتا۔

بیٹھنے کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا جیسے ٹکٹ خریدے بغیر اندر گھس آیا اور چوروں کی طرح بیٹھا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد انہیں کرسی کی پشت پر کوئی مچھر یا پالتو پسو معلوم ہوتا۔ چناں چہ وہ دائیں طرف سے اونچے ہو کر بائیں طرف کو جھک جاتے۔ میں مصیبت کا مارا بھی دوسری طرف جھک جاتا۔ ایک دو لمحے بعد ہی وہ پھر دوسری طرف ہجرت کر جاتا۔ چناں چہ ہم دونوں بھی پینترا بدل لیتے۔ غرض یہ دل لگی یوں ہی جاری رہتی۔ وہ دائیں تو میں بائیں' میں بائیں تو وہ دائیں۔ ان کو کیا معلوم کہ اندھیرے میں کیا کھیلا جا رہا ہے۔ دل تو یہی چاہتا کہ اگلے درجے کا ٹکٹ لے کر ان کے آگے جا بیٹھوں اور کہوں "لے بیٹا، دیکھو تو اب تو کیسے فلم دیکھتا ہے۔"

پیچھے سے مرزا صاحب کی آواز آتی "یار تم سے نچلا نہیں بیٹھا جاتا' اب جو ہمیں ساتھ لائے ہو تو فلم دیکھنے دو۔"

میں غصے میں آ کر آنکھیں بند کرتا اور قتل عمداً' خودکشی' زہر خورانی کے معاملات پر غور کرنے لگتا۔ دل میں کہتا' ایسی کی تیسی اس فلم کی' سو سو قسمیں کھاتا کہ پھر کبھی نہ آؤں گا۔ اور اگر آیا بھی تو اس کمبخت مرزا سے ذکر نہیں کروں گا۔ پانچ بجے گھنٹے پہلے آ جاؤں گا۔ اوپر کے درجے میں سب سے اگلی قطار میں بیٹھوں گا۔ تمام وقت اپنی نشست پر اچھلتا رہوں گا۔ بہت بڑے طرے والی پگڑی پہن کر آؤں گا۔ اپنے اوور کوٹ کو دو چھڑیوں پر لٹکا دوں گا۔ بہرحال مرزا کے پاس نہ پھٹکوں گا۔

لیکن اس کم بخت دل کو کیا کروں' اگلے ہفتے پھر کسی اچھی فلم کا اشتہار دیکھ پاتا تو سب سے پہلے مرزا کے پاس جاتا اور گفتگو پھر وہیں سے شروع ہو جاتی۔ "کیوں بھئی مرزا اگلی جمعرات کو سینما چلو گے نا؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

تاریخ کہانی

شاہِ افغانستان کی واپسی

چھٹی قسط

یہ ۱۷۴۷ء کی بات ہے جب احمد شاہ ابدالی نے جدید افغانستان کی بنیاد رکھی۔ لیکن یہ تب سے مقامی اور عالمی قوتوں کی سازشوں اور خفیہ چالوں کا نشانہ بنا ہوا ہے۔ ماضی میں ان سازشوں کے مرکزی کردار شاہ شجاع' شاہ زمان' انگریز اور سکھ تھے۔ یہ وقتاً فوقتاً افغانستان پر حکومت کرتے رہے۔ "شاہ افغانستان کی واپسی" اسی دور کی سازشیں اور چالیں عیاں کرتی ہے۔

دورِ حاضر میں افغانستان کی سیاسی صورت حال مزید گمبھیر ہو چکی۔ ایک طرف امریکا و بھارت ہیں...... دوسری طرف طالبان اور تیسری سمت افغان حکومت جس کی عملداری صرف کابل تک محدود ہے۔ اب یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا کہ افغانستان کا اصل حاکم کون بنتا ہے۔ فی الحال ماضی کی طرف پلٹیے جب سابق حکمران شاہ شجاع' سکھ اور انگریز اپنے اپنے مفادات کی جنگ لڑنے میں مصروف تھے۔

پروفیسر محمد فاروق قریشی

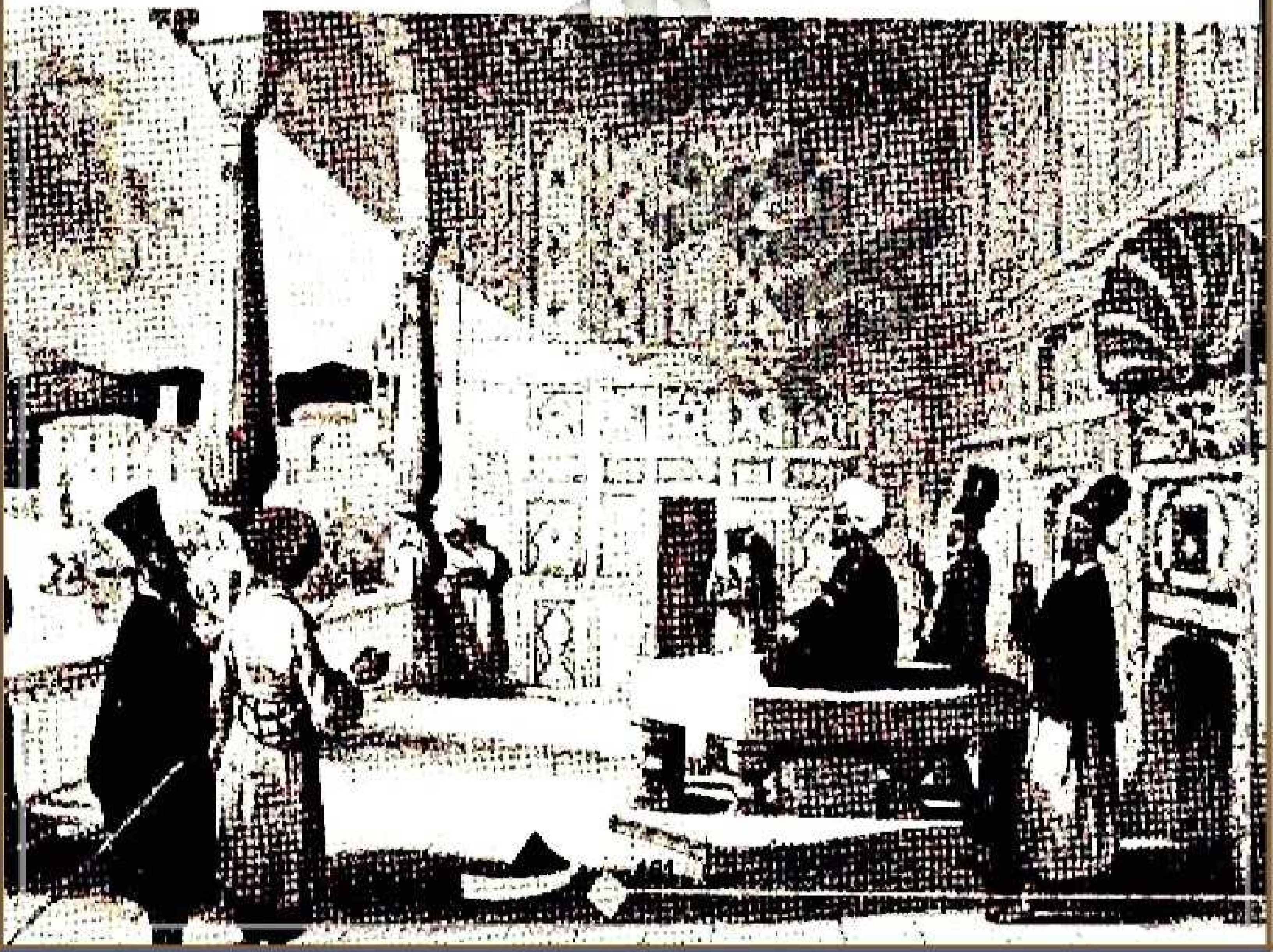

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

پچھلی اقساط کی تلخیص: افغانستان پاکستان کا شمالی ہمسایہ ملک ہے۔ یہ کوہ ہندوکش کی برف پوش چوٹیوں اور پہاڑی دروں کے درمیان پہاڑی میدانی اور صحرائی خطوں پر مشتمل ہے۔ اس کا رقبہ تقریباً ۲۵۲۰۰۰ مربع میل ہے اور وسطی ایشیا' جنوبی ایشیا اور مغربی ایشیا کے سنگم پر واقع ہے۔ اس کی آبادی تین کروڑ ہے جو تاجک' ازبک' ہزارہ' درانی' غلزئی اور پشتون قبائل پر مشتمل ہے۔ یہاں قبائل کے درمیان خون کے جھگڑے اور لڑائیاں ہوتی رہتی اور جنگجو سرداروں کے درمیان اتحاد بنتے بگڑتے رہتے ہیں۔ محلِ وقوع کے اعتبار سے عالمی بساط پر افغانستان کی اہمیت منفرد ہے۔ انیسویں اور بیسویں صدی میں افغانستان عالمی استعماری طاقتوں روس اور برطانیہ کے درمیان سرد جنگ کا میدان بن گیا اور ہر ایک نے اپنے اپنے مقاصد کے لیے اس کو استعمال کرنے کی کوشش کی۔

۱۷۴۷ء میں احمد شاہ ابدالی نے درانی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ اس میں موجودہ افغانستان' پشاور' بلوچستان' سندھ' پنجاب اور کشمیر کے علاقے شامل تھے۔ احمد شاہ ابدالی کا تعلق سدوزئی قبیلے سے تھا۔ ۱۷۷۲ء میں اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا تیمور شاہ تخت نشین ہوا۔ ۱۷۹۳ء میں تیمور شاہ کے انتقال کے بعد اس کے چوبیس بیٹوں میں جانشینی کی لڑائی چھڑ گئی۔ چناں چہ شاہ زمان' شاہ محمود اور شاہ شجاع نے یکے بعد دیگرے اقتدار سنبھالا۔ شاہ شجاع نے ۱۸۰۳ء سے ۱۸۰۹ء تک افغانستان پر حکومت کی۔ پھر اس کے سوتیلے بھائی شاہ محمود نے سدوزئی مخالف قبیلے بارک زئی سے مل کر شاہ شجاع کو نملا کی لڑائی میں شکست دی اور تخت سے محروم کر دیا۔ شاہ شجاع کچھ غدار ساتھیوں کی وجہ سے گرفتار ہو گیا اور کشمیر کے گورنر کی قید میں رہا۔ شجاع کی بیوی وفا بیگم سدوزئی حرم اور بچوں کے ساتھ لدھیانہ میں انگریزوں کی عملداری میں پناہ لے چکی تھی۔ اس نے پنجاب کے سکھ حکمران رنجیت سنگھ سے مذاکرات کر کے شاہ شجاع کو کشمیر سے رہائی دلوائی لیکن اس کے بعد رنجیت سنگھ نے اس کو لاہور میں نظربند کر دیا۔ دورانِ حراست اس کو سخت اذیتیں اور مصائب برداشت کرنے پڑے۔ اس کے بیٹے کو اس کے سامنے تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ اس کا گھریلو ساز و سامان لوٹ لیا گیا۔ بالآخر شجاع سے اس کی سب سے قیمتی متاع کوہ نور ہیرا بھی ہتھیا لیا گیا۔ پھر بھی اس کو رہائی نہ ملی۔ مجبوراً شجاع نے اپنے وفادار ملازموں کی مدد سے ایک سرنگ کھودی اور اس کے راستے لاہور سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ رہائی کے بعد وہ لدھیانہ میں انگریزوں کے مہمان کے طور پر اپنی بیوی وفا بیگم سے جا ملا۔

تیس سالہ جلاوطنی کے دور میں شجاع نے تین مرتبہ اپنا تخت دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کی۔ پہلی مرتبہ اس نے کچھ فوج اکٹھی کر کے کشمیر پر حملہ کیا لیکن ناسازگار موسم اور دشوار گزار راستے کی وجہ سے ناکام رہا۔ دوسری مرتبہ اس نے پھر وفا بیگم کے زر و جواہرات بیچ کر فوج بھرتی کی اور سندھ کے راستے قندھار پر حملہ آور ہوا لیکن بارک زئی حکمرانوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اس کی فوج تباہ ہو گئی اور خود اُسے بھاگ کر اپنی جان بچانا پڑی۔ تیسری مرتبہ اس نے انگریزوں اور رنجیت سنگھ کے ساتھ ملی بھگت کے ذریعے پشاور پر قبضہ کر لیا' لیکن اپنے غیر ضروری تکبر اور شاہانہ رویے کی وجہ سے اپنے اتحادی سرداروں کی ہمدردیاں کھو بیٹھا اور ایک مرتبہ پھر اس کو لدھیانہ میں پناہ لینا پڑی۔

شاہ شجاع اپنے کھوئے ہوئے تخت کی بازیابی کے لیے چوتھی اور آخری مرتبہ انگریزوں کی انڈس آرمی کے ہمراہ افغانستان پہنچا۔ افغانستان پر بالادستی حاصل کرنے کی گریٹ گیم (Great Game) میں روس نے برطانیہ کو سفارتی شکست دے دی۔ اور افغانستان کے طاقتور امیر دوست محمد خان کے ساتھ سفارتی اور فوجی معاہدے کر لیے۔ جواب آں غزل کے طور پر ہندوستان کے برطانوی گورنر جنرل لارڈ آک لینڈ نے فوجی قوت کے بل بوتے پر جلاوطن شاہ شجاع کو کٹھ پتلی بادشاہ کے طور پر افغانستان کے تخت پر بٹھانے کا فیصلہ کر لیا۔ چناں چہ ۱۸۳۸ء میں شاہ شجاع اور برطانیہ کی انڈس آرمی کی مشترکہ مہم جوئی کا آغاز کیا گیا۔

جولائی ۱۸۳۸ء میں میک نیگٹن نے لدھیانہ میں شاہ شجاع سے ملاقات کی اور اس کو منصوبے سے آگاہ کیا۔ شجاع منصوبہ سازی میں شامل نہ کیے جانے پر ناخوش تھا لیکن اس کے پاس اس کو قبول کرنے کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ اس نے انگریزوں سے یقین دہانیاں حاصل کیں کہ اس کے خاندانی اور ملکی معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی۔ نیز افغانستان کی تعمیرِ نو کے لیے مالی امداد دی جائے گی۔ اس طرح برطانیہ، رنجیت سنگھ اور شجاع کے اتحادِ ثلاثہ کے نتیجے میں شجاع نے چوتھی مرتبہ اپنے تخت کی بازیابی کے لیے افغانستان کا رختِ سفر باندھا۔ ایملی ایڈن اپنے ایک خط میں شملہ کے فرحت بخش موسم اور وہاں کے ڈنر اور ڈانس پارٹیوں کی تعریف کرتی ہے۔ لارڈ آک لینڈ شملہ میں افغانستان پر حملے کے پروگرام کو آخری شکل دے رہا تھا۔ اگرچہ کچھ لوگوں نے اس منصوبے پر شکوک کا اظہار کیا لیکن میک نیگٹن اور

www.paksociety.com
www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

اس کے سخت گیر ساتھیوں نے اس کو حملے پر آمادہ کرلیا۔ لارڈ آک لینڈ نے "شملہ منشور" کا اعلان کیا جس میں اس ارادے کا اظہار کیا گیا کہ برطانیہ افغانستان تخت کے اصل حقدار شاہ شجاع کی فوجی مدد کرے گا تاکہ وہ اپنا تخت دوبارہ حاصل کرلے۔ تاریخ میں اس کو پہلی اینگلو افغان جنگ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

جنگی منصوبے کے مطابق الیگزینڈر برنس کو سر کا خطاب دے کر سندھ روانہ کر دیا گیا تاکہ وہ فوجوں کے سفر میں سہولت پیدا کرے۔ برطانیہ، رنجیت سنگھ اور شجاع کی افواج فیروز پور میں جمع ہوئیں۔ فوجی دستوں اور ہتھیاروں کی شاندار پریڈ ہوئی۔ وہاں آک لینڈ اور رنجیت سنگھ کی پہلی ملاقات ہوئی۔ رات کے کھانے پر لیڈی رنجیت سنگھ کی سحر انگیز شخصیت سے بہت متاثر ہوئی۔ رنجیت سنگھ نے اس کو اپنی وسکی کشید کردہ شراب پلائی۔ اگلے دن سرخ وردیوں میں ملبوس انڈس آرمی کے نیزہ بردار سوار، پیادہ اور گھڑ سوار دستے بے شمار اونٹوں، ہاتھیوں، گھوڑوں، توپوں، گولہ بارود، اشیائے خورونوش کے ہمراہ شکار پور کے لیے روانہ ہو گئے۔ وہاں انھوں نے دریا پر کشتیوں کا پل تعمیر کیا۔ فوج نے دریا کو پار کر کے بلوچستان کے راستے افغانستان کا سفر اختیار کیا۔ یہ ایک طاقتور اور مرعوب کن فوج تھی لیکن راستے کی بھوک، پیاس، بے انتہا گرمی اور بلوچی ڈاکوؤں کے حملوں نے اس کی سلامتی کو خطرات پیدا کر دیے۔ علاقہ بے آباد، بنجر، پہاڑی صحرا کی مانند تھا۔ بہت سے سپاہی اور دوسرے ملازم موت کا شکار ہو گئے۔ خوراک کی بھی قلت ہو گئی۔ غرضیکہ انتہائی ناساعد موسمی حالات، سفر کی صعوبتوں اور ڈاکوؤں کے خوف و ہراس نے فوجی جوانوں کو کمزور اور عاجز کر دیا۔ آخر کار وہ درہ بولان سے گزر کر کوئٹہ پہنچ گئے۔ کوئٹہ سے آگے وہ درہ کھوجک سے گزرے اور طویل صبر آزما سفر کے بعد افغانستان میں داخل ہو گئے۔ راستے میں ان کا واسطہ اچکزئی قبیلے کے باوقار گھڑ سواروں سے ہوا۔ وہ ان سے پوچھتے تھے کہ تم یہاں کیوں آئے ہو۔ جنرل ناٹ ان کی وجاہت اور بے خوفی سے بہت متاثر ہوا۔ اس نے جواب دیا کہ شاہ شجاع دوست محمد سے اپنا حق واپس لینے آیا ہے۔ افغان نے جواب دیا کہ اگر تم دہلی اور بنارس پر حق رکھتے ہو تو دوست محمد کابل پر حق رکھتا ہے اور وہ اس کو قائم رکھے گا۔ جنرل ناٹ کو یقین ہو گیا کہ افغان لڑے بغیر اپنا ملک نہیں چھوڑیں گے۔

جب انڈس آرمی قندھار کے قریب پہنچی تو برنس کے سراغرساں موہن لال کشمیری کو اطلاع ملی کہ دوست محمد کا قریبی ساتھی حاجی خان کاکڑ دو سو ساتھیوں سمیت شجاع کے ساتھ عہد وفاداری کے لیے تیار ہے۔ حاجی خاں کاکڑ ایک حریص، بے ضمیر اور ناقابل اعتماد شخص تھا۔ اب وہ شاہ شجاع سے اقتدار میں حصہ اور مراعات چاہتا تھا۔ آئندہ چند دنوں میں مزید افغان امرا شجاع سے آملے۔ ۲۵ اپریل ۱۸۳۹ء کو شجاع، فاتحانہ انداز میں قندھار میں داخل ہوا۔ برنس اور میک نیگٹن بھی اس کے ہمراہ تھے۔ راستے میں شہر کے لوگوں نے شاہ شجاع کا استقبال پھولوں کے ہاروں سے کیا۔ شجاع نے اپنے دادا احمد شاہ ابدالی کے مزار پر فاتحہ خوانی کی اور اس سے ملحق خانقاہ میں محمد ﷺ کے مقدس چغے کی بھی زیارت کی۔ تین سال پہلے برکت اور کامیابی کے حصول کے لیے دوست محمد بھی یہاں آیا تھا۔ ڈیڑھ سو سال بعد امیر المومنین ملا عمر نے بھی یہاں حاضری دی۔ قندھار پہنچ کر انڈس آرمی کے افسر اور جوان سفر کے مصائب کو بھول گئے اور وہاں کے پرلطف موسم اور خوراک اور پھلوں کی بہتات پر خوشی سے جھوم اٹھے۔ یہ جگہ سفر کی درماندہ اور نیم فاقہ زدہ فوج کے لیے جنت سے کم نہیں تھی۔

دوست محمد نے افغانستان پر آہنی ہاتھوں سے حکومت کی تھی اور اپنے جہادی منصوبوں کی تکمیل کے لیے لوگوں پر بھاری ٹیکس لگائے تھے اور ان کی جائدادیں بھی ضبط کی تھیں۔ اس کے مقابلے میں شاہ شجاع کی حکومت لوگوں کے لیے نرم اور قابل قبول تھی۔ کابل پر قبضے کے ابتدائی چند ماہ میں ممتاز درانی امرا، غلزئی سرداروں اور علما کو خرید لیا گیا۔ یہ ہندوستانی خزانے پر بھاری بوجھ تھا اور جلد ہی واضح ہو گیا کہ افغانستان پر قبضہ سستا ثابت نہیں ہو گا۔ لیکن یہ حکمت عملی امن قائم کرنے میں معاون ثابت ہوئی۔ لارڈ آک لینڈ نے لندن کی حکومت کو کابل میں امن و سکون اور شجاع کی حکومت کی مقبولیت کی رپورٹ بھیج دی۔ بہت سے سدوزئی امرا کو شجاع کی مصالحانہ پالیسی پر تحفظات تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ جس

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

طرح بارک زئی قبیلے کو عزت دی جا رہی ہے اور ان کے عہدے اور مراعات بحال کی جا رہی ہیں، زیادہ دیر نہیں لگے گی کہ اختلاف اور عداوت کا شعلہ پھر بھڑک اٹھے گا کیونکہ دونوں قبائل میں خون کا جھگڑا دو نسلوں کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا۔ ان کو یقین تھا کہ جلد ہی شاہ شجاع بارک زئیوں کے ہاتھوں قتل کر دیا جائے گا۔

فردوسی اس کو یوں بیان کرتا ہے۔ (ترجمہ)

تم نے باپ کو قتل کیا اور انتقام کے بیج بوئے
ارے مقتول کا بیٹا کب چین سے بیٹھے گا؟
تم نے سانپ کو مارا اور سنپولیے کو پالا
کس قسم کی حماقت کا ارتکاب کر رہے ہو؟

لارڈ آک لینڈ نے افغانستان پر قبضے کے فوری بعد اپنی مہم پسند سوچ کا رخ چین کی طرف موڑ لیا۔ بجائے اس کے شاہ شجاع کی کمزور حکومت کو مستحکم کرنے کے لیے ضروری مالی امداد فراہم کی جاتی اور کابل اور قندھار میں افواج کے لیے قلعے تعمیر کیے جاتے، فوج کو بتدریج واپس بلا لیا گیا اور شجاع اور میک نیگٹن کے مالی وسائل کو محدود کر دیا گیا۔ جب شجاع کا حرم لدھیانہ سے کابل پہنچ گیا تو اس نے میک نیگٹن پر دباؤ ڈالا کہ وہ فوج کو بالا حصار سے باہر نکالے کیونکہ یہ بات اس کے لیے ننگ و عار کا باعث تھی کہ فوج اور حرم ایک ہی جگہ رہیں۔ چونکہ قلعہ تعمیر کرنے کی ممانعت تھی اس لیے فوج کی قیادت نے کھلے میدان میں ایک چھاؤنی تعمیر کر لی جس کا دفاع ممکن نہیں تھا۔ یہ ایک انتہائی احمقانہ فیصلہ تھا کہ ایک اجنبی ملک میں، جہاں دشمن قبائل موجود تھے اس طرح کا ناقابل دفاع فوجی اڈا یا چھاؤنی تعمیر کی جائے۔ نیز فوجیوں کا گولہ بارود اور اشیائے خورونوش ایک پرانے قلعے میں ذخیرہ کی گئیں جس کے حفاظتی انتظامات بھی ناکافی تھے۔

اس عرصے میں برطانوی فوجی افسروں اور افغان خواتین کے درمیان شادیوں اور دوستانہ تعلقات کی خبریں عام ہوگئیں۔ خصوصاً کابل میں فوجیوں کے لیے عصمت فروشی کا کاروبار چل نکلا۔ ان مواقع سے بھرپور فائدہ اٹھانے والوں میں الیگزینڈر برنس سرفہرست تھا۔ اس نے کابل کے مرکز میں اپنی رہائش گاہ کی تزئین و آرائش کر لی تھی۔ انواع واقسام کے کھانے اور شرابیں ہروقت موجود ہوتی تھیں۔ اس کے پاس کشمیری عورتوں کا ایک گروہ تھا جو اس کی خدمت میں حاضر رہتی تھیں۔ کابل میں اس کی بے حیائی اور عیش وطرب کے قصے زبان زد خاص و عام تھے۔ برطانوی فوجیوں اور بازاری افغان عورتوں کا اختلاط اتنا عام ہوگیا کہ وہ افغان عورتوں کی آسان دستیابی کے گیت گاتے پھرتے تھے۔ معززین شہر جو اسلامی شریعت پر یقین رکھتے تھے افغان آبرو کی نیلامی پر پریشانی اور غصے کا اظہار کرنے لگے تھے۔ محمد حسین ہراتی تحریر کرتا ہے۔ (ترجمہ)

خیرخواہوں نے شاہ شجاع کو رپورٹ بھیجی کہ کابل میں طوائفوں کی ایک سرگرم منڈی ہے جہاں سے ان کو دن رات گھوڑوں پر انگلش کیمپ میں لایا جاتا ہے۔ اس سے ریاست کی اخلاقی بنیاد تباہی کا شکار ہو رہی ہے۔ شجاع نے یہ معاملہ میک نیگٹن کے سپرد کر دیا۔ اس نے کہا "اگر ہم فوجیوں کو جنسی تسکین سے روکیں گے تو وہ بیمار ہو جائیں گے۔" شجاع نے جواب دیا "یہ بات درست ہو سکتی ہے لیکن بہتر ہے کہ اس مملکت میں سپاہیوں کو نظم وضبط کا پابند بنایا جائے اور ظاہری طور پر اخلاقیات کا احترام کیا جائے۔" لیکن میک نیگٹن نے شاہ کی وارننگ کو کوئی اہمیت نہ دی۔ اب یہ بات سب پر عیاں ہو چکی تھی کہ شجاع صرف نام کا بادشاہ ہے اور

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

فوج اور حکومت کے معاملات پر اس کی کوئی گرفت نہ تھی۔ درحقیقت برطانوی عسکری قیادت اور شجاع کے درمیان ملکی اقتدار اور اختیارات کا مقابلہ شروع ہو چکا تھا۔ عوام میں یہ احساس عام تھا کہ شجاع کے بجائے میک نیگٹن حکومت چلا رہا ہے۔ بارک زئی مخالفین نے شجاع کو بدنام کرنے کے لیے پروپیگنڈا شروع کر دیا اور باغیانہ جذبات کو ہوا دینے لگے۔ اس طرح نئی حکومت اور افغان عوام کے درمیان فاصلے بڑھنے لگے۔

برطانوی قیادت اور شاہ شجاع کے درمیان بڑا اختلاف فوج کے معاملے پر تھا۔ لارڈ آک لینڈ نے میک نیگٹن کو واضح ہدایات دیں تھیں کہ افغان نیشنل آرمی کو منظم اور مضبوط کیا جائے تاکہ وہ برطانوی فوج کی واپسی کے بعد شجاع کو تحفظ اور ملک میں امن و امان فراہم کرے۔ دوسری طرف وہ الاؤنس جو افغان قبائلی سرداروں کو سیاسی اور فوجی حمایت حاصل کرنے کے لیے باقاعدگی سے دیا جاتا تھا کافی کم کر دیا گیا۔ افغان سردار توقع کرتے تھے کہ دولت مند فرنگی ان کے الاؤنس میں اضافہ کریں گے۔ شجاع بھی یہ سمجھتا تھا کہ فراخدلانہ انعام و اکرام افغان سرداروں کی غیرمشروط حمایت حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے۔ مزید برآں شاہ محسوس کرتا تھا کہ افغان نیشنل آرمی اس کے ماتحت نہیں جس سے اسے اپنی بے بسی کا احساس ہوتا تھا۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ برطانیہ کی مالی امداد کے بغیر وہ اتنی بڑی فوج نہیں رکھ سکتا۔ ان حالات میں شجاع سخت افسردگی اور مایوسی کا شکار ہو گیا۔ وہ گھنٹوں بیٹھا کھڑکی سے باہر دیکھتا رہتا۔ اسے آج کا کابل اپنی جوانی کے کابل سے بہت مختلف محسوس ہوتا تھا۔ وہ برطانوی حکام کے ساتھ معاہدے کے مطابق ملکی نظم و نسق اور فوج پر مکمل اختیارات چاہتا تھا۔ لیکن روزمرہ کے حکومتی امور میں میک نیگٹن اور برنس کی مداخلت اور بالادستی بڑھتی جا رہی تھی۔ شجاع کا بااعتماد گورنر ملاشکور ظاہرداری قائم رکھنے کی کوشش کرتا تھا کہ شاہ شجاع بااختیار حکمران ہے۔ اس وجہ سے انگریز افسر ملاشکور کے خلاف ہو گئے۔

اگرچہ شاہ شجاع اپنی شاہانہ شان و شوکت کی مبالغہ آمیز نمائش کرتا تھا لیکن افغان عوام میں اس کے لیے کوئی گرم جوشی نہیں پائی جاتی تھی۔ وہ اس کو فرنگیوں کا کٹھ پتلی بادشاہ سمجھتے تھے۔ اس کے غیرضروری درباری تکلفات نے بھی عوام کو اس سے دور کر دیا تھا۔ اس کا حکمرانی کا یہ انداز دوست محمد کے عوامی انداز سے بہت مختلف تھا۔ افغان سردار بھی شجاع کے دربار میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے اور غیرضروری انتظار کرنے میں ذلت اور بے عزتی محسوس کرتے تھے۔ افغان علما بھی فرنگیوں کی آمد کے باعث شجاع سے نفرت کرنے لگے تھے۔ میک نیگٹن نے افغان سرداروں کی آمدنی میں کٹوتی کر کے روایتی قبائلی نظام اور سرداروں کی مستقل آمدنی کے ذریعے کو سبوتاژ کر دیا۔ اس سے شجاع کے دو بڑے حامی سردار عبداللہ خان اچکزئی اور امین اللہ خان لغاری اپنے ملک میں کافر انگریزوں کی موجودگی اور سرداری نظام میں ان کی مداخلت سے تیخ پا ہو گئے اور کابل میں انگریزوں کی مخالفت کے مرکزی راہنما بن گئے۔

بارک زئی مخالفین کو باغیانہ جذبات کی پرورش کے لیے نہایت سازگار ماحول مل گیا تھا۔ افغان عوام کا لالچ، مذہبی تعصب اور غیرملکیوں اور ان کے کلچر سے نفرت ایسے آتش گیر جذبات تھے جن کو بھڑکانے میں دیر نہیں لگی۔ علما بھی شجاع کی حکومت کے خلاف متحد ہو گئے جب انگریز افسروں نے عظیم صوفی خانقاہ "عاشقاں

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"وعارفاں" کی وقف جاگیر کو غصب کر لیا۔ یہ بے تدبیری اور بدانتظامی کی انتہا تھی کیونکہ یہ خانقاہ ایک اہم اور قدیم روحانی مرکز تھی اور صدیوں سے بارک زئیوں کا مدفن بھی۔ اس کا انتظام دو نہایت طاقتور اور بااثر مذہبی راہنما بھائیوں کے ہاتھ میں تھا۔ یہ میر مسجدی اور میر حاجی تھے۔ میر حاجی پل خشتی مسجد کے خطیب اور کابل کے علما کے قائد بھی تھے۔ صورت حال کو مزید دگرگوں کرنے میں میک نیکلن کا ہاتھ تھا جس نے ملاؤں کو کنٹرول کرنا اور ان کے نظامِ انصاف میں دخل دینا شروع کر دیا تھا۔ ملاؤں کو اس پر سخت اعتراض تھا جس طرح یہ "لائسنس یافتہ کافر" ان کے شہر کو غلط کاریوں میں مبتلا کر رہے تھے اور انگریز اور ہندوستانی فوجی ٹکڑیوں میں کھلے عام شراب نوشی اور بدکاری کے مرتکب ہو رہے تھے۔ شجاع کی حکومت کے خلاف عوامی جذبات اس وقت انتہا کو پہنچ گئے جب جولائی ۱۸۴۰ء میں میر حاجی کے ایما پر افغانستان کے علما نے جمعے کے خطبے میں شاہ شجاع کا نام حذف کرنا شروع کر دیا۔ کیونکہ ان کی رائے میں افغانستان کے اصل حکمران کافر تھے اور شجاع محض ایک نام نہاد کٹھ پتلی۔

سمجھدار انگریز افسروں نے محسوس کرنا شروع کر دیا تھا کہ شہر میں فوجیوں کی کم تعداد، انگریزوں سے نفرت اور بڑھتے ہوئے مخالفانہ عوامی جذبات کسی سرکشی اور بغاوت کا سبب بن سکتے ہیں۔ اگست ۱۸۴۰ء میں شجاع اور انگریز افسروں کو یہ خوفناک خبر ملی کہ دوست محمد بخارا کے تہ خانے سے باہر نکل آیا ہے۔ پتا چلا کہ کابل کے ایک تاجر خان کبیر نے جو دوست محمد کا ممنونِ احسان تھا، تہ خانے کے محافظوں کو دس ہزار روپے رشوت دی اور دوست محمد کو بخارا سے بچ نکلنے میں مدد دی۔ خبریں آ رہی تھیں کہ دوست محمد شمالی افغانستان میں پہنچ چکا ہے اور اس نے مقدس جنگ یعنی جہاد کا علم بلند کر دیا ہے۔

اگست کے اواخر میں سیگان کے مقام پر برطانوی چوکی کو بیس میل پیچھے بامیان میں دھکیل دیا گیا۔ صورت حال اس وقت بدتر ہو گئی جب شجاع کی فوج کا ایک دستہ جو امیر دوست محمد پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا، باغی ہو گیا اور دشمن کے ساتھ جا ملا۔ تقریباً اسی وقت کوہستان کے تاجک قبائل نے شاہ کے خلاف بغاوت کر دی کیونکہ ۱۸۳۹ء میں کابل پر قبضہ کرنے میں انھوں نے جو مدد کی تھی شاہ نے اس کا مناسب معاوضہ ادا نہیں کیا تھا اور اپنے تمام وعدوں سے پھر گیا تھا۔ افغانوں کو انقلاب کے لیے اٹھ کھڑے ہونے میں صرف ایک سال لگا لیکن اب انگریزوں کے خلاف جہاد شروع ہو چکا تھا۔

دوست محمد کے ساتھ اس کا بیٹا اکبر خان بھی قید خانے سے بچ نکلا تھا لیکن اس کو دوبارہ گرفتار کر لیا گیا۔ دوست محمد نے خان کبیر کی مدد سے ایک صوفی فقیر کا بھیس بدل لیا اور بخارا سے روانہ ہو گیا لیکن غلط راستہ اختیار کرنے کی وجہ سے وہ ایک بنجر پہاڑی صحرا میں پھنس گیا۔ اس کا گھوڑا مسلسل سفر اور تھکان سے مر گیا۔ خوش قسمتی سے امیر کو بلخ جانے والا ایک کارواں مل گیا۔ راستے میں چراغ چی کے مقام پر مخبر کی اطلاع

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

پر بخارا حکومت کے ملازموں نے کارواں کی تلاشی لی لیکن امیر کو تلاش نہ کر سکے کیونکہ امیر نے نہایت چالاکی سے روشنائی کی مدد سے اپنی داڑھی کا رنگ تبدیل کر لیا تھا۔ قافلے کے ساتھ شہر سبز پہنچ کر بھوکے پیاسے امیر نے درویشوں کے ایک ڈیرے پر پڑاؤ کیا۔ وہاں قلندر لوگ چائے پی رہے تھے لیکن انھوں نے اس فقیر کو کوئی توجہ دی نہ ہی کھانے پینے کی کوئی پیشکش کی۔ امیر خالی پیٹ شہر کے اندر داخل ہو گیا اور لوگوں سے ملا کبیر نامی تاجر کے بارے میں پوچھا۔ ملا کبیر کابل سے تعلق رکھتا تھا لیکن شہر سبز میں بھی اس کا ایک گھر تھا۔ جب اس نے امیر کو دیکھا تو اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور اسے بحفاظت گھر کے اندر لے گیا۔ امیر کی کسمپرسی دیکھ کر ملا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس نے اپنی خدمات امیر کے سپرد کر دیں۔ کچھ دیر وہاں آرام کے بعد امیر نے ملا کبیر کو شہر سبز کے گورنر کے پاس بھیجا کہ وہ اس کو امیر کے آنے کی اطلاع کرے۔ گورنر یہ خبر سن کر خود ملا کبیر کے گھر آ گیا، امیر سے بہت احترام سے پیش آیا اور اسے شاہی مہمان خانے لے گیا۔ مہمان نوازی کے فرائض سے فارغ ہو کر گورنر نے امیر بخارا کے قابل ملامت رویے کا ذکر کیا اور پیشکش کی کہ وہ اس سے انتقام لینے کے لیے فوج بھیج سکتا ہے۔ دوست محمد نے اس پیشکش کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اس کے بجائے اسے سات سو گھڑسوار دیے جائیں جو دریائے اوکسس کے پار اس کا ساتھ دیں۔ گورنر رضامند ہو گیا اور اس نے ضروری ساز و سامان اور اشیائے خورد و نوش کا بندوبست کرنے کے بعد سات سو گھڑسوار فوجی بطور محافظ امیر کے ہمراہ روانہ کر دیے۔

یہاں سے امیر دوست محمد کی قسمت اس پر مہربان ہو گئی۔ وہ دریائے اوکسس پار کر کے بخیریت بلخ پہنچ گیا۔ بالآخر امیر خامرد میں اپنے سابق ازبک میزبان میر ولی کے پاس جا پہنچا جہاں امیر کا بیٹا افضل خان اس کا منتظر تھا۔ میر ولی نے امیر کی ہر ممکن مدد کرنے کی پیشکش کی۔ اس کے ساتھ اس نے امیر کو ایک بری خبر سنائی کہ اس کے بھائی نواب جبار خان نے اس کی رہائی سے مایوس ہو کر اپنے آپ کو اور امیر کے حرم کو برطانوی حکام کے سپرد کر دیا تھا۔ اس خبر سے امیر غضب ناک ہو گیا اور اس نے فرنگیوں کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا۔ امیر نے ہزار سے کم ازبک گھڑسواروں کے ساتھ جنوب کی طرف پیش قدمی کی اور پہلی برطانوی فوجی چوکی کے سپاہیوں کو مار بھگایا۔ اس کے جلد بعد بامیان میں تعینات افغان فوج کے سالار صالح محمد نے شجاع کو چھوڑ کر امیر کی فوج میں شمولیت اختیار کر لی۔ اس اُمنڈتے ہوئے بحران کی خبر کابل پہنچ گئی اور اس نے انگریز فوجیوں اور شاہ شجاع کو خوفزدہ کر دیا اور وہ بچ نکلنے کے ممکنہ راستوں کے بارے میں سوچنے لگے۔ ۱۸ ستمبر کو بامیان میں برطانوی فوج اور امیر کی فوج میں مقابلہ ہوا۔ جدید اسلحے اور توپوں سے لیس تربیت یافتہ برطانوی فوج نے بڑی آسانی سے افغان گھڑسوار دستے کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کے رکھ دیا۔ ایک سو جوانوں کے نقصان اور اپنی ران پر شدید زخم کے بعد امیر نے اپنی باقی فوج کو میدان سے ہٹا لیا۔ لیکن پسپا ہونے کے بجائے بلاخوف و خطر پہاڑوں پر خشک دریائی گزرگاہوں اور پگڈنڈیوں پر چلتے ہوئے کابل کا رخ کیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ کوہستان میں تاجک باغیوں سے جا ملے۔ اگرچہ کوہستان میں اس کے بہت سے دشمن موجود تھے لیکن

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

اس نے انگریز دشمنی کے مفروضے پر جوا کھیلا۔ اسے امید تھی کہ کافر حکومت کے خلاف مشترکہ نفرت پچھلی دشمنیوں پر غالب آجائے گی۔ چناں چہ اس نے تاجک سرداروں کے پاس قاصد بھیجے اور اپنے اتحادی صفی میر آف تغاب کو ذمہ داری سونپی کہ وہ کوہستان کے میروں اور شیخوں کو قائل کرے کہ وہ سب امیر کی قیادت میں جمع ہو جائیں۔ اسے بہت اطمینان اور خوشی ہوئی جب اس کی تجاویز کے فوری مثبت جوابات موصول ہونا شروع ہوئے۔

یہ ایک دلیرانہ لیکن پرخطر حکمت عملی تھی۔ میک نیگلن نے برنس اور جنرل سیل کو دو رجنٹ فوج کے ساتھ چاریکر کے ضلعی صدر مقام پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا۔ اس طرح انھوں نے کوہستان اور امیر کے درمیان شاہراہ کو بند کر دیا۔ دوست محمد نے کمپنی کی فوج کا براہ راست مقابلہ کرنے کے بجائے گوریلا جنگ کی حکمت عملی اختیار کی۔ وہ اچانک حملہ کر کے کمپنی کی سرکاری فوج کو جانی نقصان پہنچاتے۔ جنرل سیل نے باغی دیہات میں باغیوں کے ٹھکانوں، فصلوں اور درختوں کو تباہ کر دیا اور کوہ دامن کے قریب باغی قلعوں کا محاصرہ کر لیا جب کہ برنس نے کوہستانی سرداروں کو رشوت پیش کی کہ وہ امیر کو دھوکے سے ان کے سپرد کر دیں۔ لیکن ان پرفریب کوششوں کے باوجود امیر ان کے ہاتھ نہ آیا، بلکہ دو ماہ کی جھڑپوں اور لڑائیوں میں انگریزوں کو نقصان اٹھا کر چاریکر تک پسپا ہونا پڑا۔ اکثر کوہستانی سردار سرکشی ترک کرنے پر آمادہ تھے بشرطیکہ گزشتہ سال شجاع کی طرف سے کیے گئے وعدے پورے کیے جائیں۔ ایک بااثر مذہبی راہنما اور نقشبندی پیر میر مسجدی بھی ہتھیار ڈالنے پر آمادہ ہو چکا تھا لیکن پھر معاہدے کے خلاف جنرل سیل اور پرنس تیمور نے اس کے قلعے پر حملہ کر کے اس کو تباہ و برباد کر دیا۔ اس کے اہل خانہ کو قتل کر دیا اور اس کی زمینیں دشمنوں میں تقسیم کر دیں۔ غضبناک میر مسجدی زخمی حالت میں تجرو کی طرف فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ انگریزوں کی اس وحشیانہ کارروائی سے کوہستانی باشندے دہشت زدہ ہو گئے۔ انگریزوں نے میر مسجدی کو ہمیشہ کے لیے اپنا دشمن بنا لیا۔ یہ ان کی سب سے بڑی غلطی تھی۔

اکتوبر ۱۸۴۰ء میں برطانوی افواج کو ایک بڑا دھچکا لگا جب چاریکر میں افغان فوج کا تربیت یافتہ سکواڈرن دوست محمد سے جا ملا۔ موہن لال کشمیری کے مطابق یہ سب سے بڑا نقصان تھا جس کا سامنا برطانوی فوج کو افغانستان کے قبضے کے دوران کرنا پڑا۔ بیشتر عوام اور سردار منتظر تھے کہ کون فتح مند ہوتا ہے جب کہ وہ موجودہ حکومت سے غیر مطمئن تھے کہ انھوں نے اپنے کیے ہوئے وعدے پورے نہیں کیے۔ آخرکار ۲ نومبر ۱۸۴۰ء کو چاریکر کے فوجی اڈے سے دور پنج شیر کی وادی میں دونوں فوجیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں۔ کمپنی کی فوج ایک باغی قلعے پر حملے کرنے کے لیے پروان درہ کی طرف بڑھ رہی تھی، جب انھیں خبر ملی کہ دوست محمد ان پر حملہ آور ہونے والا ہے۔ چند منٹ کے اندر امیر اور اس کے چار سو گھڑسوار برطانوی فوج کے سامنے نمودار ہوئے۔ کمپنی کی توپیں عقب میں تھیں ان کو آگے لانے کا وقت نہیں تھا۔ اس لیے کمپنی کے گھڑسوار افسروں نے حملہ کرنے کے لیے گھوڑوں کو ایڑ لگا دی لیکن انھیں بہت دیر بعد پتا چلا کہ ان کے اپنے ہندوستانی گھڑسواروں نے رخ موڑا اور فرار ہو گئے۔ نتیجہ صاف ظاہر تھا۔ دوست محمد کو شاندار فتح حاصل ہوئی۔ کمپنی افسر ڈاکٹر لارڈ

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

اور بہت سے دوسرے فوجی مارے گئے۔

دوست محمد کی فتح کے صرف دو دن بعد ۴ نومبر کو منتظر میک نیگلنن اپنے ملٹری سیکرٹری اور مختصر گھڑسوار محافظ دستے کے ہمراہ کابل کے مضافات میں شام کے وقت گھڑسواری کر رہا تھا۔ ایک دن قبل ڈاکٹر لارڈ اور بہت سے دوسرے افسروں کی موت کی خبر نے سب کو تشویش میں مبتلا کر دیا تھا اور ان کا پورا دن مختلف تجاویز پر بحث مباحثہ کرتے ہوئے گزرا تھا۔

ملٹری سیکرٹری جارج لارنس کے بقول ''جب ہم میک نیگلنن کی رہائش گاہ کے قریب پہنچے تو اچانک ایک گھڑسوار ہمارے قریب آیا، اپنا گھوڑا میرے اور میک نیگلنن کے گھوڑے کے درمیان لے آیا اور مجھ سے پوچھا ''کیا وہ لارڈ صاحب ہیں؟'' میرے ہاں کہنے پر اس نے میک نیگلنن کے گھوڑے کی لگام کو پکڑ لیا اور کہا ''امیر، امیر!'' میک نیگلنن نے کہا ''کون، کہاں۔'' فوراً ہی ایک اور گھڑسوار نزدیک آیا اس نے گھوڑے سے نیچے چھلانگ لگائی اور گھوڑے کی رکاب اور میک نیگلنن کے ہاتھ کو پکڑ لیا، ان کو اپنی پیشانی سے لگایا اور بوسہ دیا۔ سر ولیم میک نیگلنن فوراً نیچے اترا اور کہا ''خوش آمدید، خوش آمدید!'' اور پھر اس کو اپنے کمرے میں لے گیا۔

دوست محمد داخل ہوتے ہی مشرقی انداز میں سجدے کی حالت میں چلا گیا اور اپنی پگڑی اتار کر پیشانی فرش پر رکھ دی۔ جب وہ اٹھ کر کھڑا ہوا تو اس نے اطاعت کی علامت کے طور پر اپنی تلوار پیش کر دی اور کہا اب یہ اس کے لیے بیکار ہے۔ میک نیگلنن نے فوراً تلوار واپس کر دی اور امیر کو یقین دلایا کہ اس کی طرف سے برطانوی حکومت کی مخالفت کے باوجود اس کا ہر ممکن خیال رکھا جائے گا۔ امیر نے جواب دیا کہ یہ اس کا مقدر تھا اور وہ اپنے مقدر کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ امیر ایک مضبوط جسم والا طاقتور شخص تھا۔ اس کی ناک عقابی، ابرو قوس نما اور داڑھی اور مونچھیں ناتراشیدہ تھیں۔ لارنس کہتا ہے ''امیر کے استقبال کے لیے خیمے لگا دیے گئے اور اسے میری نگرانی میں دے دیا گیا۔'' اس کا ہمارے قبضے میں آ جانا ایک خواب معلوم ہوتا تھا۔ دو دن کی

امیر دوست محمد ہتھیار ڈالتے ہوئے

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

نگرانی کے دوران میں بمشکل ہی سو سکا اور بار باراس کے خیمے میں جھانکتا رہا۔

اگر ایک طرف برطانوی حکام حیرت زدہ تھے کہ امیر اتنی آسانی سے ان کے ہاتھ کیسے آ گیا اور یہ کہ شاید اس کو احساس نہیں ہو سکا کہ وہ فتح کے کتنا قریب پہنچ چکا تھا۔ دوسری طرف امیر اپنی زندگی کے تحفظ کے لیے ہتھیار ڈال کر ترک ایرانی پروٹوکول پر عمل کر رہا تھا۔ اس خطے میں شکست خوردہ حکمرانوں کا فاتحین کے سامنے ہتھیار ڈالنا اور اطاعت اختیار کرنا کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔ یہ عمل زندگی کی حفاظت کے ساتھ مستقبل میں حالات کے تغیر کے ساتھ اقتدار میں واپس آنے کے امکانات بھی رکھتا تھا۔ دراصل انگریزوں کی طرف سے امیر کے سر کی قیمت دو لاکھ روپے رکھی گئی تھی۔ اور امیر کو یقین تھا کہ افغان اس انعام کے لالچ میں اس کے ساتھ غداری کرنے میں دیر نہیں لگائیں گے۔ نیز یہ ایک طرح کا اعتراف تھا کہ اب اقتدار کا کھیل اس کے حق میں نہیں اور برطانیہ اقتدار کے نئے کھلاڑی کے طور پر منظر عام پر آ چکا ہے۔ وہ پرامید تھا کہ جلد یا بدیر انگریز اسے اقتدار میں لے آئیں گے یا پھر ان کے زوال کے بعد وہ خود یہ موقع حاصل کر لے گا۔

امیر دوست محمد کو ہندوستان بھجوانے کے فوری انتظامات کیے گئے۔ اس سے وعدہ کیا گیا کہ اس کو فیاضانہ پنشن دی جائے گی اور وہ اپنے حرم کے ساتھ رہے گا جس کو فی الحال غزنی کے قلعے میں رکھا گیا تھا۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ اس کو لدھیانہ میں شاہ شجاع کی خالی کردہ رہائش گاہ دی جائے گی۔ امیر کے کابل میں نو دن کے قیام کے دوران امیر میک نیگٹن دوست بن گئے۔ میک نیگٹن نے آک لینڈ سے سفارش کی ”امیر دوست محمد، شجاع کے مقابلے میں فیاضانہ سلوک کا مستحق ہے۔ شجاع کا ہمارے اوپر کوئی حق نہیں تھا کیونکہ ہم نے اس کو تخت سے محروم نہیں کیا تھا۔ جب کہ دوست محمد کو ہم نے برطرف کیا۔ اگرچہ اس نے ہمیں کبھی تکلیف نہیں پہنچائی تھی پھر بھی وہ ہماری پالیسی کا نشانہ بنا۔“

دوسرے الفاظ میں میک نیگٹن نے گویا اعتراف کر لیا کہ بہادر امیر نے ہمیشہ انگریزوں کے ساتھ دوستانہ رویہ رکھا اور اس کو غیر ضروری طور پر اس کی مملکت اور تخت سے محروم کیا گیا۔ امیر بہت خوش تھا کہ اس نے انگریزوں کے سامنے دستبرداری سے پہلے پروان درہ میں اپنی بہادری ثابت کر دی تھی۔

امیر نے صرف ایک معاملے پر برطانوی حکام سے تعاون کرنے سے انکار کیا۔ میک نیگٹن نے بار بار اس پر زور دیا کہ وہ ایک مرتبہ شاہ شجاع سے ملے لیکن دوست محمد نے صاف انکار کر دیا۔ دوست محمد نے کھانے کے وہ خوان نعمت بھی واپس کر دیے جو شاہ شجاع نے اپنے شکست خوردہ حریف کو بھیجے تھے جو افغان آئین عزت کی رو سے ایک اخلاقی توہین تھی۔ میک نیگٹن کی متعدد التجاؤں کے جواب میں اس نے کہا اگر شجاع کچھ کہنا چاہتا ہے تو وہ آئے اور آپ کی موجودگی میں بات کر لے۔ برطانوی حکام نے دوست محمد کو سدوزئی بادشاہ کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا جس سے شجاع بہت ناراض ہوا۔ وہ کئی ہفتوں سے میک نیگٹن پر زور دے رہا تھا کہ دوست محمد کو قتل یا کم از کم اندھا کروا دیا جائے لیکن میک نیگٹن نے ایسی باتوں پر غور کرنے سے انکار کر دیا۔ شجاع کو بڑا دکھ تھا کہ بارک زئی قبیلے کے افراد انگریزوں کی حمایت سے پوری آزادی کے ساتھ اپنے کاروبار میں مصروف تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

اس رویے سے بادشاہ کا وقار خاک میں مل گیا تھا۔

۱۳ نومبر ۱۸۴۰ء کو دوست محمد افضل خان کی معیت میں کابل سے رخصت ہوا۔ اس کے بیٹے افضل خان نے بھی باپ کے ایما پر ہتھیار ڈال دیے تھے۔ جلال آباد میں وہ دونوں اپنے حرم سے جا ملے جس میں دوست محمد کی نو بیویاں' اس کے بیٹوں کی اکیس بیویاں' ایک سو دو باندیاں اور دو سو دس غلام اور نوکر شامل تھے۔ بچوں سمیت ان کی کل تعداد تین سو اکیاسی تھی۔ امیر کی باوقار دستبرداری کی خبر سے اس تعداد میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا اور لدھیانہ پہنچنے تک امیر کے خاندان کے تمام افراد ان سے آملے تھے۔ ان میں اس کے بائیس بیٹے اور انتیس دیگر رشتہ داروں کے علاوہ چار سو نوکر اور تین سو خادمائیں شامل ہو گئیں۔ اس طرح جلاوطن امیر کے ہمراہ کل ایک ہزار ایک سو پندرہ افراد تھے۔

دسمبر کے آخر میں بارک زئی قافلے کی لدھیانہ آمد کابل اور شملہ دونوں کے لیے انتہائی اطمینان کا باعث تھی۔ جنرل کاٹن جس نے افغانستان میں برطانوی فوجی کمانڈر کے طور پر اپنی ملازمت مکمل کرنے کے بعد بارک زئیوں کو بحفاظت لدھیانہ پہنچایا، نے اپنے جانشین کے نام پیغام لکھا ”تمھیں یہاں کچھ بھی نہیں کرنا پڑے گا۔ کیونکہ یہاں امن ہی امن ہے۔“ لیکن حقیقت میں بغاوت ختم نہیں ہوئی تھی۔ دوست محمد کا سب سے زیادہ جنگجو بیٹا اکبر خان کسی نہ کسی طرح بخارا کے قید خانے سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ وہ جلد ہی مزاحمت کا نیا طاقتور مرکز بنے گا اور اپنے باپ سے بھی کہیں زیادہ پرتشدد، بے رحم اور موثر ثابت ہو گا۔

سر ولیم میکناٹن

اپریل ۱۸۴۱ء میں افغانستان میں برطانوی فوج کا نیا کمانڈر میجر جنرل ولیم ایلفنسٹن افغانستان کے سرمائی دارالحکومت جلال آباد میں پہنچا جہاں شاہ شجاع مقیم تھا۔ پچپن سالہ جرنیل جوڑوں کے شدید درد (گٹھیا) میں مبتلا تھا اور سہارے کے بغیر چل بھی نہیں سکتا تھا۔ واٹرلو کے بعد گزشتہ پچیس سال سے اس نے کسی جنگ میں حصہ نہیں لیا تھا۔ کافی سال نصف تنخواہ پر گزارنے کے بعد اب اپنے بڑھتے ہوئے قرضہ جات ادا کرنے کے لیے باقاعدہ فوجی سروس میں واپس آ گیا تھا۔ وہ قوت فیصلہ سے بھی محروم تھا۔ ہندوستان اور افغانستان کے بارے میں قریباً نابلد تھا اور اپنی کمان میں ہندوستانی فوج کے ساتھ کوئی ہمدردی بھی نہیں رکھتا تھا۔ کابل پہنچنے پر وہ شہر کے بارے میں ناگوار تاثرات کا اظہار کرتا ہے۔ ایلفنسٹن کی اہلیت کو لندن میں کسی نے دیکھا نہ ہی آک لینڈ نے کوئی توجہ دی۔ اس پر مستزاد یہ کہ ساری فوج میں سب سے زیادہ ناگوار، غیر ہردلعزیز اور غیر پسندیدہ افسر جان شیلٹن کو اس کا ڈپٹی مقرر کر دیا گیا۔

افغانستان کے جنوب مشرق میں پنجاب کی ریاست انتشار کا شکار ہو چکی تھی۔ رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد دو سال کے عرصے میں تین حکمران تبدیل ہو چکے تھے۔ سکھ فوجیوں نے فرانسیسی اور انگریز افسروں کو قتل کر دیا اور سارے ملک میں لوٹ مار شروع کر دی تھی۔ پنجاب برطانیہ کے اتحادی کے بجائے ایک دشمن

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

ریاست میں تبدیل ہو چکا تھا۔ یہ چیز برطانوی حکام کے لیے باعث تشویش تھی کیونکہ پنجاب، افغانستان اور ہندوستان میں برطانوی عملداری کے درمیان حائل تھا۔ بلکہ ایسی رپورٹیں مل رہی تھیں کہ سکھ سردار پشاور کے اردگرد باغی بارک زئی اور درانی سرداروں کو پناہ اور مدد فراہم کر رہے تھے۔ دوسری طرف افغانستان کے مغرب میں ایرانی سرحد پر بھی ہلچل دکھائی دے رہی تھی۔ ہرات کے طاقتور وزیر یار محمد علیکوزئی نے ہرات کے حکمران شاہ شجاع کے عم زاد کامران شاہ سیدوزئی کو گرفتار کر کے قتل کروا دیا۔ پھر ایران کے بادشاہ محمد شاہ کے ساتھ برطانیہ کے خلاف اتحاد قائم کر لیا۔ علاوہ ازیں قندھار کے جنوب مغرب میں واقع ہلمند اور قلات میں درانی، توخی اور غلزئی برطانوی حکومت کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔

اگرچہ توخی قبائل پر ٹیکس کا نفاذ بغاوت کی فوری وجہ بنا لیکن مزاحمت نے جلد اسلامی رنگ اختیار کر لیا۔ باغی اپنے آپ کو اسلام کے سپاہی اور مزاحمت کو جہاد کا نام دے رہے تھے۔ ہلمند میں باغی راہنما اختر خان درانی نے عظمت اسلام کی بحالی کو اپنا نصب العین قرار دیا۔ جنرل ناٹ نے باغیوں کی سرکوبی کے لیے ایک سریع الحرکت فورس قائم کر لی تھی اور موثر طور پر کارروائی کر رہا تھا۔ ناٹ کے ساتھ نہایت قابل اور ہوشیار سیاسی معاون ہنری رالنسن کام کر رہا تھا۔ اس کا کام یہ تھا کہ وہ قندھار اور ہلمند کے علاقے میں غازیوں کے اجتماعات اور اعلان جہاد کی اطلاعات حکام بالا کو بھیجتا تھا۔ اس نے اس حوالے سے میک نیگٹن کو کئی تفصیلی رپورٹس بھیجیں۔ کابل کے شمال میں کوہستان میں بھی صورت حال دھماکا خیز ہو چکی تھی۔ ایلڈرڈ پاٹنگر نے کوہستان کے علاقے میں بڑھتی ہوئی بے چینی، برطانوی فوجوں کی کمزور دفاعی پوزیشن اور کوہستانی سرداروں کے شجاع کی حکومت پر عدم اطمینان پر مبنی کئی رپورٹس میک نیگٹن کو ارسال کیں لیکن اس نے ان کو سنجیدگی سے نہیں لیا۔ اس نے لکھا ”اور باتوں کے علاوہ بغاوت کے اسباب میں غیر ملکیوں سے نفرت، انتہا پسندی، ہمارے فوجیوں کی بلا روک ٹوک کارروائیاں خصوصاً عورتوں کو کھلے عام لے جانا اور زنا کاری، مقامی باشندوں کا حسد اور انتقام بھی شامل ہیں۔ برطانیہ کے مخالفین ہماری کردار کشی کر رہے ہیں، لوگوں کو ہمارے خلاف بھڑکا رہے ہیں اور قانون شکن عناصر کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔ پکی ہوئی فصلوں کو آگ لگائی جا رہی ہے۔ نہروں کے کناروں میں شگاف ڈالے جا رہے ہیں۔ ہر وقت وسیع پیمانے پر سازش اور بغاوت کی افواہیں گردش میں رہتی ہیں۔ میں تجویز کرتا ہوں کہ کوہستانی سرداروں سے یرغمال کے طور پر افراد کا مطالبہ کیا جائے۔“ مولانا حامد شاہ کشمیری نے اس وقت کے کابل کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔ (ترجمہ)

فرنگی کے ظلم و ستم سے نالاں تھے لوگ
اس کے غرور اور حاکیت کا شکار تھے لوگ
افغان آبرو اور آن باقی نہ تھی ذرا
قانون اور امن کا نام باقی نہ تھا ذرا
ذلیل و رسوا ہو چکے تھے خوانین سارے
خاک میں مل گئے تھے ان کے خواب سارے
ہر شخص کو عدل امیر کی یاد آتی تھی
دن رات اس کی واپسی کی تمنا کی جاتی تھی

اکثر برطانوی افسروں نے سمجھ لیا تھا کہ اینگلو سیدوزئی حکومت ناکام ہوتی جا رہی ہے۔ اگرچہ میک

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

میکنٹن اس خیال کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھا لیکن صورت حال کا حل کسی کے پاس بھی نہیں تھا۔

لندن میں بورڈ آف کنٹرول کے صدر نے کہا کہ دوست محمد کی گرفتاری کے بعد فوج کی تعداد کو انتہائی کم کر دیا گیا ہے۔ اس میں زبردست اضافے کی ضرورت ہے۔ افغانستان پر اخراجات اور سرمایہ کاری میں اضافہ ناگزیر ہے۔ نااہل افغان حکومت کو قابو میں رکھنا ضروری ہے۔ اس بنیادی حقیقت کو تسلیم کیا جانا چاہیے کہ "انگریز افغانستان کے حکمران ہیں اور شجاع کو تمام احکامات کی تعمیل کا پابند کیا جانا چاہیے۔ افغانستان سے واپسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" برنس بھی اسی خیال کا حامی تھا۔ بہت سے انگریز افسران کا یہ بھی خیال تھا کہ ان مسائل کا بہترین حل یہ ہے کہ پنجاب اور افغانستان کو کمپنی کی عملداری میں شامل کر لیا جائے۔ میک نیکٹن بھی افغانستان کی سرحدوں میں ہرات، پنجاب اور ازبک علاقوں سمیت دریائے اوکسس تک توسیع چاہتا تھا تاکہ وسطی ایشیا سے روس کی ممکنہ پیش قدمی کا سدباب کیا جا سکے۔ لیکن ان سب خوش کن عزائم کے باوجود تلخ حقیقت یہ تھی کہ کلکتہ کا سرکاری خزانہ خالی ہو چکا تھا۔ افغانستان پر قبضہ توقع سے کہیں زیادہ مہنگا ثابت ہوا تھا کیونکہ سالانہ اخراجات بیس لاکھ پاؤنڈ تک پہنچ گئے تھے جو کمپنی کی افیون اور چائے کی تجارت کے منافع سے کئی گنا زیادہ تھے۔ فروری ۱۸۴۱ء میں لارڈ آک لینڈ کو خبردار کر دیا گیا تھا کہ چھے ماہ ختم ہونے سے پہلے ہندوستان کا خزانہ خالی ہو جائے گا۔ مارچ میں آک لینڈ نے میک نیکٹن کو لکھا "ہماری سب سے بڑی ضرورت روپیہ ہے۔ اخراجات کی موجودہ شرح کے مطابق ہم آپ کو کب تک سہارا دے سکیں گے۔ میں کہہ نہیں سکتا۔"

ان مشکل اور ناسازگار حالات میں میک نیکٹن کی ایک اعلیٰ تر معاشرتی مرتبے کی متمنی بیوی فرانسس اپنی بلی، طوطے اور پانچ آیاؤں کے ہمراہ پنجاب کے راستے کابل چھاؤنی کی طرف عازم سفر تھی۔ اس کی روانگی سے شملہ میں موجود ایڈن سسٹرز نے سکون کا سانس لیا کیونکہ وہ اس کی صحبت سے گریزاں رہتی تھیں۔ جنرل سیل کی بیوی فلورینشیا سیل اس کی ہمسفر تھی جو بہت بڑے پیانو اور اپنی خوبصورت بیٹی الیگزینڈرینا کے ساتھ کابل پہنچی۔ ان خواتین کی کابل آمد سے بہت سے لوگ خوش نہیں ہوئے۔ کینٹ کے سرجن ڈاکٹر جان میگراتھ کے بقول دونوں خواتین یکساں طور پر بے شرم اور غیر مہذب تھیں اور الیگزینڈرینا سیل خوش مزاج ہونے کے باوصف جاہل اور ان پڑھ تھی۔ لیکن اس کی ناخواندگی کے باوجود چھاؤنی میں نصف درجن نوجوان افسر اس کی محبت کا دم بھرنے لگے۔ لیڈی سیل اپنی بیٹی کے تمام عاشقوں کو ناپسند کرتی تھی لیکن جلد ہی نوجوان انجینئر جان اسٹوارٹ اپنے کنوارے ساتھیوں سے بازی لے گیا۔ لیڈی سیل کرنال میں اپنے باغیچے سے پھولوں کے بیج اپنے ساتھ لائی تھی جن کو اس نے اپنے کابل کچن گارڈن میں کاشت کیا۔ اس کے بقول افغان معززین اس کے پھولوں کے دیوانے تھے اور ان کے بیج حاصل کرنے کے خواہش مند تھے۔

انگریز افسروں کی بیگمات کے کابل پہنچتے ہی شاہ شجاع نے اپنے نابینا بھائی شاہ زمان اور اس کے اور اپنے حرم کی لدھیانہ سے کابل واپسی کا مطالبہ کر دیا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ چاہتا تھا کہ پنجاب کی صورت حال قابو سے باہر ہونے سے پہلے ان کی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

خواتین اور اس کا زر و جواہر کا سرمایہ بحفاظت اس کے پاس پہنچ جائیں۔ دو جوان اسکاٹش افسروں جارج براڈفٹ اور کولن میکنزی کو یہ ذمہ داری سونپی گئی۔ یہ قافلہ شاہ زمان، اس کے بیٹوں، خواتین، ملازموں سمیت چھ ہزار افراد پر مشتمل تھا جس کے لیے پندرہ ہزار اونٹوں کی ضرورت تھی۔ قافلے کی حفاظت کے لیے مذکورہ افسروں کی کمان میں پانچ سو آدمیوں کا حفاظتی دستہ ہمراہ تھا۔ دونوں افسر اپنی قابلیت اور مہارت سے قافلے کو پنجاب کے سرکش سکھ فوجیوں اور جمرود کے باغی سرحدی محافظوں سے بچا کر بغیر کوئی گولی چلائے بحفاظت کابل لے گئے۔ اس اثنا میں شاہ شجاع نے برطانیہ کی نوجوان ملکہ وکٹوریا کی طرف سے شاہ کو بھیجے گئے تہنیتی پیغام کے جواب میں ایک محبت آمیز خط تحریر کیا۔ اس میں شاہ نے ملکہ کے خط پر بے پایاں مسرت کا اظہار کیا، ملکہ کے حسن و جمال، عقل و دانش، عدل و انصاف اور عظمت اور سربلندی کے بیان میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیے اور اپنی دلی محبت، وفاداری اور خلوص کا یقین دلایا۔ لیکن ملکہ سے محبت و عقیدت کے علی الرغم شجاع کابل میں موجود برطانوی افسروں کی بالادستی سے کافی بیزار ہو چکا تھا اور ان کی طرف سے عائد کردہ پابندیوں سے نالاں تھا۔

اسی عرصے میں میک نیکٹن ایک سنگین غلطی کا مرتکب ہوا۔ اس نے برنس کی سفارش پر شجاع کے وفادار اور بااثر گورنر ملا شکور کو بارک زئی وفادار عثمان خان سے بدل دیا اور اس کو نظام الدولہ کا خطاب دے دیا۔ ملا شکور کو برطرف کر کے نظر بند کر دیا گیا۔ اس سے نہ صرف شجاع اور انگریز حکام کے درمیان اختلاف کی خلیج مزید وسیع ہو گئی، بلکہ عثمان خان کے جارحانہ اور گستاخانہ رویے کی وجہ سے حکومت کے حامی سردار بدظن ہو کر مخالف مزاحمتی تحریک میں شامل ہو گئے۔ میک نیکٹن کی شہ پر نظام الدولہ اتنا بااختیار اور مغرور ہو گیا تھا کہ وہ شاہ شجاع کی بھی پروا نہیں کرتا تھا اور اس کی منظوری کے بغیر شجاع کا کوئی فیصلہ نافذ العمل نہیں ہوتا تھا۔ اس صورت حال نے افغان عوام کے اس شک کو یقین میں بدل دیا کہ شجاع اپنی حکومت میں کوئی اختیار نہیں رکھتا اور حقیقی اختیارات اور اقتدار انگریز حکام کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ نکتہ بارک زئی مخالفین کی پروپیگنڈا مشین کے لیے بہت کارآمد ثابت ہوا۔ شجاع کو انگریزوں کے احسانات کا احساس تھا اور وہ ایک وفادار اتحادی کے طور پر تشکر کا اظہار بھی کرنا چاہتا تھا لیکن ایک بے بس کٹھ پتلی کا منصب اس کو منظور نہیں تھا۔ شجاع نے اپنے ان جذبات کا اظہار برنس سے کیا لیکن برنس کو اس سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ وہ اپنے افسر میک نیکٹن سے متفق تھا جب اس نے کہا "شجاع ایک بوڑھی عورت کی طرح ہے جو اپنے عوام پر حکومت کرنے کے لیے موزوں نہیں۔ میں اس کے موزوں یا غیر موزوں ہونے کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ ہم یہاں اس کی حکومت چلانے آئے ہیں اور یہ کام ہم ضرور کریں گے۔"

اگست ۱۸۴۱ء میں لارڈ آک لینڈ نے میک نیکٹن کو مراسلہ بھیجا کہ کمپنی کے مالی حالات اتنے دگرگوں ہو چکے ہیں کہ وہ صرف تنخواہیں ادا کرنے کے لیے ہندوستانی تاجروں سے منہ مانگی شرح سود پر پچاس لاکھ پاؤنڈ مستعار لینے پر مجبور ہیں۔ میک نیکٹن کو حکم دیا گیا کہ وہ افغانستان میں ہر قسم کے اخراجات پر فوری اور قابل قدر کٹوتی کرے۔ میک نیکٹن نے احتجاج کیا لیکن احکامات کی تعمیل پر آمادگی بھی ظاہر کر دی۔ اس

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

نے کابل کے دربار میں غلوئی اور خیبر قبائل کے سرداروں کو بلایا اور ان کو بتایا کہ ان کے وظائف میں آٹھ ہزار کی کٹوتی کی جا رہی ہے۔ سب سے زیادہ متاثر ہونے والوں میں مشرقی افغانستان کے غلوئی قبائل اور ان کا سردار محمد شاہ خان غلوئی تھا جو اکبر خان کا سسر تھا اور خیبر کے علاقے میں امن و امان کا ذمہ دار تھا۔ یہ میک نیگٹن کی سب سے بڑی غلطی تھی جس کے نتیجے میں افغانستان پر قبضے کی پوری عمارت دھڑام سے زمین بوس ہوگئی۔ غلوئی سرداروں کو امید تھی کہ ان کو اچھی کارکردگی پر انعام واکرام کے لیے کابل بلایا جارہا ہے۔ انھوں نے اس اقدام کو معاہدے کی خلاف ورزی اور غداری قرار دیا۔ سردار اپنی آمدنی میں کٹوتی کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ انگریزوں کے آنے کے بعد ضروریات زندگی کی قیمتیں بہت بڑھ گئی تھیں اور غربت اور فاقہ کشی کی چیخ پکار عام ہو چکی تھی۔ بدقسمتی سے میک نیگٹن نے کٹوتی کی تفصیل اور اس کے نفاذ کو نظام الدولہ عثمان خان پر چھوڑ دیا جس کے سرداروں کے ساتھ گستاخانہ اور دھمکی آمیز رویے نے سب کو حکام سے برگشتہ کر دیا۔ شاہ شجاع کی موجودگی میں عثمان خان اور صمد خان درانی کے درمیان تلخ جملوں کا تبادلہ بھی ہوا۔ نظام الدولہ نے میک نیگٹن سے شکایت کی جس کے نتیجے میں صمد خان کو دربار سے برخاست کر دیا گیا۔ اس صورت حال پر درانی سرداروں میں بے چینی پھیل گئی اور بارک زئی، شاہ کی بے بسی پر خوشیاں منانے لگے۔

نظام الدولہ کی سفارش پر میک نیگٹن نے غلوئی سرداروں کے وظیفے بند کر دیے یا ان میں کافی کٹوتی کر دی جس پر انھوں نے شدید احتجاج کیا۔ غلوئی سرداروں کا موقف تھا کہ مغلوں کے دور سے غلوئی، خیبر اور پشاور کے قبائل کو تنخواہ دی جاتی ہے۔ اور یہ سڑکوں، دروں، چیک پوسٹوں کی حفاظت اور محفوظ تجارتی وسفارتی اسفار کے بدلے میں دی جاتی ہے۔ یہ ایک طرح سے افغانستان سے ہندوستان تک راہداری کو محفوظ رکھنے کا معاوضہ ہے جو کبھی کسی حکمران نے بند نہیں کیا۔ میک نیگٹن اور نظام الدولہ کے رویے سے مایوس ہو کر ان قبائل نے اپنے گھر چھوڑ دیے اور پہاڑوں پر چلے گئے اور سرکشی، بغاوت، لوٹ مار اور سڑکوں کی بندش کو اپنا معمول بنا لیا۔ انھوں نے قرآن پر حلف اٹھایا کہ وہ بغاوت کریں گے اور افغانستان سے برطانوی فوج کے انخلا تک آرام سے نہیں بیٹھیں گے۔ مولانا کشمیری اکبر نامہ میں رقمطراز ہے کہ درانی اور غلوئی سرداروں کی کابل سے روانگی احتجاج سے زیادہ ایک سوچی سمجھی حکمت عملی تھی۔ (ترجمہ)

رات ہوئی تو کابل کے سردار جمع ہوئے
عبداللہ خاں اچکزئی کے گھر پر مشورے ہوئے
ابھی طوفان سر سے نہیں گزرا انھوں نے کہا
تیر کمان تیار، عمل کا وقت ہے سب نے کہا
میدان جنگ میں تلوار کے زخم سے مرنا
فرنگ کی قید میں زندگی سے بہتر ہے
تمام برائیوں کی ہے جڑ الیگزینڈر برنس
بے حیا، مکار، بڑا سازشی ہے برنس

غلوئی قبائل کی بغاوت اور جنرل الفنسٹن پر گٹھیا کا حملہ تقریباً ایک ہی وقت پر ہوا۔ الفنسٹن کے سرجن ڈاکٹر کیمپبل نے مریض کا معائنہ کیا اور اس کی خراب حالت دیکھ کر دہشت زدہ ہوگیا۔ اس کے مطابق بیماری نے جنرل کے تمام جوڑوں پر شدید حملہ کر دیا تھا۔ وہ ایک تباہ شدہ ڈھانچا کی طرح تھا اور اپنی ڈیوٹی انجام

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

دینے سے یکسر معذور اور ناقابل علاج ہو چکا تھا۔ الفنسٹن نے آک لینڈ کو مراسلہ بھیجا اور درخواست کی کہ اسے فرائض سے سبکدوش کر دیا جائے۔ اسی دوران میک نیگٹن نے افغانستان میں برطانوی فوج کو مزید کم کرنے کے لیے کرنل رابرٹ سیل اور اس کے بریگیڈ کو واپس ہندوستان بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ اس کے ذمہ ایک کام یہ بھی تھا کہ وہ واپسی کے سفر میں غلزئی قبائل کو سرکشی کا مزا چکھائے۔ سیل کا بریگیڈ ۹ اکتوبر ۱۸۴۱ء میں کابل سے روانہ ہوا۔ اگلے چند دنوں میں سیل کے دستے پر افغان غلزئی قبائل نے کئی دفعہ شب خون مارا اور ان کو بھاری جانی و مالی نقصان پہنچایا۔ کابل خورد درے سے گزرتے ہوئے برطانوی فوجیوں کو شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ سیل خود بھی بری طرح زخمی ہوا۔ بالآخر سیل کو مذاکرات پر مجبور ہونا پڑا۔ اس نے محفوظ راستے کے عوض افغان قبیلے کو ۴۰۰۰۰ روپے ادا کیے۔ اپنے زخمیوں کو واپس کابل بھیجا اور باقی ماندہ بریگیڈ کے ساتھ تیز رفتاری سے جلال آباد کی طرف پیش قدمی کی۔ چند دن کے اندر بریگیڈ کے ۲۵۰ آدمی مارے جا چکے تھے اور بہت سا ساز و سامان اور گولہ بارود لوٹا جا چکا تھا۔ ظاہر تھا کہ یہ صرف غلزئی قبائل کی اپنی آمدنی بحال کروانے کے لیے احتجاجی کارروائی نہ تھی بلکہ پورا ملک برطانوی حکمرانوں اور فوجیوں کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ افغان باغیوں کی تعداد روز بہ روز بڑھتی جا رہی تھی۔ دروں میں اور کابل کے اردگرد بھی لڑائی کی افواہیں عام تھیں۔

سیل کا بریگیڈ ۱۳ نومبر کو جلال آباد پہنچا۔ اس قصبے پر قبضہ کرنے کے بعد انھوں نے قلعہ بندی کو مضبوط کیا۔ اگلی صبح ہی بڑی تعداد میں غلزئی اور شنواری قبائلی نمودار ہوئے اور انھوں نے قصبے کا محاصرہ کر لیا۔ سیل نے ایک تیز رفتار قاصد کے ذریعے صورت حال کی اطلاع پشاور میں برٹش ریذیڈنسی کو بھجوا دی۔ اس نے لکھا ''باغیوں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ ہمیں سپاہیوں، خزانے، خوراک اور گولہ بارود کی سخت ضرورت ہے۔ سپاہی نصف راشن پر ہیں۔ ہمارے پاس صرف چھ دن کے لیے چاول ہے اور آٹا بالکل نہیں۔ مدد کے لیے فوری اقدامات کیے جائیں۔''

میجر جنرل رابرٹ سیل

جنوبی افغانستان میں وسیع پیمانے پر بغاوت واضح طور پر ناگزیر دکھائی دے رہی تھی۔ قندھار میں پولیٹیکل ایجنٹ ہنری رالنسن کا کہنا تھا ''غیر ملکیوں کے خلاف مخالفانہ جذبات میں ہر روز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ان کے ملا ملک کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک ہمارے خلاف تبلیغ کر رہے ہیں۔ سر ولیم میک نیگٹن کی غلطیوں نے یہ افسوسناک نتیجہ دکھایا ہے۔ لارڈ آک لینڈ نے اس شخص کو کیسے یہاں کا حاکم بنایا دیا جس نے انگریزوں کے نام سے وابستہ ہر چیز کو قابل نفرت بنا دیا۔'' غزنی کا کمانڈر کرنل تھامس پامر بھی یکساں تشویش میں مبتلا تھا۔ چاریکر میں ایلڈرڈ پاٹنگر سب سے زیادہ خوفزدہ تھا۔ اس کو یقین تھا کہ اس کے گورکھا دستے کا قتل عام ہونے والا ہے۔ تاہم میک نیگٹن ابھی تک ان رپورٹوں کا تمسخر اڑا رہا تھا۔ اس کے ضرورت

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

سے زیادہ اعتماد اور ہٹ دھرمی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ لارڈ آک لینڈ نے افغانستان میں اس کی کارکردگی کا اس کی توقع سے بڑھ کر انعام دینے کا فیصلہ کرلیا تھا یعنی بمبئی کی گورنرشپ اور مالابار ہل پر شاندار رہائش گاہ۔ اس لیے وہ چاہتا تھا کہ وہ جلد سے جلد اس تاثر کے ساتھ اس ملک سے واپس جائے کہ وہاں امن وسکون اور ترقی کا دور دورہ تھا اور بعد میں پیش آنے والے سانحات کی ذمہ داری کسی جانشین پر ڈالی جاسکے۔ میک نیگٹن کی روانگی کی صورت میں اس اعلیٰ منصب پر برنس کے فائز ہونے کے امکانات سب سے زیادہ تھے۔ اگرچہ وہ ہمیشہ اس عہدے کا متمنی رہا تھا لیکن اب مخدوش حالات کے پیش نظر وہ بھی متامل تھا۔ اس کی عیش وطرب کی سرگرمیوں نے اس کو افغانستان میں نفرت کی علامت بنادیا تھا۔

کابل کے سردار اور امرا افغانستان پر برطانیہ کے قبضے، غلزئی سرداروں کے الاؤنس میں کٹوتی، شاہ شجاع کی بے وقعتی اور ملا شکور کی برطرفی پر ناراض اور نالاں تھے۔ شاہ شجاع کی حکومتی معاملات میں اپنی بے بسی کی شکایات نے بھی قابض برطانوی فوج کے خلاف نفرت کو بھڑکانے میں اہم کردار ادا کیا۔ رات کے وقت انھوں نے قرآن پر حلف اٹھایا کہ وہ قابض افواج کے خلاف متحد رہیں گے اور ان کے خلاف جنگ کریں گے۔ مولانا حامد کشمیری جنگ نامہ میں اس طرح بیان کرتے ہیں۔ (ترجمہ)

شاہ شجاع ہے بے اختیار و بے سپاہ
لاٹ جنگی ہے نشے میں مبتلا
برنس ہے اپنے غرور اور نشاط میں مگن
اس سے بہتر لمحہ ہاتھ نہ آئے گا پھر کبھی
وقت گزرتا جا رہا ہے دیر مت کرو
شکار کو ہاتھ سے نکلنے مت دو
بدمعاش برنس کو پکڑنے میں جلدی کرو
طلوع شمس کے ساتھ حساب بیباق کرو

کیم نومبر ۱۸۴۱ء رمضان کے پہلے ہفتہ میں عبداللہ خان اچکزئی کی ایک باندی رات کے وقت فرار ہوکر الیگزینڈر برنس کی رہائش گاہ پر چلی گئی۔ جب خان نے اپنے ایک ملازم کو بھیجا کہ وہ لڑکی کو واپس لے آئے تو برنس نے طاقت اور غرور کے نشے میں ملازم کو شدید زدوکوب کیا اور گھر سے باہر پھینک دیا۔ موہن لال کشمیری کے مطابق یہ حد سے زیادہ اشتعال انگیز حرکت تھی۔ عبداللہ خان اچکزئی نے پہلے امین اللہ خان لغاری کو قرآن کا واسطہ دے کر انگریزوں کے خلاف ساتھ دینے کی اپیل کی۔ جب وہ متفق ہوگیا تو پھر اس نے اپنے گھر پر کابل کے سرداروں کا جرگہ بلایا اور ان سے خطاب کیا۔

"اب ہم انگریزوں کی حکومت کو گرانے میں حق بجانب ہیں۔ ان کے ظلم واستبداد کا ہاتھ چھوٹے بڑے شہریوں کی آن اور عزت تک پہنچ گیا ہے۔ ایک باندی کی عصمت دری کی کوئی حقیقت نہیں لیکن ہمیں اس سلسلے کو یہیں روکنا ہوگا ورنہ یہ انگریز اپنی خواہشات کے گدھے پر سوار ہوکر حماقتوں کا ارتکاب کریں گے۔ وہ جلد ہی ہم سب کو گرفتار کرکے کالا پانی قید خانے میں بھیج دیں گے۔ میں خدا پر بھروسہ کرتا ہوں اور پیغمبر محمد ﷺ کا علم جہاد بلند کرتا ہوں۔ اگر ہم کامیاب ہوتے ہیں تو یہ ہماری خواہش کے مطابق ہوگا۔ اور اگر ہم جنگ میں مرجاتے ہیں تو پھر بھی یہ ذلت اور رسوائی کی زندگی سے بہتر ہے۔"

تمام سردار جو اس کے بچپن کے دوست بھی تھے مقدس جنگ یعنی جہاد کے لیے تیار ہوگئے۔ جب

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

موہن لال کو اپنے مخبروں کے ذریعے سازشیوں کی میٹنگ کا علم ہوا تو وہ فوراً برنس کے پاس گیا اور اس کو ممکنہ بغاوت کے بارے میں خبردار کیا۔ برنس اپنے مستقبل کے بارے میں تشویش میں مبتلا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وہ دن اس کے لیے کیا خبر لائے گا۔ لیکن غلزئی قبائل نے تمام درے بند کر دیے تھے اس لیے اس روز کابل میں کوئی ڈاک نہیں پہنچی۔ اس کا خیال تھا کہ چند دن کے اندر میک نیگٹن بمبئی چلا جائے گا پھر وہ سرداروں کو ان کے الاؤنس بحال کر کے رام کر لے گا۔

جب موہن لال علی خشتی بازار میں اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا، سازشی حملہ کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔ صبح ہونے سے پہلے ہی وہ برنس کے گھر پر گئے اور حفاظت پر مامور سپاہیوں کا اپنی تلواروں سے کام تمام کر دیا۔ لڑائی کی خبر شہر میں آگ کی طرح پھیل گئی اور کابل کے لوگوں نے اس کو خدا کی طرف سے انعام سمجھ کر خوش آمدید کہا۔ انھوں نے اپنی دکانیں بند کیں اور ہتھیار لے کر جائے وقوعہ پر پہنچ گئے۔ صبح ہوتے ہوتے افغان ٹڈی دل کی طرح گلیوں میں نمودار ہوئے اور الیگزینڈر برنس کے گھر کے گرد جمع ہو گئے۔

۲ نومبر کی صبح سرد اور صاف تھی۔ کابل شہر سے باہر چھاؤنی میں شاہ شجاع کی فوج کو تنخواہ تقسیم کرنے والا افسر ہیو جانسن جلد بیدار ہو گیا۔ اس کے ساتھیوں نے اس کو مشورہ دیا تھا کہ شہر میں امن و امان کی بگڑتی ہوئی صورت حال کے پیش نظر وہ چھاؤنی میں رات گزارے اگرچہ شہر کے مرکزی شور بازار میں اس کی افغان محبوبہ اس کی منتظر رہی۔ اس کا اپنا گھر برنس کے گھر کے مقابل واقع تھا۔ طلوع آفتاب کے آدھ گھنٹہ بعد اس کے چپڑاسیوں نے اس کو بتایا کہ اس کے گھر اور خزانہ کے سامنے ایک ہجوم جمع ہو چکا ہے۔ وہ اندر داخل ہونے کی کوشش کر رہے تھے اور برنس ان کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جانسن نے اپنا گھوڑا تیار کرایا اور اپنے گھر تک جانے کا ارادہ کیا لیکن ایک ملازم نے اس کو بتایا کہ برنس اور میرے گھر کی گلی پر ہجوم کا مکمل قبضہ ہو چکا ہے۔ وہ گیٹ توڑنے کی کوشش کر رہے ہیں اور میرا خزانے کا محافظ ان پر گولیاں چلا رہا ہے۔ اس نے کہا کہ میرا گھر تک پہنچنا ناممکن ہے کیونکہ باغیوں کی تعداد ہر لمحے بڑھتی جا رہی ہے اور وہ یورپی اور ہندوستانی باشندوں کو قتل کر رہے ہیں۔

جانسن کہتا ہے "میں نے سوچا کہ ان رپورٹس کی موجودگی میں جنرل ایلفنسٹن کی طرف سے اس بغاوت کو فرو کرنے اور خزانے اور برنس کی زندگی بچانے کے لیے ایک دستہ فوری طور پر بھیجا جائے گا اور بہتر ہو گا کہ میں بھی اس کے ساتھ ہی جاؤں۔ میں نے دیکھا کہ شہر کی طرف سے گہرے دھوئیں کے بادل اٹھ رہے تھے۔ میں نے اندازہ لگایا کہ باغیوں نے میرے گھر کو آگ لگا دی ہے۔ میں نے شدید فائرنگ کی آوازیں بھی سنیں۔ لیکن ہم حیران تھے کہ جنرل نے خزانے اور برنس اور دوسرے عملے کو بچانے کے لیے ابھی تک کسی دستے کی روانگی کا حکم کیوں نہیں دیا۔ بار بار پوچھنے پر پتا چلا کہ ہنگامے کی خبروں کے بعد بیمار جنرل نے گھوڑے پر سوار ہونے کی کوشش کی تو وہ دھپ سے نیچے گرا اور گھوڑا اس کے اوپر گر گیا۔ اس کے بعد وہ تقریباً مخبوط الحواس ہو گیا۔ اس دوران افواہ پھیل گئی جو سچ ثابت ہوئی کہ سرکش باغیوں نے گیٹ اور دیوار توڑ کر میرے گھر اور خزانہ پر قبضہ کر لیا تھا اور حفاظت پر مامور کیپٹن کے افسروں کے علاوہ ایک صوبیدار اور ۲۸ سپاہیوں کو قتل کر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

دیا تھا۔ میرے گھریلو ملازمین نے سارا خزانہ لوٹ لیا جو ایک لاکھ ستر ہزار روپے پر مشتمل تھا اور میرے ذاتی مال واسباب پر قبضہ کرلیا۔

میک نیگلٹن کے نوجوان ملٹری سیکرٹری جارج لارنس کو اندازہ ہوگیا تھا کہ مصیبت آنے والی ہے۔ اس نے چھاؤنی میں سب فوجیوں کو تیاری کا پیغام دے دیا۔ اس کے ایک ملازم نے جو شہر سے واپس آیا تھا، بتایا کہ تمام دکانیں بند ہوچکی ہیں اور گلیوں میں مسلح افراد کا ہجوم ہوتا جا رہا ہے۔ لارنس نے میک نیگلٹن کو تجویز پیش کی کہ چھاؤنی میں موجود پانچ ہزر فوجیوں کو فوری طور پر صورتحال سے نمٹنے کے لیے شہر بھیجا جائے اور بغاوت کے راہنما امین اللہ خان لغاری اور عبداللہ خان اچکزئی کو ایک لمحہ ضائع کیے بغیر گرفتار کرلیا جائے۔ لیکن یہ تجویز فوراً رد کر دی گئی۔ اور اسے مشورے کے لیے شاہ شجاع کے پاس بالا حصار جانے کا حکم دیا گیا۔ لارنس صبح نو بجے چار سپاہیوں کی معیت میں چھاؤنی سے روانہ ہوا۔ راستے میں گھات لگائے ہوئے افراد نے ان پر حملہ کر دیا لیکن وہ اپنی مہارت اور تیز رفتاری سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ بالا حصار میں جب لارنس کی ملاقات شاہ شجاع سے ہوئی تو وہ بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ اس نے کہا ”کیا یہ وہی انجام نہیں جس سے میں نے میک نیگلٹن کو پہلے ہی خبردار کیا تھا مگر اس نے میرے مشورے پر عمل نہ کیا۔“ لارنس کے پہنچنے سے پہلے ہی شاہ اپنے بیٹے فتح جنگ اور نظام الدولہ عثمان خان کو کچھ سپاہیوں کے ساتھ شہر میں ہنگامے پر قابو پانے کے لیے بھیج چکا تھا۔ لارنس اس حقیقت سے باخبر تھا کہ انگریز افسران مہینوں سے شجاع کو کاہل اور غیر موثر کہہ رہے تھے۔ لیکن جب بحران شروع ہوا تو اسی نے شہر میں بغاوت کو دبانے کے لیے فوری اقدام کیا اور اپنے وفادار اینگلوانڈین کمانڈر ولیم کیمپبل اور فتح جنگ کو ایک ہزار آدمیوں اور دو توپوں کے ساتھ ہجوم کے خلاف کارروائی کے لیے بھیجا۔ درحقیقت شجاع ہی وہ واحد شخص تھا جس نے برنس کی زندگی بچانے کی کوشش کی اگرچہ وہ گزشتہ عشرے سے شجاع کا سب سے بڑا ناقد رہا تھا۔ لارنس کی موجودگی میں فتح جنگ کی کامیاب کارروائی کی خبریں شجاع تک پہنچنا شروع ہوگئی تھیں۔

سر الیگزینڈر برنس

تاہم کچھ دیر بعد واقعات میں خطرناک تبدیلی آنی شروع ہوگئی۔ جلد ہی خبر ملی کہ کیمپبل اور فتح جنگ کے فوجیوں پر شہر کی تنگ گلیوں میں حملہ کیا گیا ہے اور گھروں میں چھپے ہوئے نشانہ بازوں نے ان کے سو آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ ان کی توپیں بھی چھین گئیں اور ان کو برنس کے گھر سے کچھ فاصلے پر روک دیا گیا۔ شجاع اپنے بیٹے کی سلامتی کے لیے فکرمند ہوگیا اور پدرانہ شفقت سے مجبور ہوکر اس نے اپنے بیٹے اور نظام الدولہ کو واپس بلا لیا۔ نظام الدولہ نے واپسی پر سخت لہجے میں غصے کا اظہار کیا ”فتح کے قریب ہمیں واپس بلاتے سے آپ کے فوجیوں کو شکست ہو جائے گی اور ہم سب مصیبت کا شکار ہو جائیں گے۔“

برنس کو اپنی مقبولیت اور سلامتی کا اتنا یقین تھا کہ

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

اس کے پاس صرف بارہ محافظ تھے۔ نظام الدولہ نے اس کو مشورہ دیا کہ وہ گھر چھوڑ دے اور اس کے ساتھ بالا حصار چلا جائے کیونکہ اس کی ذاتی سلامتی زبردست خطرے میں تھی۔ برنس نظام الدولہ کے ساتھ جانے پر آمادہ ہو گیا تھا لیکن اس کے محافظ دستے کے افسر نے اس کو یاد دلایا کہ اس کو وہاں ٹھہر کر میک نیگٹن کے جواب کا انتظار کرنا چاہیے۔ اس لیے نظام الدولہ اکیلا ہی روانہ ہو گیا اور وعدہ کیا کہ وہ شاہ شجاع کے فوجیوں کی ایک بٹالین کے ہمراہ واپس آئے گا۔ اس اثنا میں بغاوت کے راہنما عبداللہ خان اچکزئی کے حکم پر باغیوں نے برنس کے گھر سے متصل باغ میں پوزیشن سنبھال لی۔ باغی راہنما برنس سے اس لیے نفرت کرتے تھے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ انگریزوں کو افغانستان میں لانے کا ذمہ دار وہی ہے۔ اس پر یہ بھی الزام تھا کہ وہ ان کو مناسب احترام نہیں دیتا۔ وہ اس کو افغانستان میں ایک نہایت متضاد اور ناقابل قبول نظام کے نفاذ کا ذمہ دار بھی سمجھتے تھے۔

برنس اپنے آپ کو نچلے طبقات میں ہر دلعزیز سمجھتا تھا۔ لیکن یہ بات اپنی جگہ پر مشکوک تھی۔ اس لیے جب برنس نے اپنے دو ایلچی باغی راہنماؤں کے پاس بھیجے تاکہ وہ اپنی شکایات بتائیں اور اس کے ساتھ امن کی شرائط طے کریں تو انھوں نے پہلے کا سر قلم کر دیا اور دوسرے کو واپس جانے دیا تاکہ وہ یہ پیغام پہنچا سکے۔ پھر سرداروں نے اپنے آدمی مکانوں کی چھتوں پر تعینات کر دیے تاکہ وہ برنس کے صحن میں اتر سکیں۔ موہن لال کشمیری کے بقول تقریباً دو سو آدمیوں نے گھر کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ برنس بالائی منزل کی کھڑکی سے باغیوں کو پرسکون رہنے کی تلقین کر رہا تھا اور ان سب کو پرکشش انعامات کی پیشکش کر رہا تھا۔

عین اس لمحے باغیوں نے برنس کے گھر کے دروازے کو آگ لگا دی۔ آگ کے شعلے اس کمرے تک پہنچ رہے تھے جہاں برنس اور اس کا بھائی کھڑے ہجوم کو دیکھ رہے تھے اور رحم کی بھیک مانگ رہے تھے۔ برنس کا بھائی باہر باغیچے میں آیا اور اس نے چھ آدمیوں کو مار ڈالا اور پھر اس کے ٹکڑے کر دیے گئے۔ اس کے بعد برنس کے ساتھ کیا ہوا ٹھیک طور پر معلوم نہیں کیونکہ کسی عینی شاہد کا بیان تاریخ میں موجود نہیں۔ اس کی موت کے بارے میں مرزا عطا، منشی عبدالکریم، موہن لال و دیگر کی بیان کردہ روایات موجود ہیں۔ ان میں موہن لال کی روایت نسبتاً قابل اعتبار ہے۔ وہ بیان کرتا ہے: "جب آگ نے کمرے کو جلا کر خاکستر کر دیا تو سر الیگزینڈر برنس اپنے باغ میں آ گیا۔ اس نے ہجوم سے اپنی زندگی بچانے کے لیے التجا کی لیکن جواب میں اس پر گولیوں اور پھٹکار کی بارش کی گئی۔ جب اس کو اپنی زندگی کی کوئی امید نہ رہی تو اس نے اپنی سیاہ نکٹائی آنکھوں پر باندھ لی تاکہ وہ یہ نہ دیکھ سکے کہ موت اس پر کس طرف سے وار کرتی ہے۔ اس کے بعد وہ دروازے سے باہر نکل آیا۔ غضب ناک ہجوم فی الفور اس پر ٹوٹ پڑا۔ دو سو بہادر افغانوں کی آبدار تلواروں نے اس کے جسم کے چیتھڑے اڑا دیے۔ اس وقت اس کی عمر صرف چھتیس سال تھی۔ مولانا کشمیری کے مطابق (ترجمہ)

انھوں نے اس کے ٹکڑے لٹکا دیے بلند
دیکھا سبھی نے بہتا ہوا خون ہر طرف
مال و دولت اور اسباب سب لوٹا گیا
خزاں میں شجر جیسے ٹنڈ منڈ ہو گیا

(جاری ہے)

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

کھیل اور کھلاڑی

خوشیوں اور غموں سے سجے

ورلڈ کپ کے یادگار لمحات

فٹ بال کے عالمی میلے میں جنم لینے والے دلچسپ واقعات کا تذکرہ

ابوصارم

برازیل میں ہونے والا فٹ بال ورلڈ کپ اپنے جلو میں کئی یادگار لمحے سمیٹے رخصت ہو گیا۔ اس دوران کبھی خوشیوں کی بہار دیکھنے کو ملی تو کبھی اداسیوں کی خزاں نظر آئی۔ چونکہ بظاہر دنیائے فٹ بال میں میچ فکسنگ کی وبا نہیں پھیلی اس لیے سنسنی خیز مقابلے دیکھنے کو ملے۔ اور آخر کار جرمن ٹیم فاتح بن کر وطن واپس لوٹی۔ ذیل میں ان لمحات اور واقعات کا تذکرہ پیش ہے جو ورلڈ کپ ۲۰۱۴ کو غیر معمولی و دلچسپ بنا گئے۔

کھلاڑی یا آدم خور؟

۲۴ جون کو گروپ ڈی کی دو ٹیموں اٹلی اور یوراگوئے کے مابین مقابلہ ہوا۔ اگلے مرحلے میں پہنچنے کے لیے ضروری تھا کہ یوراگوئے مقابلہ جیت لے۔ جبکہ اٹلی محض میچ برابر کرنے پر اگلے مرحلے میں پہنچ جاتا۔ توقع کے مطابق کھیل بہت دلچسپ ثابت ہوا۔

شاید... تماشہ سوارز کوگی ہی کی کر

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کبھی اطالوی زور دار حملہ کرتے، تو کبھی یوراگوئن کھلاڑیوں کا پلہ بھاری ہو جاتا۔ کھیل کے ۷۹ ویں منٹ تک میچ برابر تھا۔

اسی وقت دوران کھیل یوراگوئن کھلاڑی، لوئس سوریز اطالوی فٹ بالر، گیورگیو کیلنی سے ٹکرا گیا۔ اس پر سوریز کو اتنا تاؤ آیا کہ یوراگوئن فٹ بالر نے اطالوی کھلاڑی کا کندھا چبا لیا۔ جب بچارا کیلنی تکلیف کے مارے چیخیں مارنے لگا، تو ریفری کو ہوش آیا۔ اس نے سرخ کارڈ دکھا کر سوریز کو باہر نکال دیا۔

☆☆

۲۷ سالہ لوئس سوریز ایک غریب خاندان میں پیدا ہوا۔ کم سن ہی تھا کہ طلاق نے اس کے ماں باپ کو علیحدہ کر دیا۔ سوریز پھر اپنا پیٹ بھرنے کی خاطر کم سنی میں ملازمتیں کرنے لگا۔ کبھی جمعدار بنا اور کبھی مزدور۔ غرض اس نے لڑکپن میں بہت تکالیف برداشت کیں اور بڑا سخت زمانہ دیکھا۔

لوئس سوریز ایک کھلاڑی کو کاٹتے ہوئے

لڑکپن میں دوران ملازمت ہی وہ گلیوں اور پارکوں میں فٹ بال بھی کھیلنے لگا۔ رفتہ رفتہ اس کے جوہر نمایاں ہوئے تو ایک مقامی فٹ بال کلب نے اسے اپنے ہاں ملازم رکھ لیا۔ ۲۰۰۹ء میں جب مشہور ولندیزی فٹ بال کلب، آجیکس (Ajax) نے اسے بھرتی کیا، تو سوریز کو عالمی شہرت ملی۔

لیکن لڑکپن میں سوریز نے جو تلخیاں سہی تھیں، انھوں نے اسے خاصا متشدد اور لڑاکا بنا دیا۔ یہ کیفیت ۲۰۱۰ء میں نمایاں ہوئی جب ایک میچ کے دوران اسی نے معاصر کھلاڑی، عثمان باکل کا بازو کاٹ کھایا۔

تین سال بعد ۲۰۱۳ء میں سوریز نے ایک اور کھلاڑی، برزیف آئیوچ کے کندھے پر کاٹ لیا۔ تب اس پر دس میچ نہ کھیلنے کی پابندی لگا دی گئی۔ اب یہ تیسرا انوکھا واقعہ ہے کہ سوریز دوران کھیل طیش میں آ کر انسان سے حیوان بن گیا۔

۲۷ جون کو فیفا کی ڈسپلنری کمیٹی نے سوریز کو نو بین الاقوامی میچ کھیلنے سے روک دیا۔ اس سزا نے اسے ورلڈ کپ سے باہر کر ڈالا۔ چونکہ وہ یوراگوئن ٹیم کا بہترین کھلاڑی تھا، لہٰذا وہ اس کی عدم موجودگی میں بمشکل اگلے مرحلے میں پہنچ پائی۔ سچ ہے، غصے کا نتیجہ بُرا ہی نکلتا ہے۔

تھامس میولر

پرتگال کی ٹیم میں بھی پیپی (Pepe) نامی فٹ بالر جلد آپے سے باہر ہونے والے کھلاڑیوں میں سے ہے۔ اس کی غضب ناکی کا مظاہرہ پرتگال اور جرمنی کے مابین مقابلے میں سامنے آیا۔

ہوا یہ کہ دوران کھیل مشہور جرمن فارورڈ، تھامس میولر اور پیپی ٹکرا گئے۔ کھیل کھیل میں دھکم پیل ہو ہی جاتی ہے۔ مگر اس ٹکراؤ نے پیپی کو چراغ پا کر دیا۔ موصوف نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، میولر کو سر سے ٹکر دے ماری۔ وہ بچارا بلبلا کر رہ گیا۔

SCANNED BY DIGESTPK
www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

یہ تلخ واقعہ بھی ورلڈ کپ ۲۰۱۴ء میں یادگار ثابت ہوا اور دیکھنے والوں پر عیاں کر گیا کہ اپنے جذبات کنٹرول میں رکھنا ہی عقل مندی ہے۔

ہالینڈ کا "قتل عام"

۱۳ جون کو گروپ بی کی دو ٹیموں ہالینڈ اور اسپین کا آمنا سامنا ہوا۔ اسپین نے ۲۰۱۰ء میں عالمی کپ جیتا تھا۔ سو بھی کو کانٹے دار مقابلے کی توقع تھی۔ پچھلے کپ کے فائنل میں اسپین نے ولندیزیوں کو ہرا کر ہی ٹرافی جیتی تھی۔

کھیل کے ۲۷ ویں منٹ میں اسپین نے ایک گول کر دیا۔ یوں ہسپانیہ کا پلہ بھاری ہوا۔ مگر خسارے میں جا کر ولندیزی ٹیم نے حوصلہ نہیں ہارا بلکہ ان کا جوش و جذبہ سوا ہو گیا۔

اب ولندیزیوں نے شاندار کھیل کا مظاہرہ کیا اور ہسپانوی ٹیم پر تابڑ توڑ حملے کیے۔ چناں چہ انھوں نے پانچ گول دے مارے اور مقابلہ جیت گئے۔ یہ ۱۹۵۰ء کے بعد ہسپانوی ٹیم کی بدترین شکست تھی اور پہلا موقع تھا کہ اپنے اعزاز کا دفاع کرتی ٹیم کو اتنے زیادہ گول کھانے پڑے۔

اس شکست سے ہسپانوی ٹیم اتنا بوکھلائی کہ اگلے میچ میں چلی سے بھی ہار گئی۔ تاہم آسٹریلیا سے جیت کر وہ اپنا کچھ وقار بحال کرنے میں کامیاب رہی۔ ویسے کھیل کوئی بھی ہو، ہر ٹیم پر بُرا دور آتا ہے۔ کبھی وہ عمدہ کارکردگی دکھاتی، تو کبھی ٹائیں ٹائیں فش ہو جاتی ہے۔

برطانیہ کی درگت

برطانوی ٹیم میں وائن رونی، سٹیون گیراڈ اور فرینک لمپارڈ جیسے عالمی شہرت یافتہ فٹ بالر شامل تھے۔ سو بھی کو یقین واثق تھا کہ وہ گروپ ڈی میں سرفہرست ٹھہرے گی۔ اس گروپ میں برطانیہ کے علاوہ اٹلی یوراگوئے اور کوسٹاریکا شامل تھے۔

لیکن چاروں ٹیموں کے باہمی مقابلے شروع ہوئے تو نتائج نے بھی بھی کو حیران پریشان کر دیا۔ خصوصاً انگریز تو اپنی ٹیم کی پے در پے ناکامیوں سے گھبرا کر دامن میں منہ چھپانے لگے۔ کسی کو برطانوی ٹیم سے اتنا خراب کھیل پیش کرنے کی توقع نہیں تھی۔

پہلے میچ میں اطالویوں نے انگریزوں کو شکست دی۔ پھر دوسرے میچ میں یوراگوئے کی کمزور ٹیم نے انھیں ہرایا۔ تیسرے میچ میں برطانیہ اور کوسٹاریکا کا مقابلہ برابر رہا۔ یوں انگریز ٹیم بہت خفت اٹھا کر وطن واپس پہنچی۔

گروپ ڈی ہی میں سابق چیمپئن اٹلی کی بھی جنوبی امریکن ٹیموں نے خوب درگت بنائی۔ اس طرح دو بڑی یورپی ٹیموں کا غرور خاک میں مل گیا۔ اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ دونوں ٹیموں کا تعلق سابقہ نوآبادیاتی طاقتوں (برطانیہ اور اٹلی) سے تھا۔

کوسٹاریکا کی ولولہ انگیز کہانی

ورلڈ کپ ۲۰۱۴ء میں کوسٹاریکا کی ٹیم بتیس ممالک کی کمزور ترین ٹیموں میں شامل تھی۔ جب عالمی کپ کا آغاز ہوا، تو کسی کے وہم و گمان میں نہ تھا کہ یہ عام سی ٹیم کارہائے نمایاں انجام دے گی۔

یہ ٹیم گروپ ڈی میں شامل تھی۔ اس کا پہلا جوڑ یوراگوئے کی مضبوط ٹیم سے پڑا۔ کوسٹاریکن ٹیم نے مقابلہ دو گول سے جیت لیا۔ اب لوگوں کی آنکھیں کھلیں اور انھیں احساس ہوا کہ یہ ٹیم کرشمہ دکھانے کا یوتا رکھتی ہے۔

۲۰ جون کو اٹلی اور کوسٹاریکا کا میچ ہوا۔ یہ مقابلہ بھی کوسٹاریکن ٹیم نے جیتا۔ اس جیت کی خوشی میں کوسٹاریکا

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

کے قریباً پچاس لاکھ باشندوں نے زبردست جشن منایا۔ حتیٰ کہ کوسٹاریکن صدر سڑکوں پر نکل آیا اور عوام کے ساتھ ناچ گانے میں مصروف ہو گیا۔

۲۹ جون کو ناک آؤٹ مرحلے میں یونان اور کوسٹاریکا کا مقابلہ ہوا۔ توقع کے مطابق دونوں ٹیموں نے جیت کی خاطر جان لڑا دی۔ تاہم فتح کا سہرا کوسٹاریکن ٹیم کے سر بندھا۔ یوں وہ کمزور ٹیم جسے کوئی درخورِ اعتنا نہیں سمجھتا تھا' نامور معاصرین کو چاروں شانے چت کرتی کوارٹر فائنل میں پہنچ گئی۔ کوارٹر فائنل میں ہالینڈ جیسی مضبوط ٹیم بمشکل پنلٹیوں ہی پر اُسے ہرا سکی۔

شکستہ دل کھلاڑی

۱۶ جون کو جب جرمنی اور پرتگال کا مقابلہ ہوا' تو شائقین کو یقین تھا کہ زبردست میچ ہونے والا ہے۔ وجہ یہ تھی کہ پرتگالی ٹیم میں مشہور فٹ بالر کرسٹانو رونالڈو بھی شامل تھا۔ یہ دنیا کے مہنگے ترین فٹ بالروں میں سے ایک ہے۔ اس کی ہفتہ وار آمدن پاکستانی کرنسی میں ایک کروڑ روپے سے زیادہ ہے۔

تاہم جرمنی اور پرتگال کا میچ کھودا پہاڑ نکلا چوہا کے مصداق بوگس ثابت ہوا۔ جرمنوں نے مار مار کر پرتگالیوں کا بھرکس نکال دیا۔ انھوں نے چار گول کیے' پرتگالی ایک گول بھی نہ کر سکے۔

بعدازاں پرتگال اور امریکا کا میچ برابر رہا۔ گو پرتگالی گھانا کو ہرانے میں کامیاب رہے' مگر بہتر گول ایوریج کی بنا پر امریکا ناک آؤٹ مرحلے میں پہنچ گیا۔ یوں رونالڈو کو لوٹ کے بدھو گھر کو آئے کے مانند بے نیل و مرام وطن جانا پڑا۔ ہائے بچارا رونالڈو!

نیمار اور میسی

ورلڈ کپ ۲۰۱۴ء میں رونالڈو اور وائن رونی نہیں چل سکے۔ البتہ ارجنٹائنی لیونل میسی' برازیلی فٹ بالر نیمار اور جرمن تھامس میولر کی پتنگ ضرور چڑھی رہی۔ یہ پانچوں ہی عالمی کپ کے ڈھلے تھے۔ اور ان کا کھیل دیکھنے دنیا بھر سے عاشقانِ فٹ بال برازیل پہنچے۔

نیمار نے گروپ اسٹیج میں کروشیا اور کیمرون کے خلاف عمدہ گول کیے۔ نیز دیگر میچوں میں اچھا کھیل دکھایا۔ بدقسمتی سے کولمبیا کے میچ میں وہ ایسا زخمی ہوا کہ پھر نہ کھیل سکا۔ اور اس کا ٹیم سے باہر ہونا ہی برازیلیوں کے زوال کا سبب بن گیا۔ جب کوئی ٹیم ایک دو کھلاڑیوں ہی پر انحصار کرے' تو پھر اس کا یہی انجام ہوتا ہے۔

"سپر سٹار" فٹ بالروں میں میسی کی کارکردگی چوٹی پر رہی۔ ارجنٹائن گروپ ایف میں شامل تھا۔ دیگر ٹیموں میں نائیجیریا' بوسنیا اور ایران کی ٹیمیں شامل تھیں۔ میسی نے تینوں میچوں میں گول کیے اور یہ حقیقت ہے کہ ارجنٹائنی اسی کی وجہ سے ناک آؤٹ مرحلے میں پہنچے۔

ارجنٹائن اور ایران کا بڑا سخت کانٹے دار مقابلہ ہوا۔ لگتا تھا کہ پنلٹی ککس پر ہی میچ کا فیصلہ ہو گا۔ تاہم مقابلے کے ۹۰ ویں منٹ پر میسی نے گول کر کے اپنی ٹیم کا بیڑا پار کرا دیا۔ اگر فائنل میں میسی گول کر دیتا اور پھر ارجنٹائن ہی فاتح قرار پاتا' تو یقیناً ماہرین اُسے دنیا فٹ بال کا عظیم کھلاڑی مان لیتے۔ مگر ایک غیر مشہور جرمن کھلاڑی نے رنگ میں بھنگ ڈال دی۔

●●●

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

لاہور تباہی کے دہانے پر

اُن گمبھیر مسائل کا تذکرہ جو بشکل آکٹوپس باغات کے شہر کو نگل رہے ہیں

بریگیڈیئر یعسوب علی ڈوگر

ایک زمانے میں لاہور باغات کا شہر کہلاتا تھا۔ جو بدیسی اس نگر میں آتا، دور دور تک سبزہ پھیلا دیکھ کر حیران رہ جاتا۔ شہر کی ہوا پاک صاف اور آکسیجن سے بھرپور تھی۔ مگر اب لاہور کا حلیہ خاصا تبدیل ہو چکا۔

لمحۂ فکریہ

درست کہ وزیر اعلیٰ پنجاب جناب شہباز شریف نے شہر کا چہرہ سنوارنے کی خاطر اہم اقدامات کیے ہیں۔ مگر مسائل کا انبار ان اقدامات کو نگلے جا رہا ہے۔ اسی باعث لاہور کا حسن بتدریج گہنانے لگا ہے۔

مسائل میں سرفہرست بڑھتی آبادی ہے جس کے سبب شہر کا رقبہ پھیلتا جا رہا ہے۔ دیگر یہ ہیں: پینے کے پانی میں سیوریج والے پانی کی آمیزش، زیر زمین پانی کی گھٹتی سطح، ہوا میں آلودگی کی کثرت اور صنعتی فضلے کا صفائی (Treatment) کے بغیر دریائے راوی میں گرائے جانا۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر درج بالا مسائل حل نہ کیے گئے، تو اگلے دس بیس برس میں لاہور بھی ہڑپہ یا ٹیکسلا کے مانند زوال پذیر ہو کر کھنڈر بن جائے گا۔ ان مسائل کا حل ممکن ہے اور ان پر عمل کرنا بھی آسان۔ بس حکومت ارادہ کر کے عوام کا تعاون حاصل کر لے۔ چند

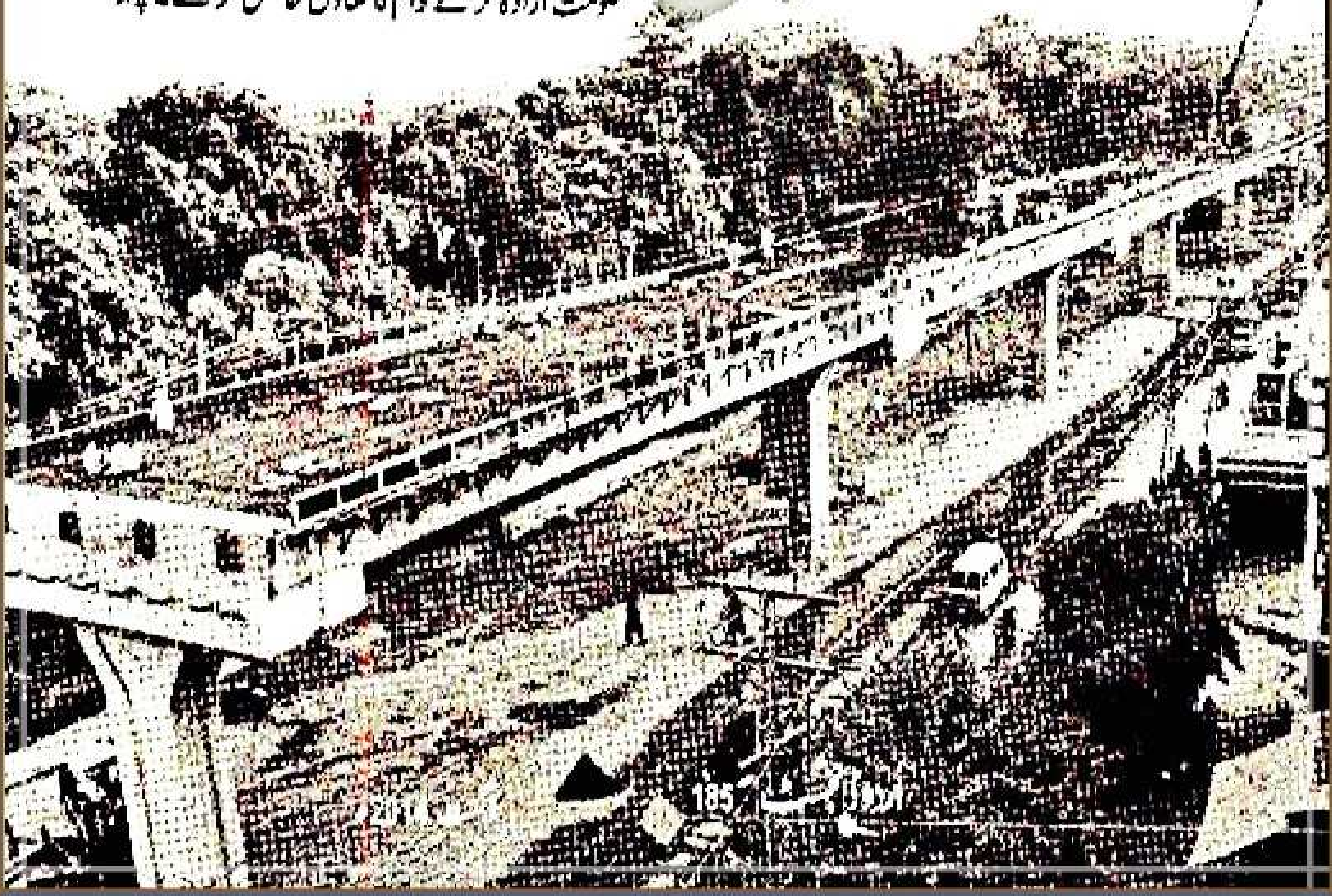

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY
www.paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مُکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا

- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مُکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر مُتعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

SCANNED BY DIGESTPK

حل درج ذیل ہیں:

ہاؤسنگ اسکیموں پر پابندی

پچھلے ۲۵ برس کے دوران لاہور کے قرب و جوار میں واقع کھیت نیست و نابود ہو چکے۔ اب وہاں ہاؤسنگ اسکیمیں بن رہی ہیں۔ بعض اسکیمیں قلب شہر سے ۴۰ کلومیٹر دور ہیں۔ چونکہ یہ اگلے بیس سال تک رہائشی ضروریات پوری کر سکتی ہیں، لہٰذا مزید ہاؤسنگ اسکیموں کے قیام پر پابندی لگا دی جائے۔ کھیتوں کی کمی سے اناج کا قحط جنم لے سکتا ہے۔

کچی آبادیوں کی جگہ فلیٹ

لاہور میں کئی جگہ کچی آبادیاں واقع ہیں۔ ضروری ہے کہ وہاں کولمبو اور بنکاک کی طرح فلیٹ تعمیر کر دیے جائیں۔ یوں نہ صرف جگہ خالی ہو گی، بلکہ مکینوں کو بہتر طرز زندگی میسر آئے گا۔ خالی جگہوں پر پارک بن سکیں گے۔

ٹریفک کا ہجوم

شہر میں چوراہوں اور سڑکوں پر اکثر ٹریفک پھنس جاتی ہے۔ فلائی اوور اور انڈر پاسوں کی تعمیر سے یہ مسئلہ حل کرنا ممکن ہے۔ نیز عوام کو یہ تعلیم دینی چاہیے کہ مختصر حل کی خاطر جب وہ اشارے پر کھڑے ہوں، تو اپنی گاڑیوں کے انجن بند کر دیا کریں۔

کھیت ختم نہ کیجیے

مصر اور کئی یورپی ممالک میں شہری کھیتوں کو صرف حکومتی اجازت ہی سے رہائشی یا صنعتی زمین میں بدل سکتے ہیں۔ لاہور کی مضافاتی بستیوں میں بھی اسی قسم کا قانون لاگو ہونا چاہیے تاکہ وہاں عمارات اور کارخانوں کا جنگل نہ اُگ آئے۔

کارخانے شہر سے دور ہوں

لاہور کے اردگرد کارخانے قائم ہونے سے بھی دیہی آبادی بڑی تعداد میں شہر کا رخ کر رہی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ نئے کارخانے پس ماندہ اور غیر زرعی علاقوں مثلاً ڈیرہ غازی خان اور تھل میں قائم کیے جائیں۔ یوں ان علاقوں میں ترقی و تعمیر جنم لے گی۔ جب کہ لاہور اور دیگر شہروں پر آبادی کا دباؤ کم ہو گا۔

بارش کا پانی

دنیا کے کئی علاقوں میں بارش کا پانی جمع کیا جاتا ہے تاکہ اسے گھریلو استعمال میں لایا جا سکے۔ لاہوری بھی چھت یا برآمدے میں جمع پانی کو بذریعہ پائپ ٹینک میں بھر سکتے ہیں۔ یہ پانی پھر مختلف طریقوں سے کام میں لانا ممکن ہے۔ میری تو تجویز ہے، یہ قانون بنا دینا چاہیے کہ ہر گھر میں بارش جمع کرنے والا نظام نصب کیا جائے۔

کوڑے کو کھاد میں بدلیے

اس وقت لاہور کا کوڑا کرکٹ محمود بوٹی میں جمع کیا جا رہا ہے۔ یہ ایک مہنگا طریق کار ہے۔ ہونا یہ چاہیے کہ کم از کم نامیاتی کوڑے کو کھاد میں بدل دیا جائے۔

ایک رپورٹ کے مطابق صرف لاہور کا نامیاتی کوڑا کھاد میں بدل دیا جائے، تو یومیہ ''ایک ہزار ٹن کھاد'' حاصل ہو سکتی ہے۔ یوں وطن عزیز کھاد درآمد کرنے پر جو کثیر قیمتی زرمبادلہ خرچ کرتا ہے، اسے بچانا ممکن ہو سکے گا۔

◆◆◆

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

سڑسٹھ سال انتظار کے بعد

سپریم کورٹ میں اُردو کی فتح

جسٹس جواد ایس خواجہ نے قومی زبان میں مقدمے کی روداد تحریر کر کے اپنے جذبہ حب الوطنی کا ثبوت دے ڈالا

سجاد قادر

جنگ عظیم دوم میں جب امریکا نے ہیروشیما اور ناگاساکی کو تباہ و برباد کر جاپان پر قبضہ کیا تو جاپانی شہنشاہ ہیروہیتو نے امریکیوں کے سامنے ہتھیار ڈالتے ہوئے ایک شرط رکھی...... یہ کہ اس کے وطن کی قومی زبان جاپانی ہی رکھی جائے۔ یہ ایک تاریخی فیصلہ تھا کیونکہ اس طرح شہنشاہ جاپان نے اپنی قوم کو امریکی قوم کا غلام بننے سے بچالیا۔ ذرا سوچیے، اگر فاتح

نوید مسرت

امریکی اپنی زبان (انگریزی) مفتوح جاپانیوں پر تھوپ دیتے، تو رفتہ رفتہ جاپانی بدیسی تہذیب و تمدن میں رچ بس جاتے۔ لیکن آج بھی جاپانیوں نے صدیوں پرانی اپنی تہذیب و ثقافت کو سینے سے لگا رکھا ہے۔

تاریخ کا سبق یہی ہے کہ قوموں اور تہذیبوں کا وجود ان کی زبان ہی سے قائم دائم رہتا ہے۔ اگر قومی زبان ہی زندہ نہ رہے تو بڑی سے بڑی تہذیب اور شاندار قوم بھی قصۂ پارینہ بن جاتی ہے۔ مثلاً ایک زمانہ تھا جب ہندوستان تا ترکی بیشتر علوم فارسی میں لکھے اور پڑھے جاتے تھے۔ مگر جب دیگر زبانیں اس پر حاوی ہوئیں، تو فارسی ایران تک سمٹ گئی۔

شہنشاہ جاپان کی حکمت عملی سے جاپان کی قومی زبان زندہ رہی۔ اپنی زبان ہی میں تعلیم پا کر جاپانیوں نے پھر اپنی مملکت کو سائنس و ٹیکنالوجی کی دوڑ میں سرفہرست اور بہت بڑی معاشی قوت بنا ڈالا۔ اگر اس

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

وقت ہیرو ہیٹو یہ شرط نہ رکھتا تو شاید آج جاپان امریکا کی کالونی بن چکا ہوتا۔

تاریخ گواہ ہے، جن اقوام نے اپنی زبان کی حفاظت کی وہ نہ صرف زندہ رہیں بلکہ دوسری قوموں پر بھی راج کیا۔ جنھوں نے دوسروں کی زبانوں کو اپنانا چاہا تو ''کوا چلا ہنس کی چال اپنی چال بھی بھول گیا'' کے مصداق اپنا وقار بھی کھو بیٹھیں۔

اب پاکستان کی مثال لیجیے۔ ہماری قومی زبان اردو ہے، مگر ستر سٹھ برس سے اسے سرکاری محکموں میں رائج نہیں کیا جا سکا۔ اس کی بے قدری کا یہ عالم ہے کہ سڑسٹھ برس بعد حال ہی میں سپریم کورٹ کے ایک جج جناب جسٹس جواد ایس خواجہ کو یہ توفیق ہوئی کہ وہ اردو میں فیصلہ قلمبند کریں۔

جسٹس جواد ایس خواجہ یقیناً لائق تعریف ہیں کہ انھوں نے صحرا میں اذان دی اور اردو کا علم بلند کیا۔ اب روایت قائم ہو چکی۔ ان شاء اللہ رفتہ رفتہ قومی زبان کے عاشق دیگر جج صاحبان بھی اردو میں فیصلے دینے لگیں گے۔ چراغ سے چراغ جلتے ہیں۔ سپریم کورٹ کا ایک مقدمہ اردو میں لکھا جانا یقیناً ہماری قومی زبان کی بڑی فتح ہے۔

اردو زبان نے ہندوستان میں جنم لیا۔ یہ ملک زرخیز زمین، قدرتی وسائل اور افرادی قوت کی وجہ سے سونے کی چڑیا کے طور پر مشہور تھا۔ اسی باعث کئی لوگ دور دراز علاقوں سے یہاں چلے آئے۔ ان کی تہذیب و ثقافت اور زبانیں بھی ساتھ آئیں۔ ان مہاجرین میں یونانی، افغان، ایرانی، ترک اور عرب شامل تھے۔ جب یہ لوگ ہندوستانیوں سے ملے جلے تو نتیجے میں اردو زبان وجود میں آئی۔

یہ زبان مغلیہ حکومت کے دوران پلی بڑھی۔ اسے بولنے والے زیادہ تر مسلمان تھے، اسی باعث وہ مسلمانوں کی زبان کہلانے لگی۔ تاہم رفتہ رفتہ ہندوستان بھر کے لوگ یہ زبان بولنے لگے۔ چناں چہ انھوں نے اس زبان کی ترقی کے لیے مل جل کر کام کیا۔ یہاں تک کہ ۱۸۳۷ء میں مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کی کوششوں سے وہ ہندوستان کی قومی زبان قرار پائی۔

لیکن جب مغلیہ سلطنت کا خاتمہ ہوا اور برطانوی راج شروع ہوا تو بہت سے ہندو اردو کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ انگریزوں کے پروپیگنڈے کی وجہ سے ہندوؤں میں مشہور ہو گیا کہ اردو ''ملیچھوں'' کی زبان ہے۔ سو وہ نوں مسلمانوں کی زبان سے چھٹکارا پانے کی کوشش کرنے لگے۔

اردو کے خلاف پہلی باقاعدہ تحریک انیسویں صدی کے آغاز میں ہوئی جب ایک خالص ہندی زبان وجود میں آئی۔ اس سے عربی، فارسی اور ترکی کے الفاظ حذف کر دیے گئے۔ اس نئی زبان میں سنسکرت کے الفاظ بکثرت تھے۔ اسی نئی ہندی میں ایک ہندو نے ''پریم ساگر'' نامی ناول لکھ مارا، مگر ہندو اور انگریز اسے عوام میں مقبول نہ کرا سکے۔

جب جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ ہوا تو انگریزوں کی شہ پر ہندو اردو کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ ۱۸۶۷ء میں بنارس کے ہندوؤں نے حکومت کو درخواست دی کہ اردو کے بجائے ہندی کو سرکاری زبان بنایا اور فارسی رسم الخط کی جگہ دیوناگری رسم الخط شروع کیا جائے۔ اسی وقت سر سید احمد خان نے یہ نکتہ اٹھایا کہ جب کسی علاقے میں ایک قوم کی زبان محفوظ نہیں رہ سکتی تو وہاں وہ خود کیسے زندہ رہے گی؟ اس کے بعد سر سید احمد خان اپنے مجلے ''سائنٹفک سوسائٹی گزٹ'' میں اردو کی اہمیت و افادیت پر مضامین لکھنے لگے۔

۱۸۷۱ء میں گورنر جی کیمبل نے تمام صوبائی اداروں، انتظامیہ، عدالتوں حتیٰ کہ اسکولوں میں بھی اردو زبان کے استعمال پر پابندی لگا دی۔ یوں ہندوؤں کے منصوبے کو تقویت ملی اور وہ سندھ، یوپی، بہار، پنجاب

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

اور اودھ وغیرہ میں بھی اردو کے خلاف تحریکیں چلانے لگے۔ ۱۸۷۲ء میں جب برطانیہ نے ہندوستان میں انگریزی تعلیم کے اجرا کی خاطر ہنٹر کمیشن بھیجا تو ہندوؤں کا مطالبہ زور پکڑ گیا۔ مگر سرسید احمد خان کی زبردست مزاحمت کے سامنے وہ ناکام ہوگئے۔

۱۹۰۰ء میں انتھونی میکڈونلڈ (Anthony MacDonald) یوپی کا گورنر بنا۔ انتھونی ایک ہندو نژاد اور مسلم مخالف راہنما تھا۔ اس نے عہدہ سنبھالتے ہی ہندی زبان کو سرکاری صوبائی زبان قرار دے دیا۔ تب سرسید کے ساتھی اور عظیم راہنما نواب محسن الملک نے اس فیصلے کے خلاف تحریک چلائی۔ اس پر گورنر محسن الملک سے بہت خفا ہوا اور دھمکی دی کہ اگر وہ حکومت کے خلاف سرگرمیوں میں حصہ لینے سے باز نہ آئے تو حکومت علی گڑھ کالج کو ملنے والے فنڈز روک دے گی۔ محسن الملک ادارے سے مستعفی ہوگئے مگر اردو کی حفاظت کرنے سے پیچھے نہ ہٹے۔ جب انتھونی یوپی سے رخصت ہوا، تو محسن الملک نے ''انجمن ترقی اردو سوسائٹی'' قائم کر لی جس کا مقصد انگریزوں اور ہندوؤں کے پروپیگنڈا کا توڑ دریافت کرنا تھا۔

قیام پاکستان کے بعد اردو ادب پھلا پھولا۔ ناول، افسانہ، سفرنامہ، شاعری غرض اردو کی ہر صنف میں خوب لکھا اور پڑھا گیا۔ اس کے باوجود سرکاری سطح پر فروغ اُردو کی خاطر اقدام نہیں کیے گئے۔ اسی باعث خصوصاً شہروں میں بہت سے گھرانے اپنی قومی زبان بالائے طاق رکھتے ہوئے انگریزی کی آغوش میں جا پہنچے۔ آج کئی گھروں میں بچے انگریزی میں سلام دعا کرتے اور حال چال پوچھتے ہیں۔ والدین یہ دیکھ کر بگڑنے کے بجائے الٹا خوش ہوتے ہیں۔

آج ہم رشتے داروں کو یہ بتاتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں کہ ہمارے بچے ''انگلش میڈیم'' اسکول میں زیرِ تعلیم ہیں۔ حالانکہ اے لیول، او لیول کے چکر میں ہم نے نہ صرف اپنی تہذیب و ثقافت کو روند ڈالا بلکہ اسلامی تعلیمات بھی پیچھے چھوڑ آئے۔

انگریزی اسکولوں کی تعلیم نے ہمارے بچوں کو ورڈز ورتھ، کیٹس، شیلے، برنارڈ شا، شیکسپیئر اور ہارڈی کے نام اور ان کی تعلیمات تو سکھا پڑھا دیں۔ مگر جب ہم محمد بن قاسم، محمود غزنوی، صلاح الدین ایوبی، طارق بن زیاد یا کسی صحابیِ رسولؐ کے متعلق دریافت کریں، تو وہ جواب میں بغلیں جھانکنے لگتے ہیں۔

پاکستان میں انگریزی کا جن بوتل سے کچھ ایسا باہر آیا کہ دفتر و اسکول میں، انٹرویو کے وقت غرض ہر جگہ وہ چھا چکا۔ صد افسوس کہ اب انگریزی زبان میں داخلہ امتحان اور ملازمت کا بھی معیار بن رہا ہے۔ ہم اپنی زبان بیچ کر اپنا سارا نصاب انگریزی میں تبدیل کر چکے۔ جب کہ بھارت اور چین میں دنیا بھر کا علم قومی زبانوں میں منتقل کیا جا رہا ہے۔ مدعا یہی ہے کہ نئی نسل کو قومی زبان میں تعلیم دے کر اُسے دنیا میں اعلیٰ و نمایاں مقام دلوایا جائے۔ ایک ہم ہیں کہ جامعات کے مقالے بھی انگریزی میں تحریر کیے جاتے ہیں۔

حکومت کی بے توجہی کے باوجود اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اردو زبان پھل پھول رہی ہے اور اس کا مستقبل تابناک ہے۔ ایک اندازے کے مطابق جنوری ۲۰۱۴ء سے اب تک پاکستان میں اردو پر بیس سے زائد بین الاقوامی کانفرنسیں منعقد ہو چکیں۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اردو زبان کی ترقی کا سفر جاری ہے۔ اگر حکومت پاکستان چاہتی ہے کہ ہماری تہذیب و ثقافت، رسم و رواج اور اقدار زندہ رہیں تو اسے اردو کو بطور قومی زبان اپنانا ہوگا۔ خاص طور پر پرائمری، ثانوی، اعلیٰ ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کا نصاب اردو میں کرنا ضروری ہے تاکہ ہماری آنے والی نسلیں اپنی زبان سے جڑی رہیں اور عالمی سطح پر دوسری اقوام سے برابری کی سطح پر مقابلہ کر سکیں۔ ◆◆◆

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

مزاح

موبائل کا وبال

دورِ جدید کی ایک بظاہر مفید ایجاد جب مصنف کے لیے جان کا عذاب بن گئی

محبوب عالم

ہم کالج پہنچے تو قریباً ہر طالب کے ہاتھ میں موبائل پایا۔ ہمیں سمجھ نہیں آئی کہ تعلیم و تربیت اور موبائل کا کیا تعلق ہے؟ بہرحال طالبان علم کمرۂ جماعت میں موبائل سے دور ہی رہتے۔ جب یونیورسٹی پہنچے تو حالات یکسر مختلف پائے۔ وہاں موبائل کے استعمال پر کوئی پابندی نہ تھی۔ ہر کوئی دیدہ دلیری اور دل جمعی سے استعمال کرتا حتیٰ کہ کتاب کو کم، موبائل کو زیادہ وقت دیا جاتا۔

بعض تجربے کار لوگوں کا تجزیہ تھا کہ یونیورسٹی ہاسٹل کا ماحول تسلی بخش نہیں ہوتا، اس لیے بزرگوں نے سوچ بچار کے بعد ہی ہمیں وہاں رہنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ہاسٹل میں خان صاحب اور حافظ صاحب ہمارے ساتھی بنے۔ خان صاحب کے پاس تو خیر پہلے ہی موبائل تھا لیکن حافظ صاحب کچھ کچھ ہمارے ہم خیال نکلے۔ وہ موبائل کو تمام معاشرتی برائیوں کی جڑ قرار دیتے۔ مگر جلد ہی انھوں نے بھی پینترا بدلا اور ایک عدد موبائل خرید ہی لیا۔

ہوا یوں کہ ان کے گھر کوئی تقریب تھی جس میں وہ اطلاع نہ ملنے پر شرکت نہیں کر سکے۔ اس پر انھیں بڑا قلق ہوا۔ یوں ان پر موبائل کی اہمیت و افادیت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گئی۔ لیکن موصوف نے اس کا استعمال صرف کال سننے اور مس کال کرنے تک ہی محدود رکھا۔ یعنی کسی اور کی کال آ جائے تو دل کھول کر گفتگو فرماتے۔ اگر خود مجبوری کی وجہ سے کسی سے رابطہ کرنا ہوتا تو مس کال کرتے تاکہ جس شخص سے کام ہے وہ خود فون کر کے ان کی حاجت روائی فرمائے۔

جناب کا رویہ دیکھ کر ہمیں ایک واقعہ یاد آ جاتا۔ ایک صاحب کے گھر کو آگ لگ گئی لیکن وہ اسے بجھا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

نہ سکے کیونکہ ساری رات فائر بریگیڈ والوں کو مس کال مارتے رہے۔ جب ہم نے یہ واقعہ حافظ صاحب کو سنایا تو وہ کھسیانے ہو کر ہنس دیے۔

لیکن جب کبھی شومئی قسمت سے چند سیکنڈ کی کال کرنا پڑتی یا مس کال پکڑی جاتی' تو یہ بات ان کی طبع نازک پر نہایت گراں گزرتی، وہ وقفے وقفے سے اس بات پر نوحہ خوانی کرتے۔ جب کبھی مخاطب سے بنفسِ نفیس ملنا ہوتا تو اسے خصوصی طور پر یاد دلاتے کہ انھوں نے فلاں وقت کال کر کے اُن پر احسان عظیم فرمایا اور جس پر اتنی خطیر رقم خرچ ہوئی۔

جب پہلا سمسٹر گزر گیا اور حافظ صاحب نے ہمیں موبائل سے پاک دیکھا تو کچھ دوستوں کے کہنے پر اور کچھ اپنی دانست میں موبائل کے حق میں دلیلیں دینا شروع کر دیں۔ ایک ہی ہفتے میں موبائل کی شان میں یکے بعد دیگرے تین چار تقاریر کر ڈالیں۔ پھر ان میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اس زور آزمائی کا مقصد ہمیں موبائل خریدنے پر آمادہ کرنا تھا۔

لیکن جب ہم نے خان صاحب سے مشورہ کیا تو انھوں نے موبائل نہ رکھنے کی ہمدردانہ تاکید فرمائی...... اس لیے کہ ہماری یادداشت کچھ کمزور واقع ہوئی تھی۔ اُن کا موقف تھا: ''چودھری صاحب! آپ ایک جگہ چیز رکھ کر بھول جاتے ہیں۔ مبادا کہیں موبائل کھو گیا تو پھر؟''

دوسری طرف حافظ صاحب تھے کہ ان کی زبان موبائل کی اہمیت و افادیت بیان کرتے نہ تھکتی۔ ہم اسی شش و پنج میں مبتلا ہو گئے کہ موبائل لیں یا نہ لیں؟ اسی دوران ہمارے نئے ہم کمرا ساتھی، رائے صاحب بھی آ گئے۔ دیکھنے میں انتہائی شریف چہرے ہی سے ماشاءاللہ امام مسجد معلوم ہوتے لیکن خدا کی پناہ ان کے پاس سے بھی ایک موبائل برآمد ہوا۔

اگرچہ موبائل کا ہونا اب کوئی عیب کی بات نہ تھی' حافظ صاحب نے فتوے دے کر اُسے جائز قرار دے ڈالا تھا۔ بلکہ اُن کے نزدیک موبائل رکھنا اب ہر شخص پر فرض ہے۔ لیکن رائے صاحب اس کی ایک ذیلی برائی میں مبتلا تھے اور وہ تھی پیکج...... وہ صاحب کسی کمپنی کا پیکج لوڈ کرواتے اور سارا دن باتیں کرتے گزار دیتے۔

پہلے ہم نے اس کا خاص نوٹس نہ لیا لیکن ایک رات تو حد ہو گئی۔ انھوں نے رات کا پیکج کروا لیا تھا۔ پھر جو مصیبت ہم پر گزری' وہ نہ پوچھیے۔ رائے صاحب آٹھ بجتے ہی موبائل پر گفت و شنید کرنے لگے۔ کھانے کے دوران بھی مصروف تکلم رہے۔ ہم کھانا کھا کر پڑھنے لگے۔ تقریباً رات گیارہ بجے تک پڑھتے رہے۔

رائے صاحب نے مہربانی فرمائی کہ اس دوران چھت پر چلے گئے۔ ہم نے مطالعہ ختم کیا اور رائے صاحب کو آواز دی کہ نیچے آ جائیے۔ ہم نے تو یہ سوچ کر نیچے بلایا تھا کہ بات ختم ہو چکی' اب سویا جائے۔ لیکن افسوس، وہ خود تو کیا آرام فرماتے' انھوں نے ہمارا جینا بھی حرام کر دیا۔

موصوف نے آتے ہی بڑے طمطراق سے بتی جلائی اور کچھ ہی دیر بعد پنکھا بھی بند کر دیا۔ پنکھے کی آواز ان کے رابطے میں خلل انداز ہو رہی تھی۔ پھر شانِ بے نیازی سے ہمارے اور خان صاحب کے درمیان لیٹے اور بآوازِ بلند قہقہوں کے ساتھ گفتگو فرمانے لگے۔ رات قریباً ایک بجے شور اور گرمی کی وجہ سے حافظ صاحب تلملا کر اٹھ بیٹھے۔ جوشِ غضب میں بپھرے شیر کی طرح اُٹھے اور رائے صاحب کے خوب لتے لیے۔ پہلے تو جناب کی خدمت عالیہ میں کڑا کے

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

دار خطبہ ارشاد فرمایا پھر ان کے سر کو دعائیں دیتے ہوئے پنکھا چلایا، بتی بجھائی اور لیٹ گئے۔

رائے صاحب نے صورت حال سے گھبرا کر منہ ہمارے کمبل میں دے دیا۔ ہم سمجھے شاید سونے لگے ہیں، لیکن وہ تو گفتگو کا تسلسل برقرار رکھنا چاہتے تھے۔ اب کیا خاک سونا تھا! ہمیں ان کی اس ادائے محبوبانہ پر بے ساختہ ہنسی آئی تو وہ سمجھے شاید ہم ان کی باپردہ باتیں سن رہے ہیں۔ انھوں نے بوکھلا کر منہ نکالا اور ساتھ سوئے خان صاحب کے کمبل میں دے دیا۔

خان صاحب جو پہلے ہی اس ڈرامے کی وجہ سے جاگ رہے تھے، تنگ آ کر ہائے کہتے پہلو بدلنے لگے۔ سو موصوف نے وہاں سے منہ نکال ہمارے کمبل میں دے ڈالا۔ جب ہم سے خطرہ محسوس ہوتا تو پھر خان صاحب کے کمبل میں منہ دے دیتے، اس طرح ساری رات یہ آنکھ مچولی جاری رہی۔

رات دو بجے موبائل بند کر کے بیت الخلا گئے تو ہم نے شکر ادا کیا کہ چلو بات ختم ہوئی اور اس مصیبت سے جان چھوٹی۔ لیکن وہ تو تازہ دم ہونے گئے تھے۔ آتے ہی دوبارہ کال شروع کر دی۔ اب ہماری ہمت جواب دے گئی۔ خان صاحب کے صبر کا پیمانہ بھی لبریز ہو چکا تھا۔ وہ بھی سر پر رومال باندھے مسلسل کروٹیں بدلتے تھک چکے تھے۔

ہم اٹھے اور رائے صاحب کی ڈاڑھی کو ہاتھ لگا کر منتیں کرنے لگے کہ بس اب رحم کیجیے۔ حضرت فرمانے لگے کہ بس تھوڑی دیر اور! لیکن کافی دیر گزرنے کے بعد بھی فارغ نہ ہوئے تو اب کے ہم نے ٹھانی، ہماری بات نہیں مانتے تو باہر سے ہی کچھ آدمی بلا کر انھیں شرم دلائی جائے۔ لیکن افسوس، رات کے اس پہر باہر بھی کوئی موجود نہ تھا۔ خیر رات سوا تین بجے پیکج ختم ہوا تو ہم نے خدا کا شکر ادا کیا کہ چلو زیادہ نہیں، گھنٹا ڈیڑھ گھنٹا تو سونا نصیب ہو گا۔

لیکن رائے صاحب تو دوبارہ نمبر ملانے لگے۔ ہم نے پوچھا "رائے صاحب خیر تو ہے؟"

فرمایا "چودھری صاحب! دراصل میں مخاطب کو خدا حافظ نہیں کہہ سکا، اس لیے دوبارہ نمبر ملا رہا ہوں۔"

موصوف نے دوبارہ نمبر ملا کر پورے پینتالیس منٹ صرف خدا حافظ کہنے میں صرف کیے۔ چار بجے موبائل بند کر کے تھوڑی ناراضی اور کرم گستری کے ملے جلے تاثرات سے فرمانے لگے "لو جی، اب آپ جی بھر کر سو لیں۔ چند لمحے کال کیا کر لی، آپ نے تو آسمان سر پر اٹھا لیا۔"

ہم سب پہلے ہی غم و غصے میں بھرے بیٹھے تھے۔ جناب کے ارشادات نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ حافظ صاحب جو رائے صاحب کی حرکات سے جل کر خاکستر ہونے کے قریب تھے، اچانک چمک کر اٹھے اور کمرے میں موجود سبھی افراد کی طرف سے نمائندگی کرتے ہوئے خاصا تابڑ توڑ جواب دیا "حضور! ہم آپ کے احسانِ عظیم کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔ آپ دل کھول کر گفتگو فرمائیے، ہمارے نصیب میں ہوا تو پھر کبھی نیند لے لیں گے۔" جب خان صاحب نے معاملہ بڑھتے دیکھا تو مداخلت کر کے بیچ بچاؤ کروایا۔ اب آپ اندازہ لگا لیجیے کہ سونے کی خاطر ہمارے پاس کتنا وقت بچا ہو گا؟ کچھ دیر بعد سورج نکلنے کے لیے سر ابھار رہا تھا۔ سو ہم حافظ صاحب کی معیت میں نماز فجر ادا کرنے مسجد کی طرف چل پڑے۔ بعد میں یونیورسٹی جانے کی تیاری کرنا تھی۔

اب آپ ہی انصاف فرمائیے اگر موبائل نہ ہوتا تو کیا ہمیں یہ دن دیکھنا پڑتا؟ آپ فرمائیں گے ہرگز نہیں! تو پھر بتائیے ہم موبائل کو وبال نہ کہیں تو کیا کہیں؟ ●●●

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

مقبول انگریزی ناول

چوتھی قسط

چناروں کی قطار

پڑھیے اور جانیے تھیو برڈ کے اپنے بچوں کے ساتھ تعلقات کیسے تھے؟

اس نے دو بیویوں کی طلاق کے مقدموں میں کیا کچھ کھویا؟

کیا لیٹی لینگ کا سیتھ سے ملازمت کے علاوہ کوئی اور تعلق بھی تھا؟

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

گزشتہ اقساط کی تلخیص

اکہتر سالہ سیتھ ہیوبرڈ نے چنار کے ایک درخت سے لٹک کر گلے میں پھانسی کا پھندا ڈال لیا۔ اس نے نہایت عمدہ سیاہی مائل سوٹ پہن رکھا تھا۔ چونکہ بارش ہو رہی تھی اس لیے وہ مکمل طور پر بھیگا ہوا تھا۔ وہ خوش مزاج شخص تھا اور اکثر چرچ بھی جاتا تھا۔ اس کی دو سابق بیویاں تھیں جنھوں نے اس سے طلاق لے لی تھی۔ سیتھ کے دو بچے تھے جو کہیں اور رہتے اور باپ سے بہت کم ملتے تھے۔ سیتھ ہیوبرڈ ایک فارم ہاؤس اور اس کے اردگرد درختوں سے پُر قطعہ زمین کا مالک تھا اور عمارتی لکڑی کا کامیاب کاروبار کرتا تھا۔ خودکشی سے پہلے سیتھ نے اپنے ایک ملازم کیلون کو فون کر کے کہہ دیا کہ وہ اسے فلاں جگہ ملے۔ جب وہ وہاں پہنچا تو مسٹر سیتھ کی گاڑی کھڑی تھی اور ان کی لاش درخت سے لٹک رہی تھی۔ اس نے پولیس کو فون کیا۔ پولیس افسروں نے آ کر سیتھ کی تصویریں لیں اور لاش درخت سے اُتار کر ایمبولینس میں رکھی۔ فورڈ کاؤنٹی کا شیرف اوزی والز بھی وہاں آ پہنچا۔ وہ سیتھ ہیوبرڈ کو جانتا تھا۔ ایک افسر کیلون کے ساتھ اس کے گھر گیا۔ جہاں اسے باورچی خانے کے میز پر سیتھ کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط ملا۔ اس نے لکھا تھا کہ اس نے اپنی جان خود لی ہے اور اس کا پوسٹ مارٹم نہ کیا جائے اور اپنی تجہیز و تکفین کے بارے میں کچھ ہدایات بھی لکھ دی تھیں۔

فورڈ کاؤنٹی میں جیک بریگینس ایک مشہور اور نیک نام وکیل تھا۔ کارل ہیلی کا مشہور مقدمہ جیتنے کے باعث وہ شہرت اور عظمت کی بلندیوں پر پہنچ چکا تھا۔ لیکن اس کے بعد مقدمے کے مخالف دہشت گردوں نے اس کے مکان کو جلا دیا۔ اب وہ کرائے کے معمولی سے مکان میں رہتا تھا۔ مکان کی انشورنس کا معاملہ ابھی تصفیہ طلب تھا۔ چار دہشت گرد اب قید کی سزا بھگت رہے تھے۔ کچھ کہیں اور منتقل ہو چکے تھے۔ اس لیے جیک ہمیشہ پستول ہمراہ رکھتا تھا۔ وہ صبح جلدی اٹھتا اور تیار ہو کر دفتر چلا جاتا۔ اس کی بیوی کارلا اسکول ٹیچر تھی۔ وہ بعد میں تیار ہو کر اپنی بیٹی حنا کو ساتھ لے کر اسکول چلی جاتی تھی۔ جب جیک گھر سے باہر نکلا تو اس نے پولیس افسر لوئی تمک کو ہیلو کہا جسے اوزی والز نے بریگینس فیملی کی حفاظت کے لیے وہاں متعین کر رکھا تھا۔ وہ جلد اپنی پرانی امریکی گاڑی میں اپنے دفتر کے قریب کلینٹن چوک میں کافی شاپ پر پہنچ گیا۔ کافی پیتے ہوئے اس نے دوستوں سے سیتھ ہیوبرڈ کی خودکشی پر گفتگو کی۔ اس نے سیتھ کی جائداد اور عمارات وصیت میں دلچسپی لی کیونکہ اس کا مطلب کسی وکیل کے لیے اچھی خاصی فیس ہوتا ہے۔ جیک حسب معمول کلینٹن چوک میں روزانہ کی چہل قدمی کے بعد اپنے شاندار دفتر میں داخل ہو گیا۔ اس کی سیکرٹری راکسی نچلی منزل پر استقبالیہ کمرے میں بیٹھتی اور وہ خود بالائی منزل پر بیٹھتا تھا۔ اس روز کی ڈاک میں جیک کو اپنے نام ایک لفافہ ملا جس پر لکھنے والے کا نام سیتھ ہیوبرڈ تحریر تھا۔ اس نے لفافہ احتیاط سے کھولا۔ اس میں سیتھ ہیوبرڈ کا ایک خط برآمد ہوا جس میں اس نے اپنی خودکشی کی اطلاع دی تھی اور اپنی وصیت کے معاملے میں اس کو اپنا وکیل نامزد کیا تھا۔ خط کے ساتھ سیتھ کی لکھی وصیت بھی تھی جس میں اس نے اپنے دونوں بچوں اور دونوں سابق بیویوں کو جائداد سے یکسر محروم کر دیا تھا اور جائداد کا نوے فیصد حصہ اپنی ملازمہ اور دوست لیٹی لینگ کے نام کر دیا تھا جس نے بیماری کے زمانے میں اس کی خدمت کی تھی۔ جیک نے خط اور وصیت کی ایک نقل راکسی کو دی، دو نقول اپنے ایک میں رکھیں اور ایک نقل بینک کے لاکر میں رکھ دی۔ اس کے بعد وہ کاؤنٹی شیرف اوزی والز کو ملنے اس کے دفتر گیا۔ دونوں نے تھوڑی دیر سیتھ ہیوبرڈ کی خودکشی، اس کی وصیت اور سیاہ فام لیٹی لینگ کے بارے میں تبادلہ خیال کیا۔

اوزی نے بتایا کہ وہ لیٹی لینگ کو جانتا ہے۔ وہ ایک چھوٹی آبادی لٹل ڈیلٹا میں رہتی ہے۔ اس کی شادی سائمن لینگ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

سے ہوئی ہے جو نکھٹو اور آوارہ ہے اور شراب نوشی کرتا ہے۔ ان کے چار یا پانچ بچے ہیں۔ ایک لڑکا قید خانے میں ہے۔ ایک لڑکی فوج میں ہے۔ لیٹی پینتالیس سال کی ہے۔ اس کا تعلق میمر فیملی سے ہے۔ جیک نے پوچھا کہ کیا آپ سیتھ ہیوبرڈ کو جانتے ہیں۔ لوزی نے کہا کہ اس نے مجھے انتخابات میں کامیابی کے لیے دو دفعہ پچیس پچیس ہزار ڈالر دیے اور بدلے میں کچھ نہیں مانگا۔ وہ کچھ زمین کا مالک تھا اور عمارتی لکڑی کا کاروبار کرتا تھا۔ لیکن ایک ناخوشگوار طلاق میں وہ بہت کچھ کھو بیٹھا تھا۔ اس نے بتایا کہ سیتھ کی تجہیز و تکفین کل سہ پہر چار بجے چرچ سے ملحق قبرستان میں ہوگی۔ اس نے فون کر دیا تھا اور اس کے دونوں بچے ہرشل اور ریمونا جلد پہنچ جائیں گے۔

ہرشل ہیوبرڈ ایک گھنٹے میں میمفس سے فورڈ کاؤنٹی سیتھ کے گھر پہنچ گیا۔ پھر اس کی بہن ریمونا اور اس کا شوہر آیان ڈیفو بھی پہنچ گئے۔ انھوں نے ایک دوسرے سے رسمی تعزیت کی۔ صرف ریمونا کافی دیر روتی رہی۔ ہرشل نے اپنے باپ کے بارے میں کوئی جذبات محسوس نہ کیے۔ وہاں ان کی ملاقات سیاہ فام گھریلو ملازمہ لیٹی لینگ سے ہوئی۔ وہ اس بات پر حیران تھے کہ سیتھ اس کو پانچ ڈالر فی گھنٹا کے حساب سے معاوضہ ادا کرتا تھا جو کہ بہت زیادہ تھا۔ سیتھ کے ہمسائے اور چرچ کے دوست خورد و نوش کی اشیا کے ساتھ تعزیت کے لیے آ رہے تھے۔ لیٹی ان سے کیک اور تعزیت وصول کر رہی تھی کیونکہ سیتھ کے بچوں نے کسی سے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ جلد ہی انھوں نے سیتھ کی وصیت اور بینک اکاؤنٹس کے بارے میں سوالات شروع کر دیے۔ دو پولیس افسر آئے اور انھوں نے سیتھ کی کار واپس کر دی۔ انھوں نے سیتھ کا وہ خط بھی واپس کیا جو ان کو ڈائننگ ٹیبل سے ملا تھا اور جس میں سیتھ نے اپنی تجہیز و تکفین کی ہدایات دی تھیں۔

ہیری ریکس طلاق کے مقدمات کا ماہر مشہور وکیل تھا۔ وہ طلاق کے مقدمے میں سیتھ کی دوسری بیوی سائبل کا وکیل تھا۔ اس نے جیک کو بتایا کہ اس مقدمے میں اس نے سیتھ کا سارا روپیہ لے لیا تھا۔ کافی رقم خود رکھی اور باقی موکلہ کو دے دی۔ جیک نے اس سے سیتھ کی موجودہ جائداد اور مالی حیثیت کے بارے میں استفسار کیا۔ سیتھ کے وارث گھر کے عقبی حصے میں بیٹھے بات چیت کر رہے تھے۔ لیٹی نے ان کو لنچ پیش کیا۔ لیٹی نے سنا وہ کہہ رہے تھے تجہیز و تکفین کے اگلے دن وہ لیٹی کو ملازمت سے فارغ کر دیں گے اور گھر کو تالا لگا دیں گے۔ اب آگے پڑھیے

لیٹی ایک کیک کے ساتھ گھر پہنچی جو ریمونا نے از راہ کرم اُسے دیا تھا۔ یہ ونیلا فلیور (Vanil Flavour) اور اناس کی قاشوں سے لدا ایک تہ والا سادہ سا کیک تھا اور مسٹر ہیوبرڈ کے باورچی خانے کے کاؤنٹر پر دھرے نصف درجن کیکوں میں سب سے کم متاثر کن تھا۔ یہ چرچ سے آنے والے ایک ایسے شخص نے دیا تھا جس نے لیٹی سے پوچھا تھا کہ کیا سیتھ ہیوبرڈ کی فیملی اس کا شیورلیٹ پک اپ ٹرک فروخت کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ لیٹی کو کچھ معلوم نہیں تھا لیکن اُس نے یہ سوال ان تک پہنچانے کا وعدہ کر لیا' مگر پورا نہ کیا۔ اس نے گھر جاتے ہوئے سنجیدگی سے کیک کسی گڑھے میں پھینکنے پر غور کیا لیکن خود کو اسے ضائع کرنے پر آمادہ نہ کر سکی۔ اس کی والدہ ذیابطیس سے جنگ لڑ رہی تھی اور اسے مزید چینی

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

کی ہرگز ضرورت نہ تھی۔ اگر وہ حقیقت میں اس کو تحفہ پیش کرنا چاہتی۔

لیٹی نے اپنی جگہ پر گاڑی کھڑی کردی اور دیکھا کہ سائمن کا پرانا ٹرک وہاں نہیں تھا۔ اسے اس کے آنے کی توقع بھی نہ تھی کیونکہ وہ کئی روز سے باہر گیا ہوا تھا۔ وہ اس کا دور رہنا ہی پسند کرتی تھی لیکن وہ آنے والے کل کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ اچھے وقتوں میں بھی یہ ایک خوش و خرم گھر نہیں تھا اور اس کا شوہر اس کو بہتر بنانے کی شاذ ہی کوشش کرتا تھا۔

بچے ابھی اسکول بس میں گھر کی طرف رواں دواں تھے۔ لیٹی باورچی خانے کے راستے گھر میں داخل ہوئی۔ کیک میز پر رکھا اور ہمیشہ کی طرح اس نے سائپرس کو نشست گاہ میں مسلسل ٹی وی دیکھتے ہوئے پایا۔

سائپرس مسکرائی اور اس نے بازو پھیلاتے ہوئے کہا "میری بچی! تمہارا دن کیسا گزرا؟"

لیٹی نیچے جھکی اور اس نے شائستہ انداز میں معانقہ کیا "کافی مصروف۔ آپ کا کیسا رہا؟"

"بس میں اور ٹی وی شوز۔" سائپرس نے جواب دیا۔ "لیٹی ہیوبرڈ فیملی اپنے نقصان کو کیسے برداشت کر رہی ہے؟ میرے پاس بیٹھ جاؤ اور میرے ساتھ باتیں کرو۔"

لیٹی نے ٹی وی بند کردیا اور اپنی والدہ کی پہیوں والی کرسی کے پاس اسٹول پر بیٹھ گئی اور دن بھر کی سرگرمیوں کے بارے میں بتانا شروع کیا۔ "کوئی حیرت نہیں ہوئی کیونکہ ہرشل اور ڈیفو فیملی آئے اپنے بچپن کے گھر میں گھومے جبکہ ان کے ابو فوت ہو چکے تھے۔ پھر ہمسایوں کی آمد و رفت شروع ہوئی اور کھانے آنے شروع ہو گئے اور لگاتار بھاگ دوڑ۔ مجموعی طور پر بڑا دلچسپ دن تھا۔"

واقعات بیان کرتے ہوئے لیٹی محتاط تھی کہ آنے والی پریشانی کا اشارہ منہ سے نہ نکل جائے۔ سائپرس کا بلڈ پریشر محض ادویہ کے بل بوتے پر کنٹرول میں رکھا گیا تھا اور یہ پریشانی کے ذرا سے تذکرے پر بلندی کی طرف دوڑ لگا سکتا تھا۔ جلد ہی کسی مناسب لمحے میں لیٹی یہ خبر سنا دے گی کہ اس کی ملازمت ختم ہو رہی ہے لیکن ابھی نہیں۔ بعد میں جب بہتر وقت ملے گا۔

"اور تجہیز و تکفین؟" سائپرس نے اپنی بیٹی کا بازو چھوتے ہوئے پوچھا۔ لیٹی نے تفصیلات بتائیں۔ اس نے بتایا کہ وہ اس میں شرکت کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اور اس حقیقت سے لطف اندوز ہوئی کہ مسٹر ہیوبرڈ نے اصرار کیا تھا کہ سیاہ فام افراد کو چرچ میں داخلے کی اجازت دی جائے۔

"غالباً تمہیں پچھلی قطار میں بٹھائیں گے۔" سائپرس نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"غالباً ایسا ہی ہوگا۔ لیکن میں وہاں جاؤں گی۔"

"کاش میں تمہارے ساتھ جا سکتی۔"

"میں بھی چاہتی ہوں۔" اپنے موٹاپے اور نقل و حرکت میں مشکل کے باعث سائپرس شاذ و نادر ہی گھر سے نکلتی تھی۔ وہ وہاں پانچ سال سے مقیم تھی اور ہر ماہ اس کے وزن میں اضافہ اور حرکت میں کمی ہوتی جا رہی تھی۔ سائمن مختلف وجوہات کی بنا پر گھر سے باہر ہی رہتا تھا جن میں لیٹی کی والدہ کی موجودگی ایک اہم وجہ تھی۔

لیٹی نے کہا "مسز ڈیفو نے ہمارے لیے ایک کیک بھیجا ہے۔ کیا آپ اس کا چھوٹا سا ٹکڑا لیں گی؟"

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

''کس قسم کا؟'' اگرچہ اس کا وزن بہت زیادہ تھا پھر بھی سائپرس کھانے پینے میں نفاست پسند تھی۔

''جی یہ اناناس والا کیک ہے۔ مجھے یقین نہیں کہ میں نے پہلے اسے دیکھا ہے۔ لیکن اس کو چکھا جا سکتا ہے۔ کیا اس کے ساتھ کچھ کافی پسند کریں گی؟''

''ہاں اور بس چھوٹا سا ٹکڑا۔''

''امی آؤ ہم باہر بیٹھیں اور تھوڑی سی تازہ ہوا لیں۔''

''میں اسے پسند کروں گی۔'' لینی اس کی پہیوں والی کرسی آرام سے دھکیلتے ہوئے باورچی خانے کے دروازے سے باہر لکڑی کے کھلے فرش پر لے گئی جو سائمن نے کئی سال پہلے بنایا تھا۔ جب موسم خوشگوار ہوتا لینی پر ہجوم گھر کے شور اور حبس زدہ ماحول سے دور سہ پہر کی کافی یا ٹھنڈی چائے وہاں پینا پسند کرتی تھی۔ تین چھوٹی خواب گاہوں والے اس چھوٹے گھر میں بہت زیادہ افراد رہتے تھے۔ ایک خواب گاہ سائپرس کے پاس تھی۔ لینی اور سائمن جب وہ گھر ہوتا ایک دو نواسے نواسیوں کے ساتھ دوسری خوابگاہ استعمال کرتے تھے۔ اُن کی دونوں بیٹیاں تیسری خوابگاہ میں گزارا کرتی تھیں۔ سولہ سالہ کلیرس ہائی اسکول میں زیر تعلیم تھی اور اس کا کوئی بچہ نہیں تھا۔ اکیس سالہ فیڈرا کے دو بچے تھے اور شوہر نہیں تھا۔ ان کا سب سے چھوٹا چودہ سالہ بیٹا کرک نشست گاہ میں صوفے پر سوتا تھا۔ چند ماہ کیلیے بھتیجوں اور بھتیجیوں کا قیام بھی عام تھا۔ جب ان کے والدین اپنے معاملات کو سلجھا رہے ہوتے تھے۔

سائپرس نے کافی کا گھونٹ لیا اور کانٹے سے کیک کا ٹکڑا اٹھایا۔ اس نے آہستہ سے اسے منہ میں ڈالا چبایا اور تیوری چڑھائی۔ لینی کو بھی یہ پسند نہیں آیا اس لیے انھوں نے کافی پی اور ہیوبرڈ فیملی کے بارے میں بات چیت کی کہ وہ کتنے پراگندہ خیال لوگ تھے۔ انھوں نے سفید فام لوگوں اور ان کی تجہیز و تکفین کا مذاق اُڑایا کہ کس طرح وہ اپنے مردوں کو عجلت میں اکثر دو تین دن کے اندر ہی دفن کر دیتے تھے۔ سیاہ فام لوگ اس میں مناسب وقت لیتے تھے۔

''پیاری تم کھوئی کھوئی سی لگتی ہو کیا سوچ رہی ہو؟'' سائپرس نے نرمی سے پوچھا۔

بچے جلد ہی اسکول سے گھر پہنچ جائیں گے اور پھر فیڈرا کام سے واپس آ جائے گی۔ رات کو سونے سے پہلے یہی سکون کا لمحہ ہوگا۔ لینی نے گہرا سانس لیا اور کہا ''می میں نے ان کو باتیں کرتے ہوئے سنا کہ وہ مجھے کام سے فارغ کر رہے ہیں۔ شاید اسی ہفتے' کفن دفن کے فوراً بعد۔''

سائپرس نے اپنا بڑا سا گول سر انکار میں ہلایا۔ چہرے سے لگتا تھا وہ رونے کے لیے تیار ہے۔ ''لیکن کیوں؟''

''میرا خیال ہے ان کو گھر کی دیکھ بھال کے لیے خادمہ کی ضرورت نہیں۔ وہ گھر فروخت کر دیں گے کیونکہ کوئی بھی اس کو رکھنا نہیں چاہتا۔''

''اوہ میرے خدا!''

وہ اس کی دولت کو ہاتھ میں آنے تک انتظار نہیں کر سکتے۔ ان کے پاس اس کو ملنے کے لیے آنے کا وقت نہیں تھا لیکن اب وہ شکاری پرندوں کی طرح پر پھڑپھڑا رہے ہیں۔''

''سفید فام ہمیشہ ایسا ہی کرتے ہیں۔''

''وہ سمجھتے ہیں کہ سیتھ مجھے بہت زیادہ معاوضہ ادا کر رہا تھا اس لیے وہ مجھے جلدی سے فارغ کرنا چاہتے

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ہیں۔"

"وہ تمہیں کتنی رقم ادا کرتا تھا؟"

"ممی اس بات کو چھوڑیے۔" لیبی نے اپنے کنبے میں کسی کو بھی نہیں بتایا تھا کہ مسٹر ہیوبرڈ اس کو پانچ ڈالر فی گھنٹا ادا کر رہے تھے اور وہ بھی نقد۔ اتنا معاوضہ مسس پی کے دیہات میں گھریلو کام کے لیے واقعی زیادہ تھا اور لیبی کوئی پریشانی مول لینا نہیں چاہتی تھی۔ اس کا کنبہ اس سے کچھ زیادہ رقم کا تقاضا کر سکتا تھا۔ اس کی سہیلیاں اس قسم کی گفتگو کر سکتی تھیں۔ "لیبی رازوں کی حفاظت کرو۔" مسٹر ہیوبرڈ نے اس کو بتایا "اپنی تنخواہ کے بارے میں کسی سے بات نہ کرو۔" سائمن کو کام کرنے کی تحریک ختم ہو جائے گی۔

لیبی نے کہا "میں نے سنا وہ میرا حوالہ ایک ملازمہ کے طور پر دے رہے تھے۔"

"ایک ملازمہ؟ میں نے عرصے سے یہ لفظ نہیں سنا۔"

"ممی وہ اچھے لوگ نہیں ہیں۔ مجھے شک ہے کہ مسٹر ہیوبرڈ ایک اچھے باپ تھے لیکن ان کے بچوں کو اس پر افسوس ہے۔"

"اور اب اس کی ساری دولت ان کو مل جائے گی۔"

"میرا یہی خیال ہے۔ وہ اسی پر تکیہ کر رہے ہیں۔"

"اس کے پاس کتنی دولت ہے؟"

لیبی نے انکار میں سر ہلایا اور ٹھنڈی کافی کا ایک گھونٹ پیا۔ "مجھے کوئی اندازہ نہیں۔ مجھے یقین نہیں کہ کسی کو بھی اندازہ ہے۔"

آئرش روڈ کرسچین چرچ کی پارکنگ آدھی بھر چکی تھی جب اوزی کی مقابلتاً عام سی کار منگل کی سہ پہر چار بجنے سے پانچ منٹ پہلے اندر داخل ہوئی۔ کار پر کوئی بڑے الفاظ یا اعداد لکھے ہوئے نہیں تھے۔ اوزی نیچی سطح پر رہنے کو ترجیح دیتا تھا لیکن اس کو ایک نظر دیکھنے سے پتا چل جاتا تھا کہ وہ سینئر شیرف یعنی پولیس کا افسر اعلیٰ ہے۔ اس نے اپنی بڑی فورڈ گاڑی صاب (Saab) کے ساتھ کھڑی کر دی جو دوسری گاڑیوں سے الگ کھڑی تھی۔ اوزی اور جیک ایک ساتھ اپنی گاڑیوں سے باہر نکلے اور اکٹھے پارکنگ سے باہر آ گئے۔

"تمہارے پاس کوئی خبر ہے؟"

"نہیں۔ میرا خیال ہے کل خبریں اڑیں گی۔"

اوزی نے ہنستے ہوئے کہا "میں انتظار نہیں کر سکتا۔"

چرچ آغاز میں ایک سرخ اینٹوں سے بنا عبادت خانہ تھا جس کے سامنے کے ڈبل دروازوں کے اوپر چوڑا سا مخروطی منارہ تھا۔ وقت کے ساتھ اس میں اضافے کیے گئے۔ ایک دھاتی عمارت عبادت خانے کے ساتھ اور ایک عقب میں جہاں نوجوان باسکٹ بال کھیلتے تھے۔ چھوٹے سے قریبی ٹیلے پر سایہ دار درختوں میں گھرا قبرستان ہے جو دفن ہونے کے لیے خوبصورت اور پرسکون جگہ ہے۔

چند دیہاتی تمباکو نوش آخری وقت پر کش لگا رہے تھے جو بادل نخواستہ پرانے سوٹ پہن کر آئے ہوئے تھے۔ انھوں نے فوراً شیرف سے بات چیت کی۔ انھوں نے جیک کو دیکھ کر شائستگی سے سر ہلا کر سلام کیا۔ اندر بلوط کی نشستوں پر براجمان معقول ہجوم موجود تھا۔ روشنیاں مدھم تھیں۔ آرگن بجانے والا مدھم ماتمی دھن سے ہجوم کو اس غمناک موقع کے لیے تیار کر رہا تھا۔ اس

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کا تابوت اٹھانے والے سنجیدہ چہروں کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر پیانو کے قریب بائیں جانب بیٹھے تھے۔

جیک اور اوزی پچھلی قطار میں بیٹھ گئے اور اردگرد دیکھنے لگے۔ نزدیک ہی پانچ سیاہ فاموں کا ایک گروپ موجود تھا۔

اوزی نے اُنھیں دیکھ کر اثبات میں سر ہلایا اور سرگوشی کی" وہ سبز لباس میں لیٹی لینگ ہے۔"

جیک نے اثبات میں سر ہلایا اور سرگوشی کی "دوسرے کون ہیں؟"

جیک نے لیٹی کو غور سے دیکھا اور تصور کیا کہ وہ کن مشترک مہمات میں شامل ہوں گے۔ ابھی اس نے اس عورت سے ملنا تھا۔ اس نے اس کا نام کل سے پہلے کبھی نہیں سنا تھا لیکن اب ان کی گہری شناسائی ہونے والی تھی۔

لیٹی اپنے ہاتھ گود میں رکھے بیٹھی تھی۔ اس صبح اس نے تین گھنٹے کام کیا تھا۔ پھر ہرشل نے اس کو بتایا کہ اگلے دن تین بجے سہ پہر اس کی ملازمت ختم ہو جائے گی۔ اس وقت عدالت کے احکامات تک اس کو معطل کر دیا جائے گا۔ لیٹی کے پاس چار سو ڈالر اکاؤنٹ میں اور تین سو نقد تھے۔ اس کے علاوہ اس کے پاس کچھ نہیں تھا اور اچھا کام ملنے کے امکانات بھی کم تھے۔ اس کا شوہر کبھی کبھار گھر آتا تھا اور تھوڑی بہت رقم لاتا تھا۔ اکثر نشے میں دھت ہوتا تھا اور سو کر نشہ دور کرتا تھا۔

جلد بیروزگار ہونے والی لیٹی آرگن کو سنتے ہوئے اپنے مستقبل کے بارے پریشانی کا شکار ہو سکتی تھی۔ لیکن وہ نہیں تھی۔ مسٹر ہیوبرڈ نے اس کو کئی مرتبہ بتایا تھا کہ وہ اپنی موت پر جو دے جانا تھا یقینی ہے اس کے لیے کچھ چھوڑ کر جائے گا۔ لیکن کیا کچھ؟ لیٹی صرف تصور ہی کر سکتی تھی۔ اس سے چار قطاریں پیچھے جیک نے سوچا کہ اگر وہ صرف جانتی ہوتی۔ اس کو بالکل معلوم نہیں تھا کہ جیک وہاں موجود تھا اور کیوں موجود تھا۔ لیکن اس نے حقیقت میں مسٹر ہربگنس کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔

تابوت کے بالکل سامنے والی قطار میں ریمونا ڈیفو' ایان اور ہرشل بیٹھے تھے۔ ان کے پیچھے دور کے رشتہ داروں کی قطار تھی۔ سیتھ کے والدین عشروں پہلے فوت ہو چکے تھے۔ اس کا واحد بھائی طویل عرصہ پہلے کہیں جا چکا تھا۔ فیملی کے عقب میں کئی درجن غمزدہ افراد..... سیتھ کے دوست' چرچ کے ساتھی اور اس کے ملازمین تھے۔ جب پادری ڈان میک ایلون ٹھیک چار بجے منبر پر نمودار ہوئے تو وہ اور دوسرے سب افراد جانتے تھے کہ یہ رسم بہت مختصر ہو گی۔ اس نے جلدی سے دعا کروائی اور متوفی کی زندگی کے بارے میں مختصراً بتایا۔

جیک نے چند قطاریں آگے ایک شناسا شخصیت کو دیکھا اور اس کے بائیں طرف عمدہ سوٹ میں ملبوس ایک آدمی۔ ایک جیسی عمر اور ایک جیسا یعنی قانون کا پیشہ۔ سٹل مین رش اٹارنی ایٹ لا۔ شمالی مسسی پی میں سب سے بڑی فرم جس کے مرکزی دفاتر ٹوپیلو میں تھے۔ سیتھ ہیوبرڈ نے جیک کے نام اپنے خط میں رش فرم کا ذکر کیا تھا اور اپنی ہاتھ سے لکھی ہوئی وصیت میں بھی۔ اس لیے کوئی شک نہیں تھا کہ سٹل مین رش اور دوسرے دو خوش پوش حضرات اپنی سرمایہ کاری کی جانچ پڑتال کے لیے آئے تھے۔ عموماً انشورنس والے دو دو کے جوڑوں میں کام کرتے تھے۔ بڑی قانونی فرمیں

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

دانستہ زیادہ وقت صرف کرتی تھیں کیونکہ اس کا مطلب ہوتا تھا زیادہ فیس۔

لینٹی نے اپنے آنسو صاف کیے اور محسوس کیا کہ غالباً وہ اکیلی ہی رو رہی تھی۔ مسز نورا ہینز نے حمد کے تین بند پڑھے جنھیں سن کر کسی بھی جنازے کے شرکا کی آنکھیں نم ناک ہو جاتی تھیں لیکن سیتھ کے جنازے پر وہ جذبات ابھارنے میں ناکام رہے۔

پادری میک ایلون نے ایک حمد پڑھی اور سلیمان علیہ السلام کی دانائی کو بیان کیا۔ آخر کار ریمونا سے ضبط نہ ہو سکا اور وہ رونے لگی۔ آیان نے اسے دلاسا دیا۔ ہرشل سارا وقت آنکھیں جھپکے بغیر فرش کو گھورتا رہا۔ ایک اور عورت نے جواب میں زور زور سے سسکیاں لیں۔

سیتھ کا ظالمانہ منصوبہ یہ تھا کہ اس کی آخری وصیت کو تجہیز و تکفین کے بعد ظاہر کیا جائے۔ جیک کے نام خط میں اس کے الفاظ تھے ”میری آخری وصیت کو میری تجہیز و تکفین کے بعد ظاہر کیا جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے خاندان کے افراد تمام ماتمی رسومات میں شامل ہوں اس سے پہلے کہ ان کو پتا چلے کہ ان کو کچھ نہیں ملے گا۔ ان کو مصنوعی طور پر غم کا اظہار کرتے ہوئے دیکھو...... وہ اس کام میں بڑے ماہر ہیں۔ انھیں مجھ سے کوئی محبت نہیں۔“ جب دعائیہ تقریب کی کارروائی آگے بڑھی تو یہ ظاہر ہو گیا کہ کوئی بھی نقلی طور پر غم کا اظہار نہیں کر رہا تھا۔ اس کے خاندان کے افراد نے دکھاوے کے طور پر بھی غمزدہ نظر آنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ رخصت ہونے کا کتنا المناک انداز ہے؟ جیک نے سوچا۔

سیتھ کی ہدایات کے مطابق کسی نے اس کی تعریفیں نہیں کیں۔ صرف پادری نے تقریر کی۔ اور اُس کو ایک لمبی دعا پر ختم کیا۔ پچیس منٹ بعد اس نے تقریب کا اختتام کر دیا اور سب کو دعوت دی کہ وہ تدفین کے لیے قریبی قبرستان تک چلیں۔ باہر نکل کر جیک ،سٹل مین رش اور اس کے وکلا کی نظروں سے بچنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے کسی سے رسل ایمبرگ کا پوچھا۔ رسل ایمبرگ قریب ہی سگریٹ سلگا رہا تھا۔ دونوں نے ہاتھ ملایا اور اپنا تعارف کروایا۔ جیک نے کہا ”کیا میں تھوڑی دیر آپ سے تنہائی میں بات کر سکتا ہوں؟“

مسٹر ایمبرگ نے کندھے اُچکاتے ہوئے نرمی سے کہا ”یقیناً‘ کیا کہنا چاہتے ہو؟“ جیک نے کہا ”میں کلینٹن میں وکیل ہوں۔ مسٹر ہوبرڈ سے کبھی نہیں ملا لیکن کل مجھے اس کی طرف سے ایک خط اور آخری وصیت ملی جس میں اس نے آپ کو وصیت پر عمل کنندہ نامزد کیا ہے۔ بہت ضروری ہے کہ ہم جلد از جلد بات چیت کریں۔“

ایمبرگ رک گیا اور سگریٹ کو منہ کے ایک کونے میں دبایا۔ اس نے جیک کو غور سے دیکھا اور اردگرد نظر دوڑائی کہ کوئی قریب تو نہیں۔ ”کس قسم کی وصیت؟“ اس نے سگریٹ کا دھواں چھوڑتے ہوئے کہا۔

”گزشتہ ہفتے ہاتھ کی لکھی ہوئی۔ وہ واضح طور پر اپنی موت کے بارے میں سوچ رہا تھا۔“

”پھر وہ غالباً مخبوط الحواس ہو گا۔“ ایمبرگ نے طنزاً متوقع قانونی جنگ میں پہلا تیر چلایا۔

جیک کو اس کی توقع نہ تھی۔ ”ہم اس کو دیکھ لیں گے۔ میرا خیال ہے اس کا فیصلہ بعد میں ہو گا۔“

”مسٹر بریکنیس‘ کافی عرصہ پہلے میں بھی وکیل تھا‘

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

دیانتدارانہ اچھا کام ملنے سے پہلے۔ میں اس کھیل کو جانتا ہوں۔"

جیک نے ایک پتھر کو ٹھوکر ماری اور اردگرد دیکھا۔ عزاداران قبرستان کے دروازے کے قریب پہنچ رہے تھے۔ "کیا ہم گفتگو کر سکتے ہیں؟"

"وصیت میں کیا لکھا ہے؟"

"میں اس وقت تمھیں نہیں بتا سکتا لیکن کل بتا سکوں گا۔"

ایمبرگ نے سر کو پیچھے کی طرف موڑا اور اپنی ناک کی سیدھ میں غور سے دیکھا۔

"تم سیتھ کے کاروبار کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"سمجھ لو کچھ نہیں جانتا۔ اپنی وصیت میں وہ لکھتا ہے کہ تم اس کے اثاثہ جات اور ذمہ داریوں کے بارے میں کافی علم رکھتے ہو۔"

"اس کی کوئی ذمہ داریاں نہیں، مسٹر بریگنس۔ صرف اثاثہ جات اور وہ بھی کافی۔"

"آئیے ہم ملاقات کریں اور گپ شپ کریں۔ تمام راز طشت ازبام ہونے والے ہیں، مسٹر ایمبرگ۔ میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ یہ معاملہ کہاں تک جا رہا ہے۔ وصیت کے مطابق آپ تعمیل کنندہ ہیں اور میں وکیل ہوں۔"

"یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی۔ سیتھ کلیتاً وکیلوں سے نفرت کرتا تھا۔"

"ہاں۔ اس نے یہ بات واضح کر دی تھی۔ اگر ہم صبح کو مل سکتے ہیں تو میں آپ کو اس کی وصیت کی ایک نقل بھی دکھاؤں گا اور اس پر کچھ روشنی بھی ڈالوں گا۔"

ایمبرگ نے دوبارہ چلنا شروع کر دیا اور جیک چند قدم اس کے ساتھ چلا۔ جب وہ قبرستان پہنچے اوزی دروازے کے قریب انتظار کر رہا تھا۔ ایمبرگ پھر رک گیا اور کہنے لگا "میں ٹمپل میں رہتا ہوں۔ قصبے کے مغرب میں ہائی وے۔۵۲ پر ایک کیفے ہے۔ مجھے صبح ساڑھے سات بجے وہاں ملو۔"

"ٹھیک ہے۔ کیفے کا نام کیا ہے؟"

"دی کیفے۔"

"سمجھ گیا۔"

ایمبرگ مزید ایک لفظ کہے بغیر غائب ہو گیا۔

جیک نے اوزی کی طرف دیکھا، شک سے اپنے سر کو نفی میں ہلایا اور پھر پارکنگ کی طرف اشارہ کر دیا۔ وہ قبرستان سے دور ہی رہے۔ انھوں نے ایک دن کے لیے سیتھ ہیوبرڈ کے بارے میں کافی کچھ دیکھ سن لیا تھا۔ ان کی الوداعی ملاقات مکمل ہو چکی تھی۔

بیس منٹ بعد ٹھیک چار بج کر پچپن منٹ پر جیک چانسری کورٹ کلرک کے کمرے میں تیز تیز قدم اٹھاتا داخل ہوا اور سارہ کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"آپ کہاں رہے؟" اس نے انتظار کرتے ہوئے سوال کیا۔

"ابھی پانچ نہیں بجے۔" اس نے اپنا بریف کیس کھولتے ہوئے جواب دیا۔

"ہاں، لیکن منگل کے دن ہم چار بجے کام کرنا بند کر دیتے ہیں، بدھ جمعرات کو تین بجے۔ جمعہ کے دن آپ خوش قسمت ہیں اگر ہم نظر آ جائیں۔"

عورت لگاتار بول رہی تھی اور اس کی زبان بڑی تیز تھی۔ بیس سال تک روزانہ وکلا سے لین دین کرنے سے یہ تنک جوابات اس کی نوک زبان پر تھے۔ جیک نے کاغذات اس کے سامنے کاؤنٹر پر

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

رکھے اور کہا ”مجھے مسٹر سیٹھ ہیو برڈ کی زمینی جائداد کا جائزہ لینا ہے۔“

”وصیت والی یا بغیر وصیت والی؟“

”اوہ! اس کی ایک سے زیادہ وصیتیں ہیں۔ اسی لیے یہ دلچسپ صورت حال پیدا ہوگئی ہے۔“

”کیا اس نے صرف اپنی جان نہیں لی؟“

”تم بہت اچھی طرح جانتی ہو کہ اس نے صرف اپنی جان لی کیونکہ تم اس عدالت میں کام کرتی ہو جہاں افواہیں اڑتی ہیں اور گپیں ہانکی جاتی ہیں اور کوئی چیز بھی راز نہیں۔“

”مجھے غصہ آ رہا ہے۔“ اس نے درخواست پر مہر لگاتے ہوئے کہا۔ اس نے چند صفحے پلٹے، مسکرائی اور کہا ”اوہ! عمدہ ہاتھ سے لکھی ہوئی وصیت۔ وکیلوں کے لیے نعمت۔“

”تم سمجھ گئی ہو۔“

”ساری دولت کس کو ملے گی؟“

”میرے ہونٹ سلے ہوئے ہیں۔“ جیک نے کچھ مزید کاغذات اپنے بریف کیس سے نکالے۔ ”ٹھیک ہے مسٹر ہرکلینس۔ آپ کے ہونٹ سلے ہوئے ہو سکتے ہیں لیکن یہ عدالتی فائل یقیناً نہیں۔ اب یہ سرکاری ریکارڈ بن چکی ہے سوائے اس کے کہ آپ تحریری درخواست دیں کہ اس فائل پر مہر لگا دی جائے۔“

”میں ایسا نہیں کرتا۔“

”ٹھیک ہے۔ اس لیے ہم تمام گھٹیا حرکتوں کے بارے میں گفتگو کر سکتے ہیں۔ اس میں کچھ گھٹیا حرکتیں ہیں، ہیں نا؟“

”میں نہیں جانتا۔ میں ابھی تک تحقیق کر رہا ہوں۔ دیکھو سارا! مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔“

”یہ عدالت تک پہنچنے کی دوڑ ہے اور میں اسے جیت چکا ہوں۔ میں توقع کرتا ہوں کہ شاید کل کسی وقت دو یا تین اکڑفوں دکھانے والے سیاہ پوش وکلا یہاں آئیں اور مسٹر ہیو برڈ کی زمینی جائداد کی فائل دیکھنے کے لیے اپنی درخواست دیں۔ زیادہ امکان ہے کہ وہ تو پیلو سے آئیں گے۔ تم جانتی ہو ایک اور وصیت بھی ہے۔“

”میں یہ پسند کرتی ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔ ان کو عدالتی فائل دکھا دو، پھر مجھے فون پر ساری رپورٹ دے دیں۔ لیکن پلیز، کل تک اسے محفوظ کر لو۔“

”ایسا ہی ہوگا، جیک۔ یہ معاملہ بہت دلچسپ ہو سکتا ہے۔“

”اگر میری توقع کے مطابق واقعات کی حقیقت کھلتی گئی تو یہ مقدمہ ہمیں اگلے سال تک مصروف اور محفوظ رکھے گا۔“

جونہی جیک رخصت ہوا، سارا نے ہاتھ سے لکھی ہوئی وصیت پڑھی جو جیک کی درخواست کے ساتھ منسلک تھی۔ شام کے پانچ بج چکے تھے۔ فائل کو اپنی جگہ پر رکھ دیا گیا، بتیاں بجھا دی گئیں اور کلرک اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

سائمن لینگ شراب نوشی کرتا تھا لیکن وہ نشے میں دھت نہیں ہوتا تھا۔ اس کے اہل خانہ ان دونوں میں فرق کو سمجھتے تھے۔ شراب نوشی کا مطلب تھا ایسا رویہ جو قابو میں رہے اور دھمکی آمیز نہ ہو۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ چمکدار آنکھوں اور موٹی زبان کے ساتھ آہستہ آہستہ بیئر پیتا تھا۔ دھت ہونے کا مطلب تھا دوسروں کو پریشان کرنا، گھر سے بھاگ جانا اور درختوں میں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

چھپ جانا۔ سائمن کی خوبی یہ تھی کہ وہ اکثر معتدل اور مہذب رویہ رکھتا تھا۔

تین ہفتے سڑک پر رہنے اور جنوب میں سکریپ لوہے کی نقل وحمل کرنے کے بعد وہ تنخواہ کے چیک کے ساتھ' تھکا ہوا لیکن صاف آنکھوں کے ساتھ گھر واپس آیا تھا۔ اس نے کوئی وضاحت نہیں کی کہ وہ کہاں تھا کیونکہ وہ کبھی نہیں کرتا تھا۔ اس نے مطمئن اور اطاعت شعار نظر آنے کی کوشش کی لیکن چند گھنٹے دوسرے لوگوں کے ساتھ تلخی ترشی' سائیرس کی گفتگو اور اپنی بیوی کی توہین آمیز باتیں سن کر اس نے ایک سینڈوچ کھایا اور بیئر کی بوتل کے ساتھ گھر سے باہر چلا گیا جہاں وہ قریبی درخت کے نیچے سکون کے ساتھ بیٹھ گیا۔ وہ کبھی کبھار وہاں سے گزرتی کاروں کو دیکھ سکتا تھا۔

اُس کے لیے گھر واپس آنا ہمیشہ مشکل ہوتا تھا۔ سڑک پر ٹرک چلاتے وہ کسی جگہ ایک نئی زندگی شروع کرنے کے بارے میں گھنٹوں خواب دیکھتا تھا۔ ہمیشہ ایک بہتر' تنہا زندگی' کسی پریشانی کے بغیر۔ ہزاروں مرتبہ اس کو ترغیب ہوتی کہ وہ ڈرائیونگ جاری رکھے۔ ایک منزل پر سامان اتارنے کے بعد دوسری منزل کی طرف روانہ ہو جائے۔ وہ ابھی بچہ تھا جب اُس کے باپ نے اپنی حاملہ بیوی اور چار بچوں کو چھوڑ دیا اور پھر اس کا کچھ پتا نہ چلا۔ سائمن اور اس کا بڑا بھائی کئی دن تک پورچ میں بیٹھے نمناک آنکھوں کے ساتھ باپ کا انتظار کرتے رہے۔ جب وہ بڑا ہو گیا تو اس کو اپنے باپ سے نفرت ہو گئی۔ وہ ابھی تک نفرت کرتا تھا' لیکن اب وہ بھی گھر سے بھاگ جانے کی شدید

اور اپنے طور پر زندگی گزار سکتے تھے۔

سڑک پر وہ اکثر اپنے آپ سے پوچھتا کہ وہ گھر کی کشش کیوں محسوس کرتا ہے۔ وہ ایک تنگ' پرہجوم کرائے کے گھر میں رہنے سے نفرت کرتا تھا جہاں اس کی خوش دامن' بن بلائے دو نواسے اور ایک بیوی جو ہمیشہ اس سے زیادہ کا مطالبہ کرتی رہتی تھی' موجود ہوں۔ پچھلے بیس سالوں میں لیٹی اسے سو دفعہ طلاق کی دھمکی دے چکی تھی اور اس کے لیے یہ معجزے سے کم نہیں تھا کہ وہ ابھی تک اکٹھے تھے۔ تم علیحدہ ہونا چاہتی ہو تو آؤ علیحدگی کر لیتے ہیں۔ وہ بیئر کا گھونٹ لیتے ہوئے کہتا۔ لیکن وہ بھی یہ بات سو مرتبہ کہہ چکا تھا۔

تقریباً اندھیرا ہو چکا تھا۔ وہ گھر سے باہر نکلی اور گیلے سبزے پر اس درخت کے پاس گئی جہاں وہ بیٹھا تھا۔

''تم کتنی دیر سے گھر آئے ہوئے ہو؟'' اس نے سڑک کو دیکھتے ہوئے نرمی سے کہا۔

''میں ابھی ابھی گھر پہنچا ہوں اور تم چاہتی ہو میں چلا جاؤں۔''

''میرا یہ مطلب نہیں تھا سائمن۔ بس مجھے تجسس تھا۔''

وہ جواب دینا نہیں چاہتا تھا اس لیے اس نے ایک اور گھونٹ لیا۔ وہ شاذونادر ہی اکیلے ہوتے تھے اور جب ہوتے تھے تو نہیں جانتے تھے کہ بات کیسے کریں۔ ایک کار پاس سے گزری اور وہ مبہوت ہو کر اس کو دیکھنے لگے۔ آخر کار لیٹی نے کہا ''میں غالباً کل اپنی ملازمت سے فارغ ہو جاؤں گی۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ مسٹر ہیوبرڈ نے اپنے آپ کو مار ڈالا اور اس

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

چاہتے۔"

سائمن کے جذبات ملے جلے تھے۔ اس نے کچھ احساسِ برتری محسوس کیا کیونکہ ایک دفعہ پھر وہی گھر کا سربراہ اور آمدنی کا بڑا ذریعہ ہوگا۔ وہ لیٹی کے اس اندازِ فخر سے نفرت کرتا تھا جب وہ سائمن سے زیادہ پیسے کما رہی تھی۔ جب وہ بیروزگار تھا تو وہ اس کے طعنوں پر ناراض ہوتا تھا۔ اگرچہ وہ صرف ایک گھریلو خادمہ تھی لیکن اس کے رویے سے تمکنت اور سرکشی جھلکتی تھی' کیونکہ ایک سفید فام آدمی اس پر اتنا بھروسا کرتا تھا۔ لیکن ان کے کنبے کو پیسوں کی ضرورت تھی اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اس کی تنخواہ سے محرومی ناگزیر مشکلات پیدا کرے گی۔

اس نے بڑی مشکل سے کہا "مجھے افسوس ہے۔"

ان کی گفتگو میں طویل خاموشی کا وقفہ آ گیا۔ وہ گھر کے اندر سے آنے والی آوازوں اور شور کو سن سکتے تھے۔ "کیا ماروس کا کوئی خط ملا؟" اس نے پوچھا۔

اس نے اپنا سر جھکا لیا اور کہا "نہیں' دو ہفتے گزر چکے ہیں اور کوئی خط نہیں ملا۔"

"کیا تم نے اُسے خط لکھا؟"

"تم جانتے ہو سائمن میں اس کو ہر ہفتے خط لکھتی ہوں۔ آخری مرتبہ تم نے کب خط لکھا تھا؟"

سائمن چڑ گیا لیکن اس نے اپنا لب و لہجہ اور اخلاق برقرار رکھا۔ اس کو اس بات پر فخر تھا کہ وہ ہوش و حواس میں گھر آیا ہے اور وہ اس فضا کو بیوی سے لڑائی کر کے تباہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ ۲۸ سالہ ماروس لینگ کو قید خانے میں دو سال گزر چکے تھے اور کم از کم دس سال باقی تھے۔ سبب منشیات کی تجارت' مہلک ہتھیار سے

ایک کار ان کے قریب آ کر رکی اور اس میں سے ایک نوجوان سفید فام آدمی باہر نکلا۔ اس نے سفید قمیص اور ڈھیلی ٹائی پہن رکھی تھی۔

"ہم یہاں ہیں۔" سائمن نے پکار کر کہا۔ اس نے ان کو درخت کے نیچے نہیں دیکھا تھا۔ وہ محتاط انداز میں ان کی طرف بڑھا۔ "میں مسماۃ لیٹی لینگ کو تلاش کر رہا ہوں۔"

"میں یہاں ہوں۔" لیٹی نے کہا۔ "ہیلو' میرا نام جیک بریگینس ہے۔ میں کلینٹن میں وکیل ہوں اور لیٹی لینگ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ آج جنازے میں شامل تھے؟" اس نے کہا۔

"جی ہاں' میں تھا۔"

سائمن بادل نخواستہ اٹھ کھڑا ہوا۔ تینوں نے ایک دوسرے سے ہاتھ ملایا۔ سائمن نے اس کو بیئر کی پیش کش کی۔ جیک نے انکار کیا کیونکہ وہ وہاں کام سے آیا تھا۔

سائمن نے بیئر کی چسکی لیتے ہوئے کہا "بریگینس' کیا آپ نے کارل لی ہیلی کا مقدمہ لڑا تھا؟"

یہ مقدمہ سیاہ فاموں کے ساتھ بے تکلفی کا باعث بن جاتا تھا۔ "میں نے لڑا تھا۔" جیک نے انکساری سے کہا۔

"میرا یہی خیال تھا۔ اچھا کام۔ زبردست کام۔"

"شکریہ۔ دیکھو' میں یہاں کام سے آیا ہوں اور مجھے لیٹی سے علیحدگی میں بات کرنی ہے۔"

"کیا بات کرنی ہے؟" لیٹی نے پریشانی کے عالم میں پوچھا۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"کیونکہ یہ قانون کا تقاضا ہے۔"

سائمن نے غصے سے بیئر کا ڈبا درخت پر دے مارا۔ "ٹھیک ہے۔" اس نے خالی کریٹ کو ٹھوکر ماری اور بڑبڑاتا ایک طرف چل دیا۔

لیٹی نے تقریباً سرگوشی کے انداز میں کہا "مجھے اس پر بہت افسوس ہے مسٹر بریگینس۔"

"کوئی بات نہیں۔ دیکھو مسماۃ لینگ' ہمارا جلد از جلد ایک اہم معاملے پر بات کرنا ضروری ہے۔ غالباً کل میرے دفتر میں۔ یہ مسٹر ہیوبرڈ اور اس کی آخری وصیت کی تصدیق کے بارے میں ہے۔"

لیٹی نچلا ہونٹ چباتے ہوئے حیرت سے جیک کو دیکھ رہی تھی "کیا میں وصیت میں شامل ہوں؟"

"تم یقیناً ہو۔ درحقیقت اس نے اپنی زمینی جائداد کا ایک بڑا حصہ تمہارے لیے چھوڑا ہے۔"

"اوہ میرے خدا۔"

"جی ہاں۔ وہ مجھے اپنی جائداد کا وکیل بنانا چاہتا ہے اور مجھے یقین ہے اس پر قانونی جنگ لڑی جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں بات کرنے کی ضرورت ہے۔"

"کیا میں اپنے شوہر کو بتا دوں؟"

"تمہاری مرضی ہے۔ میں اس کو اس معاملے میں شریک کر لیتا لیکن میں نے اس کی شراب نوشی کی کہانیاں سن رکھی ہیں۔ لیکن مسماۃ لینگ' وہ تمہارا شوہر ہے اور اسے کل تمہارے ساتھ آنا چاہیے اگر وہ اچھی حالت میں ہو۔"

"وہ اچھی حالت میں ہوگا' میں وعدہ کرتی ہوں۔"

جیک نے اس کو اپنا بزنس کارڈ دیا اور کہا "کل سہ

"ہم وہاں پہنچ جائیں گے' مسٹر بریگینس۔ اور آپ کا یہاں آنے کا شکریہ۔"

"شب بخیر۔"

جیک اور کارلا رات کے کھانے کے بعد نشست گاہ میں بیٹھ گئے۔ گھر کے کام کاج میں حنا بھی ماں کی کافی مدد کرتی تھی۔ جب تک والدین بچے سے پیار کرتے رہیں بچے ان مادی چیزوں کی بہت کم پروا کرتے ہیں جو بڑوں کو متاثر کرتی ہیں۔ کارلا ہوم ورک میں اس کی مدد کرتی اور جیک اس کو کہانیاں سناتا۔ ساتھ ساتھ وہ شام کی خبریں بھی سنتے۔ آٹھ بجے کارلا اس کو غسل دیتی اور تیس منٹ بعد دونوں حنا کو گرم بستر میں سلا دیتے تھے۔

صوفے کے اوپر کمبل اوڑھے ہوئے کارلا نے کہا "اچھا تو کیا خبر ہے؟"

جیک نے اسپورٹس میگزین کے ورق پلٹتے ہوئے جواب دیا "تمہارا کیا مطلب ہے خبر سے؟"

"گونگے مت بنو۔ کوئی خبر ہے۔ کوئی نیا مقدمہ' کوئی بڑی فیس جو ہمیں غربت سے نجات دلا سکے؟"

جیک نے بریف کیس سے ایک فائل نکالی اور اس کو کچھ کاغذات پکڑائے۔ "یہ خودکشی کا مقدمہ ہے۔"

"اچھا یہ وہ ہے۔"

"بالکل وہی۔ کل رات میں نے تمہیں مسٹر سیتھ ہیوبرڈ کی افسوس ناک موت کے بارے میں بتایا تھا۔ لیکن میں نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ مرنے سے پیشتر اس نے ایک وصیت لکھی' اور میرے دفتر بھیج دی۔ اس نے مجھے اس مقدمے میں اپنا وکیل نامزد کیا ہے۔ کل شام میں نے وہ وصیت عدالت میں پیش کر دی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

لیے میں اس کے بارے میں بات کر سکتا ہوں۔ یہ لو وصیت پڑھ لو۔"

جب وہ دو صفحے کی وصیت پڑھ رہی تھی تو اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اس نے بے یقینی سے جیک کی طرف دیکھا اور کہا "لیٹی لینگ کون ہے؟"

"مرحوم کی سیاہ فام گھریلو ملازمہ۔"

"اوہ میرے خدا! جیک' یہ شرمناک کہانی ہے۔"

"مجھے یقین ہے کہ ایسی ہی ہے۔"

"کیا اس کے پاس روپیہ ہے؟"

"کیا تم نے وصیت کا وہ حصہ پڑھا جس میں وہ کہتا ہے "میری رہتی جائداد کافی زیادہ ہے" اوزی اس کو جانتا ہے اور وہ اس سے اتفاق کرتا ہے۔ میں صبح سویرے تعمیل کنندہ رسل ایمبرگ سے ملنے جا رہا ہوں۔ دوپہر تک میں کافی معلومات حاصل کر لوں گا۔"

اس نے کاغذ کے دونوں ورق لہرائے اور پوچھا "کیا یہ وصیت مستند ہے؟ کیا تم اس قسم کی وصیت بنا سکتے ہو؟"

"اوہ ہاں۔ پروفیسر رابرٹ ویگز نے لا اسکول میں Wills and Estates پچاس سال پڑھائی۔ اس نے مجھے اے گریڈ دیا۔ جب تک ہر لفظ متوفی کا تحریر کردہ ہے اس پر دستخط اور تاریخ ثبت ہیں' یہ ایک حقیقی وصیت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس کے دونوں بچے اس پر قانونی کارروائی کریں گے لیکن اس کا سارا لطف اسی میں ہے۔"

"اس نے عملی طور پر ہر چیز اپنی سیاہ فام ملازمہ کے نام کیوں کر دی؟"

"میرا خیال ہے وہ گھر کی صفائی کو پسند کرتا تھا۔ تھی۔ ظاہراً وہ اس کو پسند کرتا تھا۔ اس کے دونوں بچے وکیل کے ذریعے مقدمہ لڑیں گے اور اس کے نامناسب اثر و رسوخ کا الزام لگائیں گے۔ وہ دعویٰ کریں گے کہ اس کی اس کے ساتھ بہت قربت تھی اور وہ بوڑھے کو ایسی باتیں سمجھاتی رہتی تھی۔ فیصلہ جیوری کے ہاتھ میں ہوگا۔"

"جیوری مقدمہ؟"

جیک تصور کرتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔ "اوہ ہاں۔"

"اس کے بارے میں اور کون جانتا ہے؟"

"میں نے آج سہ پہر پانچ بجے درخواست جمع کروائی اس لیے ابھی گپ شپ شروع نہیں ہوئی۔ لیکن میرا اندازہ ہے کہ صبح نو بجے تک عدالت خانہ اس سے گونج رہا ہوگا۔"

"جیک' یہ تو عدالت کی چھت اڑا دینے والا دھماکا ثابت ہوگا۔ ایک دولت مند سفید فام شخص اپنے اہل خانہ کو وصیت سے بے دخل کرتا ہے اور سب کچھ سیاہ فام گھریلو ملازمہ کے نام کر دیتا ہے' پھر پھانسی لے لیتا ہے۔ کیا تم مذاق کر رہے ہو؟"

وہ مذاق نہیں کر رہا تھا بلکہ اپنی بھاری فیس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

کارلا نے پوچھا "کیا تم لیٹی لینگ کو ملنے گئے تھے؟"

"میں ملا تھا۔ وہ لٹل ٹیلینا میں رہتی ہے جہاں سفید فام نہیں رہتے۔ اس کا شوہر شرابی ہے۔ میں گھر کے اندر نہیں گیا لیکن مجھے وہ پرہجوم محسوس ہوا۔ یہ ان کا اپنا گھر نہیں ایک چھوٹا سا سستا کرائے کا گھر ہے۔"

"کیا وہ اچھی عورت ہے؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

میرا تاثر ہے کہ وہ ایک مخصوص سیاہ فام عورت ہے جس کا گھر بچوں سے بھرا ہوا ہے۔ جز وقتی شوہر کم از کم مزدوری...... مشکل زندگی۔"

"یہ بہت سخت زندگی ہے۔"

"ہاں لیکن یہ بالکل درست ہے۔"

"کیا وہ پرکشش ہے؟"

"میں واقعی بتا نہیں سکتا۔ اندھیرا ہو رہا تھا۔ وہ قریباً پینتالیس سال کی ہے اور کافی اچھی حالت میں ہے۔ یقیناً بے کشش نہیں۔ تم کیوں پوچھتی ہو؟ تم سمجھتی ہو مسٹر ہیوبرڈ کی آخری وصیت کے پیچھے محبت کا کھیل ہو سکتا ہے۔"

"یقیناً...... میں یہی سوچ رہی ہوں اور کل دوپہر سارے قصبے میں یہ خبر گرم ہو گی۔ اس کے اوپر یہ چیز ہر جگہ لکھی ہوئی ہے۔ وہ قریب المرگ شخص تھا اور وہ اس کی دیکھ بھال پر مامور تھی۔ کون جانتا ہے انھوں نے کیا کچھ کیا۔"

"تم ایک گندی سوچ رکھتی ہو لیکن میں اس سے پیار کرتا ہوں۔"

اچانک فون کی گھنٹی بجی۔ جیک نے کچن میں جا کر فون سنا "باہر نیسبٹ آیا ہے۔" اس نے ایک سگار اور ماچس کی ڈبیا لی اور باہر چلا گیا۔ لیٹر بکس کے قریب اس نے سگار سلگایا اور صبح کی ٹھنڈی ہوا میں دھواں چھوڑا۔ ایک کار اس کے قریب آ کر رکی۔ ڈپٹی شیرف مائیک نیسبٹ نے اپنا بھاری بھرکم جسم گاڑی سے باہر نکالا۔ اس نے جیک کو سلام کیا اور سگریٹ سلگا لیا۔ نیسبٹ نے کہا "اوزی کو ہیوبرڈ کی جائداد کے بارے میں مزید کوئی معلومات نہیں ملی۔ لگتا ہے بوڑھے نے اپنے کھلونے کہیں اور رکھے ہوئے ہیں۔ اس ریاست میں کوئی ریکارڈ نہیں ملا سوائے اس کے گھر، زمین اور لکڑیوں کے گودام کے۔ اس کے کوئی بینک اکاؤنٹس نہیں، کوئی شراکت داری نہیں۔ افواہیں ہیں کہ وہ دوسری ریاستوں میں کاروبار کرتا تھا۔ لیکن ہم وہاں تک نہیں پہنچ سکے۔"

جیک نے سر ہلایا اور کہا "اور ایمبرگ۔"

"رسل ایمبرگ کا تعلق فالے۔ الاباما سے ہے۔ وہاں وہ ایک وکیل تھا لیکن پندرہ سال قبل موکلین کی رقوم کے غلط استعمال کے سبب بار سے فارغ کر دیا گیا۔ اس کے خلاف فرد جرم عائد نہیں ہوتی اور اس کا کوئی مجرمانہ ریکارڈ نہیں۔ قانون کے پیشے سے فارغ ہونے کے بعد وہ عمارتی لکڑی کے کاروبار میں چلا گیا اور فرض کیا جا سکتا ہے کہ وہیں اس کی سیٹھ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے کاروبار میں کافی ترقی کی۔ معلوم نہیں وہ کیمپل جیسی بیکار جگہ پر منتقل کیوں ہوا؟"

"کل صبح میں کیمپل جا رہا ہوں۔ میں اس سے استفسار کروں گا۔"

"اچھی بات ہے۔"

"یہاں رکنے کا شکریہ۔ میں کل اوزی سے بھی بات کروں گا۔"

"ضرور کرنا...... پھر ملیں گے۔"

اس نے کارلا کو خالی خوابگاہ میں کھڑکی کے قریب کرسی پر بیٹھے ہوئے پایا۔ کمرا روشن تھا۔ جیک خاموشی سے اندر داخل ہوا۔ کارلا نے کہا "جیک میں اپنے گھر کے سامنے پولیس کاریں دیکھ دیکھ کر تنگ آ گئی ہوں۔"

"میں بھی تنگ آیا ہوا ہوں۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

◆◆◆

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

غذائی مغالطوں کا تیر بہدف توڑ

مفید غذائیں

جنہیں مضرِ صحت سمجھا گیا

جدید طبی تحقیق نے روزمرہ استعمال میں آنے والی غذاؤں کے راز فاش کر دیے

ڈاکٹر شائستہ خان

چند دن قبل ایک رسالے میں پڑھا کہ سفید چاول نہ کھایئے کیوں کہ اس میں غذائیت بخش اجزا کم ہوتے ہیں۔ جبکہ بھورے چاولوں میں معدنیات اور وٹامن زیادہ بتائے گئے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ سفید چاولوں کی حیثیت متنازع ہے۔ کئی امریکی ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ سفید اور بھورے چاولوں کے درمیان بلحاظ غذائیت زیادہ فرق نہیں۔

بعض ماہرین غذائیت کے نزدیک تو سفید چاول بہتر ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ سفید چاول کھانے سے ہمارے جسم میں نائٹروجن زیادہ دیر تک موجود رہتی ہے۔ یہ گیس پھر ہمارے عضلات کو مضبوط بناتی ہے۔ سفید چاولوں کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ ان میں شامل پوٹاشیم اور فاسفورس ہمارے جسم میں بخوبی جذب ہوتا ہے۔ جبکہ بھورے چاولوں میں موجود زائد ریشہ (فائبر) انھیں ہمارے بدن میں زیادہ مقدار میں جذب نہیں ہونے دیتا۔

سرخ گوشت

سفید چاول کی طرح سرخ گوشت کے متعلق بھی کئی منفی باتیں سننے کو ملتی ہیں۔ حالانکہ جدید تحقیق نے انکشاف کیا ہے کہ مچھلی، مرغ اور گائے بھینس کے گوشت میں بلحاظ غذائیت زیادہ فرق نہیں اور نہ ہی سرخ گوشت انسان کو کسی دوسرے گوشت کی نسبت نقصان پہنچاتا ہے۔

ماہرین کا خیال ہے کہ سرخ گوشت کھانے والے دیگر غیر صحت بخش عادات مثلاً سگریٹ نوشی، شراب نوشی، پھل و سبزیاں نہ کھانے وغیرہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ لہٰذا سرخ گوشت نہیں بلکہ یہی غیر صحت مند طرز

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

زندگی انھیں متفرق بیماریوں میں مبتلا کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سرخ گوشت انسانی بدن میں اچھے (ایچ ڈی ایل) کولیسٹرول کی مقدار بڑھاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ گوشت میں سٹیرک (Stearic) ایسڈ (سیچوریٹڈ فیٹی ایسڈ کی ایک قسم) اور اولیک (Oleic) ایسڈ (قلب دوست مونو سیچوریٹڈ فیٹ) ملتے ہیں۔ یہ دونوں ہمارے جسم میں اچھے کولیسٹرول کی سطح بڑھاتے ہیں۔ ڈاکٹر کیرول روسیٹ مشہور امریکی ڈاکٹر ہے۔ وہ کہتی ہے:

''سرخ گوشت قلب و بدن کے لیے مفید ایسی چکنائیوں (Fats) کا مرکب ہے جو کسی اور غذا میں نہیں ملتیں۔ مگر یہ ضروری ہے کہ چربی سے پاک گوشت کھایا جائے۔''

کھٹی کریم (Sour Cream)

مغربی کھانوں کی تیاری میں کھٹی کریم عام استعمال ہوتی ہے۔ یہ عام کریم کا خمیر اٹھا کر بنائی جاتی ہے۔ اس میں چکنائی کی مقدار زیادہ ہوتی ہے، اسی لیے ڈاکٹر کھٹی کریم سے دور رہنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں یہ اتنی مضرِ صحت نہیں۔

وجہ یہ ہے کہ کھٹی کریم دیگر کریموں کی نسبت کم حرارے رکھتی ہے۔ مثلاً ایک بڑے چمچ مایونیز کی نسبت کھٹی کریم کی اتنی ہی مقدار نصف حرارے رکھتی ہے۔ نیز یہ ایک گلاس دودھ سے بھی کم سیچوریٹڈ چکنائی کی حامل ہے۔ لہٰذا معتدل مقدار میں کھٹی کریم کا استعمال مضرِ صحت نہیں۔

کافی

یہ مشروب بھی اسی وقت انسان کو فائدہ پہنچاتا ہے جب اُسے معتدل مقدار میں نوش کیا جائے۔ مثلاً جدید تحقیق نے افشا کیا ہے کہ مرد و زن روزانہ دو پیالی کافی پییں تو امراضِ قلب چمٹنے کا خطرہ کم ہو جاتا ہے۔ نیز ذیابیطس قسم ۲ سے بھی بچاؤ ممکن ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص روزانہ کافی کی چار پانچ پیالیاں چڑھانے لگے، تو الٹا نقصان ہوتا ہے۔ وہ پھر مختلف بیماریوں کا نشانہ بن جاتا ہے۔

سبز و سرخ مرچ

پچھلے ماہ ہانگ کانگ یونیورسٹی کے محققوں نے ایک انوکھا تجربہ کیا۔ ''انھوں نے مسلسل چار ہفتے تک دس چوہوں کو ایسی غذا کھلائی جس میں کاپسیسینوئڈز (Capsaicinoids) کیمیکل موجود تھے۔ یہی کیمیکل سرخ و سبز مرچ کو تیز ذائقہ عطا کرتے ہیں۔

جب چار ہفتے بعد چوہوں کا طبی معائنہ ہوا، تو ماہرین کو یہ جان کر حیرت ہوئی کہ ان میں بُرے کولیسٹرول (LDL) کی سطح کم ہو گئی۔ جب وجہ جاننے کی سعی ہوئی، تو پتا چلا کہ مرچوں کے کیمیکل کاپسیسینوئڈز اُن جینز کو کھل کر کام نہیں کرنے دیتے جو شریانوں کو سکیڑ دیتے ہیں۔ نتیجتاً ہمارے عضلات پُرسکون رہتے ہیں اور قلب کی طرف خون کا بہاؤ عمدہ رہتا ہے۔ چناں چہ اپنی روزمرہ غذا میں ایک دو مرچیں شامل کیجیے اور ہارٹ اٹیک سے بچے رہیے۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

غذاؤں کو زیادہ غذائیت بخش بنائیے

ذیل میں ایسی آسان تراکیب پیش ہیں جن کے ذریعے آپ بعض غذاؤں کو زیادہ مفید بنا سکتے ہیں۔

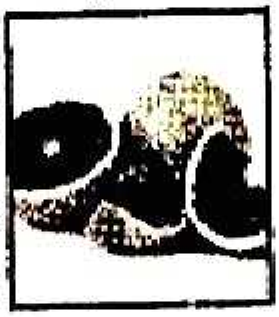

(۱) گریپ فروٹ کو اچھی طرح چبائیے

وٹامن سی سے بھرپور گریپ فروٹ اپنے اندر کارآمد ضد تکسیدی مادے رکھتا ہے۔ اب ماہرین نے دریافت کیا ہے کہ یہ پھل اچھی طرح چبایا جائے، تو زیادہ ضد تکسیدی مادے حاصل ہوتے ہیں۔ یہ پھل موٹاپا کم کرنے میں بھی مفید پایا گیا ہے۔

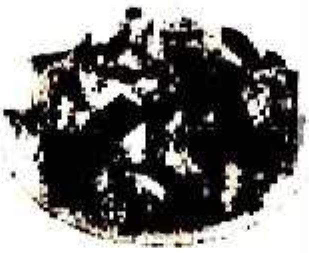

(۲) سلاد ایک دن پہلے بنائیے

وجہ یہ ہے کہ یوں سلاد میں زیادہ ضد تکسیدی مادے جنم لیتے ہیں۔

طریق کار یہ ہے کہ سلاد کاٹ کر پلاسٹک بیگ میں رکھیے اور فریج میں رکھ دیجیے۔ ممکن ہو، تو بیگ میں ٹشو پیپر رکھ دیجیے تاکہ زیادہ سے زیادہ نمی جذب ہو۔ اگلے دن سلاد استعمال کرلیجیے۔

(۳) زرد دانوں والی مکئی کھائیے

تقریباً سارا سال دستیاب رہنے والا اناج، مکئی بہت مفید غذا ہے۔

یہ معدنیات اور حیاتین کی کثیر مقدار رکھتا ہے۔ ان میں وٹامن بی، میگنیشیم، مینگنیز، فاسفورس، زنک، تانبا اور فولاد نمایاں ہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ گہرے رنگ کے دانوں والی مکئی زیادہ مفید ہوتی ہے کیوں کہ اس میں حیاتین اور معدنیات وافر مقدار میں موجود ہوتی ہیں۔

(۴) شاخ گوبھی صحیح طرح ذخیرہ کیجیے

اب اکثر پاکستانی دکانوں میں شاخ گوبھی (Broccoli) بھی دکھائی دینے لگی ہے۔ یہ سبزی انسانی جسم میں وٹامن ڈی کی کمی دور کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ نیز جدید طبی تحقیق نے دریافت کیا ہے کہ شاخ گوبھی ہمیں سرطان (کینسر) سے بھی بچاتی ہے۔

شاخ گوبھی کو محفوظ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اُسے پلاسٹک بیگ میں رکھیے۔ پھر بیگ میں کاٹنے سے مناسب فاصلے پر چھوٹے چھوٹے سوراخ کردیجیے۔ پھر یہ بیگ فریج میں رکھیے۔ یوں شاخ گوبھی نہ صرف تازہ رہے گی بلکہ اس کی غذائیت بھی بڑھ جائے گی۔

پروٹین محض گوشت سے نہ لیں

انسان کو زندہ رہنے کے لیے پروٹین کی بھی ضرورت ہے۔ یہی بافتوں (ٹشوز) کی تعمیر کرتے اور بطور ایندھن کام دیتے ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں یہ غلط نظریہ پھیل چکا کہ پروٹین صرف گوشت اور دودھ ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ حالانکہ تحقیق سے ثابت ہو چکا کہ خصوصاً سرخ گوشت کا حد سے زیادہ استعمال نقصان دہ ہے۔

انسانی جسم میں سرخ گوشت کی زیادتی سے نہ صرف بینائی متاثر ہوتی ہے بلکہ عمر بھی گھٹ جاتی ہے۔ نیز انسان مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف دالوں اور سبزیوں سے حاصل کردہ پروٹین وزن

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

گھٹاتی نیز دیگر فوائد پہنچاتی ہے۔ واضح رہے کہ انسان کو اپنے وزن کے حساب سے فی کلو ۱ گرام پروٹین کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ درج ذیل پودوں سے باآسانی پروٹین پا سکتا ہے:

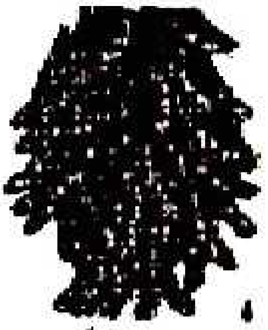

سویا پھلی

دنیائے نباتات میں یہی پھلی (سویابین) سب سے زیادہ پروٹین کی حامل ہے۔ ایک پیالی (۱۷۵ گرام) پکی سویا پھلی کھانے سے ہمیں ۲۸ گرام پروٹین ملتی ہے۔ نیز یہ پھلی وٹامن کے علاوہ ربوفلاوین، فولاد، فاسفورس، میگنیشیم جیسے اہم مادوں کا بھی خزانہ ہے۔ یاد رہے، ۸۵ گرام (ڈیڑھ چھٹانک) گوشت کھانے سے ہمیں ۲۸ گرام پروٹین حاصل ہوتی ہے۔

سویا پھلی کے علاوہ دیگر اقسام کی پھلیاں مثلاً سیاہ پھلی، چنا، دالیں، اور مٹر بھی پروٹین کے حامل ہوتے ہیں۔ ان میں فی پیالی ۱۴ تا ۱۹ گرام پروٹین پائی جاتی ہے۔ لہٰذا بہتر ہے کہ انھیں کھا کر پروٹین پائیے، نہ کہ سرخ گوشت کھا کھا کر اپنی صحت برباد کر لیں۔

مونگ پھلی

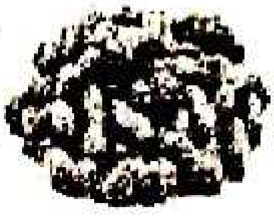

پھلوں اور دالوں کے بعد مغزیات زیادہ پروٹین رکھتے ہیں اور ان میں پہلا نمبر مونگ پھلی کا ہے۔ اگر آپ صرف دو چمچ مونگ پھلی کھا لیں، تو آپ کو ۸ گرام پروٹین حاصل ہو گی۔ لہٰذا سردیوں میں آدھی پیالی مونگ پھلی کھائیے اور اتنی پروٹین حاصل کیجیے جتنی مچھلی کھانے سے ملتی ہے۔

عام سبزیوں میں پتے والی سبزیاں مثلاً پالک اور شاخ گوبھی بھی پروٹین کی حامل ہیں۔ تاہم ان سے فی پیالی چار پانچ گرام پروٹین ہی ملتی ہے۔

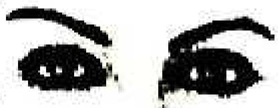

آنکھوں کے لیے مفید غذائیں

آپ نے سنا ہوگا کہ گاجر، نارنجی رنگ کے پھل اور پتے والی سبزیاں بینائی کے لیے مفید ہیں۔

یہ بات سچ ہے۔ گاجر وٹامن اے کی ایک قسم بیٹا کروٹین سے مالا مال ہے۔ یہ حیاتین آنکھ کے پردے (Retina) اور دیگر حصوں کی حفاظت کرتا اور انھیں تندرست رکھتا ہے۔ اسی طرح پتے والی سبزیوں میں دو اہم ضدِ تکسیدی مادے..... لیوٹین اور زیکستھین ملتے ہیں۔ یہ مادے آنکھوں کو ایک خطرناک بیماری ''میکولر ڈی جنریشن'' (Macular Degenration) سے محفوظ رکھتے ہیں۔

انڈا بھی بصارت کے لیے مفید غذا ہے۔ یہ بھی درج بالا دو ضدِ تکسیدی مادے رکھتا ہے۔ نیز وٹامن سی کے حامل پھل (مالٹا، کنو، اسٹابری وغیرہ) اور چربیلی مچھلیاں بھی بینائی کو تقویت دینے والے غذائی مادے رکھتی ہیں۔

دو سنہرے غذائی اصول

پہلا اصول یہ ہے کہ کبھی تنہا پھل نہ کھائیے۔ وجہ یہ ہے کہ پھل کاربوہائیڈریٹ سے پُر ہوتے ہیں۔ لہٰذا محض پھل کھانے سے خون کی شکر پہلے بڑھتی اور پھر گھٹ جاتی ہے۔ اسی لیے صرف پھل کھانے کے ایک گھنٹے بعد عموماً بھوک لگتی اور تھکن محسوس ہوتی ہے۔ اس حالت سے بچنے کے لیے پھل کو پروٹین یا صحت مند

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

چکنائی رکھنے والی غذا کے ساتھ کھائیے۔ یہ دونوں غذائی عناصر ہاضمے کا عمل سست کرتے اور خون کی شکر کو بے قابو نہیں ہونے دیتے۔ کئی پھلوں کے ساتھ دہی کا استعمال مفید پایا گیا ہے۔

دوسرا اصول یہ ہے کہ کھانوں کے ساتھ کیچ اپ اور اسی قسم کی رنگ برنگ چٹنیاں کبھی کبھی استعمال کیجیے۔ اس کے بجائے مرچ، ادرک اور لہسن سے بنی چٹنی کھائیے۔ نیز سالن میں ہلدی، دارچینی، کالی مرچ استعمال کیجیے۔

دراصل مسالوں اور جڑی بوٹیوں کے شامل کرنے سے نہ صرف کھانا چٹ پٹا ہوتا ہے بلکہ وہ صحت بخش بھی بن جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ غذائی اشیا کئی مفید مادے رکھتی ہیں، جو ہمیں مختلف امراض مثلاً بلند فشار خون سے بچاتے اور ہمارے مامون نظام کو مضبوط بناتے ہیں۔

رات نہیں شام کو کھانا کھائیے

میرے دادا شام ۶ بجے ہی کھانا کھا لیتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ یوں انسان صحت مند رہتا ہے۔ مگر ہم بچوں کو ان کی منطق سمجھ نہ آئی۔ اب سائنس نے دریافت کر لیا ہے کہ رات کے بجائے شام کو طعام کر لینا کیوں مفید ہے۔

امریکا کی وینڈر بلٹ یونیورسٹی کے محققوں نے انوکھا تجربہ کیا۔ انھوں نے دس مرد و زن کو چھے ماہ تک رات ۹ بجے کھانا کھلایا۔ ساتھ ساتھ اُن کا طبی معائنہ بھی ہوتا رہا۔ چھے ماہ بعد انکشاف ہوا کہ ان لوگوں میں انسولین مزاحمت (Insulin resistance) جنم لے چکی۔

جب ہم کھانا کھائیں، تو ہمارے خون میں شکر جنم لیتی ہے۔ تب ایک ہارمون، جسم کی بافتوں (ٹشوز) کو حکم دیتا ہے کہ وہ شکر جذب کر لیں تاکہ اُسے بطور ایندھن استعمال کیا جا سکے۔ جو شکر جذب نہ ہو سکے، وہ چربی (Fat) بن جاتی ہے۔ لیکن جب کسی بھی وجہ سے بافتیں انسولین کے حکم پر عمل نہ کریں اور شکر کو انسانی جسم میں دندناتا چھوڑ دیں، تو یہی حالت انسولین مزاحمت کہلاتی ہے۔ اسی حالت کے باعث انسان پھر ذیابیطس اور امراضِ قلب میں مبتلا ہوتا ہے کیونکہ زائد چربی وبالِ جان بن جاتی ہے۔

ماہرین کے نزدیک انسانوں میں جب یومیائی گھڑی (Circadian Clock) خراب ہو جائے، تو انسولین مزاحمت پیدا ہوتی ہے۔ یومیائی گھڑی ہی انسان کو سونے یا جاگنے کا سگنل دیتی اور دیگر جسمانی افعال انجام دیتی ہے۔ نتیجتاً انسان پر چربی چڑھنے لگتی ہے۔ ماہرین اب یومیائی گھڑی خراب ہونے کا معما سمجھنے کی سعی کر رہے ہیں۔

بہرحال تجربے سے ثابت ہو گیا کہ اب محض یہ نہ دیکھیے کہ کیا شے کھائی ہے بلکہ اس امر کو بھی مدِنظر رکھیے کہ کب کھائی ہے۔ جو انسان نیند لینے کے وقت کھانا کھانے لگے، وہ فربہ ہونے کے لیے تیار رہے۔ جبکہ دن میں کھانا کھانے سے بیشتر غذا توانائی میں بدل جاتی ہے۔ ◆◆◆

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

انجان پن سے جان کاری تک کا سفر

نگارش شگفتہ

کتاب، بیگم اور میں

مطالعے سے دور بھاگنے والے خاوند کی چٹ پٹی آپ بیتی' کتابوں نے بھی اچھوتے انداز میں اُسے اپنا گرویدہ بنالیا

نجم السحر

یہ مثل غیر مشہور (مگر ہر مرد کے دل کی آواز ہے) کہ بندے کی جب شامت آئے، تو وہ شادی کر لیتا ہے۔ یہ ایسا سچ ہے کہ جسے کم ہی مرد بولنا گوارا کرتے ہیں۔ ہر بیاہتا کی طرح ہمیں بھی اس صداقت کا علم پلوں کے نیچے سے پانی گزرنے کے بعد ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے پیدا کرتے ہی حضرت آدمؑ کی شادی کرا دی تھی۔ چناں چہ ہم جیسے ہی تعلیم پا کر نوکر ہوئے، ہمارے ابا یہ سنت الٰہی پوری کرنے کو سرگرم ہو گئے۔ نام ہمارا عبدالباری ہے۔ ابا، عبدالباقی، ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر ہیں۔ پچاس سالہ ملازمت میں انھوں نے ہزارہا طالب علموں کو زیورِ علم سے آراستہ کیا۔ مگر اپنا بیٹا ان کی ہر کوشش کو ''غوطہ'' دینے میں کامیاب رہا کیونکہ مجھے زیور و زیور پہننے کا کوئی شوق نہ تھا۔

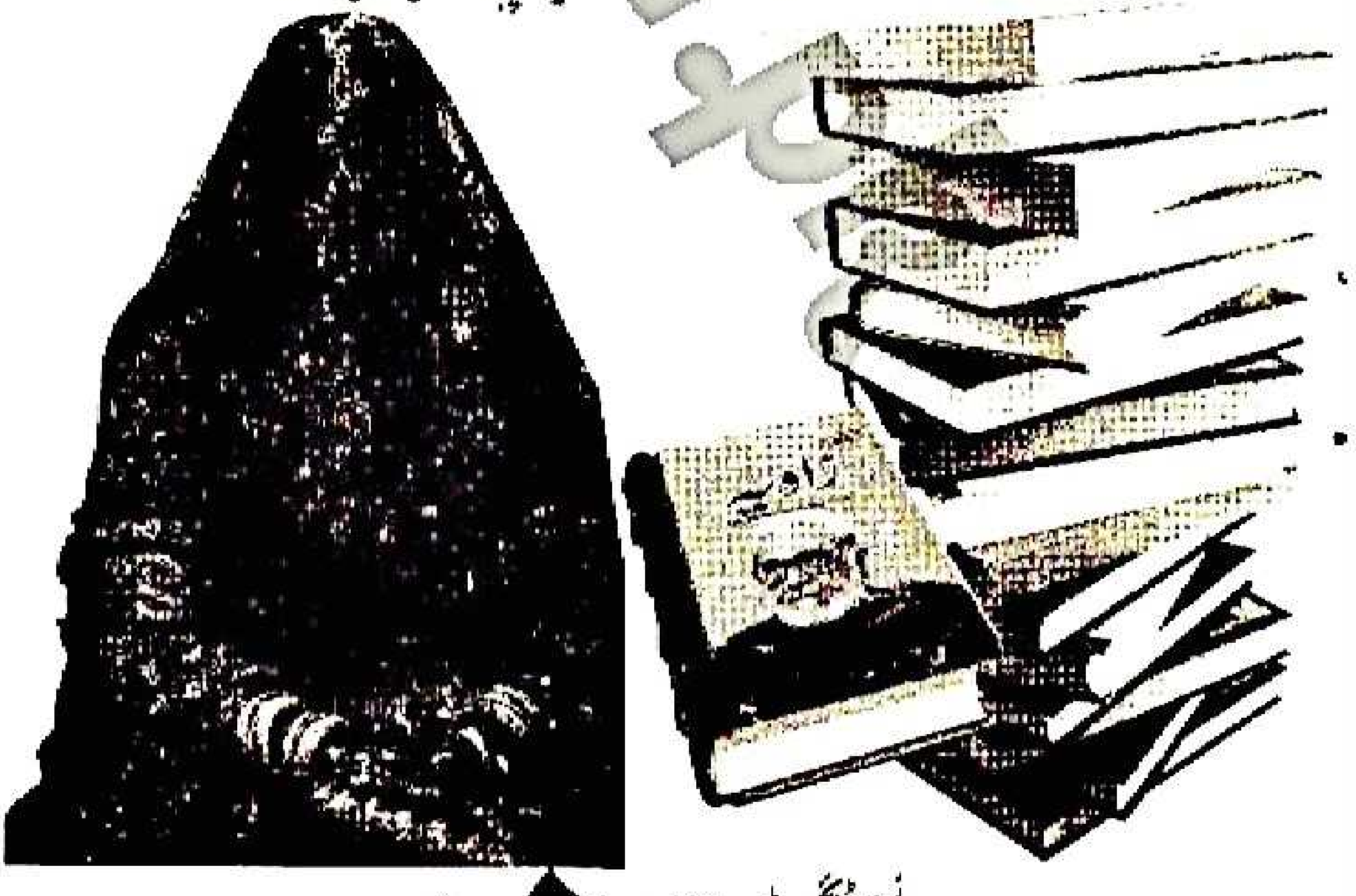

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

چار کوششوں میں میٹرک، تین کوششوں میں ایف۔اے اور دو میں بی۔اے کرلیا۔ جس طرح مجھے نقل مارنے کی مہارت ہوگئی تھی' اگر ایم۔اے کرنے کی کوشش کرتا تو ایک ہی بار بیڑا پار ہو جاتا۔ خیر اس زمانے میں ڈگری حاصل کرنے کا جنون اور مرض عام نہ تھا۔ بی۔اے کو اچھی خاصی تعلیم گردانا جاتا۔ چناں چہ ڈگری لینے کے بعد نوکری کرنے کی ٹھانی۔ سادہ زمانہ تھا' ایک سرکاری محکمے میں ملازمت مل گئی اور زندگی ڈھب پر رواں دواں ہوئی۔ سہ پہر چھٹی ہو جاتی تو پھر پوری شام اور رات یاروں سے محفل رہتی۔ بڑی بے فکری تھی کہ بیٹھے بٹھائے ابا کو ہمارے ہاتھ پیلے کرنے کی فکر لگ گئی۔

میری شامت کے آثار بقول میرے دوست، میر تبھی ہویدا ہو گئے جب ابا کو میری شادی کا خیال آیا۔ مجھے اچھی طرح وہ دوپہر یاد ہے جب آسمانوں پر فرشتے مجھ پر انگلیاں اٹھا اٹھا کر ہنستے رہے کہ دیکھو، اب اس بندۂ خاکی کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟

میں دفتر سے آکر آرام میں مشغول تھا کہ اچانک گھر کا دروازہ کھلا' ابا ہنستے مسکراتے بلکہ کھلکھلاتے کسی کو ساتھ لیے تشریف لائے، وہ بھی گرم گرم جلیبیوں کا لفافہ لیے۔ برآمدے میں آتے ہی آواز دی ''ارے میاں عبدالباری! بھئی برخوردار..... جلدی آؤ، دیکھو کون آیا ہے؟''

میں بستر سے اٹھ کر باہر آیا۔ ایک بزرگ ہلکہ پیر فرتوت کو ابا کے ساتھ ہنس ہنس کر باتیں کرتے دیکھ کر اچھل گیا۔ ''ہیں مولانا رومی!'' دوستو! یقین کیجیے، ان کی صورت ہوبہو کتابوں والے مولانا رومی جیسی لگی۔ دونوں بزرگ باتیں کرتے کرتے چپ ہو گئے تو مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ نہ سلام نہ دعا اور لگا آئیں بائیں شائیں مارنے۔ خیر گھبرا کر آداب کہا۔

انھوں نے سابقہ گستاخی معاف کرتے ہوئے مسکرا کر میرے سر پر یوں ہاتھ پھیرا جیسے خریدار خریدنے سے پہلے بکرے پر پھیر کر اطمینان کرتا ہے۔ ابا بولے ''ارے میاں! یہ ہمارے بچپن کے دیرینہ یار غار جوہر مرزا ہیں...... ارے بھئی تم جانتے تو ہو ہی نا..... اتنا ذکر تو کرتا رہا ہوں میں۔''

ابا پرجوش تھے۔ میرے منہ سے ایک گہری سانس نکل گئی۔ ''اچھا تو یہ ہیں جوہر چچا...... جی جی مجھے معلوم ہے کیسے ہیں آپ چچا جان؟'' میں نے سنبھل کر مودبانہ عرض کی تو وہ بھی سابقہ خطا کو بھول گئے۔

''بھئی ماشا اللہ عبدالباقی' صاحبزادے نے تو خوب قد نکالا ہے۔ خوب! کیا کرتے ہو میاں؟'' ان کی آواز میں شگفتگی مگر انداز وہی تولنے والا تھا۔ میں نے مدد طلب انداز میں ابا کو دیکھا۔ وہ میری تعلیم و ملازمت کی تفصیل بتانے لگے، میں کھڑا شرماتا رہا۔ خیر جوہر چچا چند گھنٹے قیام کے بعد رخصت ہوئے۔

طے یہ پایا کہ ہم دونوں اگلے اتوار ان کے گھر حاضری دیں گے۔ جوہر چچا کا ذکر خیر ابا سے اکثر سنا تھا اور یہ بھی کہ ان کی مجھ سے تین سال چھوٹی ایک بیٹی تھی جس کا رشتہ مجھ سے طے تھا۔ مگر ابا کا رابطہ منقطع ہو جانے سے رشتہ بھی گم شدہ ہو گیا۔ آج وہ دوبارہ دریافت کا سبب بنا جب اچانک سرِ راہ جوہر چچا سے ملاقات ہوئی۔

چچا جوہر کا گھر تنگ گلی کے آخری کونے پر واقع تھا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

اور مرزا غالب کی یاد دلاتا۔ ان کے گھر جاتی گلیاں پیچیدہ دلیلوں جیسی تھیں اور ہمارا مستقبل بھی کچھ اتنا ہی پُرپیچ تھا۔ ہم بیٹھک میں ابھی اٹھک بیٹھک کے مراحل سے گزر رہے تھے یعنی پہلے بیٹھے' پھر چچا جان کی آمد پر کھڑے ہو گئے۔ پھر بٹھائے گئے' پھر چچی جان کی آمد پر اُٹھے' پھر بیٹھے تو بڑی سالی (ہونے والی) اور ان کے شوہر کی آمد پر کھڑے ہوئے۔ پھر تقریباً گر گئے تو ہمارے سالے (ہونے والے) اور ان کی بیگم کی آمد پر کھڑے ہوئے۔ یہ مراحل بخیر و خوبی طے ہو گئے تو اگلا مرحلہ انٹرویو نما تھا۔

ساس (ہونے والی) نے پوچھا ''میاں صاحبزادے کتنا پڑھا؟ کیا کرتے ہو؟ آگے کا کیا ارادہ ہے؟''

میں نے آئندہ کا لائحہ عمل پوشیدہ رکھتے ہوئے تمام جوابات دیے۔ میرے دوست میر کا کہنا تھا کہ یہ ملاقات اک بہانہ ہے کیونکہ یہ سلسلہ پرانا ہے اور تمھارا بُرد کھوا ہو گا۔ یہ کرنا کہ ہر جواب پورے اعتماد سے دینا، چاہے جھوٹ بولو یا سچ! ابھی ہلکی پھلکی گفتگو اور بھاری بھرکم لوازمات سے تواضع ہو رہی تھی کہ چچا جوہر نے عینک کا زاویہ درست کیا اور بولے ''بیٹا عبدالباری! تاریخ میں کچھ دلچسپی ہے؟''

جلدی سے پُراعتماد انداز میں کہا ''جی...... جی...... کیوں نہیں۔ تاریخ تو میرا پسندیدہ مضمون رہا ہے۔''

چچا خوش ہو کر بولے ''واہ میاں! خوب جمے گی بھئی...... اچھا تاریخ پڑھ کر کیا محسوس کرتے ہو؟''

جی چاہا کہ کہہ دوں کہ کتاب تھامتے ہی نیند خوب اچھی آتی ہے، مگر مختصر جواب دینا مناسب سمجھا۔ ''چچا جان! بے حد عبرت حاصل ہوتی ہے۔''

وہ مسکرا دیے۔ بھائی گوہر مرزا بولے ''ادب کے مطالعے میں نثر کو ترجیح دیتے ہو یا شعر کو؟''

سنبھل کر کہا ''دونوں کو نہیں ...... بلکہ نظم کو ترجیح دیتا ہوں۔''

بہن خیرالنسا نے پوچھا ''فلسفہ کتنا سمجھ میں آتا ہے؟''

مسکرا کر کہا ''بس گھاس کھود ہی لیتا ہوں۔''

ان کے وار جاری تھے مگر میں بھی اچھا کھلاڑی ٹھہرا، یونہی ٹیڑھے ترچھے جواب دے کر انھیں متاثر کر دیا۔ واپسی پر خبر ملی کہ اگلے ماہ ہماری شادی ہے۔ اللہ اللہ خیر سلا!

اپنے دوست میر کو یہ خبر دی، تو جذب کے عالم میں ہُوَ اللہ پڑھنے لگے۔ میں نے کہا ''بھائی جلتے کیوں ہو، خوش نصیبی ہے میری کہ ملازمت بھی خود بخود مل گئی اور بیوی بھی۔'' چند لمحے دیکھتے رہے پھر ٹھنڈی آہ بھر کے بولے ''امر ربی ہے امر ربی۔''

جب دولھا بنے دھڑکتے دل سے اپنے حجلۂ عروسی کا دروازہ کھولا تو وہ دھک سے رہ گیا۔ دلھن غرارہ پہنے بستر پر گھونگٹ اٹھائے' نیم دراز' کتاب پڑھ رہی تھیں۔ کتاب بھی اتنی موٹی کہ جسے دیکھ کر مجھے چکر سا آ گیا۔ ابن خلدون کی تاریخ عالم کا ترجمہ تھا۔ میرا دل ڈوبنے لگا۔ دراصل بچپن سے کتابوں سے دور بھاگتا آیا ہوں۔ کتاب کا نام لے کر یار لوگ ڈرایا کرتے۔ جتنی موٹی کتاب اتنا ہی زیادہ اختلاج!

مجھے آتا دیکھ اٹھ بیٹھیں اور کتاب بند کر کے گھونگٹ گرا لیا۔ مگر کتاب گود میں دھری تھی اور پورا وجود رنگین سرورق لگ رہا تھا۔ خود کو سنبھالا، کتاب

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

اٹھائی اور تیزی سے الماری میں رکھ دی۔ صورت کی خاصی اچھی تھیں۔ گھونگٹ اٹھاتے ہی اپنی اپنی سی لگیں۔ نام مہرالنسا تھا، باقی تعارف دھیرے دھیرے ہوا۔ مطالعہ کا شوق ابا سے لیا اور گھر سے بے شمار کتب جہیز میں لائیں۔ دو چار روز میں وہ مجھ پر اور میں ان پر کھلنے لگا۔

جب ذرا رومانی گفتگو کا وقت ملتا تو پہرے پر کتاب کھڑی ہوتی۔ انھیں جونہی فرصت ملتی تو پڑھنے لگتیں۔ غالب، اقبال، میر کے اشعار، رومی، غزالی اور جامی کا فلسفہ و تصوف اور ابن سینا، شیرازی کی حکمت چلتے پھرتے بولتیں۔ ایک بار کہنے لگیں ”آپ بھی باذوق لگے تھے جب ہمارے گھر آئے۔ آپ کا انٹرویو چھپ کر رسنا تھا، اچھا یہ بتایئے! آپ نے یہ کیوں کہا کہ تاریخ پڑھ کر آپ کو عبرت ہوتی ہے؟“

میں نے کہا ”دیکھیں نا! مقام عبرت ہی ہے کہ جتنے لوگوں کے متعلق تاریخ میں درج ہے، وہ بچارے زندگی بھر عام آدمی والی پرائیویسی کو ترستے رہے۔ ظالم تاریخ دان ان کی ہر بات پر نظر رکھتا ہوگا۔“

ان کی آواز میں بے یقینی تھی ”جی؟“

میں نے بھی ہٹ دھرمی دکھائی ”جی!“

”اور نظم کس کی پڑھتے رہے ہیں آپ؟“ اب کے ان کا انداز محتاط تھا۔

”کسی کی بھی نہیں.....“ یوں بھی نظم پڑھنے نہیں رکھنے کی چیز ہے، وہ بھی زندگی کے معمولات میں۔“ میں نے فخریہ انھیں دیکھا جو ضبط کے مرحلے طے کر رہی تھیں۔

”اور فلسفہ کے بارے؟“ ان کا ادھورا سوال فیصلہ کن تھا۔

میں نے اب کے بے پروائی دکھائی۔ ”فلسفہ سمجھنے کی چیز ہی نہیں کیونکہ فلسفہ نام ہی الجھی سی چیز کا ہے۔“

اس گفتگو کے بعد وہ کمرے سے نکل گئیں اور ساتھ ہی بیگم کے دل سے میں بھی رخصت ہوا۔ میں ان پر اتنا نہ کھلتا اگر میر نے مجھے یہ نہ کہا ہوتا ”میاں! گربہ کشتن روز اول..... روز روز کے مرنے سے ایک دن کا مرنا اچھا۔

اس واقعے کے بعد ہمارے تعلقات میں ان دیکھی کتاب..... معاف کیجیے گا خلیج آ گئی۔ بیگم ازحد سلیقہ شعار، بااخلاق، مہذب و تمیزدار، امور خانہ داری کی ماہر اور باورچی خانے کی رونق ثابت ہوئیں۔ گھر میں ایک مدت بعد عورت کے سلیقے نے رنگ دکھایا اور گھر جنت ارضی کا نمونہ بن گیا۔ ابا جنھیں کئی بیماریاں لاحق تھیں، ان کی محبت اور توجہ سے تندرستی کی طرف آنے لگے۔ میں خود گھر کے علاوہ باہر کھانا نہ کھاتا۔ وہ کھانا پکانا جانتی تھیں اور کھلانا بھی۔ ہم تینوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہو گئے۔

مگر صاحب! اس ساری تفصیل سے یہ نہ سوچیے گا کہ ان کے مطالعہ کا شوق بلکہ جنون جوں کا توں نہ رہا، بلکہ اس میں اضافہ ہو گیا۔ انھیں اپنے ہی جیسا ایک عاشق مطالعہ یعنی ابا جو مل گئے۔ دونوں کتابیں پڑھتے اور آپس میں تبادلۂ خیالات بھی کرتے۔ اکثر دو چار روز میں چچا جان یعنی میرے سسر بھی آ جاتے تو محفل اور چمک جاتی۔ ایسے میں، میں بصد حسرت و یاس منہ تکا کرتا۔

میں اگر ان کے درمیان ہوتا تو سموسے، پکوڑے اور چائے سے آؤ بھگت کے بعد گویا مجھے جانے کا سگنل مل جاتا۔ میں نے کئی بار دکھاوے کی خاطر کتاب تھامی

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

تو بیگم جھٹ ہاتھ سے لے کر ابا کو تھما دیتی اور کہتیں "اجی آپ یہ کیا کرنے لگے۔" اور ابا، چچا جان سے کہتے "ارے مرزا! بھئی اس کتاب کو پڑھا۔ بھئی کیا پرلطف کتاب ہے۔" گویا جیسے میں وہاں تھا ہی نہیں۔ ایسے میں اکثر دل گرفتہ ہو کر محفل سے اٹھ جاتا اور کمرے میں جا بستر کے بجائے انگاروں پر لوٹتا۔

ایک دن اپنے دوست میر سے تذکرہ کیا تو بولے "عبدالباری! تم اتنے خود پسند کیوں ہو کہ صرف اپنا ہی تذکرہ پسند ہے۔"

میں نے غصے سے کہا "کیا بک رہے ہو۔ یہ منطق کیسے نکالی؟"

وہ مسکرائے اور کہا "ظاہر ہے، جب تمھیں ادب و علم کی محفل میں کچھ حصہ نہیں ملتا تو تم کباب ہو جاتے ہو جل کر..... تب تمھیں کوئی نہیں پوچھتا، ہے نا!"

میں نے سر جھٹک کر کہا "بھئی تینوں کو مزے لیتے اور دلچسپ تبصرے کرتے سن کر بڑی بے مائیگی محسوس ہوتی ہے۔"

میر بولے "اے لو! یہ کیا مشکل ہے؟ بھئی تم بھی کتابیں پڑھو اور ان میں شامل ہو جاؤ۔"

ان کا چٹکی بجا کر مسئلہ حل کر دینا مجھے نہ بھایا "میر! تم جانتے ہو، مر کر بھی۔ اے کیا ہے۔ کتابوں سے بغض رہا ہے۔ صفحہ کھول کر دیکھوں تو چکر آنے لگتے ہیں کہ پورا کا پورا الفاظ سے لت پت ہوتا ہے۔ ظالم ایک سطر بھی تو سادہ نہیں چھوڑتے کہ سانس لیا جا سکے۔"

میر سنبھلے اور بولے "دیکھو دوست! اسکول کالج کی پڑھائی تو اکثر غیر دلچسپ ہوتی ہے۔ پھر امتحان کا خوف کتاب تھامنے والے کے سر پر سوار ہوتا ہے۔ مگر تم ماشا اللہ اس دور سے نکل آئے ہو۔ اب تو علم و ادب سے لطف اندوز ہونے کی خاطر کتابیں پڑھو۔ لکھنے والے تو دلوں کی نبض تھام لیتے اور روح کو منور اور جان معطر کر دیتے ہیں۔ دانش و حکمت بانٹتے ہیں۔ درد کا درماں کرتے ہیں۔ تم اس دنیا میں جھانکو تو سہی۔"

میر کے لہجے میں اتنا اثر تھا کہ میں بے اختیار کہہ اٹھا "واہ کیا خوبصورت بات کہی، کہاں سے سیکھی ہیں ایسی باتیں؟"

وہ مسکرائے اور جرچہ بادا باد کا سا انداز اپنا کر بولے "ذرا اپنے دائیں طرف دیکھو۔"

میں نے دائیں طرف سلام پھیرنے کے انداز میں سر گھمایا تو دیوار گیر بک شیلف نظر پڑا، کتابوں سے لبالب بھرا ہوا۔ وہاں میں نے پہلے کبھی غور نہ کیا تھا۔

بولے "یہ سب کتابیں میری پڑھی ہوئی ہیں۔ ان کتابوں نے ہی مجھے یہ باتیں سکھائیں۔"

بس پھر کیا تھا، میں نے بھی ٹھان لی کہ اپنا خوف دور کر کے رہوں گا۔ کتابوں کی دکان پر گیا، چند کتب خرید لایا اور کمرے میں چھپا کر رکھ دیں، اس لیے کہ وہ سب بچوں کی کہانیاں تھیں۔ اب بیگم اپنی محفل میں مصروف ہوتیں تو ایک کتاب نکال کر پڑھنے لگتا۔ رفتہ رفتہ مجھے بہت مزا آنے لگا۔ چھوٹی چھوٹی کتابیں ہوتیں، جلد ختم ہو جاتیں۔ گھر کے قریب ہی چھوٹی سی لائبریری تھی، وہاں سے بچوں کے ناول لانے لگا۔ گرمیوں کی طویل دوپہر جب بیگم تھک ہار کر سو رہی ہوتیں، تو کمرے کی ہلکی روشنی میں ناول پڑھنے لگتا۔ پھر چھوٹے چھوٹے انگریزی ناول جو نسبتاً آسان تھے، لانے لگا۔

کچھ ہفتوں میں یہ سلسلہ سنجیدہ ادب کی کتابوں میں بدل گیا۔ میر کے ساتھ لمبی نشستیں ہونے لگیں۔ وہ

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

کچھ نیا پڑھتے تو مجھے کتاب دے دیتے۔ میں پڑھ کر ان کے پاس جاتا، پھر تادیر تبادلۂ خیالات ہوتا۔ مجھے جو لذت اس دشت کی سیاحی سے ملی، پہلے کبھی نہ ملی تھی۔ ایک دن بیگم دوپہر کو پڑھتے پڑھتے سو گئیں تو میں نے وہ کتاب اٹھالی جو ان کے پاس دھری تھی۔ اشفاق احمد کی "زاویہ" تھی۔ اُسے بصد شوق پڑھنے لگا۔

پڑھتے پڑھتے مطالعہ میں گم ہو گیا۔ اثر آفرین باتیں لکھی تھیں، پڑھ کر روح کو بالیدگی ملی۔ اس شام جب خسر صاحب آئے اور بعد از چائے ان تینوں کا من پسند مشغلہ شروع ہوا تو میں وہیں بیٹھا رہا۔ ابا اسی کتاب کا ذکر کرنے لگے۔ بیگم بھی بڑی پرجوش تھیں، بولیں "اشفاق احمد میں خود وہ پیر موجود تھا جسے انھوں نے بار بار پیش کیا۔ بزرگ خود وہی تھے۔"

میں بے اختیار بول اٹھا "نہیں ...... نہیں ایسا نہیں...... اشفاق نے ہر انسان کے اندر اس صوفی کو محسوس کیا اور پہچان لیا جو ذرا سی محنت و کوشش سے ترقی پا کر اعلیٰ مدارج طے کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ اشفاق احمد کا صوفی تو ہر انسان ہے۔" میں رو میں بولتے بولتے چپ ہوا تو تینوں خاموش ہکا بکا ہو کر مجھے گھور رہے تھے...... میں مسکرا کر اٹھ آیا۔

☆☆

یہ بتانا غیر ضروری ہے کہ اب وہ تین کی محفل قصہ چہار درویش بن چکی اور یہ بھی کہ اب کوئی کتاب میری دسترس سے دور نہیں۔ ہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ الفاظ سے دور بھاگنے والے کو کتابوں اور لفظوں نے آج اس قابل بنا دیا کہ آپ مجھ خاکسار کا یہ لکھا پڑھ رہے ہیں۔

◆◆◆

اُردو ڈائجسٹ کے قارئین کے لیے خاص

ارضِ وطن کے لیے ایک نظم

اے ارضِ وطن ہم تیرے لیے اک
نظم لکھیں
تتلی کے پروں سے رنگ چنیں
اُن سازوں سے آہنگ چنیں
جو روح میں بجتے رہتے ہیں
اور خواب چنیں اُن پھولوں کے
جو تیری مہک سے وابستہ
ہر آنکھ میں سجتے رہتے ہیں
ہر نقش ہو جس میں لاثانی
ہم ایسا اک ارژنگ چنیں
اور نظم لکھیں
وہ نظم کہ جس کے حرفوں جیسے حرف کسی ابجد میں نہیں
وہ رنگ اُتاریں لفظوں میں جو قوس قزح کی زد میں نہیں
اور جس کی ہر اک سطر میں خوشبو ایسے لہریں لیتی ہو
جو وہم و گماں کی حد میں نہیں
اور جب یہ سب اَنہونی باتیں اَن دیکھی اَن چھوئی چیزیں
اک ذوجے میں مل جائیں تو نظم بنے
اے ارضِ وطن وہ نظم بنے جو اپنی ذات میں کامل ہو
جو تیرے رُوپ کے شایاں ہو اور میرے ہُنر کا حاصل ہو
اے ارضِ اماں ..... اے ارضِ وطن
تو شاد رہے آباد رہے
میں تیرا تھا میں تیرا ہوں
بس اتنا تجھ کو یاد رہے
اس کشتِ ہُنر میں جو کچھ ہے
کب میرا ہے!
سب تجھ سے ہے سب تیرا ہے
یہ حرف و فن یہ لوح و قلم
سب اُڑتی دھول مسافت کی
سب جوگی والا پھیرا ہے
سب تجھ سے ہے سب تیرا ہے، سب تیرا ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

سچا واقعہ

انسان کی بے وقوفی کا شاخسانہ

ریچھنی کا حملہ

توہم پرست والدین کا المیہ
جنھوں نے چہیتے بیٹے کو اپنی جہالت
کی بھینٹ چڑھا دیا۔

فرحان والایت بٹ

ریچھ ایسا جانور ہے جس کے متعلق ہمارے معاشرے میں کئی دقیانوسی باتیں اور روایات پھیلی ہوئی ہیں۔ پاک بھارت میں اکثر بڑے بوڑھے نوجوان لڑکیوں کو ریچھ کا تماشا دیکھنے کی اجازت نہیں دیتے۔ ان کا خیال ہے کہ ریچھ لڑکیوں پر عاشق ہوجاتے ہیں۔ خواب میں ڈرنے یا کسی طویل بیماری میں مبتلا ہونے والے بچوں کو ریچھ سے گلے ملوایا جاتا تھا۔ کہنے والوں کا کہنا ہے کہ ریچھ سے گلے ملنے پر بچوں کے دل میں چھپا خوف فوراً رفع ہوجاتا ہے اور اگر بچہ کسی طویل بیماری میں مبتلا ہوں، تو وہ یکسر دور ہوجاتی ہے۔

میرے والد کا بچپن اندرون سندھ میں گزرا ہے۔ وہ بتاتے ہیں کہ بچپن میں اکثر خواب میں ڈر جایا کرتے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

تھے۔ ایک دن ان کے علاقے میں مداری ریچھ کا تماشا دکھا رہا تھا۔ دادا جان نے انہیں ساتھ لیا اور مداری سے کہہ کر کو ریچھ سے گلے ملوایا۔ اس دن کے بعد واقعی انہیں کبھی خواب میں ڈرنے کی شکایت نہ ہوئی۔

خیر قصے کہانیاں خواہ کتنا ہی طویل عرصہ زندہ رہیں، یہ بات مسلم ہے کہ ان تمام باتوں کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ البتہ حیرت اس بات پہ ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے ترقی یافتہ دور میں اکثر پڑھے لکھے لوگ بھی ایسی بے تکی باتوں پر من وعن یقین رکھتے ہیں۔ میں آج جو واقعہ سنانے جا رہا ہوں، وہ بھی پنجرے میں قید ریچھنی کی کہانی ہے جسے ہم نے کئی بار بہت قریب سے دیکھا۔

☆

یہ سن ۱۹۹۸ء کے اواخر کی بات ہے، ہم تمام رشتے دار بچوں کو لاہور چڑیا گھر کی سیر کرانے نکلے۔ ابھی بچے ہرن کو کئی کھلانے ہی میں مصروف تھے کہ ننھا انٹس بولا "ماموں، وہ دیکھیے ریچھ کے پنجرے کے باہر کتنی بھیڑ لگی ہے۔" اگلے ہی لمحے ننھی اقرا چلائی، ماموں وہ دیکھیں پنجرے میں ریچھ کا چھوٹا سا بچہ۔ واقعی سیاہ ریچھنی کے پنجرے کے باہر بچوں کی خوب بھیڑ تھی۔ وجہ یہ کہ چند ہی دن قبل ریچھنی کا ایک ننھا منا بچہ دنیا میں آیا تھا۔ تمام بچوں نے ہرن کے پنجرے سے توجہ ہٹائی اور ریچھنی کے پنجرے کی جانب دوڑ لگا دی۔ ہم بھی بچوں کے پیچھے پیچھے چل دیے۔

ننھا ریچھ ڈھیر سارے بچوں کو آس پاس دیکھ کر خوب مستی سے ادھر اُدھر اچھل رہا تھا۔ پنجرے کے باہر جمع بچوں کی بھیڑ کم ہونے کے بجائے بڑھتی ہی چلی جا رہی تھی۔ بچے ریچھنی اور اس کے بچے کو کھیلتے اور اٹھکیلیاں کرتے دیکھ کر خوشی سے تالیاں بجانے لگتے تھے۔ البتہ سب سے زیادہ خوش بلاشبہ ننھے ریچھ کی ماں ہی دکھائی دیتی جسے طویل انتظار کے بعد یہ ننھا منا تحفہ ملا تھا۔ "چلو بچو، اب یہیں کھڑے رہنے کا ارادہ ہے یا چڑیا گھر کی سیر کی جائے۔" ہم بچوں کو وہیں پنجرے سے چپکا دیکھ کر پوچھنے لگے۔

"ماموں بس تھوڑی دیر اور، دیکھیے تو ریچھ کا بچہ کیسے مستیاں کر رہا ہے۔" ہم بچوں کی توجہ اور انہماک دیکھ کر مسکرا اٹھے۔

☆

حمیدہ صحن میں دھوپ سینکتے ہوئے ننھے منے سوئیٹر بننے میں مصروف تھی۔ اسی دوران اسے پیٹ میں درد محسوس ہوا۔ وہ ہولے ہولے کراہنے لگی۔ "تیرے ابا سے رات کہا بھی تھا کہ دکان سے واپسی پر ڈاکٹر سے دوا لیتے آنا، پر مجال ہے جو کبھی میرا کہا کوئی کام انہیں یاد رہے۔" حمیدہ کی ماں نے باورچی خانے سے آواز لگائی۔

"کوئی بات نہیں اماں، ابھی دو دن کی خوراک باقی ہے۔ تم نے خوامخواہ انہیں دوبارہ بھیج دیا۔ دوا تو کل بھی آسکتی تھی۔" حمیدہ نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے ہماری اکلوتی بیٹی کی پہلی پہلی خوشی ہے۔ ان کاموں میں احتیاط برتنا تو ضروری ہے نا۔ بس اللہ کرے، یہ تمام وقت خیریت سے گزرے۔ تیرا بچہ پیدا ہونے کے بعد میں داتا دربار جا کر زردے کی دیگیں چڑھواؤں گی۔" زینت بی بی نے پیار سے حمیدہ کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

حمیدہ، زینت بی بی اور اللہ رکھا کی اکلوتی اولاد تھی۔ دو سال قبل اس کی شادی برادری ہی کے ایک لڑکے اجمل سے ہوئی۔ یہ گھرانے خاص خوشحال تو نہ

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

تھے البتہ سفید پوشی کا بھرم قائم رکھے ہوئے تھے۔ اجمل عام تنخواہ پر ایک کارخانے میں ملازم تھا جس میں کھینچ تان کر عزت سے گزارہ ہو ہی جاتا۔ شادی کے دو سال بعد قدرت نے ان دونوں کو خوشی کی یہ نوید سنائی تھی۔ حمیدہ اب آخری ایام اپنے والدین کے گھر گزار رہی تھی جو نئے آنے والے مہمان کے شدت سے منتظر تھے۔

......☆......

یوں لگتا تھا کہ آج ریچھنی کا جی بہت اداس ہے۔ اس کا بچہ چند ہفتوں پہلے خوب اچھل کود میں مصروف رہتا تھا لیکن چند دنوں سے اس نے شرارتیں خاصی کم کر دی تھیں۔ ریچھنی اپنا کھانا ادھورا چھوڑ بچے کے پاس چلی آئی جو ایک کونے میں دیوار کے ساتھ لگا سو رہا تھا۔ پنجرے کے باہر بچوں کا ہجوم لگنا بند ہو چکا تھا۔ ریچھنی نے پیار سے بیمار بچے کو سونگھا اور پھر اس کے جسم پر زبان پھیرتے ہوئے پیار کا اظہار کرنے لگی۔ چڑیا گھر کی انتظامیہ ڈاکٹر سے رابطہ کر چکی تھی۔ آج سہ پہر ہی ڈاکٹر کی آمد متوقع تھی۔

......☆......

''مبارک ہو افضل صاحب، اللہ نے آپ کو چاند سا بیٹا عطا کیا ہے۔'' لیڈی ڈاکٹر نے زچہ خانے سے نکل کر پریشانی میں ٹہلتے افضل کو خوشخبری سنائی۔

''خالہ جان سنا آپ نے، ماشا اللہ بیٹا ہوا ہے۔'' افضل خوشی سے دور بنچ پر بیٹھی زینت بی بی کے پاس لپکا۔

''یا اللہ تیرا شکر ہے، تو نے ہماری دعائیں سن لیں۔'' زینت بی بی نے دونوں ہاتھ چہرے پہ پھیرتے ہوئے رب تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ ''مبارک ہو بیٹا، جاؤ اب فون کر کے حمیدہ کے ابا کو بھی اطلاع دے دو۔ ان سے کہنا دکان بند کر کے سیدھا اسپتال آجائیں۔'' اس کا چہرہ خوشی سے جگمگا رہا تھا۔

''جی اچھا خالہ۔'' افضل کے قدم تیزی سے پی سی او کی جانب بڑھنے لگے۔ ''پورے پانچ کلو کا ٹوکرا لا کر موتی چور لڈو تقسیم کروں گا اسپتال میں!'' افضل مسرت اور خوشی کا احساس لیے آنے والے حسین دنوں کے خواب دیکھنے لگا۔

......☆......

''ابو ابو یہ دیکھیے، ریچھنی کے بچے کو کیا ہوا ہے...'' ایک ننھا بچہ پنجرے کے قریب کھڑے ہو کر چلایا۔

''بیٹا! ریچھنی کا بچہ کچھ دن سے بیمار ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو کہ وہ اسے جلدی اچھا کر دے۔'' باپ زیر لب مسکراتے ہوئے بولا۔

''لیکن ابو وہ بچہ تو شاید مر چکا۔ آپ میرے ساتھ چل کر دیکھیے۔'' بچہ اپنے باپ کا ہاتھ تھامے پنجرے کے قریب چلا آیا۔ ''وہ دیکھیے......''

ریچھنی بچے کو مسلسل ہلانے جلانے کی کوششوں میں مصروف تھی لیکن بچہ ساکت اور بے جان حالت میں زمین پر ڈھیر تھا۔ ''بچہ تو واقعی مر چکا۔'' اس کے ہونٹوں سے فقط چند الفاظ ادا ہوئے اور پھر قدم چڑیا گھر کے دفتر کی جانب بڑھنے لگے۔ ''سنیے، ریچھنی کا بچہ مر چکا ہے۔'' اس نے دروازہ کھولتے ہوئے مدعا بیان کیا۔

''کیا کہا آپ نے؟ لیکن ابھی صبح تک تو وہ زندہ تھا۔ کل سہ پہر ڈاکٹر اسے ٹیکا بھی لگا گیا تھا۔ میں آپ کے ساتھ چل کے معائنہ کرتا ہوں۔'' منتظم حیرت سے بولا۔ اب ان دونوں کا رخ ریچھنی کے پنجرے کی جانب تھا جہاں بے تحاشا مکھیاں بچے کے مردہ وجود پر مسلسل بھنبھنا رہی تھیں۔

......☆......

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

"اماں دیکھو تو، منے کی آنکھ سے ابھی تک پانی بہ رہا ہے۔ ڈاکٹر کی دوا کتنے ہی دنوں سے استعمال کرا رہی ہوں مگر آنکھ کی خرابی ہے کہ دور ہی نہیں ہوتی۔" حمیدہ نے رومال سے اپنے بچے کی آنکھ سے پانی پونچھتے ہوئے ماں کو آگاہ کیا۔

"تجھے کہا تو تھا، ڈاکٹر کی دوائیاں چھوڑ اور حکیم جی سے سرمہ لے کر بچے کی آنکھ میں ڈال۔ مگر تجھے تو اس ڈاکٹر نے جانے کیا پٹی پڑھائی ہے کہ سرمے کا نام سن کر ہی بدک جاتی ہے۔" زینت بی بی باورچی خانے کا کام چھوڑ کر بچے کے قریب چلی آئی۔

"اماں! ڈاکٹر نے کہا تھا کہ اتنی کم عمری میں بچوں کی آنکھ میں سرمہ ڈالنا ٹھیک نہیں، مگر اب سوچتی ہوں کہ دوا کے ساتھ ساتھ سرمہ بھی لگا دیا کروں۔ انگریزی دوائیوں کی وجہ سے تو منے کا پیٹ بھی مسلسل خراب رہنے لگا ہے۔" حمیدہ نے بے چارگی سے کہا تو زینت بی بی کو کچھ یاد سا آنے لگا۔

"میرا خیال ہے کہ منے کی صحت کی خاطر منت مانگ لی جائے۔ تجھے یاد ہے میں نے منت مانگی تھی کہ منے کی پیدائش کے بعد داتا دربار پر زردے کی دیگیں چڑھاؤں گی مگر تیرے ابا کو وقت ملتا تب نا۔ کتنی دیر ہو گئی مجھے منت پوری کرنے میں۔ میرا دل تو اب انجانے وسوسوں سے ڈول رہا ہے۔ میں کل ہی داتا دربار پر پلاؤ کی دیگ چڑھواؤں گی۔"

زینت بی بی کی بات سن کر حمیدہ کے دل کو حوصلہ سا مل گیا۔" اماں تم ضرور جانا، بلکہ...... بلکہ یہ لو۔ یہ رقم میں نے افضل کے دیے ہوئے پیسوں میں سے بچا کر رکھی تھی۔ حضرت میاں میرؒ کا عرس شروع ہونے کو ہے۔ تم ایسا کرنا، ان پیسوں سے میاں میرؒ کے مزار پر بھی حلیم بانٹ آنا۔" زینت بی بی نے احتیاط سے رقم دوپٹے کے پلو سے باندھ لی اور بولی "ان شا اللہ، پروردگار بہتری کرے گا۔"

......☆......

ایک ہفتے کی مسلسل کوششوں کے بعد منتظمین چڑیا گھر ریچھنی کے مردہ بچے کو پنجرے سے نکلوانے میں کامیاب ہوگئے۔ ریچھنی کسی کو بھی مردہ بچے کے قریب آنے نہ دیتی۔ بعض لوگ یہ مناظر محض تفریح کی خاطر دیکھنے چلے آتے، جبکہ حساس طبیعت والے یہ دلگداز منظر دیکھ کر افسوس کا اظہار کرنے لگتے۔ رب تعالیٰ نے ماں کا رشتہ کس قدر پیار، محبت اور بے حساب چاہت میں گندھی ہوئی مٹی سے بنایا ہے، چاہے وہ ایک انسان ہو، یا جانور۔

منتظمین بذات خود پریشان تھے کیونکہ گرمی کے باعث مردہ بچے کے جسم سے تعفن اٹھنے لگا تھا اور اسے پنجرے سے نکالنا ناگزیر ہو چکا تھا۔ آخر کوئی سبیل نظر نہ آنے پر انہیں ریچھنی کو خوراک میں نشہ آور دوا ملا کر دینا پڑی، جس کے بعد مردہ بچے کو پنجرے سے نکالنا ممکن ہوگیا۔ ہوش میں آنے کے بعد ریچھنی پنجرے میں دیر تک ادھر اُدھر ٹہلتی رہی۔ کبھی زمین کو جگہ جگہ سونگھنے لگتی، تو کبھی پنجرے کی سلاخوں سے باہر نکلنے کی کوشش کرتی۔

اسی دوران ہم ایک بار چڑیا گھر گئے تو ریچھنی کے پنجرے کے قریب سے گزر ہوا۔ اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود وہ ابھی تک بے چینی اور اضطراب میں مبتلا تھی۔ اس نے سلاخوں سے نکلنے کی بے سود کوششوں میں اپنا سر بھی زخمی کر لیا تھا۔ ریچھنی کی طبیعت میں بے چینی بڑھنے کے باعث اکثر اسے کھانے میں نشہ آور دوا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

ملا کر دی جانے لگی مگر اس کے باوجود بھی اس کی طبیعت میں کسی قسم کی تبدیلی نہ آئی۔

......☆......

چند ہی مہینوں میں حمیدہ کا بچہ سوکھ کر کانٹا ہو گیا۔ ڈاکٹر کی دوائیاں، حکیم کے سرمے، مزاروں پہ حاضریاں...... سبھی سلسلے جاری تھے۔ پھر بھی نجانے کیوں منے کی صحت میں بہتری نہیں آئی۔ ایک آنکھ غالباً خراب ہو چکی تھی۔ ''بی بی آپ میری بات مانیں بچے کو کسی بڑے اسپتال میں داخل کروا دیجیے۔ ہسپتال میں مناسب دیکھ بھال اور مکمل علاج کے بعد ہی کسی قسم کی بہتری کی توقع ہے۔ اب ان چھوٹی موٹی ادویہ کا سہارا لینا ٹھیک نہیں۔''

ڈاکٹر کی تفصیل بین کر حمیدہ کا دماغ چکرانے لگا۔ مہینوں علاج کرانے کے بعد اب اسپتال میں علاج کے لیے کوئی رقم بچی ہی کہاں تھی؟ سب کچھ تو بچے کے علاج پر لگ چکا تھا۔ اب تو روزانہ کی دوا دارو کا بندوبست کرنے کے لیے بھی اسے اپنے ماں باپ کے آگے ہاتھ پھیلانا پڑتا۔ افضل کی تکی بندھی تنخواہ تو علاج کے لیے یوں بھی ناکافی تھی۔ کیا کروں؟ کیا نہ کروں؟ حمیدہ اسی کشمکش و پیچ میں مبتلا گھر چلی آئی۔ مہنگی دوائیاں خریدتے خریدتے تو کانوں کی بالیاں تک بک چکی ہیں۔ منے کے دودھ کا خرچہ بھی بمشکل پورا ہوتا ہے۔ اسپتال کا مہنگا علاج کہاں سے پورا ہو گا؟ ''ہائے میرے ربا، ایسی قسمت لیے ہم کہاں جائیں؟''

شام کو افضل واپس گھر آیا تو اسے حمیدہ اسی طرح پریشان ملی۔ ''ڈاکٹر کہتے ہیں اب چھوٹے موٹے علاج سے کچھ نہیں ہو گا۔ بچے کی جان بچانی ہے تو کسی بڑے اسپتال میں داخل کرانا ہو گا۔'' افضل نے یہ سنا تو سر تھام کے رہ گیا۔

''مگر ساری تنخواہ تو دس دن میں ہی خرچ ہو چکی ہے۔ اب تو گھر کے خرچے کے لیے بھی جیب میں پھوٹی کوڑی تک نہیں۔ منے کو اسپتال کیسے داخل کرائیں گے؟'' افضل کو اپنی ٹانگوں میں سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی اور وہ وہیں چارپائی پر بیٹھ گیا۔

حمیدہ اس کی حالت دیکھتے ہوئے فوراً ایک گلاس پانی لائی اور اس کی دل جوئی میں مصروف ہو گئی۔ ''تم فکر کیوں کرتے ہو؟ جس پروردگار نے اس بچے کو دنیا میں بھیجا ہے، وہی علاج کی کوئی نہ کوئی سبیل پیدا کر دے گا۔'' منے کو پنگھوڑے میں ڈال کر وہ افضل کو تسلیاں دینے لگی، جبکہ اندر ہی اندر اس کا اپنا دل بیٹھا جا رہا تھا۔

......☆......

''حمیدہ، ایک بات کہوں۔'' افضل نے کچھ سوچتے ہوئے بات کا آغاز کیا۔

''ہاں کہو، سن رہی ہوں۔'' حمیدہ نے منے کو سلانے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دیا۔

''حمیدہ! کیا تو نے اپنے اماں بادا سے ریچھ کی بابت کہانیاں سن رکھی ہیں؟

حمیدہ کو یہ سوال کچھ عجیب سا لگا۔ ہاں سن تو رکھی ہیں، مگر تجھے یہ ریچھ کا خیال کہاں سے آ گیا؟'' حمیدہ نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے سوال کیا۔

''حمیدہ وہ میں کہنا چاہ رہا تھا...... افضل شاید مناسب الفاظ کی تلاش میں تھا۔''

''اب بول بھی دو کیا کہنا چاہ رہے تھے۔ میرے پاس کوئی لمبی چوڑی کہانی سننے کا وقت نہیں ہے۔'' بچے کی طویل بیماری اور پریشانیوں نے ہر وقت خوش رہنے والی حمیدہ کو قدرے چڑچڑا بنا دیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

''وہ دراصل مجھے کارخانے میں غفور مشورہ دے رہا ہے کہ بچوں پر بد اثرات ریچھ کے ذریعے دور کیے جا سکتے ہیں۔ تو نے سن تو رکھا ہوگا بڑے بوڑھوں سے کہ بچوں کا خوف اور بیماریاں ریچھ سے گلے ملنے پر دور ہو جاتی ہیں۔'' افضل نے اصل مدعا بیان کیا۔

حمیدہ کچھ دیر حیران نگاہوں سے افضل کو گھورتی رہی۔ اور پھر بولی ''افضل کیا تو پڑھ لکھ کر بھی ایسی باتوں پر یقین رکھتا ہے؟ میں اتنی پڑھی لکھی تو نہیں، پر اتنا تو سمجھتی ہوں کہ ان پرانے قصے کہانیوں میں کوئی سچائی نہیں۔ مگر تُو تو پھر آٹھویں پاس ہے.....'' حمیدہ کا گلا رندھ گیا۔

''دیکھ حمیدہ، اپنے بچے کی صحت یابی کی خاطر ہم نے کیا کچھ نہیں کیا۔ ڈاکٹر کی دوائیاں، حکیموں کی پڑیاں، مزاروں پر حاضریاں، منتیں اور چڑھاوے، سب کچھ ہی تو کر کے دیکھ چکے۔ دوا دارو سے لے کر دم درود تک کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اب یہ ایک آخری سبیل نظر آتی ہے۔ ورنہ اسپتال کے مہنگے علاج کے لیے پیسا کہاں ہے ہمارے پاس؟'' افضل نے مایوسی سے سر تھام لیا۔

''جو کچھ بھی ہو، مگر ایک معصوم بچے کو ریچھ سے گلے ملوانا..... دگر ریچھ نے منے کو کوئی نقصان پہنچا دیا تو؟ تو کہیں پاگل تو نہیں ہو گیا افضل۔ تجھے کیا ہو گیا ہے؟'' حمیدہ چلائی۔

''ہاں پاگل ہو چکا ہوں میں، اس کا علاج کراتے کراتے پاگل ہو گیا ہوں۔ ڈاکٹر، حکیم، مزار...... ہر جگہ کے چکر کاٹ کاٹ کر سب جمع پونجی لٹا چکا ہوں، مگر اس کی بیماری ہے کہ ختم ہونے کا نام نہیں لیتی۔ پائی پائی کو محتاج ہو چکے ہیں ہم۔ اور اب تو ٹھیکیدار مزید تنخواہ پیشگی دینے سے بھی انکار کر چکا۔ اب ہمارے پاس دو ہی راستے ہیں۔ یا تو اس بچے کو بیماری سے تڑپ تڑپ کر مرتے ہوئے دیکھتے رہیں یا پھر یہ آخری راستہ اختیار کریں۔'' افضل غصے کے عالم میں کمرے سے نکل چھت پر جا بیٹھا اور پھر خود ہی اپنی بے چارگی پر آنسو بہاتے ہوئے گھٹنوں میں سر دے رونے لگا۔

اچانک اسے اپنے کندھے پر کسی ہاتھ کے لطیف لمس کا احساس ہوا۔ مڑ کے دیکھا تو حمیدہ کھڑی تھی۔ منے کی صحت یابی کی خاطر ہم یہ آخری راستہ بھی ضرور اپنائیں گے افضل۔ کیا معلوم اسی وسیلے سے ہمارے منے کو صحت مل جائے۔'' افضل ایک ٹک حمیدہ کا چہرہ تکتا رہا اور پھر دونوں ہی ایک دوسرے کے گلے لگ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

......☆......

آج ۲۱ نومبر ۱۹۹۹ء کا دن تھا۔ حمیدہ صبح صبح اپنے بچے کو تیار کرنے میں مصروف تھی۔ ''جلدی کر، ہمیں جلد از جلد وہاں پہنچنا ہے۔ اتوار کا دن ہے، کہیں لوگوں کا زیادہ رش نہ لگ جائے۔'' حمیدہ اور افضل جلدی سے تیار ہو کر گھر سے نکل پڑے۔ نو بجے کا وقت تھا۔ چڑیا گھر میں لوگ خال خال دکھائی دے رہے تھے۔ وہ دونوں ریچھ کے پنجرے کے قریب چلے آئے۔

''اچھی طرح دیکھ لے نیک بخت، کوئی آس پاس دکھائی تو نہیں دے رہا۔'' افضل نے چاروں طرف نگاہ دوڑاتے ہوئے بیوی سے سوال کیا۔

''اس طرف تو کوئی بھی نہیں۔'' حمیدہ کا جی بری طرح گھبرا رہا تھا۔

''لا منا میری گود میں دے۔'' افضل نے بچے کی جانب ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ حمیدہ نے ایک نظر

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

افضل کے پراعتماد چہرے کی جانب دیکھا اور پھر دھڑکتے دل کے ساتھ بچہ اس کے حوالے کر دیا۔

پنجرے میں بند ریچھنی کی نظر ابھی دونوں پر ٹکی تھی۔ افضل بچے کو کندھوں سے اٹھا کر پنجرے کے قریب لانے لگا۔ ریچھنی کی تمام تر توجہ اب افضل کے ہاتھوں میں اُٹھائے ہوئے بچے پر مرکوز تھی۔ اس کے بچے کو مرے کئی ماہ بیت چکے تھے۔ آج خاصے ماہ بعد وہ پہلی بار اتنے کم عمر بچے کو پنجرے کی سلاخوں کے قریب دیکھ رہی تھی۔ وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی سلاخوں کے قریب چلی آئی۔

ریچھنی کو سلاخوں کے اس قدر نزدیک دیکھ کر لمحہ بھر کو افضل کا دل بھی گھبرانے لگا۔ لیکن اگلے ہی لمحے وہ دل کڑا کر بچے کو سلاخوں کے بالکل ساتھ لگائے کھڑا ہو گیا۔ بچے کا جسم اب تھوڑا تھوڑا ریچھنی کے جسم سے مس ہونے لگا تھا۔ ریچھنی چند لمحے بچے کو سونگھتی رہی اور پھر اگلے ہی لمحے فضا میں حمیدہ کی چیخیں بلند ہونے لگیں۔ ریچھنی نے اگلے دونوں پنجوں سے بچے کو دبوچ لیا تھا۔ چیخ پکار سن کر انتظامیہ کے کئی لوگ وہاں دوڑے چلے آئے۔

اس دوران افضل بچے کو ریچھنی کے پنجوں سے چھڑانے کے لیے اپنی جانب کھینچنے لگا۔ حمیدہ نے ریچھنی کے پنجے اپنے بیٹے کے جسم میں گڑے دیکھے، تو غش کھا کر گر پڑی۔ اگلے ہی لمحے معصوم بچے کا جسم دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ بچے کا اوپری جسم افضل کے ہاتھوں میں تھا، جبکہ دھڑ ریچھنی نے پنجرے کے اندر کھینچ لیا۔ فرش پر جگہ جگہ بچے کا خون پھیل گیا۔

......☆......

اخبارات اور ٹی وی چینلوں نے اس خبر کو خوب اچھالا۔ ہر اخبار کی سرخیاں یہی خبر لیے ہوئے تھیں کہ چڑیا گھر کی پاگل ریچھنی نے ایک معصوم بچے کی جان لے لی۔ ٹی وی رپورٹروں کا افضل کے گھر تانتا بندھ گیا۔

حمیدہ روتے روتے میڈیا والوں کو واقعات کی تفصیل بتاتی اور کبھی پچھاڑیں کھاتے کھاتے بے ہوش ہو جاتی۔

”آخر چڑیا گھر والوں نے کیوں پال رکھا ہے اس ریچھنی کو؟ مار ڈالیے اس ریچھنی کو جس نے میری گود اجاڑ دی۔ گولی مار دیجیے اُسے جس نے میرے بچے کو ہلاک کر دیا۔ ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اس ریچھنی کے جس نے میرے لال کے ٹکڑے کر دیے۔“ لوگ یہ سوگوار واقعہ سن کر افسوس کا اظہار کرنے لگتے۔

اس دوران میں ایک دن تجسس کے مارے چڑیا گھر پہنچا۔ ریچھنی کے پنجرے پر سلاخوں کے ساتھ باریک جالیاں لگا دی گئی تھیں۔ ایک تختی پر یہ عبارت کندہ تھی: ”جانور خطرناک ہے، براہ مہربانی فاصلہ رکھیے۔“ ریچھنی کا سر ابھی تک زخمی تھا۔ وہ پنجرے میں اِدھر اُدھر بے چینی سے منڈلا رہی تھی۔ میں واپسی کے لیے مڑا ہی تھا کہ قریب ہی ایک فربہ اندام خاتون کو چڑیا گھر کے ایک ملازم سے بحث و مباحثہ کرتے دیکھا۔

خاتون اپنی وضع قطع سے کسی این جی او کی سرگرم رکن دکھائی دیتی تھی۔ میں تجسس کے عالم میں کچھ قریب چلا آیا۔ ”میں نے پچھلے ہفتے بھی درخواست جمع کرائی تھی کہ اس پاگل ریچھنی کا جلد سے جلد کوئی بندوبست کرایا جائے۔ آخر ایک پاگل ریچھنی کو مارنے میں آپ کی انتظامیہ کو کیا قباحت ہے؟“ خاتون کی باتوں سے اندازہ ہوا کہ وہ کافی عرصے سے اسی سلسلے میں مگن ہے۔

”دیکھیے بی بی میں آپ کو پہلے بھی بتا چکا کہ یہ ریچھنی دماغی طور پر تندرست ہے۔ پھر حکام کے آرڈر کے بغیر ہم کوئی کارروائی کرنے سے معذور ہیں۔ آپ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

براہ مہربانی ہماری پوزیشن سمجھنے کی کوشش کیجیے۔"

ملازم کے اس جواب پر وہ مطمئن نہ ہوئی۔ "مجھے دیکھیے میں کچھ نہیں جانتی۔ اگر آپ لوگ جان بوجھ کر مجھے ٹال رہے ہیں تو پھر مجھے اوپر تک بات کرنا ہوگی۔"

میں اس دوران خاتون کے قریب چلا آیا اور بولا "محترمہ! اگر آپ برا نہ مانیں تو میں کچھ عرض کروں؟"

خاتون نے پلٹ کر میری جانب انجان نظروں سے دیکھا۔ "جی فرمائیے۔"

دیکھیے محترمہ، آپ کی طرح مجھے بھی مرنے والے بچے کی موت کا افسوس ہے اور اس کے والدین سے ہمدردی بھی۔ لیکن جہاں تک اس ریچھنی کا تعلق ہے، تو بلاشبہ وہ بے قصور ہے۔ آپ اس کیس میں اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کیجیے۔

خاتون نے حیرت سے میرا اوپر سے نیچے تک جائزہ لیا۔ میں اس دوران جانے کے لیے مڑا ہی تھا کہ خاتون کی آواز نے میرے قدم روک لیے۔ "ایک منٹ مسٹر، کیا میں جان سکتی ہوں کہ آپ ہیں کون؟ اور کس سلسلے میں ایک پاگل اور خونخوار جانور کو بے قصور ثابت کر رہے ہیں۔ آپ نے شاید پہچانا نہیں میں "چلڈرن ویلفیئر" اور "ویمن رائٹس" کی تنظیموں سے وابستہ ہوں۔ شاید آپ کو اندازہ نہیں کہ ایک معصوم بچے کی موت اور اس کی غمزدہ ماں کے سلسلے میں ہماری این جی او کیا کچھ کر سکتی ہے۔"

خاتون کی وضاحت سے میں مطلق متاثر نہ ہوا۔ "خاتون، اگر آپ کی این جی او کو کچھ کرنے کا شوق ہے تو سب سے پہلے ہمارے پسماندہ طبقے کو تعلیم یافتہ بنائیے جو آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی جہالت اور فرسودہ توہمات پر یقین رکھتا ہے۔ اگر آپ لوگ کچھ کرنا ہی چاہتے ہیں تو ان غریب اور نادار لوگوں کے واسطے زکوٰۃ فنڈز قائم کریں جو اپنے بیمار بچوں کے علاج کے لیے مہنگے اسپتالوں کے خرچے اٹھانے کے قابل نہیں۔ اگر آپ کی خودساختہ تنظیمیں مستقبل میں ایسے واقعات کو روکنا چاہتی ہیں تو سب سے پہلے ناخواندہ اور غریب طبقے کو غربت اور جہالت کے اندھیروں سے نکالیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ پھر کبھی ایسا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوگا۔ پھر بھی آپ کی تنظیم اپنے غلط اقدام سے باز نہ آئی تو پھر مجھے بھی حیوانات کی تنظیموں سے رابطہ کرنا پڑے گا۔ ہم بھی اس پنجرے کے باہر دھرنا مار کے بیٹھ جائیں گے لیکن ایک بے قصور جانور کو آپ لوگوں کی پبلسٹی کا ذریعہ بننے نہیں دیں گے۔"

خاتون کے پاس میری کسی بھی بات کا کوئی جواب نہ تھا، چناںچہ وہ پاؤں پٹختے وہاں سے چلی گئی۔

.....☆.....☆.....

اس واقعہ کو کئی ماہ بیت چکے تھے۔ اس دوران بچوں کی گرمیوں کی چھٹیوں میں انھیں چڑیا گھر گھمانے کا پروگرام بنا۔ ننھی اقرا اب خاصی سمجھدار ہو چکی تھی۔ ریچھنی والے پنجرے کے قریب سے گزرتے ہوئے اس کے قدم وہیں تھم گئے۔ "ماموں، کچھ عرصہ پہلے تک کتنی ہی تنظیمیں اخباروں میں بیان دیتی تھیں کہ معصوم بچے کی قاتل ریچھنی کو گولی مار دی جائے گی۔ لیکن پھر انھیں کامیابی کیوں نہ ملی؟"

میں نے مسکراتے ہوئے اس کا کندھا تھپتھپایا اور کہا "اس لیے بیٹا کیونکہ یہ ریچھنی بے قصور تھی۔" بچوں نے تبسم بھری نظر پنجرے میں بند ریچھنی پر ڈالی اور پھر ہاتھ کے اشارے سے اُسے الوداع کہتے کرتے آگے بڑھ گئے۔

◆◆◆

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

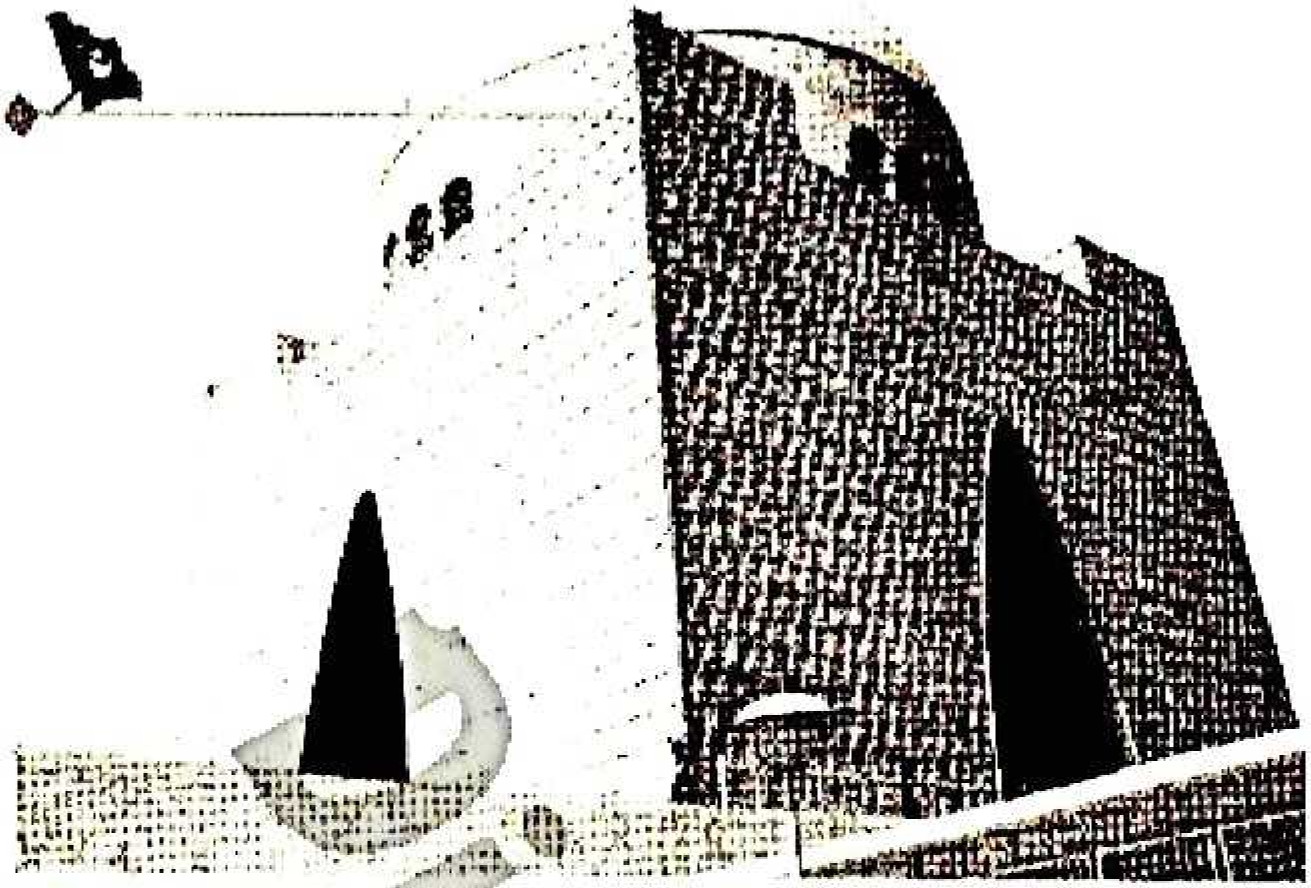

دعا برمزارِ قائد

مرے راہنما میرے قائد وہ ہم تھے
وہ ہم تھے' وہ ہم تھے
غلامی کی راہوں میں اک دن
صدا پر تری' خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر
نئے جوش و جذبے سے سرشار ہو کر
تری خوش یقیں راہنمائی میں تازہ سفر
حوادث سے پُر رہگذر پر
سروں سے کفن باندھ کر چل پڑے تھے
وہ ہم تھے' وہ ہم تھے
مرے راہنما میرے قائد وہ ہم تھے کہ جن کو
زوالِ شبِ مغلیہ سلطنت پر
نئی صبح کے حکمرانوں نے
تاریک لمحوں کی خندق میں دفنا دیا تھا
وہ ہم تھے' وہ ہم تھے
مرے راہنما میرے قائد وہ ہم تھے
جو اغیار کی سازشوں کے تسلسل میں اپنی
جہاں گیر تاریخ سے کٹ گئے تھے
ہمارا عقیدہ' ہماری کتابِ مقدس
ہماری زباں ایک تھی اور خانوں میں ہم بٹ گئے تھے
مرے راہنما میرے قائد
وہ ہم تھے' وہ ہم تھے
جنھیں تو نے قوت دی اور یقیں بھی
وہ ہم تھے' وہ ہم تھے
جنھیں متحد اور صف بستہ کر کے
مقابل کیا دشمنانِ وفا کے
وہ ہم تھے' وہ ہم تھے
جنھیں تو نے حکمت سے اپنی
سسکتے ہوئے سرد لمحوں کے زنداں سے باہر نکالا
نئی اک بساطِ سیاست بچھائی
بدلتے ہوئے سلسلوں میں مقاصد کی مشعل جلائی
خجالت کے اندھے کنویں سے نکالا
وہ ہم تھے' وہ ہم تھے
جنھیں تو نے رمزِ قیادت سکھائے
بھلائے ہوئے سبق یاد پھر سے دلائے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

عقیدے کی بنیاد پر ملک و ملت کا ہم کو تصور دیا
اور ایسی لڑی میں پرو دیا
جسے قوم کہتے ہیں سب صاحبانِ سیاست
میرے راہنما میرے قائد
پھر اس قوم کو اک علیحدہ وطن کی حدیث مبارک سنا کر
نئی ایک جدوجہد پر لگایا
تکلم کی سرحد پہ تعبیر کے منتظر خوابِ اقبال کو
اک حقیقت میں تبدیل کر کے
بظاہر جو ممکن نہیں تھا اُسے عین ممکن بنایا
ہمارے دلوں میں ترقی کا بے مثل ایقان پیدا کیا
اور منزل کی جانب بڑھایا
فرنگی خداؤں کے دل پر تدبر کا سکہ جمایا
مسلسل تکالیف سہ کر وطن اک بنایا
پس خاتمہ جبر کی سلطنت پر نئی فاتحانہ فضا میں
روایاتِ اسلاف کا پھر سے وارث بنایا
وہ ہم تھے وہ ہم تھے
مرے راہنما میرے قائد وہ ہم تھے
جنہیں تو نے تازہ تناظر میں
دائم حکومت چلانے کے طور و طریقے سکھائے
تماشائے بیم و رجا میں
تصادم کے خدشات نا آشنا میں
کلیدِ محبت سے قفل کدورت کو کھولا
وہ ہم تھے کہ جن کے دلوں میں
سخن سے نیا حب قومی جگایا
تدبر، تفکر، تعقل کے افلاک روشن کیے
اور اقوام عالم میں ہم کو تعزز کی مسند دلائی
ہماری زیاں دیدہ آنکھوں کو اک فخر نور سے سجایا
وہ ہم تھے وہ ہم تھے
مرے راہنما میرے قائد وہ ہم تھے

جنہیں تو نے آزاد شہری بنایا
مگر میرے قائد وہ ہم ہیں
وہ ہم ہیں کہ اک بار پھر سے
سبق سب بھلا کر
تصورِ یک قومیت ترک کر کے
اخوت کے معنی فراموش کر کے
تذبذب، تعصب، تشدد، تساہل
کے پاتال میں گر گئے ہیں
وہ ہم ہیں وہ ہم ہیں
وہ ہم ہیں کہ ماضی سے منہ موڑ کر
آج فردا کے خدشات میں گھر گئے ہیں
مرے راہنما میرے قائد
ترا جو خدا ہے
جو ہم سب کا واحد خدا ہے
اُسی ایک دائم خدا سے
رسولِ دو عالم کے صدقے
مزارِ منور پہ تیرے
یہی اب دعا ہے
کہ بس..... کرو گا را
ہماری خطاؤں سے اب درگزر کر
بدل دے ہمارے ہزیمت سے لبریز دن رات اور پھر
ہمیں گمشدہ حرف تدبیر و حکمت عطا کر
نئے ولولے اور تازہ شعورِ رفاقت عطا کر
کہ ہم آج ظلمات کے تہ نشیں ہیں
بہت بے یقیں ہیں
بظاہر تو زندہ ہیں لیکن
حقیقت میں زندہ نہیں ہیں
ہمارے دلوں کو حب قومی سے بھر دے
ہمیں پھر سے اک بار تو زندہ کر دے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

قصہ کوئز دراصل اہم تاریخی واقعات سے ایسے دلچسپ قصوں کا انتخاب ہے جن کا مطالعہ پڑھنے والوں کو جہاں پرلطف اور زندگی کو بامقصد بنانے کا شعور عطا کرتا ہے۔ انہیں معلومات حاصل کرنے اور کچھ کر گزرنے کا جذبہ بھی دیتی ہیں۔ ان قصوں کو بہ غور پڑھیں اور ہر قصے کے آخر میں دیے گئے 2 سوالات سے اپنی ذہانت کو پرکھیں۔ درست جواب ہمیں بھجوا دیجیے۔ درست جوابات دینے والے زیادہ ہوئے تو قرعہ اندازی کی جائے گی اور دو خوش نصیبوں کو "اردو ڈائجسٹ" کے 6 شماروں کی اعزازی ترسیل کے علاوہ مطبوعات کی 2 خوبصورت کتابیں دی جائیں گی۔

جوابات بھیجنے کا پتا: **مدیر ماہنامہ اُردو ڈائجسٹ** 325 G-III، جوہر ٹاؤن لاہور

ماہ جون میں دیے گئے قصہ کوئز کے صحیح جوابات

قصہ کوئز 1۔ (الف) 2 فروری 1914ء، دہلی (ب) 4 مئی 1963ء، موج تبسم، بحر تبسم

قصہ کوئز 2۔ (الف) 10 مارچ 1873ء، رام پور (ب) 28 نومبر 1938ء، کوہ دل میں حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے

قصہ کوئز 3۔ (الف) 1920ء، گلگت (ب) 24 جولائی 1986ء، شہاب نامہ، سرخ فیتہ

درست جوابات دینے والوں کے نام

ثاقب محمود (راولپنڈی)، محبوب شیخ (ملتان)، فیصل قریشی (راولپنڈی)، نسرین مبشر (چکوال)، ڈاکٹر نزہت عرفان (کراچی)، ڈاکٹر خالد سیف اللہ (لاہور)، محمد جمیل چودھری (جہلم)، منیر احمد (حیدرآباد)، ولی حسین (حیدرآباد)، آصف کریم (حیدرآباد)، عبدالسلام (حیدرآباد)، محمد احمد (کراچی)، طہٰ یسین (حیدرآباد)، مرزا بادی بیگ (حیدرآباد)، عبدالنعیم انصاری (حیدرآباد)، منظور احمد ہنگیو (نواب شاہ)، مصباح الحسین تخی رشید (گوجرانوالہ)، محمد یوسف فاطمی (ملتان)، محمد عبدالرحمن خان (ملتان)، پروفیسر خان محمد (پشاور)، عزیز الرحمن قاری (شیخوپورہ)، طاہر عنایت (پشاور)، بشارت جدون (راولپنڈی)، حسام ظفر (راولپنڈی)، سعد سلیم (راولپنڈی)، لقمان اکرم (میرپور)، محمد شکیل عباس جنجوعہ (سرگودھا)، محمود منور خان (سرگودھا)، پرویز واحد (ہری پور)، جویریہ قیوم (پشاور)

انچارج کوئز
غلام سجاد

دلچسپی معلومات اور کچھ کر گزرنے کا جذبہ،
یہی ہے اس کوئز کا اصل مقصد

یہی ہے قصہ کوئز

درست جوابات پر انعامات آپ کے منتظر ہیں

قرعہ اندازی میں جیتنے والوں کے نام

- ثاقب محمود (راولپنڈی)
- جویریہ قیوم (پشاور)

آپ کو 6 ماہ تک اُردو ڈائجسٹ کے شمارے بطور تحفہ ملیں گے

نوٹ: تمام قارئین اپنا مکمل نام و پتا اور موبائل یا پی ٹی سی ایل نمبر لکھنا ہرگز نہ بھولیں۔
اس کے بغیر کوریئر سروس کا نمائندہ آپ تک نہیں پہنچ پاتا۔ (ایڈیٹر)

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

قصہ کوئز1

احمد فراز کو شاعری وراثت میں ملی۔ آپ کے والد سید محمد شاہ برق اردو اور فارسی کے شاعر تھے۔ اردو اور فارسی میں ایم۔اے کی ڈگریاں حاصل کیں۔ ابھی ایڈورڈز کالج پشاور میں زیر تعلیم تھے کہ ریڈیو پاکستان کے لیے فیچر لکھنا شروع کیا۔ بی۔اے میں تھے کہ پہلا مجموعہ کلام تنہا تنہا شائع ہوا۔ تکمیل تعلیم کے بعد ریڈیو سے معاہدہ منقطع کر کے یونیورسٹی میں لیکچرار مامور ہوئے۔ ملازمت کے دوران میں دوسرا مجموعہ "درد آشوب" چھپا جس پر آدم جی ادبی ایوارڈ ملا۔ یونیورسٹی کی ملازمت کے بعد پاکستان نیشنل سنٹر پشاور کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔ 1976ء میں اکادمی ادبیات پاکستان کے پہلے سربراہ مامور ہوئے۔ پھر جب جنرل ضیاالحق کا مارشل لا لگا تو سیاسی وجوہ سے جلاوطنی اختیار کرنا پڑی۔ احمد فراز نے غزل اور نظم دونوں اصناف میں، پرانے استعاروں اور تشبیہوں میں جدید رنگ پیدا کیا۔

(1) احمد فراز کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

(2) ان کے کوئی سے دو شعری مجموعوں کا نام بتائیں؟

قصہ کوئز2

اختر شیرانی نامور محقق پروفیسر محمود خان شیرانی کے فرزند تھے۔ 1905ء میں ٹونک (راجپوتانہ) میں پیدا ہوئے۔ بیشتر زندگی لاہور میں بسر ہوئی۔ اختر کو بچپن ہی سے شاعری کا شوق تھا۔ منشی فاضل کا امتحان پاس کیا، لیکن والد کی کوشش کے باوجود کوئی اور امتحان پاس نہ کر سکے۔ رسالہ "ہمایوں" اور "بہلی" کی ادارت کے بعد اپنا رسالہ انتخاب، پھر بہارستان، پھر خیالستان اور پھر رومان جاری کیا۔ کچھ عرصہ ماہنامہ "شاہکار" کی بھی ادارت کی۔ 1937ء میں اردو کی معروف لغت "جامع اللغات" کے ادارتی امور انجام دیے۔ اردو شاعری میں اختر پہلا رومانی شاعر ہے جس نے اپنی شاعری میں عورت سے خطاب کیا۔ آپ کا کلام عشق مجازی کے لطیف جذبات اور وجد انگیز غنائیت سے معمور ہے۔ تغزل نے موسیقی کے ساتھ مل کر غزلوں، نظموں اور گیتوں میں ایک انفرادی رنگ پیدا کر دیا ہے۔ چند ڈرامے بھی لکھے ہیں جن میں "ضحاک" زیادہ مشہور ہے۔ شاعری کے مجموعے یہ ہیں: صبح بہار، اختر ستان، لالہ طور، طیور آوارہ، نغمہ حرم اور پھولوں کے گیت۔ آپ کا انتقال عین اس روز ہوا جب لوگ قائداعظمؒ کی وفات کے سوگ میں تھے یعنی 11 ستمبر 1948ء۔

(1) اختر شیرانی کا اصل نام کیا تھا؟

(2) ان کے کوئی سے دو شعری مجموعوں کا نام بتائیں؟

قصہ کوئز3

امجد اسلام امجد شاعر، ادیب، ڈراما نویس، معلم۔ والد کا نام محمد اسلام۔ 1967ء میں پنجاب یونیورسٹی سے فرسٹ ڈویژن میں ایم۔اے (اردو) کی ڈگری لی۔ آپ شعروادب کی تخلیق سے وابستہ رہنے کے باوجود مجلسی آدمی ہیں۔ آپ کی تصانیف کی فہرست خاصی طویل ہے۔ اب تک بے شمار انعامات و اعزازات سے نوازے جا چکے ہیں۔ 1987ء میں صدر پاکستان کی جانب سے "حسن کارکردگی" کا اعزاز ملا۔ مجموعہ کلام "فشار" پر نیشنل ہجری ایوارڈ 1403ھ دیا گیا۔ ٹی وی سیریز "وارث" پر خصوصی صدارتی ایوارڈ ملا۔ علاوہ ازیں نگار ایوارڈ، ایگفا ایوارڈ اور مختلف انجمنوں اور اداروں کی جانب سے پچاس سے زائد ایوارڈ مل چکے ہیں۔ آپ پنجاب کونسل آف آرٹس، فلم سنسر بورڈ، الحمرا آرٹس کونسل، کمیٹی رائٹر فنڈ حکومت پنجاب میں مجلس ترقی ادب کے رکن ہیں۔

(1): امجد اسلام امجد کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

(2): ان کے کوئی سے دو شعری مجموعوں کا نام بتائیں؟

◆◆◆

انعامات کے لیے تعاون
منشورات
خوبصورت اور معیاری کتب، کم قیمت اعلیٰ معیار
منصورہ، ملتان روڈ لاہور
042-35434909
042-35425356

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

سیر جہاں

خوب صورت سرورق، کاغذ اور چھپائی کے ساتھ ساتھ تحریر کی روانی من کو خوب بھائی۔ کتاب ہاتھوں میں لیتے وقت ارادہ ورق گردانی کا تھا، مگر کتاب نے تاشقند پہنچا دیا۔ بس پھر کیا تھا تاشقند سے بخارا، پھر استنبول، کوالالمپور، منیلا، ٹوکیو اور بالی سے ہوتے ہوئے دنیا جہان کے سولہ شہروں کا جغرافیہ گھر بیٹھے ذہن میں نقش ہو گیا۔

مصنف نے سولہ شہروں کے نہ صرف دلکش مقامات بلکہ تاریخ، ثقافت، سیاست، جغرافیہ غرض سب کچھ قاری کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ سفرنامہ اردو کی مقبول صنف ہے۔ اردو سفرنامے کی عمر تقریباً 163 برس بنتی ہے۔

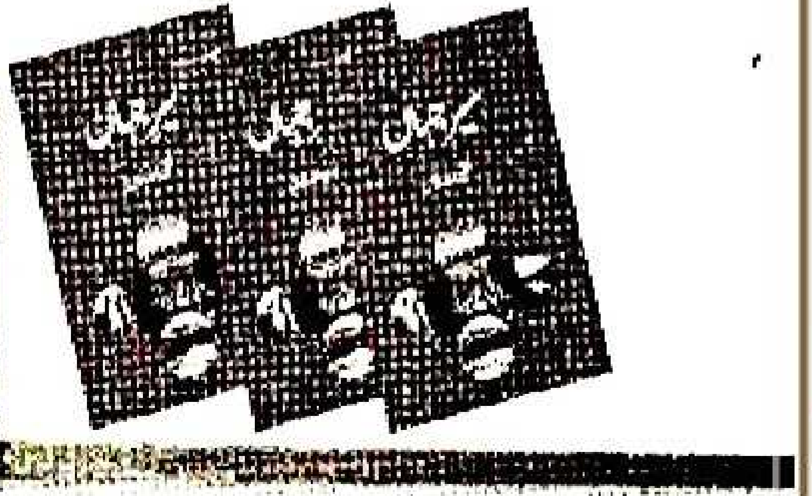

پاکستان میں جن اصناف نے بطور خاص ترقی کی اور اپنے لیے قارئین کا وسیع حلقہ پیدا کر لیا ان میں سفرنامہ بھی شامل ہے اور کیوں نہ ہو کہ یوں گھر بیٹھے اجنبی ممالک کی سیر ہو جاتی ہے اور بدیسی تہذیبوں سے تعارف بھی حاصل ہوتا ہے۔ یہ کتاب بھی اسی انداز کا سفرنامہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

نام کتاب: سیر جہاں، مصنف: فقیر اللہ خاں
صفحات: 256، قیمت: 500 روپے، ملنے کا پتا:
بک ہوم، سٹریٹ 46، مزنگ روڈ لاہور
فون: 042-37231518

جسونت سنگھ کو جوابات

فاروق علوی کی زیر تبصرہ تصنیف کی کتاب "جناح" کے جواب میں ایسا ہی مکا ہے جو لیاقت علی خاں نے پاکستان کے مسلمانوں میں جوش و جذبہ پیدا کرنے کی خاطر لہرایا تھا۔ فاروق علوی نے اسے آزاد وطن کے شہریوں کو اپنے قائد پر لگنے والے ناجائز اور غلط الزام کا دفاع کرنے کی خاطر بروقت اور برموقع لہرایا۔

ہندوؤں کا شروع سے وتیرہ رہا ہے کہ جو گندگی ان کے اندر سمائی ہوتی ہے اس کا تمام تر الزام مسلمانوں پر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

تھونپنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انھیں اپنے ناجائز مقاصد پورے کرنے ہوں یا اپنی قوم کی ہمدردی بٹورنی ہو، تو ان کے پاس نام نہاد لکھاریوں کی کمی نہیں۔

جسونت سنگھ نے جو بھارت کے وزیر خارجہ رہے ہیں، "جناح" لکھ کے ایک مرتبہ پھر پاکستان اور پاکستانیوں پہ بے بنیاد اور من گھڑت الزامات کی بھرمار کر دی۔ مگر فاروق علوی نے جسونت سنگھ کو جوابات دے کر ان کی من گھڑت اور بے بنیاد باتوں کو ایسا باطل قرار دیا کہ ان کا بھرکس نکال دیا۔ صحیح معنوں میں اگر کہا جائے تو فاروق علوی نے ہندوؤں کو "برہنہ" کر دیا۔ فاروق علوی نے ایک سچا اور محب وطن پاکستانی ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ یہ کتاب پڑھ کر تاریخ کے بہت سارے در وا ہوتے ہیں اور قاری ہندوؤں کی اصلیت سے روشناس ہوتا ہے۔

نام کتاب: جسونت سنگھ کو جوابات، مصنف: فاروق علوی، صفحات: 300، قیمت: 500 روپے
ملنے کا پتا: رونس پبلی کیشنز، ڈیفنس لاہور۔
فون: 0306-4002564

برصغیر میں اسلامی صحافت کی تاریخ اور ارتقا

صحافت آزادیٔ رائے کا بہترین ذریعہ ہے۔ شروع ہی سے آدم زاد اپنے علم اور تجربے کو محفوظ رکھنے اور دوسروں تک پہنچانے کا متمنی رہا ہے۔ اپنے علم کو مضبوط کرنے کے لیے مختلف ادوار میں لوگوں نے مختلف ذرائع استعمال کیے۔ کبھی کھجور کے پتوں تو کبھی جانوروں کی کھالوں پر لکھ کر اپنے علم کو محفوظ کرنے کے تجربے کیے اور بہتر سے بہتر طریقے ایجاد کرنے میں لگا رہا۔ مگر ان ذرائع میں انقلاب تب آیا جب چین میں پہلے کاغذ اور بعد میں پرنٹنگ پریس کی ایجاد ہوئی اور یہیں سے صحافت کا باقاعدہ سفر شروع ہوا۔

ویسے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ جب حضرت آدمؑ پہ پہلا صحیفہ نازل ہوا تو صحافت کا آغاز ہو چکا تھا کیونکہ بہت سے دانشور، مفکرین و مورخین صحافت کو صحیفہ سے اخذ کرتے ہیں۔ ڈاکٹر سلیم الرحمٰن خاں ندوی نے اس کتاب میں صحافت کی تاریخ کا نچوڑ پیش کیا ہے۔ انھوں نے صحیفہ سے شروع کیا اور صحافت کی موجودہ شکل و صورت تک آ کر اختتام کیا۔ کتاب میں مختلف ممالک، قوموں اور نسلوں کے علم کو آگے پھیلانے کے طریقوں سے لے کر کاغذ اور چھپائی کے احوال کے بعد برصغیر میں اسلامی صحافت سے متعلق مکمل تفصیل بیان کی گئی ہے۔

برصغیر میں پہلے مجلہ سے لے کر تحریک آزادی اور پھر بھارت اور پاکستان میں صحافت کی موجودہ صورت حال اور اس دوران شائع ہونے والے تمام رسائل و اخبارات کا تفصیل کے ساتھ ذکر ہے۔ یہ کتاب نہ صرف قدیم اور موجودہ دور کی صحافت سے متعلق بتاتی

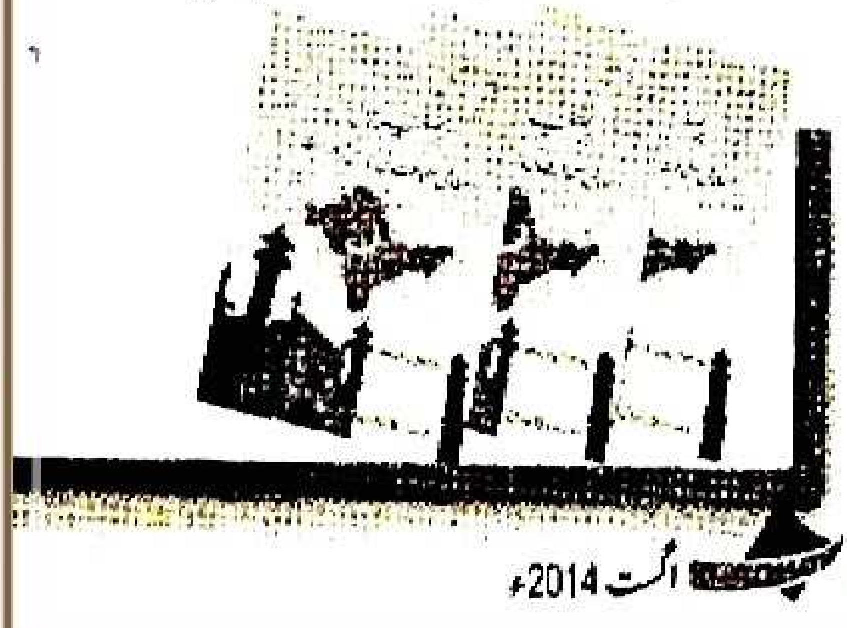

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

بلکہ علم کے پھلنے پھولنے اور اس وقت اور موجودہ وقت کے رسم و رواج، تہذیب و ثقافت اور اسلام کے نظریاتی حقائق سے بھی روشناس کراتی ہے۔

نام کتاب: برصغیر میں اسلامی صحافت کی تاریخ
مصنف: ڈاکٹر سلیم الرحمٰن خان ندوی، صفحات: 420،
قیمت: 600 روپے۔ ملنے کا پتا: اکیڈمی بک سنٹر، ڈی 35، بلاک 5، فیڈرل بی ایریا کراچی۔
فون: 021-36809201

بچوں میں خوف کے اسباب

بچپن میں جس خوف کا تحفہ ہم اپنے بچوں کو اپنا وقت بچانے' بے جا شور سے جان چھڑانے یا کسی اور مقصد کے پیش نظر دیتے ہیں' ان کی وجہ سے کئی بچوں کا مستقبل اکثر تاریک ہو جاتا ہے۔ یہ تحفہ اس وقت کام آتا ہے جب وہ بڑوں کی بات نہیں مانتے۔ ڈرا دھمکا کر منانے اور کام نکلوانے کے لیے اسے ہمیشہ اکسیر

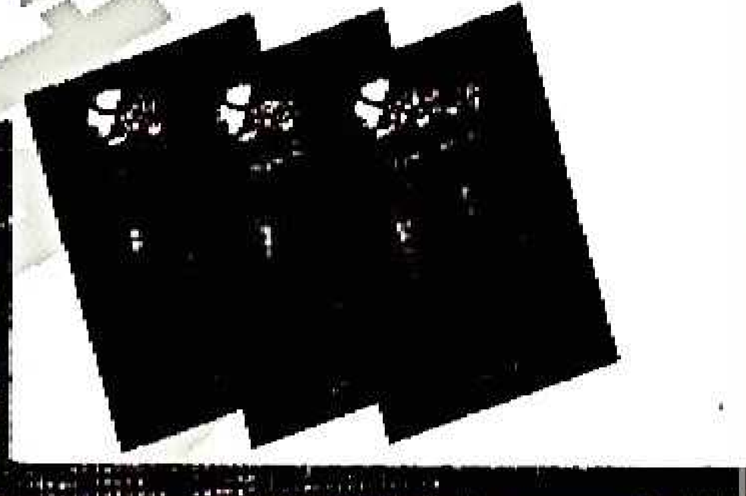

سمجھا گیا ہے۔ اس لیے ہم نسل در نسل یہ سیکھا سمجھا سبق آزماتے اور دہراتے رہتے ہیں۔ چھوٹے سے ذہن کو ڈر اور خوف کا تحفہ دے کر اکثر بڑے تو اگلے ہی لمحہ اُسے بھول جاتے ہیں۔ بچوں میں خوف سے متعلق کتاب لکھ کر فوزیہ عباس نے جس اہم مسئلے پر قلم زنی کی ہے' یہ ہمارے معاشرے کا ایک اہم اور نازک مسئلہ ہے۔ ہمارے معاشرے میں یہ ریت بن چکی کہ بچوں کو ڈرا دھمکا کر ان سے بات منوائی جائے، کام کرایا جائے اور ان کی خواہشات اور ضروریات کا گلا گھونٹ دیا جائے۔ مگر جس خوف کو بچوں پہ مسلط کر کے ہم وقتی طور پر بچوں کو بہلانا پھسلانا چاہتے ہیں' وہ ایسے زہر کے مانند بچوں کے دل و دماغ کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے کہ اکثر بچے تاحیات اس فوبیا سے جان نہیں چھڑا پاتے۔ فوزیہ عباس نے اپنی کتاب میں خوف، اس کے اسباب، نتائج، اس سے بچاؤ کے ممکن طریقے اور سدباب خوب صورت انداز میں تحریر کیے ہیں۔

نام کتاب: بچوں میں خوف، مصنف: فوزیہ عباس، صفحات: 96، قیمت: 150۔ ملنے کا پتا: اکیڈمی بک سنٹر، ڈی 35، بلاک 5، فیڈرل بی ایریا کراچی۔
فون: 021-36809201

☆☆

مکالماتِ اقبال

زیرِ تبصرہ کتاب علامہ اقبالؒ کی زندگی کے سنہرے واقعات کا مجموعہ ہے۔ انھیں پروفیسر راشد سعید مرحوم نے بڑی عرق ریزی سے یہاں وہاں بکھرے ہوئے ملفوظات' خطوط تقاریر کی اور مقالات سے اکٹھا کیا ہے۔ ان سب جوہر پاروں کا مطالعہ کرنا اور پھر انھیں چن کر مرتب کرنا ایسا کام تھا جو بڑی ہمت اور دیدہ زیری کا طالب ہوتا ہے۔

مصنف نے ایک ہی جلد میں علامہؒ کے سوانح حیات بھی جمع کر دیے ہیں اور اُن کے خیالات و احساسات کے علاوہ دینی اور سیاسی عقائد اور افکار بھی' حضرت علامہ پہ لکھی جانے والی کسی کتاب میں ہمیں اتنی معلومات یکجا نہیں ملتیں۔ کتاب کے ذیل عنوانات

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

کے مطالعے ہی سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ مصنف نے حیاتِ اقبال کا کوئی پہلو نظر انداز نہیں کیا۔ آباؤ اجداد کا تذکرہ ہو یا پھر دوستوں مداحوں سے ملاقات غرض دنیا جہاں کے موضوعات پر علامہ اقبال کا اظہار خیال ہمارے سامنے کھلی کتاب کی طرح آ جاتا ہے۔

اس کتاب کا مطالعہ عام قارئین اور اہل علم وفن دونوں کے لیے یکساں مفید ہوگا اور وہ حیات اقبال سے بصیرت کے موتی چنتے رہیں گے۔

نام کتاب: مکالمات اقبال، مصنف: پروفیسر سعید راشد (علیگ)، صفحات: ۴۳۷، قیمت: ۶۰۰ روپے

ناشر: بک کارنر شوروم جہلم

خطبات اقبال

زیر نظر کتاب علامہ اقبالؒ کے مختلف اسلامی اور فلسفی امور پر دیے گئے سات خطبات کا مجموعہ ہے۔ ان خطبات میں سے تین مدراس کے ایک مسلم تاجر سیٹھ جمال محمد کی قائم کردہ مسلم ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام پڑھے گئے۔ ان کی شہرت سن کر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے انھیں یہی تینوں خطبات اپنے ہاں آ کر پڑھنے کی دعوت دی تب علامہ نے مزید تین خطبات پڑھنے کی ہامی بھرلی۔ یوں علی گڑھ میں چھے مقالات پڑھے گئے جو بعد میں ۱۹۳۰ء میں Six Lectures on reconstruction of Religious thought in Islam کے نام سے شائع ہوئے۔ علمی حلقوں میں اس کتاب کا خاصا چرچا ہوا۔ یوں ۱۹۳۲ء میں انگلستان میں آپ نے اس سلسلے کا آخری خطبہ ارشاد فرمایا۔

فکر اقبال ان خطبات میں پوری طرح آشکار ہوتی ہے اور یہ خطبات بلاشبہ اقبالؒ کی فکر کو سمجھنے میں اساسی حیثیت کے حامل ہیں۔

خلیفہ عبدالحکیم جنھوں نے ان خطبات کی تلخیص اور ترجمہ کیا ہے، خود بھی بڑی صاحب علم وفضل شخصیت تھے۔ فلسفہ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری کے حامل اور فلسفہ وکلام کی پیچیدگیوں سے پوری طرح آگاہ اور آشنا تھے۔ وہ ۱۹۱۳ء میں علامہ اقبالؒ سے متعارف ہوئے اور آخیر وقت تک دونوں علمی ہستیوں کی رفاقت رہی۔

کتاب کو نہایت اہتمام سے سفید آفسٹ کاغذ پر شائع کیا گیا ہے۔ کتاب کی جلد مضبوط اور جاذب نظر ہے۔ یہ کتاب آپ کی لائبریری کے لیے ایک اچھا اضافہ ہوگی۔

ترجمہ وتلخیص: ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم

صفحات: ۱۸۵، قیمت: ۴۰۰ روپے

ناشر: بک کارنر شوروم جہلم

◆◆◆

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

قارئین کے تبصروں، مشوروں
اور باتوں سے سجا کالم

جو اپنی تاریخ بھلا چکے!

۱۹۷۳ء کی عرب اسرائیل جنگ کے سائے جب گہرے ہو چکے تو ایک دن امریکی اسلحہ کمیٹی کا سربراہ اسرائیل آیا۔ دفتر کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ لہٰذا وزیراعظم گولڈا میئر کے گھر پر ملاقات کا اہتمام ہوا۔ وزیراعظم مہمان کو اپنے باورچی خانے میں لے گئیں۔ انھیں کرسی پر بٹھایا اور خود چائے بنانے لگیں۔ اس دوران طیاروں، میزائلوں اور توپوں کے سودے کی بات چیت ہوتی رہی۔ چائے تیار ہوئی تو ایک پیالی مہمان کو پیش کی، دوسری اپنے سامنے رکھی اور تیسری دروازے پر کھڑے امریکی گارڈ کو تھما آئیں۔ چائے پینے کے دوران ہی اسلحے کی خریداری کی شرائط طے پا گئیں۔ گولڈا میئر نے مہمان سے ہاتھ ملانے سے قبل پیالیاں سمیٹیں اور دھو کر الماری میں رکھتے ہوئے کہا "ہمیں سودا منظور ہے۔"

گولڈا میئر نے اگلے روز معاہدے کی تفصیلات کابینہ کے سامنے رکھیں تو سب وزرا نے سودا مسترد کر دیا۔ کابینہ کا موقف تھا کہ ان کا ملک اس وقت بحران کا شکار ہے۔ اس خریداری کے بعد اسرائیلی قوم کو برسوں تک دن میں صرف ایک بار کھانے پر اکتفا کرنا پڑے گا۔ گولڈا میئر نے اپنی کابینہ کے فیصلے سے اتفاق کیا لیکن بحث سمیٹتے ہوئے کہا "ہم جنگ جیت گئے تو تاریخ ہمیں فاتح قرار دے گی۔ تب تاریخ بھول جاتی ہے کہ جنگ کے دوران فاتح قوم نے کتنی دفعہ فاقہ کشی کی، دن میں کتنی بار کھانا کھایا، اس کے جوتوں میں کتنے سوراخ تھے یا تلواروں کے نیام پھٹے ہوئے تھے ... فاتح صرف فاتح ہوتا ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

گولڈا میئر کے یہ دلائل سن کر کابینہ نے ہتھیار ڈال دیے اور امریکا کے ساتھ اسلحے کی خریداری کا معاہدہ طے پا گیا۔ پھر اسی اسلحے سے اسرائیل نے عربوں کو شکست دی۔ جنگ کے کافی عرصے بعد امریکی اخبار، واشنگٹن پوسٹ کے نمائندے نے گولڈا میئر کا انٹرویو کیا۔ سوال تھا "امریکی اسلحہ کی خریداری کے لیے آپ کے ذہن میں جو دلیل تھی' وہ فوراً ذہن میں آئی یا پہلے سے طے شدہ حکمت عملی تھی؟"

گولڈا میئر نے چونکا دینے والا جواب دیا "میں نے یہ استدلال اپنے دشمنوں یعنی مسلمانوں کے نبی محمد ﷺ سے لیا ہے۔ میں نے زمانہ طالب علمی میں محمد ﷺ کی سوانح حیات پڑھی تھی۔ جب آپ کا وصال ہوا تو گھر میں چراغ جلانے کے لیے تیل خریدنے کی رقم نہیں تھی۔ آپ کی اہلیہ (حضرت عائشہؓ) نے آپ کی زرہ بکتر رہن رکھ کر تیل خریدا۔ لیکن اس وقت بھی محمد ﷺ کے حجرے کی دیواروں پر نو تلواریں لٹک رہی تھیں۔

"میں نے جب یہ واقعہ پڑھا تو سوچا' دنیا میں کتنے لوگ ہوں گے جو پہلی اسلامی ریاست کی کمزور اقتصادی حالت کے متعلق جانتے ہوں گے؟ لیکن آج مسلمان آدھی دنیا کے فاتح ہیں' یہ بات پوری دنیا جانتی ہے۔ لہٰذا میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر مجھے اور میری قوم کو برسوں بھوکا رہنا پڑے' مسلمانوں کی طرح پختہ مکانوں کے بجائے خیموں میں زندگی گزارنی پڑے تو بھی اسلحہ خریدیں گے اور انہی کی طرح فاتح کا اعزاز پائیں گے۔ ان مسلمانوں کی طرح جنھوں نے آدھی دنیا فتح کی لیکن اب وہ اپنی تاریخ کو بھلا چکے۔

کاش، اپنے عظیم ماضی کی طرف ہم پھر لوٹ چلیں

(رانا محمد شاہد' گلستان کالونی' بورے والا)

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو ورنہ.....

پچھلے دنوں ایک ایسی تقریب میں جانے کا اتفاق ہوا جہاں یتیم بچوں کی کفالت کے لیے چندہ جمع کیا جا رہا تھا۔ تقریب بہت پُر رونق تھی۔ شہر کے سب معززین جمع تھے۔ قیمتی لباس، زیورات، خوشبوؤں اور صحت مند چہروں سے بھری محفل مجھے بھی بہت بھلی معلوم ہوئی۔ کچھ سہیلیوں کے درمیان بیٹھی میں بھی "لان" کی نئی ورائٹی کے متعلق باتیں کرنے لگی۔ کچھ کیمرہ مین تصاویر کھینچ رہے تھے۔ اچانک ان غریب بچوں کو مدعو کیا گیا جنھیں رقم دی جانی تھی۔ اچانک ماحول کچھ بدمزہ ہو گیا۔ گول مٹول بچے اپنی تمام تر معصومیت کے باوجود آنکھوں کو بھلے معلوم نہ ہوئے۔ ایک سہیلی نے اپنے ڈھائی لاکھ کے پرس سے چند ہزار روپے نکال کر بچے کی طرف بڑھائے تو پورا ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ اسی طرح ایک ایک کر کے سب نے اپنے قیمتی پرسوں سے کچھ روپے نکالے، بچوں کو دیے اور تصاویر کھنچوائیں۔ آخر میں کھانا کھایا گیا اور پھر سب مہنگی گاڑیوں میں بیٹھ آرام دہ گھروں کو روانہ ہو گئے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم نے چند روپے دے کر خود کو دردمند تو ثابت کر دیا، مگر یوں غریب بچوں کی زندگی میں فرق آ جائے گا؟ کیا اس رقم سے ان کی بنیادی ضروریات سدا پوری ہو پائیں گی؟ معمولی رقم ان کی زندگی نہیں بدل سکتی۔ تب ہی مائیں بچوں کو بھوک پیاس سے بلکتا دیکھ کر خودکشی کر لیتی ہیں۔ اصل تبدیلی اسی وقت آئے گی جب ہمارا طبقہ بالا حضور پاک ﷺ کے مانند سادگی اپنا لے اور غریب بچوں اور لوگوں کے لیے اپنے دل میں درد محسوس کرے۔ وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

اپنی بہت سی عیاشیاں ترک کر کے معصوم بچوں کو بنیادی سہولیات فراہم کرسکتا ہے۔

ہمارے امرا کو سمجھنا ہوگا کہ بیرونی دوروں سے زیادہ اہم یہ ہے کہ ایک غریب انسان کو زندگی کی بنیادی سہولیات یعنی کھانا، پینا، دوا دارو اور صاف ستھرا ماحول مل جائے۔ ان کا بچہ اگر ایک دن برگر نہیں کھاتا، تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ مگر غریب کا بچہ ایک روٹی کو ترستے ترستے مر جائے، تو یہ پوری انسانیت کی موت ہوگی۔ ہمارے حکمران نجانے کیوں یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ اگر اللہ نے انھیں پیسا دیا اور اچھے خاندان میں پیدا کیا ہے تو یہ ان کی قسمت ہے۔ بلکہ یوں سوچنا چاہیے کہ اس نے اُنھیں دیا ہی اس لیے ہے کہ وہ غریب اور نادار بندوں کی مدد کرسکیں۔ وہ نہ دے کر آزماتا اور دے کر بھی آزماتا ہے۔ اور جیت اسی کی ہوتی ہے جو اس کی آزمائش پر پورا اترے۔

(ز ا ر ا، لاہور)

ہم ناشکرے کیوں ہیں؟

جناب الطاف حسن قریشی نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے ''معلوم نہیں کہ یہ ہم پر کسی بدروح کا سایہ ہے یا ہماری ناشکری کا سیاپا کہ ملک میں سب کچھ ہوتے ہوئے بھی شام غریباں بپا رہتی ہے۔ حالات پہلے سے بہت بہتر ہونے کے باوجود بڑے ابتر دکھائی دیتے ہیں۔ فصلیں بہت اچھی ہو رہی ہیں۔ اناج، سبزیوں اور پھلوں کی فراوانی ہے جنھیں دیکھ کر بے اختیار اللہ کا شکر ادا کرنے کو جی چاہتا ہے مگر وہ عام آدمی کی پہنچ سے باہر ہوتی جا رہی ہیں۔ کشادہ سڑکیں ہیں۔ دیہات میں خوبصورت مکانات نظر آتے ہیں۔ موٹر سائیکلوں اور موبائل فونز کی ریل پیل ہے۔ اٹھارہ کروڑ عوام دو وقت کی روٹی کھا رہے ہیں۔ سب کو چھت میسر ہے لیکن رونا پیٹنا پھر بھی ہے کہ لوگ بھوک سے مر رہے ہیں۔''

الطاف صاحب نے بالکل سچ لکھا۔ ان حالات کی آپ ایک نہیں بے شمار توجیہات پیش کرسکتے ہیں۔ مثلاً اکثریت میں رزق حلال کمانے کا فقدان، بے برکتی، سود کی لعنت سے مکمل چھٹکارا نہ پا سکنا، فرقہ واریت میں بٹی قوم، زبان و نسل کا تعصب۔ تعلیم و تربیت کا فقدان، بدعنوانی، رشوت ستانی، اقربا پروری، شرعی قوانین اپنانے سے بے رغبتی اور سب سے بڑا گناہ جھوٹ۔ بزرگوں سے سنا ہے کہ مومن زانی اور چور ہوسکتا ہے، لیکن جھوٹا نہیں۔ جب ہم انفرادی سطح پر جھوٹ بولیں تو مومن کیسے رہ سکتے ہیں؟

(محمد خورشید اقبال، سرجانی ٹاؤن، کراچی)

تھرکول کا عظیم منصوبہ

شمارہ جون ۲۰۱۴ء میں تھرکول پراجیکٹ کے متعلق ماہر ارضیات مرزا عبدالصمد بیگ کے انکشافات پڑھ اور یہ جان کر دل باغ باغ ہوگیا کہ تھر کوئلے سے نوسو سال تک چالیس ہزار میگاواٹ بجلی بنانا ممکن ہے۔ تھرکول پراجیکٹ کے بارے میں معلومات دے کر اردو ڈائجسٹ نے ہمیشہ کی طرح قومی خدمت انجام دی ہے کیونکہ بعض حلقوں کی طرف سے اس کے خلاف غلط اور منفی پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ تھرکول کے ذخائر کئی سو مربع میل کے علاقے میں پھیلے ہیں۔ اگرچہ ماضی میں یہ منصوبہ سست روی کا شکار رہا، لیکن اب اس پر برق رفتاری سے کام ہو رہا ہے۔ تھر میں قحط آیا تو کسٹمز ہیلتھ کیئر سوسائٹی کی ٹیمیں

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

فوراً تھرپارکر کے قحط زدہ علاقوں میں پہنچ گئیں اور ابھی تک لوگوں کی خدمت میں مصروف ہیں۔

(ڈاکٹر آصف محمود جاہ' لاہور)

پاکستان کے اصل ہیرو

پاکستان کے اصل ہیرو وہ پاکستانی ہیں جنھوں نے ہمارے سیاست دانوں کی طرح وطن نہیں لوٹا اور نہ ہی غیر ممالک میں روپے جمع کیے، بلکہ اس کے بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ اپنی جائداد وغیرہ بھی پاکستان کے استحکام میں دے ڈالی۔ ان میں سرفہرست حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ ہیں جنھوں نے مرتے دم تک پاکستان کے لیے کام کیا۔

دوسرے نمبر پر مولانا عبدالستار ایدھی اور اُن کی بیگم ہیں۔ انھوں نے غریب ہوتے ہوئے بھی اپنی محنت اور لگن سے خدمت خلق کی تنظیم ایدھی ٹرسٹ قائم کی جس سے لاکھوں انسانوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔ وہ ہر جگہ خدمت کرنے پہنچ جاتے ہیں۔

تیسرے نمبر پر حکیم محمد سعید شہید آتے ہیں۔ وہ صرف چند سو روپوں کے ساتھ پاکستان آئے مگر دن رات کی محنت اور لگن سے ہمدرد ٹرسٹ جیسا عظیم الشان ادارہ وطن عزیز کو دے گئے۔ وہ صحت کے علاوہ تعلیم اور دوسرے کئی شعبوں میں پاکستان کی خدمت کر رہا ہے۔

چوتھے نمبر پر ڈاکٹر عبدالقدیر خان ہیں۔ ایک غریب پاکستانی جو خالی ہاتھ پیدل چل کر سرزمین پاک میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوئے۔ انھوں نے پھر ایٹم بم بنا کر قائد کی امانت کو دفاعی طور پر ناقابل تسخیر بنادیا۔ اب کوئی دشمن پاکستان کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔

(عثمان جنجوعہ' لاہور)

شمارہ جون پہ تبصرے

اردو ڈائجسٹ کے ایک پرانے سلسلے "مشورہ حاضر ہے" کو ضرور جاری رکھا جائے۔ جناب الطاف حسن قریشی کا تجزیہ بہت ہی اعلیٰ اور حالات و واقعات سے بھرپور تھا۔ پسند آیا۔ ایگزیکٹو ایڈیٹر نوٹ بھی حالات حاضرہ اور پاکستانیوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے تازیانہ ثابت ہوا۔

(محمود منور خان' کوٹ ستھما نوالہ' میانی)

محترم طیب اعجاز قریشی کے ایڈیٹر نوٹ نے کئی در وا کر دیے۔ دل کی انتہائی گہرائیوں سے لکھا یہ دردمندی کا پورا قصہ دل میں اتر گیا۔ الطاف حسن قریشی کے قلم سے نکلی تمام باتیں بھی غور و خوض کی متقاضی ہیں۔ حُب رسول ﷺ انوکھا موضوع رہا۔ جزاک اللہ۔ بشریٰ رحمٰن اور نیلم احمد بشیر چونکا دینے والے افسانے لے کر حاضر ہوئیں۔

(جاوید احمد صدیقی' راولپنڈی)

☆

صفائی نصف ایمان ہے

حدیث رسول ﷺ ہے "صفائی نصف ایمان ہے۔" یعنی مسلمان صفائی' پاکیزگی اور طہارت اختیار نہ کرے تو نصف ایمان یوں ہی ساقط ہو جاتا ہے۔ ہم اپنے اردگرد دیکھیں تو سڑکوں' بازاروں اور پارکوں پر گندگی اور کوڑے کے ڈھیر نظر آتے ہیں۔ لوگ صرف اپنے گھر صاف ستھرے رکھتے ہیں، محلے کی صفائی سے انھیں کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ اکثر ہم اپنے گھر کا کوڑا کرکٹ سڑکوں اور گلیوں میں پھینک دیتے ہیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

یقیناً کئی کام کرنے عام لوگوں کے بس میں نہیں مگر وہ محلوں کی سطح پر کمیٹیاں بنا کر صفائی کا نظام بہتر بنا سکتے ہیں۔ مثلاً گھروں کا کوڑا گلی یا سڑک پر پھینکنے کے بجائے کسی مخصوص جگہ ڈال دیا جائے جہاں سے اسے بآسانی اٹھایا جا سکے۔ آپس میں چندہ اکٹھا کر کے سیوریج سسٹم بہتر بنالیں تاکہ گندے پانی کی نکاسی بہتر طریقے سے ہو سکے۔

ہمیں اپنے بچوں کی ابتدا ہی سے ایسی تربیت کرنی چاہیے کہ وہ صفائی کے عادی بن جائیں۔ مثلاً کہیں کاغذ یا ردی دیکھیں خواہ اسکول ہو یا گھر، اُسے اٹھا کر کوڑادان میں ڈال دیں۔ اس سلسلے میں مائیں اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔

(شاہدہ رضوی، نارتھ ناظم آباد، کراچی)

دو سفرنامے شائع کیجیے

میں سیر و سیاحت کا شوقین ہوں۔ اس لیے سفرنامے پڑھنا پسند ہے۔ درخواست ہے کہ رسالے میں ایک کے بجائے دو سفرنامے شائع کیے جائیں تو زیادہ مناسب رہے گا۔ ایک پاکستان دوسرا کسی بیرون ملک کا!

(محمد زبیر ذکی، فیصل آباد)

☆☆

میری مانیں

اُردو ڈائجسٹ میرا پسندیدہ جریدہ ہے۔ مجھے اس میں سب سے اچھی بات یہ لگتی ہے کہ مادہ پرستی کے اس دور میں بھی یہ اپنے اصولی موقف پر قائم و دائم ہے۔ ڈائجسٹ نے کبھی سگریٹ نوشی کے اشتہاروں کو اپنے اوراق کی زینت نہیں بنایا، جبکہ دوسرے جرائد اخلاقی اقدار اور اصولوں کی قطعی پروا نہیں کرتے۔ وہ

اعلانات

اردو ڈائجسٹ میں شمارہ مارچ تا مئی ایک ناول بعنوان "زری ہاؤس" قسط وار شائع ہوا تھا۔ تاہم قارئین کی عدم دلچسپی کے باعث مجلس ادارت نے یہ سلسلہ روک دیا ہے۔ نوٹ فرمالیجیے۔

☆☆

شمارہ جون کے صفحہ ۳۶ پر ایک فکر بعنوان "مسلمان غیر مسلموں کی نظر میں" چھپا تھا۔ سہواً اس میں مصنف جناب ظفر اقبال کا نام طبع ہونے سے رہ گیا۔ ادارہ اس فروگزاشت پہ معذرت خواہ ہے۔

کاروباری نقطہ نظر کو مدنظر رکھتے ہیں اور دولت کا حصول ہی اُن کا ہدف ہے۔ جبکہ اردو ڈائجسٹ کا یہ طرہ ہے کہ وہ قوم سے مخلص اور نوجوان نسل کا خیر خواہ ہے۔

جناب الطاف حسن قریشی کے مضامین اور اداریے ہمیں ملکی خیر خواہوں اور بدخواہوں سے باخبر رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کرے زور قلم اور زیادہ! دلی دعا ہے کہ وہ تادیر اپنے فرائض صحت و تندرستی کے ساتھ انجام دیتے رہیں۔

یوں تو ڈائجسٹ ایک خوبصورت مرقع ہے لیکن اس میں معاشرتی کہانیاں کم دکھائی دیتی ہیں۔ اس جانب خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ صحت و طب، سائنس، فکشن، شخصیات، سفرنامے اور اسلامی مضامین خوب ہوتے ہیں۔ مشہور ادبا کے چیدہ چیدہ افسانے بھی ڈائجسٹ کے زینت بن جایا کریں تو کیا ہی کہنے۔ اُمید ہے میری رائے کوڑے کی ٹوکری کی زینت نہیں بنے گی۔

(محمد جاوید برکی، راولپنڈی)

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ایک مقابلہ صرف نوجوانوں کے لیے

بوجھیں تو جانیں

مرتب: غلام سجاد

(جواب لکھنے سے پہلے دیکھ لیجیے کہ آپ کی عمر نوجوانوں والی ہی ہے نا!)

ماہ جون میں دیے گئے اسلامی کوئز کے درست جوابات

اسلامی کوئز 1۔ (الف) 209ھ، آذربائیجان (ب) سنن ابن ماجہ

اسلامی کوئز 2۔ (الف) عثمان کنیت ابو قحافہ (ب) سلمیٰ کنیت ام الخیر

قرعہ اندازی میں جیتنے والوں کے نام

1۔ اقبال سلیم (حیدرآباد) 2۔ محمد یوسف قاسمی (ملتان)، 3۔ میمونہ خالد (قصور) 4۔ مقدس اصغر، ہری پور

درست جوابات دینے والوں کے نام

ڈاکٹر نزہت عرفان (کراچی)، نسرین جشر (چکوال)، محمد عبداللہ عمر (جہلم)، مرزا ہادی بیگ (حیدرآباد)، مرزا اسلام بیگ (حیدرآباد)، طہٰ یسین (حیدرآباد)، توصیف احمد (حیدرآباد)، ولی حسین (حیدرآباد)، وسیم احمد (حیدرآباد)، اقبال سلیم (حیدرآباد)، اشتیاق احمد (مالاکنڈ)، محمد یوسف قاسمی (ملتان)، میمونہ خالد (قصور)، طاہر عنایت (پشاور)، فیصل قریشی (راولپنڈی)، حسام ظفر (راولپنڈی)، فیضان اکرم (میرپور)، محمد شکیل عباس جنجوعہ (سرگودھا)، حافظ سعد عبداللہ (ہری پور)، مقدس اصغر (ہری پور)، جویریہ شیر نواز (پشاور)، مریم شیخ (ملتان)، ثاقب محمود (راولپنڈی)، بشارت چودھری (راولپنڈی)، سعد سلیم (راولپنڈی)، ہمت خالد (قصور)

اسلامی کوئز 1

روزہ اسلام کے ارکان خمسہ میں سے ایک اہم رکن ہے۔ ارشاد ربانی ہے: "اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے انبیا کے پیروؤں پر فرض کیے گئے تھے۔ اس سے توقع ہے کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہو گی۔ چند مقرر دنوں کے روزے ہیں۔ اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں اتنی ہی مقدار پوری کر لے۔ اور جو لوگ روزہ رکھنے کی قدرت رکھتے ہوں اور (پھر نہ رکھیں) تو وہ فدیہ دیں۔ رمضان وہ مہینا ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔"

(الف) رمضان المبارک اسلامی مہینوں میں کونسا مہینا ہے؟ (ب) رمضان المبارک میں خاص رات کون سی ہوتی ہے؟

اسلامی کوئز 2

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی۔ ایک روزہ دار کی افطار کے وقت کی دعا، دوسرے عادل بادشاہ کی دعا، تیسرے مظلوم کی دعا جس کو حق تعالیٰ بادلوں سے اوپر اٹھا لیتے ہیں اور آسمان کے دروازے اس کے لیے کھول دیے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ میں تیری ضرور مدد کروں گا گو (کسی مصلحت سے) کچھ دیر ہو جائے۔" (ترمذی، ابن حبان) نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص بلا کسی شرعی عذر کے ایک دن بھی رمضان کے روزہ کو افطار کر دے، غیر رمضان کے روزے چاہے تمام عمر رکھے اس کا بدل نہیں ہو سکتا۔

(الف) حضور ﷺ نے فرمایا کہ کس آدمی کی دعا رد نہیں ہوتی؟ (ب) رمضان المبارک کے تینوں عشروں کے نام بتائیں؟

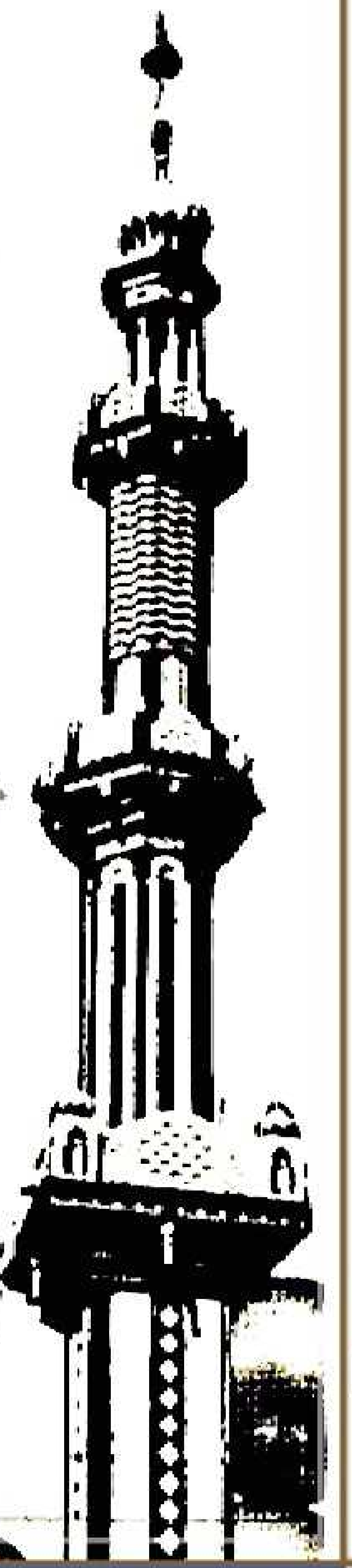

انعامات کے لیے تعاون

اسلامک پبلی کیشنز

منصورہ ملتان روڈ لاہور

تحریک اسلامی کے شاندار لٹریچر کے وارث

اسلامک پبلی کیشنز

منصورہ ملتان، لاہور

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1